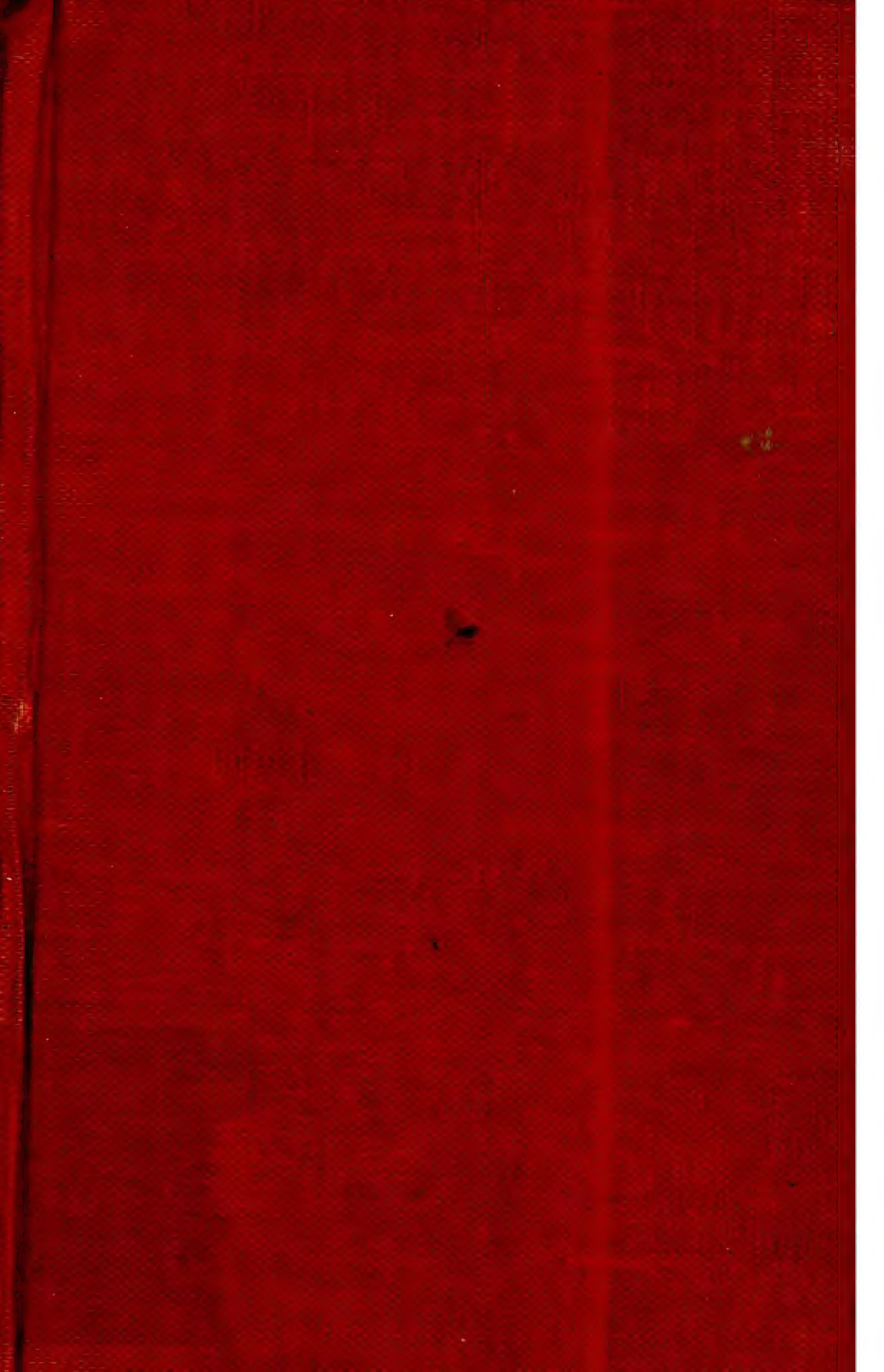
تاریخ
تشیع

۸

۳

۱۸



تاریخِ کشمیر

معروف بہ

بہارستانِ شاہی

سال تصنیف سنہ ۱۰۲۳ ہجری

(سنہ ۱۶۱۴ عیسوی)

ترتیب و مقدمات

ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری

ایم-اے، پی، ایچ، ڈی، ڈی لٹ

جملہ حقوق انجمن شرعی شیعیان جموں وکشمیر



سالِ اشاعت
مئی ۱۹۸۲ء

مطابق رجب ۱۴۰۲ھ

زیر اہتمام

انجمن شرعی شیعیان جموں وکشمیر



حجۃ الاسلام جناب آغا سید یوسف الموسوی الصفوی، صدر انجمن شرعی

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله والصلوة والسلام علی عباده الذین اصطفی محمد و آله الاصفیاء
و بعد مخفی نماند که کتاب بهارستان شاهی تاریخ احوال سعادت اشتمال عمدة
العارفین فخر المجاهدین شمس مضیء دین مبین حضرت خاتم النبیین و بدر منیر تشیع لامع
در کشمیر حضرت میر محمد شمس الدین عراقی رفع الله اعلامه و اعلی فی الجنة مقامه در اینجا
مفقود و در لندن موجود بوده و جناب سعادت اکتساب مورخ خبیر
داکتر اکبر حیدری صاحب سلمه به دقت مراضیه جهد جهید سعی اکید خود
نسخهٔ آن دریافت و استنساخ نموده با اضافهٔ مقدمهٔ تحقیقی از مواد
تاریخی بتحریر کتاب پرداخته سحاب ارتیاب را از عیون و انظار کبیر را
معاندین برداشته آثار هدایت و مقام رفعت و سیادت آن مجاهد کبیر
چون آفتاب جهان تاب ظاهر و روشن ساخته فشکر الله سعیه و اجزل مثوبته
فی الدارین و جاه بکل ما تقر به العین والسلام علی من اتبع الهدی

من خادم ضریح الشریعة الغراء یوسف بن محمد
الموسوی الصفوی النجفی الکشمیری نزیل شریعت آباد
بدهام کشمیر ۱۹ ج ۲ ۱۴۲۱



انتساب

میں تاریخ کشمیر معروف بہ "بہارستان شاہی"
(سال تصنیف ۱۰۲۳ھ ہجری)
کا یہ غیر مطبوعہ نایاب اور مستند نسخہ خاندان
میر سید شمس الدین محمد عراقی
مکسر الاصنام کے چشم و چراغ، سیادت پناہ
شریعت مدار، حجۃ الاسلام جناب
آغا سید یوسف الموسوی الصفوی مدظلہ
کے نام گرامی منسوب کر کے اپنے لئے
فخر سمجھتا ہوں۔

• اکبر حیدری

فہرست مضامین

(بہارستانِ شاہی)

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچواں باب

فتح شاہ بارسوم

چھٹا باب

ساتواں باب

آٹھواں باب

نواں باب



بہارستانِ شاہی

مختصر تعارف

بہارستانِ شاہی کشمیر کی ایک مستند اور معتبر تاریخ ہے۔ اس کے کئی نسخے برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لندن میں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ان نسخوں کی تفصیلات درج کی جاتی ہیں۔

نسخۂ اول۔ فہرست مخطوطاتِ فارسی (برٹش میوزیم) جلد اول صفحہ ۲۹۹ مرتبہ چارلس ریو مطبوعہ ۱۸۷۹ء۔ ابتدا۔ "مورخانِ اخبار سلاطین ممالکِ کشمیر کہ از جملہ حالات و واقعاتِ ملوک و احکام و احوال اشراف نام را بقلم کشمیری نوشتند"

اس کے بعد انگریزی کی یہ عبارت ہے۔

"The author, whose name is not given, appears to have been a dependent of a Kashmiri Syed Shah Abdul-Ma'ali, to whom he gives a prominent place in the later period of his history. This Syed Shah Abdul Ma'ali was the second son of Syed Mubarik Khan, who was raised for two months to the throne of Kashmir in A.H.986 and died in exile at Firuzabad A.H.999 (see fol.159a) Abdul Ma'ali played an active part in the frequent broils which disturbed Kashmir for some years before the Conquest and was then placed under the command of Raja Man Singh, under whom he served for four and twenty years. After the latter's death, in A.H.1021, he was present with Haider Malik Chadurah, the author of the next work (تاریخ کشمیر) to the Emperor Jahangir, who conferred upon him a Mansab and Jagir in Tattah.

The work begins without any preface, after a short account of the Hindu period, in which the dates of the Hijrah, from A.H.531 downwards, are frequently given, it enters fol.11b, upon the Mohammadan period, which occupies the rest of the

volume. There is after fol.41a lacune extending from the death of Zanulabidin, A.H.873 to that of Mirak Hassan A.H.893.

The narration becomes very full for the later period, especially from the death of Ali Shah, A.H.986, fol 110a, to the end. The last events recorded are the appointment of Haider Malik Chadurah to the Govt. of Kashmir, the death of Raja Man Singh, A.H.1021, and the departure of Syed Shah Ab ul Ma'ali for his Jagir in Tattah, A.H.1023.

The title Baharistan-I-Shahi is found in some verses at the end, which contain also the date of completion, A.H.1023, expressed by the chronogram (نامۂ شاہانِ کشمیر). The same title has also been written by a Contemporary persian hand on the first page.

بہارستان شاہی۔ نسخۂ دوم۔ برٹش میوزیم لندن، سائز ۵½ x ۹، سطر ۱۱، سال کتابت سترھویں صدی۔

یہ نسخہ ناقص الطرفین ہے۔ ابتدا میں ۲۰ اور آخر میں ۸ اوراق کم ہیں۔ بیچ میں بھی کچھ ورق غائب ہیں۔

کتاب کا آغاز کم وبیش سلطان شہاب الدین کی وفات ۸۰۷ ہجری سے ہوتا ہے۔ اور علامات کا سلسلہ یعقوب شاہ کی موت پر ٹوٹتا ہے جو زہر سے واقع ہوئی تھی۔

نسخۂ سوم۔ یہ غیر معتبر اور غلط ہے۔ اس کی مائیکرو فلم زیر نمبر ۳۶ ریاست جموں وکشمیر کے محکمۂ تحقیق واشاعت میں موجود ہے۔ ابتدا میں دیباچہ بھی ہے۔ ذیل میں اس کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

" حمد آں مبدء کہ عالم جود ست۔ گردش چانکہ بود کشود الحمد للہ رب العالمین والعاقبت للمتقین والصلوٰت والسلام علی رسولہ محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین بعد از حمد وسپاس بے قیاس مر حضرت رزاق علی الاطلاق دارندۂ جہاں وخالق مخلوقات انس وجانِ جہانیاں برخی از تواریخ نزول حضرت سلیمان علیہ السلام دریں کتاب المسمیٰ بہ رازہ ترنگ بطریق اختصار درج نمودہ مصنف ومولف از مقالات حالات خطہ کشمیر رنج فراوان ومشقت بے پایاں بسر بردہ۔ بہ مقتضائے کتب والہام حقائق غیبی واحادیث فرمود۔ چنانچہ

روایت است کہ از ابن عباس رضی اللہ عنہ شصت و دہ لک صد ہزار و ہشتاد و پنج ہزار سال باشد ازاں قرن اول و بست و چہار لک و صد ہزار نژدہ ہزار سال بود۔ در آں قرن ابداں دریں جہاں دیوان بودہ اند۔ اول و اصل آنہا ارم نام داشت و نش مارچہ و از اینہا تناسل بسیار شد "

نسخۂ چہارم۔ نمبر مخطوطہ ۵۰۹۔ فہرستِ مخطوطاتِ فارسی جلد اول ص۲۲۱ مرتبہ ایتھے۔ اس نسخے کے بارے میں مرتب فہرست کہتا ہے۔

is based on Raj Tarangni and other sources by an annonymous author brought doun to A.H.1023 the 8th year of Jahangir's reign(See the Chronogram at the end 1023(نامۂ شاہانِ کشمیر) and beginning without introduction.

" مورخان اخبارِ سلاطین ممالک کشمیر کہ از جملہ حالات و واقعاتِ ملوک و احکام و احوال اشراف انام را بقلم کشمیری نوشتند۔ در دفاتر اخبار و صحائف آثار چنیں ثبت نمودند کہ در کشمیر در زمان

It ends on fol.213a complete;Rieu 1 P.297.On off 214,B 221 a poetical fragment is ended, a peculiar kind of didactic poen, consisting of a series of Kitas,usually two, sometimes three and even four baits long, mised with fardsand put together in form of a masnavi being all of the same metre, it begins:-

خواہی ایماں مرد بشناسی (کذا) رہ کن بسوئے ایمانش
کہ بود گر بقولِ خود ثابت بس بود ایں دلیلِ ایمانش
آں برادر مداں کہ در راحت روئے خود سودہ پیش تو بہ بیں
ہر کہ در وقت محنتت یار است آں برادر ترا بود بہ یقیں

No date,The right order of off 160-166 is x 160,162-165,161-166.

نسخۂ پنجم۔ انڈیا آفس لندن

نمبر مخطوطہ ۹۴۳۔ اوراق ۲۲۱، خط نستعلیق، سائز ۵" × ۸ ۵/۸"

نسخۂ ششم۔ یہ بھی ناقص الطرفین ہونے کے علاوہ غلط اور غیر معتبر ہے۔ کتاب کے آخر میں کاتب نے غلطیوں کا اعتراف کیا ہے۔ کہتا ہے کہ:۔

"مخفی نہ ماند کہ کاتبِ ایں کتاب بہ غفلت شعاری در عبارات بسیار مغالطہ مرقوم نمودہ است ۔ از آں جملہ در تاریخ جلوسِ سلاطین ہم مبدل تحریر کردہ است بعدم فرصت ترمیم وصحت آں نتوانستم تمام یافت ۔ تحریر بتاریخ دوازدہم جمیدالاول ۱۲۶۴ھ ہجری"

نسخے کے آخر میں عجائبات کشمیر کے بارے میں بہت سی باتیں درج ہیں۔ اس کی میکروفلم محکمۂ ریسرچ و اشاعت سری نگر میں زیر نمبر ۲۱ دستیاب ہے ۔

نسخہ ہفتم ۔ بہارستان شاہی کا یہ نسخہ میر شمس الدین حیرت کاملی کی ملکیت میں تھا۔ محکمۂ ریسرچ و اشاعت میں اس کی میکروفلم ہے۔ جب اس کا مقابلہ برٹش میوزیم کے نسخہ ششم سے کیا گیا تو کوئی خاص فرق نظر نہیں آیا ۔یعنی کہ یہ نسخہ بھی غلط اور غیر معتبر ہے ۔ کاتب نے جابجا میر سید شمس الدین عراقی کے نام کے ساتھ بے ادبی کی ہے ۔ آخر میں ذیل کا ترقیمہ درج ہے :-

"حمد بے قیاس را سزد کہ بہ الطاف گوناہائے گوں مشت خاکی را ایں ہمہ کرامات عطا فرمود۔ ونعتِ بے پایاں سروری را سزد کہ آیۂ لولاک در شان او نازل شدہ۔ اما بعد ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۱ھ مسمٰی بہارستان شاہی از تصنیف ملک حیدر چاڈورہ اختتام یافت ۔ راقم الحروف بندہ عبدالعزیز عفی عنہ نقل ہذا در سنہ ۱۳۰۱ھ ..... محمد عبدالعزیز .... ۔ در اثنائے مطالعہ معلوم شد کہ اغلاط خطی بسیار دارد ، باز ہم اہتمام نقل ہمچنیں کتب ہا اندر آں زماں می رسید قابل ستائش ، السلام "

پیر غلام حسن کھوہامی مولف تاریخ کشمیر (تاریخ حسن) متوفی ۱۸۹۸ء نے بہارستان شاہی مشہور بہ رازہ ترنگ (راج ترنگنی) کا ذکر اپنے ماخذ میں کیا ہے ۔ جہاں جہاں مصنف بہارستان شاہی نے حقیقت پسندی اور حق گوئی کا مظاہرا کیا ہے ۔ وہاں پیر غلام حسن نے ان واقعات سے چشم پوشی کی ہے ۔ بعض حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ مورخِ موصوف نے بہارستان شاہی سے استفادہ نہیں کیا ہے اور وہ اس کے نام سے ہی واقف تھے ۔

بہارستان شاہی کے جو مخطوطے برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لندن میں موجود ہیں ان کے عکس پروفیسر حسن شاہ سابق ڈائرکٹر آف لائبریریز نے منگوا کر محکمۂ تحقیق و اشاعت میں محفوظ کرائے ہیں ۔ شاہ صاحب کو تاریخ کشمیر کے ساتھ بڑی دلچسپی تھی ۔ اسی واسطے انھوں نے کشمیر سے متعلق ان

تمام کتب تواریخ کی میکروفلم اور عکس لندن اور دوسرے مقامات سے منگوائے تھے جو مخطوطات کی شکل میں بیرون ہندوستان مختلف کتاب خانوں میں موجود ہیں اور جن سے استفادہ کرنا طالب علموں کے لئے جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ پروفیسر موصوف نے تاریخ حسن کی دو جلدیں بھی شائع کی ہیں۔ وہ تاریخ حسن کی کتابیات کے سلسلے میں بہارستان شاہی کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

"مصنف نامعلوم - کشیر کی کشیری مصنفین کی لکھی ہوئی فارسی تاریخوں میں بہارستان شاہی، تاریخ ملائے نادری، مراۃ الاولیا اور تاریخ سید علی کی صف میں سے ہے۔ ان میں اول الذکر دونوں عنقا ہیں۔ تاریخ سید علی کا ایک نسخہ منشی محمد امین ابن مہجور ہیڈ منشی محکمۂ تحقیق واشاعت کے پاس راقم کی نظر سے گذرا ہے۔ اسی طرح بہارستان شاہی کا وجود کشمیر میں مفقود تھا۔ سب سے پہلے اس کی ایک ناقص نقل اس دور میں شاعر کشمیر حضرت غلام احمد مہجور مرحوم کے پاس راقم نے دیکھی تھی۔ بعد کے تجسس سے اس کے کئی ایک نسخے یورپ کے کتاب خانوں میں دریافت ہوئے۔ الحمد للہ کہ ان میں اہم نسخوں کی عکسی نقلیں محکمۂ تحقیق واشاعت کے کتاب خانے میں پہنچ چکی ہیں۔ مصنف کا نام کتاب میں کہیں درج نہیں ہے۔ ویسے عام خیال ہے کہ مرزا مہدی اس کے مصنف تھے۔ لیکن اس کی تصدیق وتوثیق یا مصنف کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ کتاب میں ایک جگہ مصنف نے خاندانی وجاہت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف کا خاندان غزنی سے آکر حضرت سلطان زین العابدین کے عہد میں کشمیر میں آباد ہوا تھا۔ بہارستان شاہی کی متذکرہ عبارت یہ ہے —

"جد و پدر مسود ایں اوراق کہ ملا حسام الدین نام داشت از غزنی مرید بابا حاجی ادہم شدہ۔ ہمراہش بودہ در مطبخ وے جماعت درویشاں را خادمی کردہ ایں بابا حاجی ادہم تا زمان سلطان زین العابدین در قید حیات بود"

کتاب میں جا بجا سادات آئمہ طاہرین علیہم السلام اور شیعہ علماء کا تذکرہ غمازی کرتا ہے کہ صاحب تصنیف اہل تشیع میں سے ہے — اس شیعہ کشی کے دور میں ایسی کتاب کا بغیر نام مصنف کے لکھا جانا کچھ ایسا تعجب خیز نہیں۔ کتاب میں ذوالقدر کے حملے کا ذکر کرتے ہوئے مصنف زمانۂ تصنیف کا تعین کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے:-

" تا اکنوں کہ دویست و ہفتاد سال گزشت "

ذوالقدر کے حملے کی تاریخ ۷۲۴ھ ہجری (۱۳۲۴ء) ہے اس حساب سے جب یہ فقرہ قلمزد (کذا)
۹۹۴ھ یا ۱۵۸۶ء کا سال کھلتا ہے۔ لیکن کتاب کے آخر پر قطعۂ تاریخ یہ ہے ؎

بہ پرسیدم ز عقل راست تدبیر　　بگفتا " نامۂ شاہانِ کشمیر "
۱۰۲۳ھ

اس حساب سے سال تصنیف ۱۶۱۴ء ہوتا ہے۔

کتاب کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ مصنف شاہانِ چغتائیہ کے حملے اور تسخیر کشمیر کا ہمعصر شاہد اور اس واقعہ کو ایک محبِ وطن کشمیری مسلمان کی نظر سے دیکھ کر بیان کرتا ہے۔ شک اور بے جا غلو اور افسانہ نگاری سے اس کا دامن بالکل پاک ہے۔ یہ کتاب ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں؛ کاش کوئی صاحبِ ذوق اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھا لیں "

ڈاکٹر محب الحسن اپنی کتاب "کشمیر انڈر سلطانز (کشمیر سلاطین کے عہد میں) کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

" بہارستان شاہی کے مصنف کا نام معلوم نہیں۔ یہ دراصل رنچن کی تخت نشینی سے ۱۶۱۴ء تک کی تاریخ ہے۔ اس میں اسلامی عہد سے پہلے کے واقعات صرف چند صفحات پر لکھ کر ختم کر دیے گئے ہیں۔ اس کے مصنف کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ شیعہ تھا اور غالباً بیہقی سادات کا ملازم تھا۔ کیونکہ اس نے ان لوگوں کے حالات دوسرے مؤرخین کی بہ نسبت تفصیل سے لکھے ہیں اور ان لوگوں کی خدا ترسی، شجاعت اور سخاوت کا ذکر خوشامدانہ انداز میں کیا ہے۔ اس کے ماخذ یون راج اور شری ور کی تاریخوں کے ساتھ ساتھ ملا احمد، ملا نادری، قاضی ابراہیم اور حسن قاری کی فارسی تاریخیں بھی ہیں۔ اس نے خاندان شاہ میر اور خاندانِ چک کے حکمرانوں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ یا تو اس کے ذاتی مشاہدات ہیں یا بڑے بوڑھوں کی زبانی سنی ہوئی باتیں ہیں۔

بہارستان شاہی کا اسلوب بیان مرصع ہے۔ اس میں الفاظ کی بھرمار ہے۔ اس میں ہجری سنہ کے ساتھ لوک سنہ بھی درج ہیں۔ اس میں خاندان شاہ میر سے لے کر حسن شاہ کے عہد کی مختصر تاریخ ہے۔ لوہر میں قطب الدین کے خلاف بغاوت ملکہ سورہ کی قائم مقامی اور زین العابدین کے عہد میں خانہ جنگی جیسے کئی اہم واقعات

حذف کر دیئے گئے ہیں۔ سلطان حیدر شاہ کے حالات کو چند سطروں ہی میں بیان کر دینے پر اکتفا کر لیا گیا ہے۔ اور حسن شاہ کے دورِ حکومت کے سیاسی واقعات کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ محمد شاہ اور اس کے بعد کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ کشمیر میں مغلوں کی فتح کی تاریخ بڑی وضاحت سے لکھی گئی ہے۔ یہ مغلوں کے عہد کی لکھی ہوئی تاریخوں کا ایک مفید ضمیمہ ہے اور آخر الذکر تاریخوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا تجزیہ کرنے میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے۔ اس کے علاوہ یہی ایک کتاب ہے جس میں یوسف شاہ کی جلاوطنی اور ان کی موت کے حالات کا تفصیلی بیان ملتا ہے۔ اس لئے اتنے نقائص کے باوجود یہ ایک بہت اہم تاریخی ماخذ ہے"

صاحبزادہ پروفیسر حسن شاہ اور ڈاکٹر محب الحسن صاحب نے بہارستان شاہی کے مصنف کو قطعیت کے ساتھ شیعہ قرار دیا ہے۔ راقم الحروف کو مصنف کے شیعہ ہونے کے بارے میں کوئی داخلی یا خارجی شہادت دستیاب نہیں ہوتی ہے۔ صاحبزادہ نے مصنف کے شیعہ ہونے کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ کتاب میں جابجا سادات، آئمہ طاہرین اور شیعہ علماء کا ذکر کیا گیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے غالباً یہ اس لئے کہا کہ مصنف نے آئمہ معصومین اور شیعہ علماء خاص کر میر شمس الدین عراقی کا نام بڑے احترام اور ادب سے لیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کتاب میں مصنف نے بعض شیعہ اور سنی علماء اور اکابر کے نام تعظیم سے لئے ہیں۔ سنی علماء میں جامع اسلوب شیخ یعقوب صرفی اور قاضی موسیٰ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے سلاطین چک کے خلاف مغلوں کے ساتھ جو ساز باز کی تھی مصنف نے اسے کھل کر بیان کیا ہے۔ شیعہ علماء میں مصنف نے میر شمس الدین عراقی اور بابا خلیل اللہ کی بزرگی کو بیان کیا ہے — جب یعقوب شاہ نے ایک سنی وزیر محمد بٹ کو برطرف کر کے ایک شیعہ عالم ملا احسن اسود کے مشورے سے نازک بٹ کو منصب وزارت کا عہدہ بخشا تو بہارستانِ شاہی کے مصنف نے یعقوب شاہ، ملا احسن اسود اور نازک بٹ تینوں کی کھل کر تنقید کی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"در اثنائے ایں حال از رائے رکیک ملا احسن اسود وغیرہم محمد بٹ کہ بکمال فراست آراستہ بود از مسندِ وکالت و وزارت معزول گردانیدہ در قیدِ حبس نگاہ داشت۔ ایں قضیہ نیز باعثِ زیادتی فتنہ و فساد شد۔ و خلعتِ وزارت و مہام بر قامتِ بے اندامِ نازک بٹ پوشانید۔ و نازک بٹ از حلیۂ عقل سادہ و از زیور

فراست دور افتادہ بودند تا در کب قتل آن نتنہ دنسا کہ کشتن قاضی موسیٰ وقوع یافتہ نتوانست نمود۔ واز خبر داری سپاہ و رعایائے حال تباہ واقف و آگاہ نتوانست شد۔ لاجرم سپاہ آن دیار از دولتمندی ہائے کبار خویش منحرف المزاج شدہ۔ ناچار راہ بے وفائی و جدائی پیمودند"

لوگوں کا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ چونکہ مصنف بہارستانِ شاھی نے آئمہ معصومین کا نام احترام سے لیا ہے اس لئے وہ شیعہ تھا۔ بہت سے سنی حضرات بھی آلِ رسول کی عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہیں۔ خصوصاً صوفی حضرات کسی نہ کسی طریقہ سے اپنا سلسلہ حضرت علیؓ تک پہنچاتے ہیں۔

راقم کی رائے میں بہارستان شاھی کا مصنف عالم جید اور فاضل یگانہ تھا۔ اُسے تعلیماتِ قرآن اور احادیث نبویؐ پر گہری نظر تھی۔ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھتا تھا۔ تاریخ مرتب کرتے میں اس نے سچائی اور رواداری کے اصولوں کو برقرار رکھا ہے۔ اسے کشمیر سے محبت تھی اور وہ مغلوں کے خلاف تھا۔ اس نے مغلوں کے قتل عام کو طشت از بام کیا۔ مرزا حیدر کا شغری اور شہنشاہ اکبر کے مظالم کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے اور کشمیریوں کی نا اتفاقی اور خانہ جنگیوں پر خون کے آنسو بہائے۔ وہ ہمیشہ بزرگانِ دین کا احترام کرتا تھا۔ مرزا حیدر نے میر دانیال کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو بقول مصنف کتاب میر دانیال کی شہادت ہی اس کی حکومت کے زوال کا باعث ہوئی۔ کہتا ہے کہ

"زہے بے وفائی دنیائے غدار کہ مرزا حیدر ناخدا ترس خون حضرت شیخ دانیال را وعہدۂ اموالِ او را مصلحت ملک گویا بگردن خود گرفت۔ دگواہان در وغ را رشو تہا دادہ بفریب لاَّ فتح اللہ را اغوا و گمراہ ساختہ، آنحضرت را بدرجہ شہادت رسانیدند۔ وخون آں چناں بزرگے دیدہ و دانستہ بگردن خود گرفت۔ بہ طمع آنکہ دولتِ دنیا باو باقی و پایندہ باشد۔ وبعد از شہادتِ آنحضرت بحکم الدم لاینام زیادہ از نہ ماہ نتوانست زیست"

اسی طرح مصنفِ بہارستان شاھی نے قاضی موسیٰ کے قتل کو یعقوب شاہ کی حکومت کے لئے زوال کا باعث قرار دیا۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ

"از وقوع ایں قضیہ درمیانِ بزرگان و اعیان و اہالی ممالک کشمیر حادثۂ واقعہ حادث و حائل شد کہ بہابت آں حادثہ موجبِ نقصان بنیان قصر مملکت یعقوب شاہ گشت"

بہارستان شاہی کا مصنف غیر متعصب تھا۔ اس نے یوسف میر کے حادثۂ قتل کو افسوس ناک قرار دیا اور اس قتل کی ذمہ داری علی کوکہ وزیر اعظم اور دو ملاؤں کے سر تھوپی۔ بہارستان شاہی پہلی تاریخ ہے جس میں قتل یوسف اور اسلامی عدالت کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ راقم ان لوگوں کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا ہے جو اُسے شیعہ کہتے ہیں۔ اس بات کا کوئی ٹھوس اور واضح ثبوت نہیں ملتا ہے کہ وہ شیعہ تھا۔ مصنف نے ملّا حسام الدین کو اپنا جد قرار دیا ہے۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ غزنی میں بابا حاجی ادہم کے مرید ہوئے تھے۔ اور بابا حاجی ادہم زین العابدین کے زمانے میں زندہ تھے۔ ملّا حسام الدین غزنی کے رہنے والے تھے۔ غزنی ہمیشہ سے سنّی مسلمانوں کا مرکز رہا ہے۔ غالباً وہاں شیعہ نہیں رہتے تھے وہ سلطنت صفویہ کے قیام کے بعد ایران میں رہنے لگے۔ مصنف کے غیر شیعہ ہونے کی ایک شہادت یہ بھی ہے کہ اس کے دادا پیری اور مریدی کے قائل تھے۔ شیعوں میں پیری مریدی نہیں ہوتی ہے۔ وہ نوربخشی بھی نہیں تھے۔ تحفۂ شاہی (مولفہ سام میرزا) اور نفائس المآثر (علاء الدولہ) میں جن نوربخشیوں کے حالات ملتے ہیں ان میں ملّا حسام الدین کا نام کہیں نہیں ہے۔ راقم چارلس ریو کے ساتھ اس بارے میں متفق الرائے ہے کہ مصنفِ بہارستان شاہی سید ابوالمعالی کا ملازم تھا۔ سید ابوالمعالی بیہقی سادات کے چشم و چراغ تھے۔ وہ سنّی تھے اور سلاطینِ چک کے ساتھ ان کی قرابتداری تھی۔ سید ابوالمعالی اور ان کے والد سید مبارک شاہ بڑے رواداراور غیر متعصب تھے۔ اس لئے مصنف بہارستانِ شاہی بھی غیر متعصب اور روشن خیال سنّی تھا۔ وہ ہمیشہ بیہقی سادات کے کارناموں کو شاندار الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ ایک جگہ کہتا ہے کہ

"میران سید شاہ ابوالمعالی کہ مدت بست و چہار سال کابل حسب الحکم جہان مطاع خلافت پناہ اکبر بادشاہ در خدمت و ملازمتِ راجہ مذکور بود۔ و در یں مدت بہ سبب شجاعتِ جبلّی و شہامتِ ذاتی کہ لازمۂ طائفۂ شریفۂ ہاشمی است با دشمنان بادشاہی انواع محاربہ و اصناف مقاتلہ در صوبہ ہائے بنگالہ و اڑیسہ و دکن نمودہ و در ہر معرکہ کہ بتائید الٰہی مظفر و منصور بود، اوقاتِ فرخندہ ساعات نبائز بنعمت و عیش و عشرت باعتبارِ تمام و اقتدارِ لاکلام گذرانیدہ آمدہ"

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ

"مثل فرزندانِ میراں سید مبارک شاہ ازیں مہلکہ ناگاہ خلاص می ساختند۔

ہر آئینہ نقشِ نکوئی و کرم ایشان بر صفحۂ زمان تا قیام قیامت باقی می ماند"

بہارستان شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف سید ابو المعالی کی جلا وطنی کے زمانے میں ان کے ساتھ ساتھ رہا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مصنف نے بہارستان شاہی میں اکثر مقامات پر "این دیار" و "آن دیار" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جب وہ کشمیر میں تھا تو ہندوستان کو "آن دیار" کہتا تھا اور جس زمانے میں شاہ ابو المعالی کے ساتھ ہندوستان میں رہا تو کشمیر کو "آن دیار" اور ہندوستان کو "این دیار" لکھتا تھا۔

مصنف اپنے زمانے کا نامور شخص معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے اس نے کتاب میں کہیں بھی اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ اکبر بادشاہ نے مجاہدین آزادی کشمیر کا جو قتل عام سالہا سال تک جاری رکھا تھا اس میں شیعوں کے ساتھ ساتھ سنی بھی شامل تھے۔ اس مردم کشی کے دور دورہ میں صرف ان ہی لوگوں کو امان دے دی گئی تھی۔ جنھوں نے شہنشاہ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالا تھا۔ بہارستان شاہی میں وہ الفاظ سونے کے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں جن کے تحت کشمیری حریت پسند سید مبارک خان بیہقی نے جلاوطنی کے زمانے میں شہنشاہ کی پیش کش کو ٹھکرادیا۔ جس کی بنیاد پر انھیں اذیتیں دی گئیں اور آخرکار مصنف نے "شہید رفت" (۹۹۹ھ ہجری) ان کی تاریخ وفات کہہ کر اس بات کا انکشاف کیا کہ وہ مردِ غیور بھی سامراجی ہتھکنڈوں کا شکار ہوا تھا ورنہ لفظ "شہید" مصنف نہ لکھتا۔

سلطان زین العابدین کے زمانے میں جو خلاف شرع رسمیں وجود میں آئی تھیں۔ مصنف نے ان کی روشنی میں سلطان کی کھل کر تنقید کی ہے۔ اس بارے میں وہ لکھتا ہے کہ

> "علماء و فضلاء و سادات و قضات این دیار ہم آن رسوم بجامی آوردند۔ و از آن ہیچ کراہیت نمی دانستند۔ چہ جا آنکہ کسے ایشان را منع و اجتناب می کرد۔ و ہم چنیں ضعف اسلام و زبونی شرائع و احکام و قوت کفر و بعیدہ اصنام و رونق فجور و آثام شائع و غالب بود تا تشریف قدوم حضرت امیر شمس الدین عراقی قدس اللہ سرہ و بہ برکت مساعی جمیلہ و اہتمام جزیلہ آن حضرت کفرہا برطرف شدہ و رونق دین اسلام و رواجِ شریعتِ حضرت سید انام بیمن اہتمام آن مرشد ایام بظہور رسید"

اسی طرح بہارستان شاہی میں مرزا حیدر کاشغری کے مذہبی تعصب کا پردہ اس طرح چاک کیا گیا ہے

کتابوں سے استفادہ کرکے، اپنی کتابوں کی زینت بڑھادی ہے۔ کاش یہ حضرات کسی لغت میں "رافضی" کے معنی دیکھتے !

خیر یہ تو تھے آج سے سیکڑوں برس پہلے کے مورخین جبکہ لوگ غیر مہذب اور جاہل تھے۔ اب زمانۂ حال کے "روشن خیال" لوگوں کو بھی ملاحظہ فرمایئے۔ پروفیسر محمد طیب شاہ صدیقی المتخلص بہ ضیغم کشمیری مختلف سرکاری عہدوں پر فائز تھے۔ اب ملازمت سے سبکدوش ہوگئے ہیں اور پنشن پا رہے ہیں۔ موصوف اردو فارسی کے بھی استاد رہ چکے ہیں۔ انھیں کتاب لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ان کی تحریروں سے تعصب کی عفونت اس قدر آتی ہے کہ ان کی روشن خیالی اور علمی معلومات کی تنگ دامانی پر حیرت اور افسوس ہو رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"ایران میں خاندان صفوی کے برسر اقتدار آنے کا سب سے بڑا ذریعہ اس خاندان کا نمائشی تبرفض تھا۔ خاندانِ صفوی نے تشیع کے پردے میں رفض اور رافضیت کو اپنا مسلک بنایا۔ کشمیر کی طرف ملّا یازید اور میر شمس الدین عراقی رفض کو فروغ دینے کے لیے بھیج دیے گئے۔ چک خاندان نے حکومت پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا۔ میر شمس عراقی اس خاندان میں اپنا اثر ورسوخ پیدا کرنے میں کامیاب ہوا اور اس خاندان کے چند افراد غازی چک، یوسف چک اور یعقوب چک کو غالی اور رافضی بنالیا۔ ان حکمرانوں نے اسلام اور بزرگان دین پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ عوام پر تو اہل بیت کے نام لیواؤں کے نام سے تبرا وتیغ رافضیت کرتے رہے۔ غازی چک نے حضرت سلطان (شیخ حمزہ مخدوم) کو شہر بدر کیا۔ اور وہ بیروہ کی طرف چلے گئے۔ حضرت سلطان العارفین نے نہ صرف جہادِ اکبر سے ان ظالموں کو مقہور کیا بلکہ اکبر جلال الدین کی فوجیں یہاں بلوانے کا انتظام فرمایا۔ یوسف شاہ کے دوران حکومت میں رفض کا غلبہ رہا۔ حضرت سلطان نے ایک وفد عمائدین متین کا تیار کیا جو کہ بسرکردگی جناب صرفی وبشمولیت حضرت خاکی اکبری دربار میں چلا گیا تاکہ اکبر اپنی فوجیں بھیجے۔ اور ملک کو ان نامعقول اور عیش پرست ظالموں سے نجات دے اور ضلالت کا خاتمہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مرکزی فوجیں کشمیر میں آئیں اور کشمیر سلطنت مغلیہ میں شامل ہوا۔"[1]

---

[1] ذکر العارفین ص۳۱ ، ۹۲۰۔

کتابوں سے استفادہ کر کے، اپنی کتابوں کی زینت بڑھا دی ہے۔ کاش یہ حضرات کسی لغت میں "رافضی" کے معنی دیکھتے!

خیر یہ تو تھے آج سے سیکڑوں برس پہلے کے مورخین جبکہ لوگ غیر مہذب اور جاہل تھے۔ اب زمانۂ حال کے "روشن خیال" لوگوں کو بھی ملاحظہ فرمایئے۔ پروفیسر محمد طیب شاہ صدیقی المتخلص بہ شبنم کشمیری مختلف سرکاری عہدوں پر فائز تھے۔ اب ملازمت سے سبکدوش ہو گئے ہیں اور پنشن پا رہے ہیں۔ موصوف اردو فارسی کے بھی استاد رہ چکے ہیں۔ انھیں کتاب لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ان کی تحریروں سے تعصب کی عفونت اس قدر آتی ہے کہ ان کی روشن خیالی اور علمی معلومات کی تنگ دامانی پر حیرت اور افسوس ہو رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

> "ایران میں خاندان صفوی کے برسر اقتدار آنے کا سب سے بڑا ذریعہ اس خاندان کا نمائشی تَرَفُّض تھا۔ خاندانِ صفوی نے تشیع کے پردے میں رفض اور رافضیت کو اپنا مسلک بنایا۔ کشمیر کی طرف ملّا یا یزید اور میر شمس الدین عراقی رفض کو فروغ دینے کے لیے بھیج دیے گئے۔ چک خاندان نے حکومت پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا۔ میر شمس عراقی اس خاندان میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے میں کامیاب ہوا اور اس خاندان کے چند افراد غازی چک، یوسف چک اور یعقوب چک کو غالی اور رافضی بنا لیا۔ ان حکمرانوں نے اسلام اور بزرگان دین پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ عوام پر تو اہل بیت کے نام لیواؤں کے نام سے ترویج رافضیت کرتے رہے۔ غازی چک نے حضرت سلطان (شیخ حمزہ مخدوم) کو شہر بدر کیا۔ اور وہ بیروہ کی طرف چلے گئے۔ حضرت سلطان العارفین نے نہ صرف جہاد اکبر سے ان ظالموں کو مقہور کیا بلکہ اکبر جلال الدین کی فوجیں یہاں بلوانے کا انتظام فرمایا۔ یوسف شاہ کے دوران حکومت میں رفض کا غلبہ رہا۔ حضرت سلطان نے ایک وفد عمائدین متین کا تیار کیا جو کہ بسرکردگی جناب صرفی بہ شمولیت حضرت خاکی اکبری دربار میں چلا گیا تاکہ اکبر اپنی فوجیں بھیج دے۔ اور ملک کو ان نامعقول اور عیش پرست ظالموں سے نجات دے اور ضلالت کا خاتمہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، مرکزی فوجیں کشمیر میں آئیں اور کشمیر سلطنت مغلیہ میں شامل ہوا" [1]

---

[1] تذکرۃ العارفین صلا، ۱۹۹۰۔

پروفیسر ضیغم کشمیری ایک اور کتاب میں فرماتے ہیں کہ

"جاہل چک حکمرانوں نے اکثر کتب خانے نذر آتش کرائے تھے۔ ان میں شیخ صرفی کا کتب خانہ بھی تھا"[1]

جناب ضیغم کشمیری اگر اپنے بیان کی تائید میں کسی کتاب کا حوالہ دیتے تو زیادہ بہتر رہتا اور ان کی معلومات کی بنیاد بھی معلوم ہوتی۔ انھوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے وہ اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ اس لئے ان کا ایک ایک جملہ نہ صرف لغو، مہمل، غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ گمراہ کن بھی ہے۔ اگر وہ کسی چھوٹی سے چھوٹی تاریخ پر بھی انحصار کرتے تو اس قدر لغویات کا شکار نہ ہوتے۔ کس قدر جھوٹ فرماتے ہیں کہ میر شمس الدین عراقی نے یوسف چک اور یعقوب چک کو رافضی بنا دیا "ایسے عالم کا کیا کرے کوئی" جس کو یہ تک نہ معلوم ہو کہ میر شمس الدین کا انتقال کب ہوا تھا۔ ان کا انتقال ۹۳۲ھ میں ہوا۔ اس وقت یوسف شاہ اور یعقوب شاہ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ ہاں غازی خان کم سن تھے لیکن ان کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

پروفیسر صاحب کا یہ ارشاد بھی غلط ہے کہ غازی شاہ نے شیخ حمزہ مخدوم کو سری نگر سے بدر کیا تھا۔ یہ شر انگیز پروپیگنڈا مولوی محمد شاہ سعادت نے اپنی طرف سے محض "فی سبیل اللہ فساد" کے لئے تاریخ کشمیر مولفہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کے حاشیے میں کیا ہے۔ کاش ضیغم کشمیری اس تاریخ کا کوئی قلمی یا پرانا مطبوعہ نسخہ ملاحظہ فرماتے۔ یہ افسانہ من گھڑت ہے۔ اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ ان کا یہ کہنا بھی بہتان اور مضحکہ خیز ہے کہ چونکہ یوسف شاہ کے زمانے میں رفض کا غلبہ رہا اس لئے شیخ حمزہ مخدوم نے ایک وفد اکبر بادشاہ کے پاس تسخیر کشمیر کے لئے روانہ کیا۔ ضیغم کشمیری کی داد دیجئے انھوں نے شیخ حمزہ پر کتاب شائع کی لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان کا انتقال کب ہوا تھا۔ شیخ حمزہ مخدوم کا انتقال ۹۸۴ھ میں ہوا۔ "مخدوم مرحوم" مادۂ تاریخ ہے۔ جبکہ یوسف شاہ ان کی وفات کے دو سال کے بعد ۹۸۶ھ میں تخت نشین ہوئے تھے۔ شہنشاہ اکبر نے ۹۹۴ھ میں معاہدۂ الحاق کے تحت جس کی قیادت شیخ صرفی کر رہے تھے کشمیر کو فتح کیا۔ پروفیسر صاحب کا یہ کہنا کالا سفید جھوٹ ہے کہ سلاطین چک نے لوگوں کو پریشان کیا اور ان کے مکان نذر آتش کیے۔ برعکس اس کے کتب تواریخ میں "تاراج

---

[1] رشحات صرفی ص ۳۲۔

مردم شیعہ" کے اوراق سیاہ ترین باب کا اضافہ کر رہے ہیں۔ اس کے لئے مقدمہ کے آخری صفحات ملاحظہ ہوں۔

کشمیر میں مغلوں کے سبز قدم رکھنے سے پہلے شیعہ سنّی فرقوں میں بڑا اتحاد اور میل جول تھا۔ کبھی کوئی فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوا تھا۔ شاہ میری خاندان کے بادشاہوں کے زمانے میں شیعہ سنّی بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے اور آپس میں شادیاں بھی ہوتی تھیں۔ سلطان سکندر اور ان کے بعد سلطان زین العابدین کے عہد میں کئی شیعہ علماء وارد کشمیر ہوئے تھے۔ ان میں سید حسین شیرازی اور امیر سید محمد مدنی قابل ذکر ہیں۔ ان سے پہلے سید علی ہمدانی بھی تشریف لائے تھے۔ بقول اعظم دیدہ مری وہ امام حسین علیہ السلام کی اٹھارویں پشت سے تھے[1] ان کے ورود کشمیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شیعہ سنّی میں یگانگی تھی۔ جب مرزا حیدر کاشغری نے کشمیر فتح کیا اور یہاں کے لوگوں کا قتل عام کیا تو بعض مفاد پرست پھولے نہیں سمائے۔ انھوں نے تاریخ کہی "فتح مکرر" (۹۴۸ھ ہجری)۔ مرزا کاشغری نے اپنی حکومت کے استحکام کے لئے کشمیر میں شیعہ، شافعی، نوربخشیہ اور ہمدانیہ مسلک کے پیروکاروں کا صفایا کیا۔ ان لوگوں پر پابندی لگادی۔ اس نے شیعوں کا قتل عام کیا۔ اس کی تاریخ "دشت کربلا" ہے جس سے ۹۵۰ھ کا سال ہجری برآمد ہوتا ہے۔ اس کے بعد دولت چک نے جب اقتدار سنبھالا تو انھوں نے ان تمام مذہبی پابندیوں کو ہٹا دیا جو کاشغری نے عائد کی تھیں۔ سلاطین چک کے زمانے میں شیعہ سنّی اتحاد قائم تھا۔ لوگ آپس میں شادیاں کر کے رشتوں کو استوار کرتے تھے۔ جامع مسجد میں ائمہ معصومین کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ نماز جمعہ دونوں فرقے حنفی پیشواؤں کے پیچھے پڑھتے تھے۔ قضات بھی حنفی ہی ہوتے تھے۔ ارکان سلطنت بھی سنّیوں پر مشتمل تھے شیعہ حکمراں ہونے کے باوجود ملک میں حنفی قانون نافذ تھا۔ دراصل یہاں کے شیعہ سنّی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے ذمہ دار شہنشاہ اکبر ہیں۔ انھوں نے اپنے بزرگوں کی شکست و ناکامی کا بدلہ چکوں سے لیا۔ یعنی چک بادشاہوں نے شہنشاہ بابر، شہنشاہِ ہمایوں اور شہنشاہ اکبر کو کئی مرتبہ شکست فاش دی تھی۔ اکبر ہمیشہ کشمیر کو اپنی جاگیر سمجھتے تھے۔ اسی لئے وہ کشمیر کو "باغ خاصہ" کہتے تھے۔ جب انھیں کشمیر فتح کرنے میں دشواریاں پیش آئیں تو انھوں نے سیاسی حربوں کے ذریعہ سے یہاں کے باہمی اتحاد و یگانگی کو درہم برہم کر کے مذہبی

---

[1] اردو ترجمہ تاریخ کشمیر اعظم دیدہ مری ص۵۱ مطبوعہ دہلی کالج ۱۸۴۵ء

منافرت پھیلائی۔ اس کے باوجود شیعہ سنی حریت پسندوں نے ڈٹ کر اکبر کا مقابلہ کیا۔ سادات بیہقی کے افراد سید مبارک خاں، سید ابو المعالی، سید حسین خاں اور شمس چک کیواری، بہرام نایک وغیرہ تو آخر سنی ہی تھے۔ اکبر نے یوسف شاہ کے ساتھ عہد شکنی کرکے دولت کے سہارے کشمیر کو مسخر کیا۔ قتل عام عرصہ تک جاری رکھا۔ اکبر کے حامیوں نے تسخیر کشمیر کی تاریخ "خیر مقدم" کہی جس سے ۹۹۴ھ کا سال نکلتا ہے۔ مخالفوں نے بھی تاریخ کہی "ظلم بے حد" اس سے بھی ۹۹۴ھ کا سال برآمد ہوتا ہے۔ مغلوں کو جب یعقوب شاہ کی مزاحمتوں سے دوچار ہونا پڑا تو انھوں نے کشمیریوں کے خلاف ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے شروع کئے۔ ابو الفضل یعقوب شاہ کو کمینے اور بدنہاد کہا کرتے تھے۔ ان کا یہ قول بھی مشہور رہے کہ "کشمیر جنت است مردمان ایں جا دوزخی اند" مغل کشمیریوں کے خلاف یہ بھی کہتے پھرتے تھے کہ

اگر قحط الرّجال افتد ازآں سہ ہم کم جوئی — اول کنبوہ، دویم افغاں سویم بدذات کشمیری
زکنبوہ حیلہ می آید زافغاں کینہ می آید — زکشمیری نمی آید بجز اندوہ و دلگیری

مغلوں نے کشمیر پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لئے آزادی پسندوں پر گوناں گوں مظالم توڑ دیے۔ ان کی یادگاریں مٹائیں اور شیعوں کے خلاف مذہبی منافرت پھیلانے کے لئے مورخین کی جھولیاں بھر دیں۔ مغلوں کے بعد کشمیریوں نے پٹھانوں کی غلامی قبول کی۔ انھوں نے بھی مغلوں کی پھیلائی گئی مذہبی منافرت کی آڑ میں شیعوں کو نشانۂ ظلم بنایا۔ پٹھانوں کے بعد کشمیریوں نے سکھوں اور پھر ڈوگروں کا طوق غلامی فخر سے اپنی گردنوں میں ڈالا۔ ان کے عہد حکومت میں بھی شیعہ ہی مظالم کا شکار ہوئے۔ آخر یہ کیونکر ہوتا تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کشمیر کے سلاطین چک شیعہ تھے۔ وہ بڑے بہادر اور غیور تھے۔ انھوں نے بار بار مغلوں کو شکست دی۔ مورخین نے بوالہوسی میں غلط تاریخیں مرتب کرکے لوگوں میں شیعوں کے خلاف منافرت اور تعصب کا بیج بویا۔ انہی حالات کے پیش نظر راقم نے بہارستان شاہی کے متن سے پہلے کتاب میں طویل مقدمہ ترتیب دیا ہے۔ یہ دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں میر شمس الدین عراقی اور دوسرے میں سلاطین چک کے بلند اور قابل فخر کارنامے مستند حوالوں سے بیان کیے گئے ہیں۔ میر شمس الدین عراقی اور تاریخ کشمیر میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مورخین نے انھیں غلط رنگ میں پیش کیا۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں انھوں نے جو ناقابل فراموش خدمات انجام دیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ مگر مورخین نے بربنائے تعصب اس کا شمہ بھر بھی کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔ جھلتی ہوئی

نظر ڈالنے والے مورخین کو سلاطین چک میں برائیوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ مقدمہ میں ان کے عدل و انصاف، سخاوت، شجاعت اور علم دوستی کے اہم واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

مرتب کو اس بات کا احساس ہے کہ کشمیر میں میر شمس الدین عراقی اور سلاطین چک کی وجہ سے شیعہ مسلمانوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا ہے۔ میں خود بھی شیعہ ہوں اس لئے مجھ پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ جو مظالم مغلوں اور دوسرے غیر ملکی حکمرانوں نے کشمیر کے شیعوں پر ڈھائے ہیں اور جو غلط فہمیاں انھوں نے اپنی حکومتوں کے استحکام کے لئے شیعہ اور سنی مسلمانوں میں پیدا کی ہیں ان کی اصلیت کے اسباب بیان کروں۔ میں نے ایک محبِ وطن کشمیری ہونے کی حیثیت سے وہ تمام واقعات پیش کیے ہیں جو کتبِ تواریخ میں درج تو ہیں لیکن مورخوں نے محض بر بنائے تعصب آج تک کھل کر بیان نہیں کئے ہیں۔

راقم کو بہارستان شاہی کا ایک مکمل نسخہ عرصہ ہوا دستیاب ہوا تھا۔ اس کا مقابلہ جب لندن کے نسخوں سے کیا گیا جن کے فوٹو اسٹیٹ حکومت جموں وکشمیر کے محکمہ ریسرچ کے کتاب خانے میں موجود ہیں تو کوئی خاص فرق نظر نہیں آیا۔ نسخۂ برٹش میوزیم اور راقم کے نسخے میں سو فیصد مطابقت پائی جاتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نسخے ایک دوسرے کی نقلیں ہیں۔ ترتیب کے دوران جو سہولتیں صاحبزادہ حسن شاہ اور صاحبزادہ محمود احمد ڈائرکٹر لائبریریز اینڈ ریسرچ ریاست جموں وکشمیر نے مرتب کو فراہم کی تھیں اس کے لئے وہ ان دونوں بھائیوں کا ممنون ہے۔

متن کے حواشی میں مستند لغات کی مدد سے مشکل الفاظ کے معنی درج کئے گئے ہیں۔ فہرستِ ماخذ میں بہارستان شاہی کے صفحوں کے جو نمبر دیے گئے ہیں وہ مخطوطہ کے مطابق ہیں۔ مقدمات میں حرف "ح" سے مراد حاشیہ ہے۔ اصل مخطوطے میں ابتدا سے آخر تک عبارتیں سلسلہ وار ہیں۔ راقم نے ابواب اور متن کی مختلف سرخیاں مرتب کی ہیں۔ جن نایاب اور نادر مخطوطات سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں اکثر و بیشتر غیر مطبوعہ ہیں اور وہ ریاست کشمیر کے محکمۂ ریسرچ میں محفوظ ہیں۔

مجھے بہارستان شاہی کے مقدمات کی ترتیب دینے کے سلسلے میں کئی مرتبہ خدا بخش لائبریری پٹنہ اور لکھنؤ کے مختلف کتاب خانوں کی خاک چھاننا پڑی۔ ڈاکٹر نیر مسعود نے بھی مقدمات کی ترتیب کے بارے میں اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ میں ان کتاب خانوں کے منتظمین اور ڈاکٹر موصوف کا بھی شکر گزار ہوں۔

آخر میں جناب حجۃ الاسلام آغا سید یوسف الموسوی الصفوی صدر انجمن شرعی شیعان

جموں و کشمیر کا شکریہ ادا کرنا راقم الحروف کے لئے لازم و ملزوم ہے۔ اگر آنجناب بہارستانِ شاہی
کی اشاعت کی طرف توجہ نہ فرماتے تو تاریخ کشمیر کا یہ نادر، نایاب اور مستند نسخہ منظرِ عام پر کبھی نہ آتا۔
تصویروں کی فراہمی کے لئے جو زحمتیں آغا صاحب کے فرزند جناب سید محمد فضل اللہ نے اٹھائیں مرتب
ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے۔

اکبر حیدری
۲۲ر فروری ۱۹۸۳ء لکھنؤ

اسلام قبول کرد۔ واز ادیانِ باطلہ ومذاہب فاسدہ تبرا نمود۔ اول بادشاہے کہ در ممالک کشمیر بشرف اسلام مشرف شد رینچو بود۔ از برائے بلبل شاہ قلندر نزدیکِ حویلی خود خانقاہے بنا کرد۔ و جاگیر برائے وے تعیین نمودند۔" [1]

بلبل شاہ راجہ سہدیو کے دورِ حکومت (۱۳۰۱ء - ۱۳۲۰ء) میں منگولوں کے حملے کے خوف سے ایک ہزار پناہ گزینوں کے ساتھ ترکستان سے کشمیر آئے۔ وہ امام موسیٰ کاظم کی اولادوں میں سے تھے۔ اسی لیے موسوی سید کہلاتے تھے۔ انہی کے مشورہ سے رینچن نے اسلامی نام صدرالدین رکھا تھا [2]۔

بلبل شاہ اور سید علی ہمدانی (متوفی ۷۸۶ھ ہجری مطابق ۱۳۸۵ء) کے بعد اشاعت اسلام کے سلسلے میں میر شمس الدین عراقی کا نام قابل ذکر ہے۔ وہ نوربخشیہ مسلک کے پیرو تھے۔ اس مسلک کے بانی سید محمد بن محمد بن عبداللہ تھے۔ وہ کوہستان کے مقام قائین میں ۷۹۵ھ ہجری مطابق ۱۳۹۳ء میں پیدا ہوئے تھے حصول تعلیم کے بعد خواجہ اسحاق ختلانی کے خلیفہ ہوئے۔ خواجہ صاحب بذاتِ خود سید علی ہمدانی کے مرید اور شیعہ مذہب کے مسلک تھے۔ انھوں نے ہی سید محمد کو نوربخش کا لقب دیا تھا۔ سید محمد نوربخش سید علی ہمدانی کے بلاواسطہ مرید بھی تھے۔ خواجہ صاحب نے سید محمد نوربخش کو سید علی ہمدانی کا خرقہ دے کر ان کے مہدی اور امام ہونے کا اعلان کیا۔ اس پر امیر تیمور (متوفی ۸۰۷ھ مطابق ۱۴۰۵ء) کے بیٹے شاہ رخ مرزا (متوفی ۸۵۰ھ ۱۴۴۶ء) نے سید محمد نوربخش کو قید کیا۔ وہ اپنے موقف پر سختی سے کاربند رہے۔ اس لیے انہیں تین مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں۔ شاہ رخ کے انتقال کے بعد انھیں قید سے رہائی ملی تھی [3] ان پر مہدویت کے دعویٰ کا الزام بے بنیاد تھا۔ تفصیلات نوربخشیہ کے حاشیے میں ملیں گی۔

سید محمد نوربخش بقول مولوی حشمت علی لکھنوی سید علی ہمدانی کے بھانجے تھے [4] ان کا انتقال ۸۶۹ھ مطابق ۱۴۶۴ء میں ہوا۔ ان کی عمر ۷۳ سال تھی۔ اور وہ شیعہ تھے [5]

سلطان سکندر (متوفی ۸۱۶ھ مطابق ۱۴۱۳ء) کے بعد جس مبلغ دین اور مجاہد اولوالعزم نے کشمیر کے چپے چپے پر اسلام پھیلایا تھا وہ حضرت سید امیر شمس الدین محمد عراقی تھے۔ تاریخ کشمیر میں وہ مکسر الاصنام کے لقب سے مشہور ہیں [6]۔ ان کے کچھ حالات "تحفتہ الاحباب" میں درج ہیں۔ اس کا ایک مخطوطہ ان کی اولاد جناب آغا سید یوسف قبلہ کے کتاب خانے میں محفوظ ہے۔ کتاب میں مصنف کا نام کہیں درج نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مرزا حیدر کاشغری کی شیعہ کشی کا پردہ چاک کیا ہے مصنفِ کتاب نے ابتدا میں اپنے والد کا نام مولانا جمال الدین خلیل اللہ لکھا ہے۔ جو میر شمس الدین عراقی کے

نامور مریدوں میں تھے۔ مخطوطہ میں سال تصنیف یا سنہ کتابت درج نہیں ہے۔ اس میں میر دانیال کی شہادت تک کے واقعات ہیں ان کی شہادت ۹۵۷ھ ہجری میں ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے تحفۃ الاحباب کا سال تصنیف ۹۵۸ھ ہجری میں قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ تاریخ کشمیر سے متعلق فارسی کا قدیم ترین نسخہ ہے۔

تحفۃ الاحباب میں میر شمس الدین کے نام کے ساتھ یہ القاب درج ہیں " حضرت قطب المحققین مکمل الکاملین، مرشد الواصلین، آفتاب فلکِ سیادت، خورشید سپہرِ دودمانِ ولایت، مظہر آثارِ معارفِ الٰہی، منبع مآثر حقایق نامتناہی، حامی قواعدِ شریعتِ مصطفیٰ، رافع اعلام طریقۂ آئمہ ہدیٰ اللامع مصابیح ولایت انوار الحقائق والمعارف الفائض من ینابیع ارشادت، اسرار کمالات العوارف المختص بعنایات الملک الباقی شمس الحق والحقیقت والملت والدین "

بود دریں گنبدِ فیروزہ فام | قطب زماں شمس فلک احترام
محرمِ رازِ حرمِ کبریا | محیی رسم و رہ و روشِ اولیا
عارفِ حق شیخ ولایت پناہ | شمس ہدا قطب فلک دستگاہ
پیر ہدا بود ولیِ خدا | بر ہمہ خلقِ خدا رہنما
باطن او مظہرِ انوارِ حق | سینۂ او مخزنِ اسرارِ حق
گوشِ دلش محرمِ رازِ خدا | اہل طلب را بخدا مقتدا
ظاہر او شمس دوم بر زمین | باطن او ہمدم روح الامین
دست و عصائش کرامت و بیم | چوں ید بیضا و عصائے حکیم
بر در او ہر کہ ارادت نمود | فضل ولش راہ سعادت نمود
وانکہ در آیات وے انکار کرد
رو شد و سر در سرایں کار کرد

"آفتاب فلکِ سیادت" سے معلوم ہوتا ہے کہ میر شمس الدین محمد عراقی سادات سے تھے۔ اسی کتاب میں آگے چل کر یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ موصوف موسوی سیّد اور شاہانِ صفویہ کی اولادوں میں سے تھے میر عراقی کا شجرہ زڈی بل سری نگر کے ایک نامور شخص میر ہاشم خراسان میں شیخ محمد حر سے مرتب کرا کے لائے تھے۔ شیخ محمد غالباً وہی شخص ہیں جو حج کرنے گئے تھے اور دوران سفر شہر رے میں شاہ قاسم فیض بخش سے کشمیر سے متعلق تبادلۂ خیال کیا تھا۔

میر شمس الدین موضع کُن متصل سو لغان میں پیدا ہوئے تھے ۔ سو لغان اس زمانے میں عراق عجم کا ایک حصہ تھا ۔ ان کے والدِ بزرگوار کا نام درویش ابراہیم تھا ۔ والدۂ محترمہ سادات قزدین سے تھیں ۔ تحفۃ الاحباب میں درج ہے کہ

"معلوم ضمائر منائر ارباب محبت و مودت و مفہوم خواطر اصحاب اخلاص و ارادت تو ند بود کہ نسب آنحضرت از قبائل شاہانِ صفویہ کہ در ممالک عراق و اطراف خراسان معروف و مشہور بود ۔ و چونکہ ایشان پسر خواندہ کیان بودند ازیں جہت ایشان را "کے" می نامند ۔ والّا در اصل ایشان سادات موسویہ اند ۔ شجرۂ ایشان را میر ہاشم زڈی بلی بخراسان رفتہ از پیش شیخ محمد حر نوشتہ آوردہ ۔ مولد و منشاء آنحضرت در موضع کُن کہ نزدیک سو لغان است واقع بود ۔ و در آں منزل مملوکات و متصرفات و موطن و مساکن آبا و اجداد ایشان از قدیم می بود ۔ و پدر بزرگوار آنحضرت درویش ابراہیم نام داشت والدۂ آنجناب از اولاد سادات قزدین بود"

کتب تواریخ میں میر شمس الدین عراقی کے نام کے ساتھ لفظ "شیخ" بھی استعمال ہوتا ہے ۔ بعض لوگوں کو "شیخ" کی وجہ سے ان کی سیادت مشکوک نظر آتی ہے ۔ اگر ان لوگوں کا مطالعہ وسیع ہوتا تو اس قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے ۔ یہاں "شیخ" تصوف کی اصطلاح میں آیا ہے ۔ اور صوفیوں میں "شیخ" بڑے بڑے عالم دین کے نام کے ساتھ بطور عظمت و بزرگی لکھا جاتا ہے خواہ وہ سید ہو یا غیر سید ۔ جامی کی "نفحات الانس" اور شاہ عبد الحق محدث دہلوی کی "اخبار الاخیار فی اسرار الابرار" مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ میں جو لوگ اکابرینِ سادات میں شامل ہیں ان کے نام کے ساتھ لفظ "شیخ" ضرور ملتا ہے ۔ ان میں شیخ جنید بغدادی، حمزہ بن عبد اللہ العلوی الحسینی، شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم القرشی الہاشمی، میر سید قاسم انوار اردبیلی اولادِ شیخ صدر الدین اردبیلی وغیرہ قابل ذکر ہیں ۔ علامہ قاضی نور اللہ شوستری کی کتاب مجالس المومنین (طہران ایڈیشن ۱۲۹۹ھ) کے صفحات ۲۵۵ تا ۳۵۴ میں بڑے بڑے شیخ المشائخ کا تفصیلی تذکرہ ملتا ہے ۔ مصنف نے ان تمام مشائخ کو صوفیائے کرام کے تحت درج کیا ہے اور اس نے ان مشائخ کو شیعہ قرار دیا ہے ۔ یہاں ان کے شیعہ سنی ہونے سے کوئی مطلب نہیں ہے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ لفظ "شیخ" ساداتِ باکمال کے نام کے ساتھ بھی لکھا جاتا ہے ۔ علامہ قاضی

تمہید میں لکھتے ہیں کہ :۔

"سید حیدر بن علی الآملی در کتاب جامع الانوار فرمود کہ فرقہ ناجیہ امامیہ ایدہم اللہ تعالیٰ دو طایفہ اند۔ طائفہ آنکہ حامل ظاہر علوم رسول مجتبیٰ و آئمہ ہدیٰ اند۔ کہ عبارت از طریقت و ایقان باشد۔ و اوّل موسوم است بہ مومن مطلق و ثانی بہ مومن ممتحن و شیعی و صوفی عبارت از ایں دو طائفہ اند۔ زیراکہ شیعی و صوفی دو اسم متغائرند۔ کہ مراد از یشان حقیقت واحدہ است۔ یعنی کہ حامل شریعتِ محمدیہ باشد بحسب ظاہر و باطن بعد از آں فرمودہ کہ اگر گویند کہ اکثر صوفیہ بحسب ظاہر و باطن برطریقۂ اہل سنت و اصول قواعد ایشان اند۔ پس چگونہ ایشان راشیعہ حقیقی نوان گفت۔ گوئیم صوفیہ فرق بسیار ند مانند شیعہ۔ امّا فرقۂ حقیہ از ایشان یکیست و آں فرقہ ایست کہ حاملِ اسرار سید مختار و آئمہ اطہار باشد و ایمان بحسب ظاہر و باطن داشتہ باشند۔ ہمچنانکہ فرقۂ حقیہ ناجیہ از فرق متکثرہ شیعہ یکیست و آں امامیہ اثنا عشریہ اند کہ قواعد احکام ایشان در فروع مبین است۔ بہ نقل صحیح از نبی و عترتِ علیہم السلام و مؤلف عقیدہ آنست کہ ہیچ کس از این طائفہ رفیعہ سنی مذہب نہ بودہ" ؎

علامہ شوستری نے جن مشائخ کا تذکرہ کیا ہے ان کا سلسلۂ ولایت حضرت علیؑ تک پہنچتا ہے۔ ان میں سے اکثر و بیشتر سادات میں سے ہیں اور ان کے نام کے ساتھ "شیخ" استعمال کیا ہے۔ موصوف نے میر سید علی ہمدانی کے نام کے ساتھ بھی "شیخ" لکھا ہے۔ صفحہ ۲۵۰ میں لکھتے ہیں کہ

"شیخ مشائخ و سید متالہین امیر سید علی قدس اللہ سرہ"

ذیل میں اس قسم کی چند اور مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

"شیخ جنید بغدادی۔ از جملۂ سادات و اکابرین این طائفہ" (صفحہ ۲۶۶)

"قطب الآفاق سلطان شیخ صفی الدین اسحٰق اردبیلی کہ جد اعلائے طبقۂ علیہ سلاطین صفویہ موسویہ است" (صفحہ ۲۷۳)

"شیخ صدرالدین موسوی خلف شیخ صفی الدین اسحٰق" (صفحہ ۲۷۳)

"السید العارف الموحد شیخ قطب الدین حیدر التونی" (صفحہ ۲۷۶)

"شیخ" کی وضاحت

لغات اور کتب صوفیا میں "شیخ" ان بزرگانِ دین کے اسمائے گرامی کے ساتھ استعمال ہوا ہے

جنھوں نے اسلام کی اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں مستند حوالوں سے کئی صفحات میں "شیخ" کی تشریح کی گئی ہے۔ یہ عربی لغت کا لفظ ہے۔ اس کے دو مفہوم ہیں۔ (۱) خاص اور (۲) عام۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) کسی دینی یا روحانی سلسلے کا بانی، مگر اس کے جانشین کو جو اس سلسلے کی گدّی سنبھالے یا ان لوگوں کو جو اس کی مختلف شاخوں کے رئیس ہوں کو بھی شیخ کہہ دیا جاتا ہے۔ شیخ الطریقہ اپنے سلسلے کا دینی اور دنیوی دونوں امور میں رہنما ہوتا ہے۔ اس میں لازمی طور پر تمام اخلاقِ حسنہ پائے جانے چاہئیں۔ اسے عالی ظرف، زہد کیش اور تمام اوصافِ حمیدہ کا حامل ہونا چاہیئے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اسے علم وافر حاصل ہو۔ وہ اللہ کا برگزیدہ بندہ ہوتا ہے۔ اور اللہ اس پر اپنی برکت نازل کرتا ہے۔ اس لیے وہ بندے کو اللہ تک پہنچانے کا وسیلہ ہوتا ہے۔ اسے قانونِ الٰہی یا شریعت کا مکمل علم ہوتا ہے۔ وہ وساوس نفسانیہ اور ان کے علاج سے واقف ہوتا ہے۔ اپنے طریقے کی مخصوص تعلیمات کا بانی یا وارث ہونے کی وجہ سے وہ صاحبِ سِر ہوتا ہے (یعنی اس کی رضا قادرِ مطلق کی مشیت سے فیض یاب ہوتی ہے) وہ صوفیوں کی روایات کا جاری رکھنے والا ہوتا ہے۔ اس کے دل میں ان خیالات کے سوا جو اللہ عزوجل نے یا بانی سلسلہ نے جو عالم ملکوت کے اندر حظیرۃ القدس میں صاحبِ مرتبہ ہوتا ہے اور وجود اقصیٰ کے مقدس خیالات سے براہ راست فیض یاب ہوتا ہے [مرید کی نظر میں شیخ ہر قسم کی روحانی فضیلتوں کا پیکر ہوتا ہے] اور [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] اسے تصرف اور کشف و کرامات کی قدرت عطا کی جاتی ہے۔

(۲) عام معنوں میں شیخ سے مراد وہ شخص ہے جس پر بڑھاپے کے آثار نمایاں ہوں۔ جس کی عمر پچاس سال سے اوپر ہو گئی ہو۔ اس کا اطلاق معمّر قرابت داروں پر بھی ہوتا ہے۔ قوم یا خاندان کا سردار بھی شیخ کہلاتا ہے۔ زمانہ قبل از اسلام میں سیّد یعنی سردارِ قوم کو اکثر اوقات شیخ کا لقب دیا جاتا تھا جس کا مفہوم عمر میں بلوغ کامل اور اسکے لیے ذہنی قویٰ میں رشد تام ہوتا تھا۔ اسلامی دور کی تاریخ میں یہ لفظ بڑی کثرت کے ساتھ اعلیٰ سردار کے معنوں میں استعمال ہوا۔ بالخصوص ایسے مدعیانِ حکومت جو عربوں کی روایات کے احیاء کے خواہاں تھے۔ اس لفظ کو اختیار کر لیتے تھے۔ مثلاً چوتھی صدی ہجری میں مصلح ابو یزید نے شیخ المومنین کا لقب اختیار کیا۔

موجودہ وقت میں اس لقب کو جو بیک وقت ایک مہذب طریق خطاب بھی ہے اور اہمیت

کا ایک نشان بھی۔ یعنی معزز یا محترم۔ وہ تمام لوگ جن کے ہاتھ میں حکومت ہو یا جو کسی شعبۂ نظم و نسق کے محتاج ہوں یا جو کسی عہدے یا منصب پر فائز ہوں یہ لقب حاصل کرنے کے لیے آرزومند رہتے ہیں۔ مفتی اعظم یعنی اسلام کے بڑے پیشوا کو شیخ الاسلام، وزیر امور مذہبی کو شیخ الدین، پولیس کے افسر اعلیٰ کو شیخ المدینۂ شہر کے رئیس البلدیہ کو شیخ البلد کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دینی مدارس میں شیخ الحدیث، شیخ التفسیر اور شیخ الشیوخ کے القاب عام طور پر مروج ہیں۔

لیکن اس لفظ کی اہمیت مخصوص طور پر اسلامی مذہبی اخوت یا طریقے میں ظاہر ہوتی ہے۔ ان اعزازی القاب میں سے ایک جو پہلے پہل چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر میں دینی شخصیتوں کے لیے اختیار کیے گئے۔ بجائیکہ لفظ اسلام سے مرکب بعض دوسرے القاب ان لوگوں نے اختیار کیے جو صرف دنیوی اقتدار کے مالک تھے شیخ الاسلام کا لقب صرف علماء اور کبھی کبھی صوفیہ کے لیے مخصوص رہا ہے جس طرح کہ وہ دوسرے اعزازی القاب جن کا پہلا جز لفظ شیخ ہے۔ آنے والی صدیوں میں اس کی دوسری مثالیں صوفی شیخ صفی الدین اردبیلی اور علامہ التفتازانی ہیں۔

خود میر شمس الدین عراقی کے جد اعلیٰ سید صفی الدین اردبیلی اور ان کے صاحبزادوں کے نام کے ساتھ (جیسا کہ شجرے میں بھی ظاہر ہوتا ہے) "شیخ" کا لفظ آج تک استعمال ہوتا آرہا ہے۔

۷۔ شیخ صفی الدین۔ ایران کے صفوی بادشاہوں کے جد امجد ۶۵۰ ہجری (۱۲۵۲-۱۲۵۳ء) میں اردبیل میں تولد ہوئے۔ خواجہ کمال الدین عرب شاہ اور خانم دولتی کے بیٹے حضرت علیؑ سے ۲۵ ویں اور ساتویں امام موسیٰ الکاظم سے بیسویں پشت میں تھے۔ چھ سال کے تھے کہ والد انتقال کرگئے۔ شروع ہی سے مذہبی ریاضتوں میں منہمک ہوگئے۔ چونکہ اردبیل کے علماء میں کوئی ایسا نہ ملا جسے وہ بطور استاد پسند کرتے اس لیے وہ شیخ نجیب الدین بزغوش (م ۶۷۸ھ) کے درس میں شرکت کی غرض سے شیراز گئے۔ لیکن موخر الذکر ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے انتقال کرگئے۔ انھوں نے پرہیزگار درویشوں اور متقی اشخاص سے واقفیت پیدا کی۔ جن میں شیخ رکن الدین البیضاوی اور امیر عبداللہ بھی تھے۔ آخر کار شیخ صفی الدین نے شیخ زاہد گیلانی سے استفادہ کیا اور ان کے مریدوں میں شامل ہوگئے۔ شیخ صفی کا انتقال ۱۲ محرم ۷۳۵ ہجری مطابق ۱۲ دسمبر ۱۳۳۴ء کو ہوا۔ مرنے سے پہلے اپنے بیٹے شیخ صدرالدین کو اپنا جانشین نامزد کرچکے تھے۔

شیخ صفی الدین درویشوں کے صفوی فرقے کے بانی تھے جس نے بعد میں ایران پر سیاسی اقتدار حاصل کرلیا۔ صفوی لوگ امتیازی نشان کے طور پر بارہ کونوں کی ایک سرخ ٹوپی (تاج حیدر) پہنتے

(بقیہ ص ۳۵ پر)

کتب تواریخ میں شمس الدین محمد عراقی کے ساتھ لفظ "شیخ" نام کا جز نہیں ہے بلکہ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ لفظ بزرگی کے اعزاز میں آیا ہے۔ ان کے نام کے ساتھ "امیر" اور "میر" نام کے جز کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ "میر" یا "امیر" اصل میں نشان سیادت ہے۔ معتبر کتب لغات میں "میرزا" کے معنی سیّد ہیں۔ ٹیک چند کی بہار عجم ص۲۲۴ جلد دوم مطبع نولکشور لکھنؤ میں "میرزا" کے معنی اس طرح درج ہیں۔

"میرزا۔ بیائے معروف این لفظ بیشتر از القاب بادشاہان یا بادشاہزادگان بود۔ دریں روزگار بزرگ زادگان و رئیس پسران اطلاع کنند و در ایران بر سادات نیز جو ز است۔ بخلاف آقا کہ لفظ ترکی است و اطلاق بر سلاطین و امراء درست نیست۔

غیاث اللغات ص۴۶۱ مرتبہ مولوی غیاث الدین مطبع نولکشور لکھنؤ نفائس اللغات ص۳۶۹ اوحد الدین بلگرامی مطبع مصطفائی لکھنؤ مطبوعہ ۱۲۵۸ھ ہجری میں بھی "میرزا" سید کے معنی میں آیا ہے۔ ان لغات میں یہ تصریحاً درج ہے کہ "میرزا" دراصل مخفف ہے "امیرزا" کا اور "میر" ہے مخفف "امیر" کا۔ الف کثرت استعمال سے حذف ہو گیا ہے۔ جیسے کہ بوجہل اور بولہب میں۔ نور اللغات جلد چہارم ص۲۰۱ میں میر مخفف امیر کا دکھایا گیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ فارسی میں یہ لفظ سید کے اعزازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ شمس الدین محمد عراقی کے نام کے ساتھ "میر" یا "امیر" کے الفاظ سیادت کے لیے آئے ہیں۔ اور یہ دونوں لفظیں ان کے سید ہونے پر دال ہیں۔ جیسے کہ تاریخ کشمیر میں یہ الفاظ میر علی ہمدانی، میر محمد ہمدانی، میر سید محمد مدنی وغیرہ اور اردو تذکروں میں میر کا لفظ میر تقی میر، میر حسن، میر انیس اور میر ضمیر وغیرہ کے نام کا ساتھ سید کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

کتب تواریخ سے میر شمس الدین عراقی کی سیادت مسلّم ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ راقم الحروف نے ان تمام دستاویزات کو بنظر غور دیکھا ہے جو اس وقت ان کے خاندان کی ایک فرد سید یاقر معرکہ دار (کشمیری اصطلاح میں معرکہ دار امام باڑہ زڈی بل کے متولیوں کو کہتے ہیں) کی ملکیت میں ہیں۔ ان میں سے ۱۱۳۲ھ ہجری اور ۱۱۳۰ھ ہجری کے دو کاغذات بھی درج ہیں جن کے تحت میر شمس الدین عراقی کی اولاد

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ____________

تھے۔ اسی سے قزلباش کا لقب مخصوص ہوا۔ اسمٰعیل اول صفوی (م ۹۳۰ھ) خاندان صفویہ کے پہلے نامور بادشاہ تھے (دائرہ معارف اسلامیہ ص۱۳۸-۱۳۹) شیخ صفی الدین اور شیخ زاہد گیلانی کے لیے "صفوۃ الصفا" کی طرف رجوع کریں (فرہنگ ادبیات فارسی دری ص۲۱۱)

سیادت پناہ میر مختار ولد میر ابوسعید و میر صادق اور میر باقر نے زڈی بل میں اپنی تمام اراضی کو خانقاہ میر شمس الدین کے لیے وقف کر دی تھی۔ وقف نامہ میں صریحاً میر شمس الدین کے نام کے ساتھ لفظ "سید" بھی درج ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

"...... واقفان مذکوران کہ حق و ملکیت آنہا در قبض و تصرف مالکانہ خود ہا داشتند۔

..... الی الیوم الوقت ہذا ہمگی و تمامی قطعۂ زمین واقع درمحلہ مذکور محدودہ در ذیل وقف

بر خانقاہ غفران پناہ سید شمس الدین بت شکن نمود"

دستاویز پر حاکم شرع کے علاوہ بہت سے لوگوں کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔ ان میں سے چند بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ ابوالفضل، ملک محمد، مرزا سلطان، خواجہ عبداللہ، محمد مہدی، محمد حبیب اللہ، محمد حسین محمد تعظیم میر مرتضیٰ، آقا محمد حسین۔

واقفان زمین کے نام یہ ہیں۔ (۱) میر مختار الحسینی، (۲) میر سید باقر الحسینی (۳) سید صادق الحسینی دستاویز پر ۲۳ شہر حمید الاول ١١٣٥ھ ہجری کی تاریخ درج ہے۔

ان کے علاوہ دو اور دستاویز ١٢٢٢ھ ہجری اور ١٢٢٣ھ ہجری کی راقم کی نظر سے گزری ہیں ان میں بھی میر شمس الدین عراقی کے نام کے ساتھ لفظ "سید" درج ہے۔ یہ دستاویز بھی سید باقر موکہ دار کے پاس موجود ہیں۔ ایک اور دستاویز مورخہ ١٢٤٠ھ ہجری کا دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا جو پروفیسر سید سرور حسین پرنسپل اسلامیہ کالج سری نگر کی ملک ہے۔ اس میں سادات خانقاہیہ کو میر سید علی ہمدانی اور سادات زڈی بل کو سید شمس الدین عراقی کی اولاد تسلیم کیا گیا ہے۔ دستاویز میں میر شمس الدین عراقی کو ساتویں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اور میر سید ہمدانی کو امام زین العابدین کی اولاد قرار دیا گیا ہے۔ اس میں میر سید محمد رضا زڈی بلی (متوفی ١١٩٩ھ ہجری) اولاد میر سید شمس الدین عراقی کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کی ضرورت یوں محسوس ہوئی تھی کہ ١٢٤٠ھ ہجری میں سادات کشمیر میں خمس یا سہم امام کی تقسیم کے لیے کچھ مشکلات پیش آئی تھیں۔ اور بعض سادات کی سیادت مشکوک نظر آنے لگی تھی۔ ان میں کچھ سادات زڈی بل اور سادات ہمدانیہ شامل تھے۔ دستاویز میں اس زمانے کے عراق، ایران اور کشمیر کے بڑے بڑے علماء نے ان سادات کے موقف کی تائید کی تھی۔ ان میں آقا سید محمد طباطبائی، مرزا ہدایت اللہ، مرزا داؤد، مرزا محمد جواد، ملا حسین طہرانی وغیرہ کے دستخط اور مہریں بھی ہیں۔ دستاویز کرم خوردہ ہے۔ ذیل میں متعلقہ عبارتیں درج کی جاتی ہیں:-

"..... سید شرف ابن نور حدیقۂ اصطفیٰ و حدیقۂ ارتضیٰ میر محمد رضا وغیرہ اولادِ مہر سپہر سیادت و سعادت و دافع کفر و ظلام مروجِ دینِ اسلام، زبدۂ اولادِ سید المرسلین و آفتاب دودۂ حضرت امیر المومنین حضرت میر شمس الدین عراقی بت شکن کہ اسم شریفش چوں سے خورشید در آفاق روشن است و از روئے شجرہ وثیقہ، انیقہ این دو قبلۂ جلیلہ کہ مزین.

..... مجتہد العصر آقا سید محمد طباطبائی و مرزا ہدایت اللہ، و میرزا داؤد، و میرزا محمد جواد و ملا حسین تہرانی وغیرہ جمعے کثیر از مجتہدین ادام اللہ تعالیٰ ایام افاداتہم کہ در دست دارند، سلسلۂ میر شمس الدین عراقی بجناب تقدس انتساب امام الحکیم سمی الکلیم مجد الازہر، قمر الاقمر موسیٰ ابن جعفرؑ.

و شجرۂ سادات حضرات خانقاہیہ۔ بجناب امام ہمام جناب حضرت زین العابدین می رسد ...... از اعزاز کبرائے کشمیر جنت نظیر مثل عالی جناب فضیلت و کمالات انتساب ملا محمد جواد ...... وغیرہا از سادات و علماء و فضلاء برصحت نسب این دو قبلۂ جلیلہ شہادت ......

دستاویز کے آخر میں حاکم شرع اور دیگر علمائے اکابرین نے یہ بات صریحاً لکھی ہے کہ سادات میر شمس الدین عراقیہ اور سادات ہمدانیہ کے بارے میں کسی قسم کی کدورت نہیں رکھنی چاہیئے۔

دستاویزات کے علاوہ راقم کی نظر سے رسالہ عجالہ مصنفہ آقا سید مہدی آیت اللہ مجتہد کشمیر مطبوعہ مطبع اسلامی لکھنؤ واقع لکھنؤ ۱۳۰۰ھ ہجری بھی گذرا ہے۔ رسالے کی ابتداء میں صہ۲ تا صہ۸ تک جناب ملا محمد جواد صاحب انصاری ابن ملا فضل علی صاحب قبلہ کشمیری کا ایک خط جناب حجۃ الاسلام آقا سید مہدی قبلہ کے نام سہم امام علیہ السلام کے سلسلے میں درج ہے۔ خط میں ملا محمد جواد صاحب نے میر شمس الدین عراقی کے اہل خاندان کی سیادت تسلیم فرمائی ہے۔ ذیل کی عبارت قابل غور ہے:۔

" و بعضے از آنہا مثل سادات خانقاہیہ و بعضے از سادات مدنیہ و بعضے از سادات امیر شمس الدینیہ و سادات متفرقہ کہ بآں سہم قلیل ہم راضی شدند۔ بر دند، حقیقت ہمیں است کہ مرقوم شد" (رسالۂ عجالہ صہ۸)

اسی رسالہ میں صہ۲۹ میں یہ بھی درج ہے کہ :۔

"میر شمس الدین از سادات صفویہ است و با این کہ مثل او در فضائل کمال و اوصافِ حمیدہ و اخلاق پسندیدہ کسے از طرف ایران وارد کشمیر نشدہ است۔ این کہ مقصود او از توجہ بہ طرف کشمیر محض ہدایت مردم بودہ است و از اہلِ تصنیف بودہ است۔"

میر شمس الدین محمد کی تاریخ ولادت یا سنہ وفات تحفۃ الاحباب میں درج نہیں ہے۔ قلمی حالات زندگی جو ان کے خاندان کے ایک بزرگ سید حسن نے مرتب کیے ہیں اس میں ان کی تاریخ ولادت ۱۳ رجب ۸۶۶ھ ہجری بغیر کسی حوالے کے درج ہے۔

میر شمس الدین عراقی سلطان حسین مرزا والی خراسان کی طرف سے پہلی مرتبہ ۸۸۲ھ میں بطور سفیر کشمیر آئے تھے یہاں انھوں نے کوہ ماراں کے دامن میں ایک وسیع خانقاہ اور عبادت خانہ تعمیر کیا تھا۔ خانقاہ میں وہ چلّے میں بیٹھ کر اوراد و اذکار میں معروف رہتے تھے۔ اس زمانے میں شیخ الاسلام ملا اسماعیل کا کشمیر میں طوطی بول رہا تھا۔ میر عراقی نے ان کے خلیفوں کو اپنی طرف متاثر کیا۔ کشمیر میں آٹھ سال گذار کر اور اپنے نقوش چھوڑ کر رجب ۸۹۰ھ ہجری میں وہ خراسان واپس چلے گئے تو وہاں سلطان حسین مرزا کی ملازمت ترک کر دی۔ خراساں میں شاہ قاسم فیض بخش کے پاس رہنے لگے اور ان کے دوش بدوش نور بخشیہ[۲] تحریک چلانے میں پیش پیش رہے۔ پھر بارہ سال کے بعد دوسری مرتبہ ۹۰۲ھ

۲۔ نور بخشیہ ایک صوفی فرقہ تھا جس کے بانی سید محمد نور بخش تھے۔ یہ فرقہ تقیہ میں امامیہ مذہب کی ترویج و اشاعت کرتا تھا۔ سید محمد قائن میں ۷۹۵ھ ہجری مطابق ۱۳۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا تھا پھر قلیل عرصے میں مختلف علوم میں مہارت حاصل کی۔ فقہ احوط اور رسالۂ عقائد ان کی دو اہم تصانیف تھیں۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ:

"ہر دو تصنیف آنحضرت اند با صول عقاید ملتِ محمدی و فروغ مسائل شریعت احمدی کہ در زمان رسول اللہ متفق و متعین بود دلالت و ہدایت نمود" (تحفۃ الاحباب قلمی)

سید محمد موسوی سید تھے۔ اور وہ امام موسیٰ کاظم کی ۱۷ ویں پشت سے تھے۔ ان کے والد بزرگوار محمد بن عبداللہ قطیف اور جد امجد لحصا میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی لیے بعض غزلوں میں سید محمد لحصوی اور بعض میں نور بخش تخلص کرتے تھے۔ وہ خواجہ اسحٰق ختلانی کے خلیفہ ہوئے تھے۔ خود خواجہ صاحب سید علی ہمدانی کے مریدوں میں تھے۔ خواجہ اسحٰق نے ہی میر سید محمد کو نور بخش کا لقب دیا تھا۔ قاضی نور اللہ کہتے ہیں کہ: (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹)

میں شاہ قاسم فیض بخش فرزند سید محمد نوربخش کی ہدایت کے مطابق تبلیغ اسلام کے سلسلے میں تشریف لائے اس دفعہ آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ کشمیر کے ایک شخص شیخ محمد بغرض حج بیت اللہ جب رَے پہنچے تو انھیں شاہ قاسم کی زیارت و ملاقات کا شوق ہوا۔ پھر انھوں نے درشت میں ان سے ملاقات کی۔ شاہ قاسم نے ان سے کشمیری مسلمانوں کے حالات جب سنے تو وہ ملا اسماعیل کے طرز عمل سے دلگیر اور خفا ہوگئے۔ انھوں نے اسی وقت میر شمس الدین عراقی کو طلب کیا اور ان سے وہ حالات بیان کیے جو شیخ محمد کشمیری نے بیان کیے تھے۔ شاہ قاسم نے مرید فرمایا۔

بقیہ حاشیہ: "بنابر قابلیت واستعدادِ ذاتی کارِ میر باندک روزی در فقر و سلوک تمام شد۔ خدمتِ خواجہ اسحٰق خرقۂ آخرین سید علی ہمدانی را باو حوالہ کرد و بدستِ خود پوشانید۔ و بر مسند ارشاد نشاند وامورِ خانقاہ و جمیع سالکاں را باو تفویض کرد۔ فرمودند کہ ہر کرا داعیۂ سلوک است بخدمت میر رجوع نماید کہ اگرچہ بظاہر او مرید ماست امّا در حقیقت پیر ماست۔ و حضرت میر در بعضے اشعار خود بایں معنی اشارت کردہ فرمودہ

پیرِ ہم و مرید خواجہ اسحٰق ۔۔۔ آں شہید و قطب آفاق

محمد بن حاجی محمد سمرقندی کہ از مریدانِ حضرت میر بودہ در تذکرہ بیانِ احوال و مقامات آں حضرت نوشتہ کہ چوں اسحٰق از روئے کشف صحتِ سیادت و علوِّ مرتبہ تیز ظاہر شد دستِ بیعت باو دادند و گفتند بیعت می کنیم با فرزند حضرت مصطفیٰ محمد نوربخش۔"

سید محمد نوربخش کا انتقال ۱۴ ربیع الاول روز پنجشنبہ ۸۶۹ھ ہجری کو ہوا۔ تاریخ وفات یہ ہے

آفتاب اوجِ دانش نورِ چشم اہلِ دید ۔۔۔ نوربخش جسم و جاں آں تہر بانِ ما و طین
سال عمرش بود ہفتاد و سہ سالِ وفات ۔۔۔ ہشتصد و شصت و نہ و ماہش ربیع الاولین
چار دہ زاں ماہ رفتہ پنجشنبہ چاشتگہ ۔۔۔ درگذشت از عالم فانی ہمام العالمین

مخفی نماند کہ جناب خواجہ اسحٰق قدس سرہٗ کہ در اصل سید نیز بود، ہمیشہ ترویج مذہبِ شیعہ در خاطر عاطرش جلوہ می نمود۔ و از استیلائے سلاطین اہل سنت خصوصًا مرزا شاہرخ بسیار و بغایت ملول بود۔ و چوں سید محمد نوربخش بخدمت او رسید و آثار رشد و نجابت و انوار علم و ہمت و شجاعت در ناصیۂ میر دید از روئے درد دین و محبت خاندان سید المرسلین بر آں شد کہ بطریق بعضے از اکابر سلف کہ بر خلفائے عباسی خروج ۔۔۔ [illegible]
[illegible]

بقیہ حاشیہ: نظام تدبیر ظہور و بروز در ایستاد. و چوں تقدیر الٰہی برخلاف آں تدبیر رفتہ بود. آں کار بجائے نہ رسید و خدمتِ میر بدعوی مہدویت و امثال آں را کہ بنا بر مصلحتِ وقت مذکور شدہ بود متہم گردیدہ و لہٰذا چنانچہ مشہور است اگر کسے از مریدان حضرت میر از مقولۂ آں دعاوی چیزے ذکر می نمود حضرت شاہ قاسم ہم در حضور ایشاں را توبیخ می فرمود. و می گفتہ کہ شما میر را بدنام می سازید و با کملہ تشیع حضرت خواجہ و حضرت میر و سلسلۂ رفیعۂ ایشان الی یومنا ہذا اظہر من الشمس و بین من الامس است" علامہ شوستری نے ان کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے۔

" غوث المتاخرین و سید العارفین سید محمد نوربخش نور اللہ مرقدہٗ کوکبے درخشندہ بود و نوربخش دیدۂ مرتابان لمعاتِ غیبی و فروغ افزائے بصیرت راصدان مراصد واردات لاریبی در لباس سیاہ کہ سنت مشائخ ولایت دستگاہ او بودہ مضمون النور فی السواد را برہان و آبحیات را کہ در ظلمات نہان است۔ عنوانِ انوار کمال عرفان و المامع ہمت و علو شان از وجنات حال و مقال او از غایت ظہور چوں لمعات نور بر شاہق طور مستغنی از ایراد دریں سطور است ؎

بہ ماہتاب چہ حاجت شب تجلی را (مجالس المومنین ص۳۱۳ تا ص۳۱۵ تہرانی ایڈیشن)

ح۔ شاہ قاسم فیض بخش سید محمد نوربخش کے جانشین تھے۔ میر شمس الدین عراقی ان کے مرید خاص تھے اور انہی کے حکم کے مطابق دین اسلام کی اشاعت کے لیے کشمیر آئے تھے۔ شاہ قاسم کے بارے میں مرزا علاء الدولہ تذکرہ نفائس المآثر (سال تصنیف ۹۷۳ھ تا ۹۷۹ھ) میں لکھتے ہیں کہ:۔

" طبقۂ نوربخشیہ باو منسوب اند و ایں شاہ قاسم بسیار فاضل و خوش طبع و شیریں کلمات بود۔ از انواع علوم بہرہ داشتہ، طب و رمل نیکو می دانستہ و سلاطین روزگار بہ صحبتِ او رغبتِ تمام داشتہ اند۔"

" شاہ قاسم فیض بخش از اولاد و احفاد کرام قدوۃ السالکین سید محمد نوربخش است۔ در قصبۂ طرشت رے مسکن داشتہ اند و آثار نجابت و بزرگی و علو شان از ناصیہ احوالش نمایاں۔ و احوال زاکیہ اش مذکور افواہ و السنہ عالمیان و خود در درگاہ معلّٰی منظور انظار عواطف و الطاف شاہی و مرجع مریدانِ سلسلہ علیہ نوربخشیہ" شاہ قاسم کا انتقال سنہ ۹۰۹ ہجری میں ہوا تھا۔ (تاریخ عالم آرائے صفوی از سکندر بیگ ترکمان) اورینٹل کالج میگزین لاہور بابت مئی سنہ ۱۹۲۹ء حصہ اول میں چیف ایڈیٹر مولوی محمد شفیع نے ص۱ تا ص۱۵ سید محمد نوربخش کی اولاد اور بعض نوربخشیہ مشائخ کے حالات لکھے ہیں۔ ان میں شاہ صفی (برادر شاہ قوام الدین) نوربخشی، امیر نوربخشی امیر سید سعد الحق نوربخشی، شیخ زادۂ فدائی، قاضی عبداللہ یقینی نوربخشی، قاضی امیدی نوربخشی، افضل ناجی نوربخشی، قاضی یحییٰ نوربخشی، فکری نوربخشی خواجہ ہدایت مشرب نوربخشی وغیرہ شعرا کا کلام بھی درج ہے۔ نوربخشی شعرا کے حالات تحفۂ سامی میں بھی ملتے ہیں۔

"شیخ شمس الدین محمد می خواہم کہ شما را باز بکشمیر بفرستیم۔ تا دراں ممالک ارشاد مردم آں ولایت و اصلاح حال اہل آں مملکت نمائید"۔[۵۹]

میر عراقی کشمیریوں کی مخالفت کی وجہ سے یہاں نہیں آنا چاہتے تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ مولانا برہان الدین کے انتقال کے بعد بغداد جانا چاہتے تھے۔ برہان الدین کی موت ان ہی دنوں واقع ہوئی تھی۔ شاہ قاسم نے دوسری مرتبہ میر شمس عراقی کو بلایا اور کہا کہ :۔

" شمس الدین محمد البتہ شمارا بجانب کشمیر می باید رفت کہ حضرت ہادی ممالک ببرکت رفتن شما درآں ممالک برکت ہا ذخیرہائے کثیر بظہور خواہد رسانید۔ و چوں مبالغہ حضرت شاہ ولایت پناہ آیات دریں امر بمرات وقوع یافت کرور استخارہ رفتن بغداد دست دادہ بود و بعرض آں حضرت تقریر نمودم و آں دو بیت مولوی ہم پیش آں حضرت خواندم۔ آنحضرت فرمودند کہ میل رفتن تو بہ بغداد از ہواجس نفسانی بودہ۔ لاجرم از عالم معنوی در مضمون دو بیت مولوی اشارت منع و ترک آں عزم نمودہ شد در رفتن کشمیر بہوائے نفس تو نیست بلکہ بحکم قضا و تقدیر الٰہی و فرمان و ارادت ایں داعی است۔ و دریں امر امید است کہ خیر کثیر بظہور خواہد رسید"

میر شمس الدین عراقی اپنے مرشد شاہ قاسم فیض بخش کی گفتگو سے متاثر ہوئے اور وہ سفر کشمیر کے لیے آمادہ ہو گئے۔ شاہ قاسم کا اثر ورسوخ کشمیر میں پہنچ گیا تھا۔ روانگی کے وقت انھوں نے کشمیریوں کی رشد و ہدایت کے لیے ان کے ہاتھ ایک خط بھی دیا تھا جو تحفۃ الاحباب میں درج ذیل الفاظ میں موجود ہے۔

" اصحاب و احباب و سایر ارباب الباب احسن اللہ تعالیٰ عواقبہم و انجح مقاصدہم و مآربہم دعوات درویشانہ قبول فرمایند۔ بعدہٗ اعلام می رود کہ دریں وقت جناب قدوۃ المشائخ الاعظام، زبدۃ الاولیاء الکرام مرشد السالکین ہادی المرشدین شیخ شمس الدین محمد عراقی دام اللہ برکات کمالات را بہ جانب کشمیر جہت توبہ تائبان و ارشاد طالبان بہ تربیت سالکان و تلقین آداب مشائخ طریقت و تعلیم قواعد طریقہ اہل معرفت فرستادیم۔ بتاریخ روز عید الفطر سنہ احدی و تسعمایۃ (سنہ ۹۰۱ھ) و ایں نصیحت نامہ را در خدمت او فرستادیم کہ چوں حضرت حق جل شانہٗ طائفہ اہل حق را بہ مزید فضل و احسان بر سائر عباد ممتاز گردانیدہ و بہ محبت خود و دوستان خود مخصوص فرمودہ و زنگ کدورت دنیا از آئینہ قلوب ذاکیہ و بواطن صافیہ ایشان زدودہ و عین سرایر ایشان را بکحل الجواہر معرفت خود روشن ساختہ شکرانہ آں نعمت می باید کہ پیوستہ

اوقاتِ شریف را بہ تصفیۂ دل تزکیہ نفس و ملازمت اذکار و مطالعۂ اسرار و ملاحظہ آثار و مشاہدۂ انوار ملک و ملکوت صرف کنند۔ و ترکِ لذاتِ نفسی و مرغوباتِ حسّی را نصب العین ہمائے ہمتِ عالی دارند و از صحبتِ دونانِ دنیا پرست کہ عنانِ نفسِ امارہ بدستِ حرص و ہوا دادہ اند و سایر بنیاد معاش و معاد را بر متابعتِ شہوات و مشتہیاتِ طبیعت نہادہ اند۔ اجتناب و احتراز واجب و لازم شمرند۔ کہ ایامِ حیاتِ صوری قصیر و اکتساب کمالاتِ معنوی بغایت عسیر است و روزگار بہ صحبت ناجنس معروف گردانیدن حیف است۔ بیت ؎

عزیز است ایں دو روزہ زندگانی　　بہ غفلت مگذراں دیگر تو دانی

یقین کہ آں عزیزان چوں از حقیقت باخبرند ایں نصائح را از سر اخلاص تلقی خواہند نمود و خدمت و ملازمت و صحبت و نصیحت شیخ مشارٌ الیہ را غنیمت خواہند شمرد۔ و بوسیلۂ ایں مواعظ بمراتب علیہ ترقی خواہند فرمود۔ نظم

کسے راکہ دولت بود رہنما　　چہ حاجت مرا در الفِ رہنما

والسلام علی من اتبع الہدیٰ قاسم بن محمد نوربخش ؏

میر شمس الدین بڑے جاہ و جلال اور تزک و احتشام سے درویشوں کے ایک بڑے قافلے کے ساتھ عراق سے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ مخدرات، اطفال، اولاد اور خاندان کے دوسرے لوگ محمول و عماری میں سوار تھے۔ دورانِ سفر میر عراقی کے دل میں طرح طرح کی پریشانیاں پیدا ہونے لگیں۔ تحفۃ الاحباب میں منقول ہے کہ

"آیا بہ مردمِ کشمیر و اہالی آں دیار و علماء و ملّایانِ آں ممالک کار دعوتِ من بچہ رنگ خواہد پیش آمد۔ نوبتِ اول کہ من بایلچی گری بودم، مخالفتِ ملّایان و منازعت متعصبان بداں مرتبہ انجامیدہ بود۔ و در کشتن و قتل ایں داعی کمر سعی می بستند۔ ایں بار کہ جہتِ ارشاد اہل ایں دیار متوجہ می شوم و برائے امر معروف و نہی منکر آنجاں فساق و فجار و اصلاح احوالِ آں نوع کفار و اشرار می روم صحبت من با ایشان چہ نوع دیگر خواہد شد و سہام نصائح من در احجار قلوب آں سنگ دلان چہ طور موثر خواہد شد و ہیچ نمی دانم"

جب خراسان پہنچے تو خیمے نصب کیے۔ میدان میں جنوب کی طرف ایک بڑا صحرا نظر آیا۔ میر عراقی تھوڑی دور آگے بڑھے تو سامنے سے

"مردے پیدا شد با محاسنِ سفید نورانی و جامۂ در غایت صباحت و جوانی و چوں نزدیک بمن رسید سلامی یاد کردم۔ جواب سلام باز داده، پرسید کہ از کجا می آئید۔ گفتم از عراق آمده ام۔ باز پرسید کہ قصد بہ کجا دارید؟۔ گفتم کہ بکشمیر خواہم رفت۔ باز پرسید کہ بکشمیر چہ کار دارید و بکدام می روید؟ گفتم کہ حضرت شاہ قاسم فیض بخش کہ فرزند ارجمند حضرت امام محمد نور بخش است مرا بولایتِ کشمیر جہتِ ارشاد مردم آن ممالک واہل دیار فرستادند"

اس مردِ نورانی نے کہا کہ خدائے بزرگ و برتر تم کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے گا۔ اور تمہاری رشد و ہدایت سے کفار مذہبِ اسلام قبول کریں گے اور تمہاری کوششوں سے اسلام کی ترویج و اشاعت ہوگی۔ بزرگ نے پھر کہا کہ میں بھی تم کو نصیحت کرتا ہوں اگر قبول کروگے بیر شمس عراقی نے اثبات میں جواب دیا۔ اس شخص نے کہا

" در ممالک کشمیر چوں بتوفیق ربانی موفق شوید و تائید سبحانی ساعد و ممد احوالِ شما گردد باید کہ زمامِ ہمتِ خود بداں معطوف و مساعی جمیلۂ خویش براں مصروف دارید۔ کہ مردم مخالف جاہل و ارباب مذاہب باطل و جماعتِ متعصبان کوردل را بہ مذاہب آئمۂ معصومین ہدایت نموده۔ و طریقِ مستقیم مشائخ مرشدین دلالت کرده باشید و تحقیق و یقین نمائید۔ کہ اگر حق تعالیٰ شمارا در دنیا ہزار سال عمر دہد و مدتِ حیاتِ نوح بخشد و در آں ہزار سال چناں توفیق ارزانی فرماید کہ ہر روز ہزار ہزار کافر زنار دار و مشرک اشرار را مسلمان سازید و در دینِ اسلام و در دائرۂ ایمان در آید، ثواب جملہ ایں عبادات و جزائے تمامی ایں طاعات عند اللہ آں مقدار معظم و مکرم نہ باشد کہ یک مردی حنفی یا شافعی یا کسیکہ مخالف المذاہب بوده باشد نصیحت نموده محب و موافق سازید۔ و بہ مذہب آئمۂ عظام در آید و بطریقۂ مستقیمہ کہ مشائخ دین و ارباب یقین آں را اختیار نمودند واقف و آشنا سازید" ؎

بیر شمس عراقی نے مردِ غیب کو یقین دلایا کہ ان کی نصیحت و وصیت پر وہ ہر ممکنہ عمل کریں گے اور اس طرح ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

" گفتم کہ ایں وصایائے شمارا بجان و دل منت دارم و ایں نصائح بسر و چشم بجا آورم و آں مردِ غیبی وداع نموده بہ ہماں راہ کہ آمده بود معاودت نمود۔ و من ہم بجانب خیمہ گاہِ خود باز آمدم و بمنزل و وثاقِ خود مراجعت نمودم و دانستم و یقین کردم کہ ایں مردِ غیبی دم بغیر از حضرتؑ مبارک قدم کسے دیگر نخواہد بود۔"

میر شمس الدین محرم ۹۰۲ھ ہجری (۱۴۹۶ء) میں عراق سے جانب کشمیر روانہ ہوئے اور اسی سال شوال کے دن بارہمولہ میں وارد ہوئے۔ یہاں پر بابا اسماعیل اور دوسرے صوفیوں نے ان کا شایان شان استقبال کیا۔ [۱۱]

میر شمس عراقی کے آنے سے قبل کشمیر میں ایران سے جو جلیل القدر علما و فضلا آئے تھے۔ ان میں میر سید علی ہمدانی کا نام غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے علاوہ سید محمد ہمدانی کے ہمراہ میر سید احمد اصفہانی اور سید محمد خاوری قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں بزرگوار سید محمد ہمدانی کے معتقد خاص تھے۔ سید حسین شیرازی بھی میر موصوف کے شاگرد تھے۔ یہ لوگ سلطان سکندر کے عہد میں آئے تھے۔ اسی زمانے میں شیخ جلال بخاری اپنے تمام سادات کے ساتھ کشمیر تشریف لائے تھے۔ ان میں سید محمد مدنی، میر سید تاج الدین اور میر سید برہان الدین مشہور و معروف تھے۔ ان کے مقبرے اسکندر پورہ میں ہیں جہاں زمانۂ قدیم سے شیعہ سادات رہتے ہیں۔ کشمیری مسلمان ان تمام بزرگوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے [۱۲] اسی پس منظر کے تحت شاہ قاسم نوربخشیہ تحریک کا دائرہ اثر خراسان اور دوسرے ممالک کے علاوہ کشمیر میں بڑھانا چاہتے تھے۔ قاضی نور اللہ شوستری کہتے ہیں کہ

"مخفی نہ ماند کہ شرح مذاہب از ہیچ کتاب بنظر مولف نہ رسیدہ است و آنچہ خود در ایام عبور بآں دیار تحقیق نمود آں است کہ اہالی آں جا قریب العہد باسلام اند، و ہنوز درمیان ایشان کفار بسیار اند، و از زمانے سید اجل عارف سید محمد خلف سید محمد سید علی ہمدانی درآں دیار اقامت نمودہ۔ بعضے از مردم آں جا بہ مذہب شیعہ درآمدند۔ بعد ازاں میر شمس الدین عراقی کہ از خلفائے شاہ قاسم نوربخش بودہ بہ کشمیر آمد۔ و درآں جا اقامت نمودہ۔ چونکہ حکومت آں جا بطائفہ چک تر بگام رسید در تقویت سید مذکورہ اہتمام نمودہ، مذہب شیعہ بیشتر از بیشتر رواج یافت" [۱۳]

میر شمس عراقی بنیادی طور پر موسوی تھے اور وہ خالص امامیہ مذہب کو کشمیر میں تصوف کے پردے میں پھیلانا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انھوں نے تقیہ کا راستہ اختیار کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوتے۔ اس زمانے میں یہاں کے لوگ نئے نئے مسلمان ہوگئے تھے۔ اور وہ صوفیوں اور درویشوں کی عزت کرتے تھے۔ جب میر عراقی نے سلمانوں کا یہ رنگ دیکھا تو وہ بھی اسی رنگ میں رنگ گئے، اور بڑے بڑے مشائخ کو اپنا ہمنوا بنایا۔ یہ لوگ بلا جبر و اکراہ ان کی تحریک میں شامل ہوگئے اور پھر انہی کا مذہب قبول کیا۔

میر شمس عراقی عالم اجل اور دانائے بے بدل تھے۔ بڑے مدبر، دور اندیش اور انقلاب پسند تھے۔ جب لوگوں کو ان کی علمی استعداد اور انقلابی ذہنیت کا اندازہ ہوا تو جوق در جوق ان کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔ ان کے مرید جاہل نہیں تھے بلکہ عالم اور فاضل تھے۔ لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ وہ "نادان محض" تھے[۱۴] اعظم دیدہ مری نے میر عراقی کے ورود کشمیر اور ان کی تحریک کو زمانے کا سب سے بڑا واقعہ قرار دیا ہے[۱۵] حسن لکھتے ہیں کہ :-

"میر شمس عراقی تا عرصۂ ہشت سال دریں جا اقامت نمودہ، وخود را بنا بر تقیہ در سلک مریدانِ بابا اسماعیل کبروی کہ شیخ وقت بود، درآورد۔ وارادتِ خاص بہ او ظاہر کردہ، حیثیتے بہم رسانید۔ چوں بر تقیۂ ذاتی و وضع شائستگی و آراستگی ظاہرش کہ زبانے و حسنِ بیانے داشت، بعض علوم غریبہ می دانست۔ شاید بابا اسماعیل بمریدانِ خود گفتہ باشد کہ مصاحبتِ ایں مغل غنیمت پندارند۔ موجب بابا علی نجار کہ از خلفائے برجستۂ حضرت بابا بود ربطۂ ظاہری و باطنی با وے پیوست۔ باہم دگر خلوص و یگانگی ظاہر نمودہ متحدہ گشتند تا کہ میر مذکور عقیدۂ خود بہ خاطرش موثر گردانید۔ بذریعۂ او بعضے کسان را اغوا نمودہ در میان امرائے کشمیر طرفہ نفاقے انداختہ"[۱۶]

ترجمہ : میر شمس عراقی نے یہاں آٹھ سال تک قیام کیا۔ اس دوران وہ تقیہ کی بنا پر شیخ الاسلام بابا اسماعیل کبروی کے ارادت مندوں میں شامل ہو گئے۔ اس طرزِ عمل سے انھوں نے ایک غیر معمولی اہمیت حاصل کی۔ میر عراقی ذاتی طور پر شائستگی اور آراستگی سے بہرہ مند تھے۔ اس کے علاوہ وہ شیریں بیان تھے اور کئی علوم غریبہ سے واقف تھے۔ اس لیے ممکن ہے کہ بابا اسماعیل نے اپنے مریدوں سے کہا ہو کہ میر عراقی کی صحبت کو غنیمت جانو۔ بابا علی نجار نے جو بابا اسماعیل کے مریدوں میں سے تھا ظاہری اور باطنی تعلقات میر عراقی کے ساتھ پیدا کیے۔ اور آپس میں بالکل متحد ہو گئے۔ یہاں تک کہ میر عراقی نے ان کے دل میں اپنا مذہبی عقیدہ مضبوط کر دیا۔ ان کی وجہ سے کئی لوگ اپنے اصلی مذہب سے منحرف ہو گئے اور اس طرح امرائے کشمیر میں نفاق پیدا ہو گیا۔

میر شمس الدین عراقی مشائخ عظام میں تھے۔ اسی لیے بزرگی کے طور پر شیخ صفی الدین کی طرح صوفی اور درویش لوگ انھیں شیخ کہتے تھے۔ اس پس منظر میں بعض مورخین نے ان کے نام کے ساتھ "شیخ"

بھی لکھا ہے۔ انھوں نے مشیخت کے لباس میں یہاں امامیہ مذہب کے لیے وہی کام کیا جو ان کے جدّ امجد نے ایران میں کیا تھا۔ میر عراقی ظاہری طور پر نوربخشیہ تھے لیکن حقیقت میں وہ مذہب امامیہ کی تبلیغ کر رہے تھے۔ اگر وہ لوگوں کے مذاق کے مطابق تصوف اختیار نہ کرتے تو ان کی تبلیغ بھی سید حسین شیرازی یا سید محمد مدنی وغیرہ کی طرح محدود رہ جاتی۔

جب میر عراقی نے دیکھا کہ جو لوگ سلطان سکندر کے زمانے میں مسلمان ہو گئے تھے وہ سلطان زین العابدین (متوفی ۸۷۶ھ مطابق ۱۴۷۰ء) کے عہد میں پھر اپنے آبائی مذہب پر آ کر بُت پرستی کی طرف مائل ہو گئے اور یہ لحدانہ اور متواتر ارتداد اب تک قائم ہیں تو انہوں نے ان تمام بُت خانوں کو زمین بوس کیا جو ان کے زمانے میں پھر سے بنائے گئے تھے۔ ان کی جگہ انھوں نے ہر قصبے، گاؤں اور محلّے میں مسجد، مکتب، موذن اور مبلغ مقرر کئے جو مسلمان مردوں اور عورتوں کو تعلیم اسلام کا درس دیتے تھے۔[1] سلطان سکندر کے بعد جس مبلغ دین اور مجاہد اعظم نے اس زمانے کے رواج کے مطابق کشمیر کے ذرّہ ذرّہ کو نور الاسلام سے منور کیا تھا وہ میر شمس الدین عراقی ہی تھے۔ اسی لیے وہ مکسّر الاصنام کہلاتے ہیں۔ کشمیر کے بڑے بڑے سلاطین، نامور وزراء، امراء، حکما اور عوام کی بھاری تعداد مذہبی عقائد میں انکی حلقہ بگوش ہو گئی تھی ان میں ملک موسیٰ رینہ[ح ۱] (متوفی ۹۱۶ھ)، ملک کاجی چک (متوفی ۹۵۱ھ)، ملک محمد ناجی[ح ۲] ملقب بہ کمال الدین (متوفی ۹۰۸ھ) اور ملک دولت چک وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ملک موسیٰ رینہ

ح ۱ ملک موسیٰ رینہ۔ بتاریخ نہصد و ہفت (۹۰۷ھ) سریر آرائے جہانبانی گردید و در ایام حکومت خود ہمگی ہمت بر قلع و قمع کفرہ و ترویج دین مبین حضرت سید المرسلین معروف داشت و

اکثر بتخانہا را کہ کفار بنیاد پرستی داشتند خراب ساخت و در ہر جا کہ بتخانہ ویران کرد مسجدے تعمیر نمود و جمیع کشمیر را بشرف اسلام درآورد۔ ہیچ کس از سلاطین کشمیر بعد از سلطان سکندر مغفور بہ ترویج دین اسلام بقدر ملک موسیٰ چاڈورہ سعی و اہتمام نہ نمود۔ ازیں جہت سعادت مند بت شکن لقب یافت (تاریخ کشمیر ملک حیدر چاڈورہ ص ۱۲۸ سال تصنیف ۱۰۲۹ھ نسخۂ خدابخش لائبریری پٹنہ)

ملک موسیٰ ملکان چاڈورہ کشمیر کے سب سے بڑے طاقتور اور دولت مند تھے۔ ان کے اجداد ہندو تھے اور وہ راون چندر پسر ملک اجل کی اولاد سے تھے۔ انھوں نے تن من اور دھن کی قربانی دے کر میر شمس الدین عراقی کو کامیاب بنایا اور مذہب شیعہ اختیار کیا۔ ان کا انتقال ۹۱۶ ہجری میں ہوا اور اپنے آبائی مقبرے

نے میر عراقی کے حصولِ مقاصد کے لیے جس ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا اس کی مثال تاریخ کشمیر میں کہیں نہیں ملتی ہے۔ ان کے عہد حکومت کے نو سال میں چوبیس[24] ہزار خاندان مسلمان ہوئے تھے[31] تحفۃ الاحباب میں میر شمس عراقی کے کسر اوثان و اصنام کے بارے میں منقول ہے کہ

"چوں در زمانِ حکومت و عہد سلطنتِ مخصوص الطاف حضرت ذوالمنن سلطان مرحوم و مغفور سکندر بت شکن تمام کافرانِ ایں مملکت و جملہ مشرکانِ ایں ولایت را مسلمان ساختہ بودند و سائر طوائف کفرہ و عبدہ اوثان بر دائرہ اہل اسلام و ایمان درآمدہ تمام اہل ایں دیار از صغار و کبار خواہ بطبوع خاطر و اختیار یا بطریق اکراہ و اجبار بہرحال گردن اطاعت در ربقۂ انقیاد در دائرہ قبول اسلام و ایمان درآمدہ و تمام اہل ایں دیار ربقۂ امتثالِ اوامر و احکام نہادہ بودند و بعد از چند گاہ در عہد سلاطینِ زین العابدین بازجملہ قبائل و اقوام و طوائفِ انام با کفرہ و عبدۂ اصنام موافقت نمودہ بر اسم بت پرستی و قواعدِ کفر و کافری و رسوم مشرکی رجوع نمودند۔ بواسطۂ آنکہ ایں سلطان زین العابدین در وقت وفاتِ سلطان سکندر در طفولیت و صغرِ سن بود و در تربیت و مرمت آں سلطان مرحوم و مغفور پرورش نیافتہ بود۔ با طفال کفار و اولادِ مشرکان مجالست و مخالطت می ورزید۔ و بشومیت مجالس ناجنسان و تاثیر مخالطت ایشان عقیدہ و اخلاص وے از راہ سداد و طریق رشاد و انحراف یافتہ۔ لاجرم در ایام سلطنت و ہنگامِ حکومت براہِ اعتساف شتافتہ و باغوائے شیاطین و اضلال ملحدین میل بتزندق و الحاد نمود۔ و با تمام قبائلِ مشرکان و طوائف کفار رخصت کفر و اجازت بت پرستیہا فرمود و دیور منہدمہ و بتخانہائے قدیمہ کہ پدرِ بزرگوار او ویران ساختہ بود آں مدبرِ بے دولت باز بہ تعمیر و آباداں ساختنِ آں پرداختہ و تمام منافقان و زندیقان کہ خود را ابتدا پیرا از اہل اسلام و ایمان می نمودند و در بواطن خبیثہ خود عقائد

میں جامع مسجد سری نگر کے سامنے دفن ہیں۔ (تاریخ ملک حیدر و تاریخ حسن ص ۲۲۴ جلد دوم)

(بقیہ حاشیہ) ح ۳ ملک محمد ناجی مشہور کشمیری سپاہی اور مورخ ملک حیدر چاڈورہ کے دادا تھے۔ بڑے بڑے معرکوں میں دادِ شجاعت دی ہے۔ حسین شاہ اور یوسف شاہ کے عہد حکومت میں منصب وزارت پر فائز تھے۔ بڑے دیدہ ور تجربہ کار اور باصلاحیت سیف زن تھے ۹۳۸ھ ہجری (۱۵۳۱ء) میں انتقال کیا۔ "شیخ سپاہی" تاریخ وفات ہے (تاریخ کشمیر ص ۶۲ ملک حیدر چاڈورہ نسخۂ سری نگر)

باطله کفار و اهل شرک پنهان می داشتند برخصت و اجازت آن پادشاه بے دین بظاهر اعلانیه قدم از دائرهٔ اسلام و طریق دین و ملت سید انام آورده و در طریق ضلالت ارتداد و در راه فساد عنا دنهادند۔ و تمام مردم این ولایت از خورد و بزرگ به یکبارگی مرتد و بے دین شدند و بانواع کفر و بت پرستی اشتغال و احیاء مراسم زنادقه و کفار و اقامت مجامع فساق و فجار نمودند و بحیثیت که در تمام ولایت کشمیر هیچ قصبه و بقعه بلکه هیچ دیهے و قریه نماند که دو دے و دسه بتخانه برپا نه کردند و هیچ مقامے و منزلے و معمورے و محلّه نگذاشتند که در آنجا مجمع فسقی و مفسق جشنے باسم دیوی و رسم جشن مرسوم و معتاد نساختند۔

و تمام مردم ولایت کشمیر از معارف و مشاهیر و اعوام و جماهیر و صغیر و کبیر و سائر اماجد و افاضل و اعالی و اسافل بکفر و بت پرستی راضی بلکه مشتغل و مستعمل بودند و هر یکے از اهل شهر و بازار و ارباب سودا و تجار و مردم شهر و دخرچه دار پنج ششش بتهائے سنگین و منهائے روئین و لعبات پنج و تماثیل چوبین مانند کفار و مشرکین در خانهائے خود نگهداشتند و شب و روز و صباح و رواح عبادت و پرستش آن بتها بتعلیم کافران و مشرکان می کردند و جمله قواعد کفار و مراسم اهل زنار بجا می آوردند۔ و هیچ کس از فواجها مشهور و ارباب این معمور و سوداگران بازار و هنرمندان این دیار مختون و مسنون نبودند و جمله ادانی و عالی انام بلکه خواص و عوام به متابعت کفره و عبده و اصنام بے ختنه و نابریده بودند۔ و اکثر خلائق در عبادت با وجود این نوع کفرها و نامشروعات منشرب خمریات و خوردن مسکرات فخار و مباهات می نمودند۔ و تمام انام از خواص و عوام ارتکاب مناهی و معاصی و اشتغال ملاهی و مناصی را حلال و مباهات می دانستند و اگرچه از روئے ظاهر در شهر و قصبات اقامت اعیاد و جمعات و بعضے از احکام اسلام و شرعیات و فقها و قضات برجا و برپا بودند۔

اما از روئے معنی و قواعد و شرائط اسلام را رونقے و حقیقت ایمان را اثرے و ارکان احکام را قوتے نمانده بود۔ هیچ کس از علما و قضات و فقها و سادات منع این نوع نامشروعات و نهی این چنین منکرات کجا می کردند۔ حالانکه تمام این منکرات و کلی این نامشروعات در خانها و بیوتات ایشان ثابت و قائم بود۔

جمله نساء و عورات ایشان مطیع و منقاد احکام کفّار و اهل زنار و مامور اوامر قناق

دفجار بودند۔ وتاثیراتِ اضلال طوائف کفرہ وتصرفات اغوائے فجرہ در قلوب حیرہ نسواں علماء ودلہائے تیرہ زنان فقہا چناں موثر وغالب بود کہ ہیچ کارے وامرے بغیر فرمانِ کافران ومشرکان نمی کردند۔ وبہ ہیچ شغلے وجہے بے حکم منجمان مشغول نمی شدند۔ وایں علما وقضات وفقہا وسادات، زنان وعوراتِ خود را منع ایں مشروعات ونہی ایں منکرات نمی توانستند نمود۔ چہ جائے آنکہ مردم دیگر را منع ونہی می کردند۔ وایں علماء وفضلاء چناں زبون ونامرد بودند وازدین واسلام بے پروا کہ زنان وعورات ایشان صد ہزار نامشروعات وانواع شرکی وکفریات ظاہر وہویدا می کردند۔ وایں علماء وفضلاء جمیع آں فضایح در اوراق سابقہ در قضیہ نزاع ومناقشات شیخ شہاب الدین ہندی مذکور زباں بستہ ومسطور قلم شکستہ گشت وچوں حضرت امیر شمس الدین محمد قدس سرہٗ از حقیقتِ کفر وکیفیتِ شرک اہل دیار وماہیت تزندق وارتداد مردم ایں مملکت بظاہر از ہر وباطن الوز خود واقف ومطلع گشت۔ تحقیق ویقین نمود کہ ہیچ احدی از مردم ادانی واعالی وسائر خلائق از اہالی وموالی ازیں کفرہا ونامشروعات بری وخالی نیستند۔ لاجرم آنحضرت از بعضے علماء آں وقت وفقہائے آں عصر کہ اہل دین ودیانت وصاحب تقویٰ وطہارت بودند مانند معلم اہلِ کشمیر مخدومنا ومولانا حافظ بصیر ومثل قاضی محمد قدسی وغیرہما کہ با آنحضرت نسبت اخلاص وارادت داشتند پرسیدند واز ایشان استفتی نمودند کہ در شریعت شریفہٗ مصطفویؐ حکم مرتدان اسلام ومنکران احکام چہ نوع فرمودند؟ وجملہ علماء وفقہائے مذکور بعد از اتفاق حکم نمودند وفتویٰ دادند کہ حکم مرتدانِ کفرہ وعبدہٗ اصنام بحکم شریعت محمدیؐ تجدید عرض اسلام است۔ اگر مجدداً قبول اسلام واذعان احکام نمائند فہو المراد والمرام والّا بغیر از قتل وکشتن بر ایشان حکمے دیگر نیست۔ نہ عذر ایشان مسموع است ونہ جزیہ ایشان مقبول فی حقہم اما السیف واِمّا الاسلام۔

پس حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی بتدبیر واتفاق ملک سعادت یار معدلت آثار ملک موسیٰ رینہ در تقویت وتمشیتہ دولت وحکومت آں سعادت مند حکم نمودند کہ تمام طوائف کفرہ وعبدہ اصنام وجملہ قبائل انام وسائر اقوام نو مسلمان شوند وطریق ارتداد وعناد ترک نمودہ بدائرہ اسلام در آیند وجملہ منافقان وزنادقہ وہمہ نجبا رد

استقرار و استقرار مراسم بدعت و ضلالات و لوازم غوایت و خیالات را گزاشته، تجدید کلمهٔ شهادت و تصحیح عقاید و تنقیح نیت پرداختند. و همین حکم اعلا و فرمانِ والا را تمام ولایت کشمیر از سرحد مراج تا بنهایت کراج نافذ و مجری ساختند و بنیاد رسوم کافران و اساس عبادات مشرکان را بالکلیه از پا برانداختند و بهمت بلند و نهمت ارجمند خود به تقویت دین و ملت و تمشیت اسلام و شریعت پرداختند و در ترویج شریعت غرائے مصطفوی و رونق طریقت بیضائے مرتضوی جان و جهان را در باختند تا به میامن مساعی جمیله و مساعد مجاهد جزیلهٔ بهیه اعلام شریعت و اسلام محمدیؐ و سرطوغ رایاتِ دین و احکام ملت محمدی را برقبهٔ افلاک و ذروهٔ سماک برافراختند و این حکم و فرمان حضرت امیر شمس الدین بقوت دولت و شوکتِ حکومت آن ملک سعادت منزلت چنان نفاذ و جریان یافته که هر روز بدر خانهٔ هدایت آشیانهٔ آنحضرت هزار و پانصد از مردم کفار بلکه دو هزار یا بیشتر کافر زنار دار حاضر می ساختند و جماعتهائے در درویشان و مریدانِ آنحضرت از جوانب و اطرافِ این ولایت این قدر جمعیت و کثرت گرفته می آوردند. و هیچ کس از امرا و ارباب دولت مانع و حامی ایشان نمی توانستند و چون هر روز این قدر جمعیتها بدر دولت خانهٔ آنحضرت حاضر می آوردند. خلفا و درویشانِ آنحضرت به تخصیص پدر بزرگوار این فقیر جمله آن کافران و مشرکان را زنار بابریده کلمهٔ شهادت تلقین و تعلیم می نمود. و تمام ایشان را گوشت گاو خورانده برختنه می نشاندند و چندان حجام و سرتراش حاضر بودند که جمله جماعتها ختنه ادا می کردند. و همه ایشان را مسلمان ساخته کفیل و زمانه گرفتند که در هر دهے و قصبهٔ و در هر منزلے و محلے ملائے معلم گرفته بخواندن سورهٔ قرآن و تعلیم آداب و ارکان و آموختن صورت نماز و کیفیت روزهٔ رمضان مشغول باشیم و تمام شرائط اسلام و احکام اسلام و شریعت را بجا آریم و تمام کافرانِ این مملکت و مشرکانِ این ولایت را که موسوم و متهم به زندق و ارتداد بودند بهمین طریقه مسلمان ساختند. و درین ولایت و مملکت هیچ کس از کفار و اهل زنار بے کلمه و بے ختنه نمانده. الّا جماعتے اندک که ایشان و پدرانِ ایشان در عهد سلطان مرحوم و مغفور سکندر بت شکن مسلمان نشده بودند. بلکه ایشان در آن وقت بعضے بجانب نگرکوٹ

و بعضے بطرف کشتوار و جموں گریخته بودند۔ و چون ایشان نامسلمانی خود و پدرانِ خود اثبات نمودند دیگر ایشان را تکلیفِ اسلام باکراه نه نمودند و ایشان را بحالِ خود گذاشتند۔

حضرت امیر شمس الدین محمد چون از مسلمان ساختنِ کافران و مشرکان فارغ گشت و از تجدید اسلام مرتدان پرداخت توجه ظاهر و باطن انور خود به مسلمان ساختن کفرۂ اسلامیه و اصلاح احوالِ مرتدان لازمیه مصروف ساخت و ابتدائے از مردمِ شهر و اهل بازار و اربابِ سودا و تجار نمود، جهت آنکه جمله خلائق این ولایت و مردم این مملکت خود را بظاهر مسلمان و مومن می نمودند و در بواطن بے باک و غانهائے ناپاک کافر محض و مشرک صرف بودند۔ بواسطۂ آنکه تمام زنان و عورات ایشان بت پرستیها می کردند۔ و جمله نساء و ازواجِ اهل شهر کافرات و مشرکات بودند و تمام رسوم مشرکان و کفار و حرمت اعیاد و ایام اهلِ زنار را بجا می آوردند۔ و همه این زنادق مسلمان نام بآن کفر و بت پرستیها رخصت و رضا داده بودند بلکه در اکثر کفرها و اغلب شرک با ازواج زنانِ خود ممد و شریک بودند و نخست از اهالی و موالی این ممالک خواجها و اربابِ شهر و سوداگرانِ وقت و تجار و سهر را طلب نموده از قواعد و شرائطِ ایمان و احکام و ارکانِ اسلام و فرائض و واجبات طهارت و نماز و روزه استفسار نمودند۔ هیچ کس از عهدۂ جواب آن نتوانست بر آمد۔ و هیچ وقوف و شعور از آن نه داشتند۔ چون دیدند که اربابِ شهر و اکابر و سهر از قواعد اسلام و شرائط و ارکان ایمان بالکلیه اجنبی و بیگانه اند۔ ایشان را اول تجدید کلمۂ طیبه تلقین نمودند و تعلیم و تفهیم مالا بد شرعیات فرمودند۔ و شرائط و احکام ایمان و اسلام آموختند و جمله ایشان را ختنه کردن فرمودند و بعضے از ایشان که در این مملکت معروف مشهور بودند و در اهالی و موالی این دیار اعتبارے و اقتدارے داشتند از ختنه خود در معرکۂ ننگ و عار می داشتند و التماس می نمودند که سرتراشی و حجام از این جا همراه کنند تا در خانهائے خود ختنه کنیم و در همانجا چند روز بنشینیم ملتمس ایشان را قبول نه کردند۔ که به سرتراشی و حجام رشوت داده تزویر و تمویه کنند و درین کار اهمال ورزند۔ لاجرم ایشان را در همان عرصاتِ مردم و معرکۂ عوام ختنه می کردند۔ و در این امور هیچ اهمال و مداهنه نمی ورزیدند۔ تا در رونقِ دین و ملت و رواج شریعت نبوی هیچ قصور و فتور واقع نشود[۱۰]

صاحب تحفۃ الاحباب کی مزید تائید "بہارستانِ شاہی" سے بھی ہوتی ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ :-

"کارہائے بزرگ و امرِ عظّام کہ ملک کاجی چک بحکم فرمان حضرت شمس الدین محمد عراقی بجا آورد، قتل کفار و کشتن مشرکانِ ایں دیار است و آں چناں بود کہ در عہدِ حکومت ملک موسی رینہ جملہ کفرہ و فجرہ ایں ولایت را مسلمان ساختہ بودند۔ بعضے ازایشان بجماعتے کثیر و امرا ایں دیار طریق ارتداد پیش گرفتند و برسوم کفر و شرک رجوع نمودند و مرتد شدہ باز بہ بت پرستیہا در آمدند۔ و بعضے دیدہ کفرہ نقل می کردند۔ کہ در وقتِ عبادت اصنام و بت پرستیہا قرآن مجید و فرقان حمید را کرسی ساختہ زیر سرین گرفتند و بر سر کلام ربّانی تنزیل سبحانی نشستہ عبادت اصنام بجا آوردہ اند و چون اخبار و اوضاع ایں احوال بسمع مبارک حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی رسید۔ ملک کاجی چک را پیشِ خود طلبید و ہمراہ وے ملک علی و خواجہ احمد کہ ہر دو مرید و مشیرانِ ملکِ مذکور بودند۔ بحضور فائز النور حاضر آمدند۔ آنحضرت بایشان فرمود کہ ایں جماعتِ کفرہ کہ بعد از اسلام و انقیاد از سر انکار و عناد طریق ارتداد می نمایند۔ اگر ایشان را حدّ شرعی و تعذیر حکمی بجا نمی توانید آورد و مارا واجب و لازم است کہ ازایں دیار جلائے وطن نمائیم۔ و در وقتِ نہضت مانع و مزاحم نشوید۔ چون ملکِ مذکور پیش از یافتن دولت و حکومت بیایم از حکم و فرمان حضرت شمس الدین تخلّف و تجاوز نورزم۔ جہت امتثال فرمان آنحضرت با مدیران و مشیرانِ خود مشورت و تدبیر نمودہ و قرار برقتلِ کفار دادند و دراں وقت عاشورا نزدیک بود و ایام ہماں عاشورا موعد کشتن ایشان ساختند۔ و در تاریخ ۹۲۴ھ نہصد و بست و چہار کہ بحساب کشمیری نود و چہارم بود در عاشورا قریب ہفتصد ہشتصد کافر مرتد را کشتند و دراں وقت از جملہ کفرۂ ایں دیار آں جماعت بزرگ و صاحب دولت و ارباب حکومت بودند و ہیچ احدی ایشان صاحب اختیار و اہل تصرف صد خانوادہ دیگر از کفر و مشرکانِ بودند و کافران و مشرکان تمام شہر را بضرب شمشیر مطیع و منقاد اسلام ساختند و ایں کار حکومت از کارہائے ملک کاجی چک بود۔"

ترجمہ: کاجی چک کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انھوں نے امیر شمس الدین محمد عراقی کے حکم سے کفار اور مشرکین کا قلع قمع کیا۔ واقعہ یوں ہے کہ ملک موسیٰ رینہ نے اپنے عہد

حکومت میں تمام کفار اور مشرکین کو مسلمان بنایا تھا۔ کچھ لوگوں نے اپنے رہنماؤں اور حکام کی مدد سے پھر کفر و ارتداد کی طرف رجوع کیا اور مرتد ہو کر دوبارہ بت پرست ہو گئے۔ کفر یہاں تک پہنچا تھا کہ بتوں کو پوجتے وقت یہ لوگ قرآن مجید کو کرسی بنا کر سرینٔ (چوتڑوں) کے نیچے رکھتے تھے اور اس طرح کلام اللہ پر بیٹھ کر بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ جب کفار کا یہ طرز عمل میر شمس الدین عراقی کو معلوم ہوا۔ تو انھوں نے ملک کاجی چک کو طلب کیا۔ ان کے ساتھ میر عراقی کے دو مرید ملک علی رینہ اور خواجہ احمد بھی حاضر خدمت ہوئے۔ میر عراقی نے ان سے کہا کہ یہ کافر لوگ قبول اسلام کے بعد پھر مرتد ہو گئے ہیں۔ اگر تم ان کو حدود شریعت میں داخل نہیں کر سکتے ہو تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ان کو جلا وطن کریں۔ تم ان کے ملک بدر ہونے پر مزاحمت نہ کرنا۔ چونکہ حصول وزارت سے قبل ملک کاجی چک نے میر شمس عراقی سے معاہدہ کیا تھا کہ ان کے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہوگی اس لیے انہوں نے امتثال امر کے تحت اپنے مشیروں سے مشورہ کر کے کفار کو قتل کرنے کا عہد کیا۔ اور بالآخر ۹۲۴ھ ہجری (مطابق ۱۵۱۸ء) بحساب ۹۴ھ کشمیری میں عاشورا کے دن سات آٹھ سو مرتدوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس زمانے میں مشرکین صاحب اقتدار اور ارباب حکومت تھے۔ اور تمام کفار کو تلوار کی زد پر مسلمان بنایا۔

تحفتہ الاحباب اور بہارستان شاہی کے بیان کی تائید فرشتہ سے بھی ہوتی ہے۔ وہ فتح شاہ کے عہد کے واقعات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسی زمانے ۹۲۴ھ ہجری میں شاہ قاسم انوار بن

---

۲ - یہ واقعہ ڈاکٹر آر۔ کے پارمو نے بھی بہارستان شاہی کے حوالے سے اپنی کتاب " ہسٹری آف مسلم رول ان کشمیر" کے صفحہ ۲۰۰ - ۲۰۱ میں نقل کیا ہے۔ انہوں نے اصل بات کو توڑ مروڑ کے پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

" بعض لوگ بتوں کو قرآن مجید کے پیچھے چھپاتے تھے "

ان کے الفاظ یہ ہیں :-

"Some concealed them behind the Holy Quran."

سید محمد نوربخش کے ایک مرید مسمی میر شمس عراق سے وارد کشمیر ہوئے۔ اور یہاں آکر مرجع خلائق بن گئے۔ ان کے رشد کا بازار ایسا گرم ہوا کہ املاک و معابد و دیور وغیرہ کے تمام اوقات کی تولیت ان کے مریدوں کے سپرد کی گئی۔ اس فرقہ کے صوفی غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرتے تھے۔ اور کوئی ان سے بازپرس کرنے والا نہیں تھا۔ مختصر یہ کہ چند ہی روز میں تقریباً تمام اہل کشمیر خصوصاً فرقہ چک کے کل افراد میر شمس کے مرید ہو گئے۔ ان مریدوں نے تصوف کے لباس میں میر شمس کا مذہب جو در اصل شیعی تھا اختیار کیا اور انھیں متصوفین کے اثر سے کشمیر کے باشندے صوفی پرست ہو کر شیعہ ہو گئے۔"[21]

مورخین کشمیر جیسے حسن[22]، اعظم دیدہ مری[23] اور نرائن کول[24] عاجز[25] نے پرسپور میں للتادت کے تعمیر کردہ پرہامہ کیشو عظیم بت خانے کے انہدام کے واقعہ کو سکندر کی طرف منسوب کیا ہے لیکن قدیم کتب تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھی میر شمس الدین عراقی کے ہاتھوں مسمار ہوا تھا۔ ابوالفضل کے قول کے مطابق سلطان زین العابدین نے ایک مرتبہ بیان کیا تھا کہ قوم چک کے عہد حکمرانی میں ملک کی حکومت اس خاندان سے منتقل ہو کر فرمانروایان دہلی کے قبضۂ اقتدار میں چلی جائے گی چند سال کے بعد یہ پیش گوئی پوری ہوئی[26]

فرشتہ کے بیان کے مطابق راجہ للتادت نے ظہور اسلام سے پیشتر پرسپور میں ایک مستحکم بتخانہ تعمیر کرایا تھا۔ راجہ نے نجومیوں سے دریافت کیا تھا کہ یہ عبادت خانہ کب تک اپنی اصل حالت پر قائم رہے گا اہل نجوم نے اپنے حساب سے یہ حکم لگایا تھا کہ آج کی تاریخ سے ایک ہزار ایک سو سال گزرنے کے بعد سکندر نام ایک بادشاہ اس عمارت کو منہدم کر کے عطارد کی مورت کو جو اس میں رکھی ہوئی ہے مسمار کرے گا۔ راجہ کے حکم کے موافق یہ احکام نجومی ایک تانبے کی تختی پر کندہ کرائے گئے۔ اور وہ لوح اس عمارت کی بنیاد کے نیچے دفن کر دی گئی۔ یہ عمارت سکندر کے وقت میں منہدم کی گئی اور لوح مذکور برآمد ہوئی بادشاہ کو اس نوشتہ کے مضمون سے اطلاع ہوئی اور اس نے کہا کہ کاش یہ لوح اس بتخانہ کی دیوار پر نصب کی جاتی تاکہ میں اس کے مضمون سے اطلاع حاصل کر کے ان احکام کے مخالف عمل پیرا ہوتا[27]

ڈاکٹر اسٹائن کی تحقیق کے مطابق یہ بتخانہ وج برور (بیجبہارہ) جنوبی کشمیر میں اننت ناگ (اسلام آباد) سے پانچ میل کے فاصلے پر آج تک موجود ہے اور یہ "وزیہ الیشری" کا بگڑا نام ہے۔ "وزیہ الیشری" مرکب ہے "دجے ایشور" کا سنسکرت میں "وجے" بمعنی "فتح" و "ایشور" بمعنی "خداوند"[28] اور جو نوشتہ اس

۲۔ پرہامہ کیشو مسلم مورخین نے اس کا نام پرسپور لکھا ہے جس لکھتے ہیں کہ: (باقی حاشیہ ص۵۵ پر)

سے نکلا تھا بقول حسن اس کی عبارت یہ تھی :-

" بسم اللہ منتری نہ شنت وزیہ البشری "

یعنی بسم اللہ ایک جادو ہے جو وزیہ البشری کو تباہ کرتا ہے۔ حسن نے اس کا انہدام سکندر سے منسوب کیا ہے[۲۸] اسٹائن نے نوشتہ کی عبارت اس طرح درج کی ہے۔

" ایکادَ شے تشتم وَتر شم سیکیندر مھابل بسم اللہ تیت مذنترین
تہ مشنت وَ جِتہ بِشراہ "

یعنی گیارہویں صدی میں سکندر اعظم دجے بشراہ کو تباہ کرے گا۔[۲۹]

اس بتخانے کی جو کچھ بھی حقیقت ہو وہ اپنی جگہ پر تحقیق طلب ہے۔ اسے پرسپور کا بت خانہ کہنا کشمیری مورخین کی رو سے درست نہیں ہے۔ ملک حیدر چاڈورہ نے اس کے انہدام کا سہرا میر شمس الدین کے سر باندھا ہے۔ جب یوسف شاہ ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء میں لوگوں کی کثرت آرا کے خلاف شہنشاہ اکبر کی طرف مائل ہو گئے تھے تو ان کا ماتھا ٹھنکنے لگا اور انہیں پرسپور کی پیشین گوئی یاد آ گئی۔ ملک حیدر لکھتے ہیں کہ :-

" حکایت مکتوبے کہ از بتخانۂ پرسپور برآمدہ بود۔ بخاطر ایشان آمد۔ و آنچنان بود کہ در زمان سلطنت موسیٰ چاڈورہ حقائق و معارف آگاہ مالک طریقت مروج دین و ملت، واقف اسرار خفی شیخیت پناہ جناب شیخ شمس الدین محمد عراقی نور اللہ مرقدہٗ کہ بجمیع فضائل آراستہ بود بہ کشمیر آمدہ و ملک ممالک خصال موسیٰ علیہ رحمت کمال تعظیم

" یہ بامر گیتو متصل پرسپور للتادت تعمیر کردہ بود۔ و ہفتاد و چہار ہزار پل طلائی احمر برقبہ آں تلمیع ساخت تصویر مہاد (وشنو) را ہیکلے کلان درست نمودہ۔ آں را خفتاں طلا در بر کردہ بود و در صحن ستونے از یک تختۂ سنگ بہ طوالت پنجاہ و چہار دست و بروایت بعضے پنجاہ و چہار گز برفرق آں صورت گوروجی رسم کردہ قائم ساخت و سی صد و بست و ہشت خر وار نقرہ ای برنجے را چہار ہزار صورت بود دھرا و تار مصنوع کردہ درمیان بت خانہائے پرسپور موجود داشت " (تاریخ حسن صفحہ جلد اول) کہتے ہیں کہ میر عراقی نے یہاں ایک مسجد بنائی تھی۔ مسجد اب تک موجود ہے۔ راقم الحروف نے بھی اسے دیکھا ہے۔ اس میں ایک ستون سنگین بیچ میں نصب ہے۔ جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ اسی زمانے کا ہے۔ بت خانے کے پتھر اب تک موجود ہیں۔ آغا صاحب بڈگام صدر انجمن شرعی نے اس کے کچھ پتھر امام باڑے میں لگائے ہیں۔

نسبت بایشان بجا آورد و در محلہ زڈی بل برائے سکونت ایشان خانہ تیار نمودہ و آں محلہ را تمام بایشان نذر نمود و خود بہ محلۂ تاشواں نقل نمود و بہ جہتِ معاشِ ایشان چند قریہ مقرر کرد و تا حال آں محلہ در تصرف اولادِ ایشان است ۔ و دراں وقت مردم بشرفِ اسلام کمتر شدہ بودند۔ و قلیلے کہ شرفِ اسلام را دریافتہ بودند از راہ ضعفِ اسلام ادراک مسائل شرعی اصلاً نمودہ بودند۔ حضرت مشیخت پناہ ارشاد دستگاہ کمال سعی در ترویجِ دین اسلام نمودہ بہ تخریبِ تبخانہا و بت شکنی با مداد و اعانتِ سلطان دیندار ملک موسیٰ پرداخت و دخترِ خود بی بی بانو را بہ برادر زادۂ ایشان ملک محمد ناجی کہ بکمال الدین ملقب بود تزویج نمود و بحبالۂ نکاح در آورد۔ و قبیلۂ ملک مذکور را تمام از خود ساخت بایں نسبت مستنظہر گشتہ در ازدیادِ رواجِ شرعِ شریف و ملتِ حنیف بذل جہد بکار داشتہ و چوں نوبت خرابی بہ بت خانۂ پرسپور کہ در کمال عظمت و استحکام بود۔ اول دروازۂ آں ظلمت کدہ را خراب کردند۔ و از میان طاق آں دروازہ صندوقچہ برآمد۔ چوں او را واکردند لعلے و شیشے و کاغذے کہ بخط قدیم مرقوم بود برآمد۔ کہ مضمونِ کاغذ ایں بود کہ بعد از ہزار و پانصد سال شخصے از ولایتِ عراق بکشمیر می آید۔ بایں نام و ایں تبخانہ را خراب خواہد ساخت و از وجہ قیمت لعل خانقاہ در زڈی بل بنا خواہد نمود و دریں شیشہ کہ آبحیات است آں را بگمان شراب خواہد شکست و در زمانِ حکامِ کشمیر از تصرف سلاطینِ کشمیر بدر خواہد رفت و در تصرف اولیائے دولتِ چغتائی خواہد آمد[۳۰]

میر شمس الدین عراقی میں ایک بڑا وصف یہ تھا کہ ان کے ہاتھ میں قلم کی طرح تلوار بھی رہتی تھی۔ قلم اور تلوار کا کسی مردِ مجاہد کے ہاتھ میں یکجا ہونا کارے دارد والا معاملہ ہوتا ہے۔ یہ خداداد استعداد بہت ہی کم لوگوں میں ہوتی ہے۔ تواریخ سے ثابت ہے کہ میر عراقی بڑے بہادر، باہمت اور میدان جنگ کے بہترین سپاہی تھے۔ ضرب و حرب کے فنون میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ جب لڑتے تھے تو کوہِ گراں کی طرح میدان جنگ میں قدم گاڑتے تھے۔ اور مانند شیرِ ببر کفار گو سفنداں پر حملہ کرتے تھے ان کے مرید جان کی بازی لگا کر ان کے ارد گرد پروانوں کی طرح رہتے تھے۔ خود زخم تیر و تفنگ کھاتے تھے لیکن کیا مجال کہ ان کا بال بیکا ہونے دیتے۔ جب تک کہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوتے تھے میدان سے قدم ہٹانا گوارا نہیں کرتے تھے۔ ان کی سب سے بڑی لڑائی ۹۱۲ھ مطابق ۱۵۰۶ء میں ذال ڈگر

(سری نگر) میں ہوئی۔ جب لڑائی میں انھوں نے دشمن کا صفایا کیا تو پھر ذال ڈگر کا نام انھوں نے ملاپچہ رکھا تھا۔ لڑائی میں میر شمس الدین عراقی اور دوسرے لوگوں کے علاوہ ملک موسیٰ رینہ ملک علی رینہ، امیر سید بدلا، قاضی محمد قدسی اور مصنف تحفتہ الاحباب کے والد مولانا جمال الدین بھی شامل تھے۔ وہ اس معرکے میں زخمی بھی ہوئے تھے۔ مصنف تحفتہ الاحباب اپنے والد اور امیر سید بدلا کے حوالے سے اس محاربۂ عظیم کا واقعہ یوں بیان کرتا ہے۔

"یہ جنگ ذال ڈگر کے قرب وجوار میں لڑی گئی تھی۔ ان دنوں ذال ڈگر میں ایک بڑا بتخانہ باخی رینو کے نام سے مشہور تھا۔ یہ مقام کافروں، مرتدوں اور منافقوں کا مرکز تھا اور وہ بڑے فاسق وفاجر تھے۔ سال میں کئی مرتبہ یہاں میلہ بھی لگتا تھا۔ اور لوگوں کا اجتماع بھی رہتا تھا۔ میلے میں دور دور سے لوگ آتے تھے۔ رنڈیوں اور کسبیوں کا ناچ گانا ہوتا تھا یہ نظارہ دیکھنے کے لیے بیرون کشمیر سے بھی لوگ آتے تھے۔ رقص وسرود اور زناکاری کے بعد ڈھیروں شراب پی جاتی تھی۔ اور اس طرح برے کاموں اور بد اخلاقیوں کا ارتکاب کیا جاتا تھا۔ جب میر شمس عراقی کو انکی بیہودگیوں کا پتہ چلا تو وہ صوفیوں اور درویشوں کی ایک مختصر سی جماعت کے ہمراہ باخی رینو کو منہدم کرنے کے لیے وہاں پہنچے۔ اور لوگوں کو مار بھگایا۔ باخی رینو کے گرد ونواح میں جموں اور ہندوستان کے سپاہی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ ان کو جب معلوم ہوا کہ باخی رینو مسمار کیا جا رہا ہے۔ اور میلہ منتشر ہو رہا ہے تو وہ تیر وکمان اور دیگر سامان حرب سے مسلح ہو کر ہاتھوں میں تلواریں بلند کرکے میر شمس عراقی اور ان کی جماعت پر ٹوٹ پڑے۔ صوفیوں اور درویشوں نے باوجودیکہ ان کی تعداد دشمن کی کثرت کے مقابلے میں بہت قلیل تھی کوہ گراں کی طرح بڑی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ آخر لڑتے لڑتے پیر اکھڑنے لگے اور وہ ذال ڈگر کے میدان کی طرف چلے گئے۔

میر شمس الدین ابدال ماگرے کے مکان "یون راترے" میں پناہ لینے لگے۔ ابدال ماگرے گھر میں نہیں تھے۔ ان کی بیوی ملک موسی رینہ (وزیر اعظم) کی بیٹی تھیں۔ انہوں نے عورتوں اور خدمت گاروں کو ہدایت دی تھی کہ وہ کھڑکیوں اور دریچوں سے درویشوں پر پتھر اور ڈھیلے برسائیں کیوں کہ یہ لوگ بتخانوں اور بتوں کو مسمار کرتے ہیں اور ان کو گالیاں دیتے ہیں۔ جب اس واقعہ کی اطلاع ملک موسیٰ رینہ کو ہوئی تو انھوں نے اپنے

بیٹے ملک علی رینہ کو سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ لشکر کفار کو بھگانے کے لیے روانہ کیا۔ ملک علی رینہ نے ان کو مار بھگایا اور میر شمس عراقی ملک موسیٰ رینہ کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے ملک مذکور سے کہا کہ اگر اسی وقت " باخی رینو" کے انہدام اور فاسقان و فاجران کا قلع قمع نہ کیا جائے اور انھیں کیفر کردار کو نہ پہونچایا جائے وہ ابھی آل و عیال کے ساتھ عراق چلے جائینگے۔ جب ملک موسیٰ رینہ نے ان کا یہ اضطراب اور بے قراری دیکھی اور بچشم خود مجروح صوفیوں کو دیکھا تو اسی وقت میر شمس الدین عراقی کے ہمراہ " باخی رینو" کے انہدام کے لیے آمادہ ہوئے۔ انھوں نے ملک علی رینہ کو سات آٹھ سپاہیوں کے ساتھ جائے وقوع پر روانہ کیا۔ موصوف نے کافروں اور نامور سرداروں کو گرفتار کرکے قید کیا۔ اور ان کی ایک جماعت کو جموں کی طرف جلاوطن کیا۔ اس کے بعد میر شمس الدین " باخی رینو" کو مسمار کرنے میں مصروف ہوئے۔ اور اس کی بیخ کنی کی۔ وہاں ایک بڑا پتھر نام کے ساتھ زمین میں نصب تھا۔ میر عراقی اس کو توڑ کر زمین سے اکھاڑنا چاہتے تھے۔ انھوں نے اس کے گرد زمین کھودی اور پھر اس میں آگ لگا دی۔ چونکہ وہاں کثرت سے پانی نکلا اس لیے آگ اور چوٹیں لگانا بے کار ثابت ہوئیں۔ ان وجوہ کی بنا پر اس پتھر کی بنیاد معلوم نہ ہو سکی۔ آخر کار اس تالاب کو مٹی اور پتھروں سے پاٹ دیا اور پھر اس جگہ مسجد بنائی۔ اذان اور نماز کے لیے موذن اور پیش نماز مقرر کیے۔ اور ذال ڈگر کا نام اسلام پور رکھا۔ اسی دوران ملک کاجی چک میر شمس عراقی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سری نگر میں ان کے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ انجام کار اسلام پور (ذال ڈگر) کا موضع انھیں بخش دیا۔ جب ملک موصوف ان کی دعاؤں کے فیض سے وزیر اعظم ہوئے تو یہیں رہنے لگے ان کی اولادیں بھی یہیں رہتی تھیں۔"[۳۱]

قاضی جمال الدین محمد قدسی فارسی کے ایک اچھے شاعر اور میر شمس عراقی کے مرید خاص تھے۔ انھوں نے ذال ڈگر کی جنگ سے متاثر ہو کر اپنے مرشد کامل کی اسلامی سرگرمیوں سے متعلق ۵، اشعر کی مثنوی لکھی تھی۔ ذیل میں چند شعر درج کیے جاتے ہیں

آں مرشد مقتدائے ایام   آں زبدۂ اولیائے انام
آں بحر معارف و معانی   آں عارف سرِّ آسمانی

آں قطبِ زملماکہ شمس بدین علا ایستقی ‌‌ ‌ در شرع محمدیؐ معین است
آں شمس کہ نور معرفت یافت ‌ از مطلع نور بخش برتافت
کشمیر کہ در زمانِ پیشیں ‌ جز کفر نہ داشت رسم وآئیں
در ہر طرفش کلیسا ہے ‌ وز بت کدہ ہا قوی پناہے
در ہر سر راہ او کنشتے ‌ ہر سوئے کنشت بد سرشتے
حاصل نہ درو گروہ دیگر ‌ غیر از بت وبت پرست وبت گر
ہر گوشہ عمارتیست سنگیں ‌ صد گونہ درو بتانِ رنگیں
تاآنکہ زہجرتِ محمدؐ ‌ ہفتاد وسہ سال رفت وہفصد
سلطانِ ممالکِ معانی ‌ شاہِ ہمداں علی ثانی
آں شاہ سوار عرصۂ دیں ‌ سرّ دل خاتم النبیین
ہم رایت شرع برافراخت ‌ ہم آیتِ کفر رابر انداخت
اسلام بملک گشت پیدا ‌ شد دین محمدی ہویدا
تاباز باختلافِ اقوام ‌ شد روز بروز ضعفِ اسلام
در شرع کسے نہ داد ترویج ‌ شد کسرا مور دیں بتدریج
شد بارد گر برسم معتاد ‌ آتشکدہ وکنشت بنیاد
اسلام بکفر گشت مخلوط ‌ ارکان ہمہ ماند غیر مربوط
بت خانہ و خانقاہ باہم ‌ یک مسجد ویک کلیسا ہم
گہ مرد گزار وے نمازے ‌ می گفت زنش بہ دیو رازے
از آمدنِ علی ثانی ‌ آں گوہر گنج لا مکانی
تاریخ چو شد صد وچہل سال ‌ زد شرع نبیؐ بفرحی فال
شیخے کہ زخویش فانی آمد ‌ ثانی علی ثانی آمد
القصہ دریں کہن بوادی ‌ از ہمتِ ایں ولی ہادی
ہر بتکدۂ کہ گشت ویراں ‌ شد خانقاہے بموضع آں
ہر سال درآں مقام سہ بار ‌ جشنے شدے از طریق فجار

اکثر زن و مرد اہل کشمیر — خواہی زجوان و خواہی از پیر
قومے بضلال و بت پرستی — جمعے بہوائے لعب و مستی
چون از زسنِ بنی مرسل — شد نہصد و سیزدہ مکمل
برکند بنائے بربت پرستان — برداشت تمام کافرستان
فرمود عمارتے در آنجا — زیبا و مزین و دل آرا
لیکن چو زمین ز اوّل کار — آلودۂ کفر بود بسیار
می خواست طہارتے ہمانا — کز حکمت صانع توانا
پس آمد و برد اصل خاکش — ز آلائش کفر ساخت پاکش
زین واسطہ یافت شست و شوئے — گر کفر درو نماند بوئے
شد بارِ دگر جناب عالیش — مشغولِ عمارت حوالیش
دو چار حدش بنائے از سنگ — بربست نہ شد زکار دل تنگ
ہر حد بمسافتے طویلے — مجموع زمیں قریب میلے
آں جملہ بلند ساخت یکسر — قدر دو سہ گز نہ بل فزوں تر
دریک طرفش قوی بنائے — دلخواہ عمارتے بجائے
آں باغ و عمارت و حوالی — از خلد نمونہ ایست حالی

دیں جاہ نہ سراد باغ است
کز باغ سرامرا فراغ است ۹۳۵ھ

میر شمس الدین عراقی اور خانقاہ ہمدانیہ کی تولیت

کتب تواریخ میں مورخین نے خانقاہ ہمدانیہ کے بارے میں واقعات توڑ مروڑ کے پیش کیے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سلطان حسن شاہ کے عہدِ حکومت میں خانقاہِ ہمدانیہ نذرِ آتش ہوئی تھی۔ بادشاہ نے اس کے ارد گرد مکانوں کو خرید کر کے صحنِ خانقاہ میں شامل کیا اور پھر اسے از سرِ نو تعمیر کیا سید علی نے اس کی تاریخ ۸۹۸ھ ہجری (۱۴۹۲ء) جبکہ خواجہ اعظم دیدہ مری اور حسن نے ۸۸۵ھ مطابق ۱۴۸۰ء لکھی ہے۔ انہی تاریخوں میں یہ بھی منقول ہے کہ جب میر شمس الدین عراقی حسن شاہ کے زمانے میں واردِ کشمیر ہوئے تھے تو ان کے تین مریدوں غازی خاں، ملک موسیٰ رینہ اور کاجی چک جو اقتدارِ اعلیٰ کے

مالک تھے انھیں یہ تحریک و ترغیب دلائی کہ خانقاہ ہمدانیہ جو یک طبقہ ہے اسے ویران کر کے دو طبقہ بنایا جائے۔ اس میں ان کی غرض و غایت یہ تھی کہ ویرانی کے بعد اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے تاکہ بقول ان مورخین کے خانقاہِ زڈی بل کی اہمیت بڑھ جائے اور اس طرح لوگوں کے لیے مرکز توجہ بن سکتی ہے۔ بالآخر محمد شاہ بادشاہ نے اُسے گرا دیا اور قریب دو سال تک پھر خانقاہ ہمدانیہ یوں ہی بے رونق اور ویران پڑی رہی بعد میں کاجی چک کی بہن صالحہ ماجی جو سلطان کی زوجہ تھیں زیورات بیچ کر خانقاہ کو پھر سے بنوایا[۳۲]

دراصل واقعات یوں ہیں کہ جب حضرت میر سید شمس الدین عراقی ۹۰۲ھ ہجری (مطابق ۱۴۹۶-۹۷ء) میں دوسری مرتبہ کشمیر تشریف لائے تو انھوں نے ملک کاجی چک کے عہد حکومت میں خانقاہ میر سید علی ہمدانی کو جس کی بنیاد سکندر بت شکن نے اپنے عہد سلطنت (۷۹۶ھ ہجری تا ۸۲۰ھ مطابق ۱۳۹۴-۱۴۱۶ء) میں ۷۹۶ھ ہجری میں سید محمد ہمدانی کے ہاتھوں رکھوائی تھی اور جو بہت ہی مختصر عمارت تھی اس کو از سر نو تعمیر کر کے کافی وسعت بخشی اور اس کی وسعت کے لیے ملحقہ مکانات اور آراضی کو زر کثیر کے عوض خرید کر صحن خانقاہ میں شامل کیا۔ موصوف نے اپنے مریدوں قاضی محمد قدسی اور فرزندانِ ملا بابا علی کے مکانوں کو بھی وہاں سے ہٹایا تاکہ خانقاہ آگ جیسی ناگہانی آفتوں سے محفوظ رہ سکے۔ انہوں نے خانقاہ کے ساتھ ایک بہت بڑا لنگر خانہ، آتش خانہ اور گودام بھی تعمیر کرایا تھا۔ لنگر خانہ میں روزانہ صبح و شام غریبوں اور مسافروں کے لیے کئی خروار چاول پکتا تھا۔ مصنف بہارستان شاہی پہلا مورخ ہے جس نے میر شمس عراقی کے ہاتھوں خانقاہِ ہمدانیہ کی از سر نو تعمیر کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:-

"حضرت ہدایت پناہ ولایت دستگاہ امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ الصمدانی صفہ کہ در محلہ علاء الدین پورہ برائے اقامت صلوٰۃ جماعات ساختہ بود۔ ولد امجد ارشد آنحضرت امیر سید محمد قدس سرہٗ خانقاہی بزرگ طرح انداختند و آں بادشاہ سعادت دستگاہ قریۂ چند برائے مدد معاش مجاوران و معتکفان آں آستان ملائک آشیاں گذاشتہ اند و بعضے می گویند کہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی لعلے داشتند و آں لعل را بسلطان سکندر مرحوم دادند۔ و قریۂ تلال (ترال) و قریہ وچی را بطریق بیع و شری گرفتند۔ و آں ہر دو قریہ را ابتیاع نمودہ، وقفِ آں خانقاہ ساختند تا مدد معاش مجاوران و اوراد خوانان آں آستانہ باشد و بنا و عمارات خانقاہِ متبرکہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی عمارت کردہ خُرد و مختصر بود۔ و عمارات مردم و مجاوران و بیوتاتِ خانقاہِ

اہل شہر نزدیک بدیوار ہائے خانقاہ وحوالیِ آں محیط بود۔ چنانچہ اکثر آتشی دراں محلہ افتاد وی سوخت۔ خانقاہ ہمراہ خانہا سوختہ ودرزمانِ سلطان زین العابدین آں را بازعمارت نمود۔

چون حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ بتشریف قدوم ایں ممالک رامشرف ساخت۔ آنحضرت درعہد حکومت ملک الملوک ملک کاجی چک مرحوم آں خانقاہ رابایں بزرگی ووسعت وبلندی وعظمت مجدّدا بنا نمودند۔ وخانہائے مردم از حوالیِ او برداشتند وزمین بعضیہا را زرِ بسیار و مالی بے شمار دادہ خریدند۔ وآنہا بہ زر احتیاج نہ داشتند مانند قاضی محمد رسی و فرزندانِ مُلّا باباعلی وغیرہم ایشان را از جاہائے دیگر زمینہا عوض دادہ از حوالیِ خانقاہ دُور ساخت تا بقعۂ متبرکہ از حوادث آفات وبلیۂ احراق وحادثات محفوظ ومصئون باشد ودرزمانِ حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی و قضیات خانقاہ زیادہ دمضاعف گشتہ۔ چنانچہ درحیاتِ آنحضرت درمطبخ خانقاہ ہر روز صد وبست وپنج ترک برنج می پختہ برائے طعام چاست شصت وپنج ترک برائے طعام شب، شصت ترک موظف ومقرر بودہ۔ کم روز ہا می بود کہ درمطبخ گوشت نمی پختہ ودرمطبخے وآتش خانہ مختصر بنا کردند وبزرگیِ عمارتِ خانقاہ وکلانے صندوق کہ انبار شالی وخزینۂ حوائج ومصالح خانقاہ ہست نشانہ ونمونہ ایست باقی از ہمت عالی حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی" ۱۳۵

خانقاہ ہمدانیہ کا سارا انتظام میر شمس الدین عراقی کے ہاتھ میں تھا۔ مجاوروں کے تقرر اور برخاستگی اور انتظام و اہتمام سے متعلق تمام امور انہی کے حدِ اختیار میں تھے۔ وہ خانقاہ کے مختارِ کل تھے۔ سلطان محمد شاہ نے ایک فرمان کے تحت میر عراقی کو خانقاہ کی تولیت اور اس کا انتظام کلی چلانے کے لیے مقرر کیا تھا۔ ذیل میں تولیت نامہ کی نقل درج کی جاتی ہے۔

"مقرر شدن خانقاہِ امیریہ بحضرت امیر شمس الدین بفرمان ہماں لازوال عالیا"

"وبحکم جناب امیر الامرا سید محمد حسینی و بشافہ ملک ابراہیم ماگرے، وملک شمس چک و ملک عیدی رینہ وجمیع ارکان دولت واعیان مملکت توقیع رفیع اسطار می یابد مشتمل بریں معنی کہ خانقاہِ ہمدانیہ کہ منزلِ فیوض ربّانیہ است باجمیع استقامت وقریات کہ از زمانِ حضرت

سیادت مآب سعادت انتساب امیر اشرف امجد امیر سید محمد ہمدانی قدس سرہ الصمدانی الیٰ یومنا ہذا در پے آں وقف شدہ بہ تحویل و تولیۃ حضرت ارشاد مآب ولایت اکتساب قطب المحققین قدوۃ المرشدین زبدۃ ارباب الکشف والیقین المتوکل علی الملک المعین المختص بعنایات اللہ الباقی حضرت شیخ شمس الدین محمد عراقی طابت حالاتہ ودامت کمالاتہ مفوض و مسلم گردانیدہ شد۔ و جمیع امور و اعمال و مہمات و اشغال آں و بقعۂ مبارکہ از حل و عقد و قبض و بسط و عزل و نصب و امر و نہی باختیار آں حضرت گذاشتہ آمد۔ چنانچہ ہیچ احدی را از ملوک عظام و امراء و حکام بلکہ فردے را از افراد انام من الخواص والعوام بخلاف رائے آں حضرت دراں بقعۂ شریفہ تداخل و تصرف و تحکم نباشد و بہر چہ صواب دید آنحضرت تواند بود۔ امر و ناہی و صاحب اختیار باشد و بموجب وقفیہ کہ بدستخط شریف حضرت سیادت مآبی قدس سرہٗ مسطور است باحیائے مراسم و اطوار و اوراد و اذکار حضرت علی ثانی امیر سید علی ہمدانی ساکنان و متوطنان آں منزل مبارک ارشاد نمایند و مجاوران اہل و ظائف آں بقعۂ شریفہ را ہدایت و رہنمائی فرمایند۔ فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ والسلام علی من اتبع الہدیٰ جزو بامر العالی اعلاہ اللہ تعالیٰ" ۳۵

میر شمس الدین عراقی نے تولیت کے زمانے میں درویشوں کی ایک جماعت کو خانقاہِ ہمدانیہ میں کئی برس تک اربعین میں بٹھایا تھا۔ اور حاجی شمس کو اس جماعت کا پیشوا مقرر کیا تھا۔ ان کو خرقۂ کبود اور عمامہ سیاہ تفویض کیا تھا وہ حاجی مذکور کے ظاہر و باطن سے واقف تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت کے لیے انھوں نے خاص توجہ فرمائی تھی۔ میر شمس الدین عراقی کے سفر تبت کے دوران اور پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے میر دانیال خانقاہِ ہمدانیہ کے منتظم اعلیٰ تھے۔ چونکہ ملک ریگی چاک ورابدال ماگرے کا دل ان کے بارے میں صاف نہیں تھا اس لئے انھوں نے انھیں برخاست کرکے باباعلی کو خانقاہ کی تولیت اور شیخی سے ممتاز کیا تھا[٣٦]

خانقاہ زڈی بل اور سفر تبت

جب پہلی مرتبہ میر شمس الدین عراقی کشمیر بطور سفیر آئے تھے۔ تو انہی دنوں زڈی بل کو آب و ہوا شادابی اور ترو تازگی کے اعتبار سے پسند فرمایا تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً اپنے قیام کشمیر کے دوران وہاں جایا

کرتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ کاش اس سرزمین پر کوئی خانقاہ یا مسجد تعمیر ہوتی۔ اس زمانے میں انھیں کشمیر میں مستقل طور پر رہنے کا کوئی خیال نہیں تھا۔ زڈی بل کی زمین کسی کی ملک و تصرف میں نہ تھی۔ بلکہ سرکاری آراضی میں یوں ہی پڑی تھی۔ سلطان فتح شاہ کے ابتدائی عہد حکومت میں ملکان چاڈورہ کے امرا صاحبان اقتدار تھے۔ انھیں حکومت کے نظم و نسق میں اختیار کلی حاصل تھا۔ سلطان نے امرائے چاڈورہ کو نوشہرہ کے قرب و جوار میں رہنے کے لیے زمین دی۔ ان لوگوں نے وہاں مکان بنائے۔ زڈی بل کی جاگیر ملک موسیٰ رینہ کو بخشی۔ انھوں نے وہاں مکان تعمیر کئے اور وہیں قیام بھی کرنے لگے۔ ملک موصوف ہی سب سے پہلے وہ شخص تھے جو میر شمس الدین کے معتقد اور مرید ہوئے تھے۔ انھوں نے پورے زڈی بل کو خانقاہ کے لیے ان کو بخش دیا۔ جتنے بھی ملک موسیٰ کے مکانات اور باغات یہاں تھے وہ سب کے سب میر عراقی کی نذر کیے۔ ایک دن دعوت کے موقع پر انھوں نے اپنی تمام جائداد منقولہ و غیر منقولہ جن میں ان کی تمام عمارتیں اور باغات شامل تھے میر عراقی کو دیئے۔ اس واقعہ کو مصنف تحفتہ الاحباب نے اس طرح لکھا ہے۔

"وجملہ اہل و عیال و اولاد خود را گفت کہ ہرچہ از زر و زیور و حلیٔ و حلل و بازو بند و گلوبند و خلخال و سوار و گوشوار و عقود و نقود و جامہ و خلعت و البتہ و اقمشہ داشتہ باشد پیش نظر آنحضرت حاضر ساختہ، نذر و ہدیہ آنحضرت نمایند۔ و ہرکہ توت نذر کردن و طاقتِ ہدیہ نمودن نہ داشتہ باشد من ضامن و کفیلم کہ ہرچہ حاضر کنند من مضاعف آں معاوضہ کنم۔ وچوں تمام نساء و عورات و سائر اہالی و اولاد از ذکور و اناث ہرچہ داشتند از ملبوسات و منقولات و اجناس و نقود و عقیان و اعیان و لآلی و مرجان و مرسلہ و حمائل و سماط و حیائل و حلوق و خواتم و معاجر و عوایم پیش آنحضرت جمع ساختہ نذر آنحضرت نمودند، و آنحضرت ہمت بلند او را تحسین و نہمت ارجمند ایشان را ہزار آفرین کردہ جہت قبول آں نذور و اجابت آں ہدایا بدرگاہ حضرت واہب العطایا فاتحۂ فایحہ روانہ کرد۔ و آں ملک ملک صفات مجموع مملوکات و متفرقات خود مع مراکب و افراس و اسلحہ و دیگر اسباب و آلات محاربہ و مقاتلہ در نظر نذر آنحضرت گذاشتہ۔ جملہ اہل و عیال و اولاد و اطفال و سائر نساء و عورات را در تنہ یک یک جامہ کہ جہت ستر عورت کافی باشد ازاں خانہا بدر آمدند و جملہ آں مواضع با عمارات و بیوتات و اراضی و عقار و باغ و باغات و اشیاء و املاک و اسباب و اموال با نحضرت تسلیم و تفویض نمود و قبولیہ آں را برجان و دل خود

منت نہاد" ۳۸ء

میر شمس الدین عراقی نے ملک موسیٰ رینہ کے تحائف و ہدایا جن میں اراضی، مکانات، جواہرات اور زیورات وغیرہ شامل تھے۔ قبول کیے اور پھر موسم بہار میں ۹۰۲ھ ہجری مطابق ۱۴۹۶ء میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ قاضی محمد قدسی نے تاریخ کہی ؎

چوں بتائید کردگار علیؑ ۔۔۔ حیِّ قادر حکیم لم یزلی
نور بخشِ قلوبِ اہل صفا ۔۔۔ ہادیِ سالکانِ راہ ھدیٰ
قاسمِ فیض و واہبِ توفیق ۔۔۔ رہنمائے معارجِ تحقیق
طلعت افروز شمس دینِ نبیؐ ۔۔۔ شمسہ افرازِ کاخ مطلبی
در بلادِ ممالکِ کشمیر ۔۔۔ حرست عن طوارق اللہ میر
غوث اعظم امام روئے زمیں ۔۔۔ قطبِ آفاق شیخ شمس الدین
پرتو شمع نور بخش افروخت ۔۔۔ دیدۂ حاسدانِ منکر سوخت
ہمت ایں بزرگ صاحبِ غیر ۔۔۔ فی الحقیقت بغیر منتِ غیر
خانقاہے چناں عمارت کرد ۔۔۔ کہ فرشتہ درو زیارت کرد
بر درش نوشتہ روح الامین ۔۔۔ سالِ تاریخ "کاشفِ اثنین"

۹۰۲ ہجری

بر درِ ایں مقام ہمچو بہشت
خر داللہ ذوالبقاء نوشت ۳۹ھ

ملک موسیٰ رینہ اپنی ساری املاک و جائداد میر شمس عراقی کو نذر کر کے آروٹ (تاشوان) میں قیام پذیر ہوئے۔ میر خود درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ملا سلمان، ملا حاجی علی سلاّ یزید، حضرت بابا علیؒ، مولانا محمد امام، مولانا نصرت، مولانا سید، مولانا جمال، مولانا خلیل اللہ، مولانا قاضی محمد قدسی مولانا عثمان گنائیؒ، مولانا سیف اور مولانا عبدالرحمٰن قابل ذکر ہیں زڈی بل میں وارد ہوئے۔ میر عراقی اپنی مخدرات، اولاد اور سامان وغیرہ کے ساتھ ملک موسیٰ رینہ کے گھر میں اتر گئے۔ درویشوں نے خواہش ظاہر کی کہ ان کے اہل و عیال کے ٹھہرنے کے لیے انتظام کیا جائے۔ انھوں نے ملک مذکور کی املاک سے ایک سرائے ان کے حوالے کر دی۔ درویشوں نے اس پر چھپر ڈال دیا۔ بعضوں نے خس پوش

کی چاردیواری بنائی اور اس میں رہنے لگے۔ خود میر عراقی خانقاہ کی تعمیر میں معروف رہے۔

ملک موسیٰ رینہ اور دوسرے مریدوں نے مشورہ دیا کہ ضلع بارہمولہ میں صنوبر کے بلند و بالا درخت ہیں اور وہ خانقاہ میں لکڑی کے طور پر موزوں رہیں گے۔ اس زمانے میں دیودار کا درخت کوئی نہیں کاٹتا تھا۔ درخت کا کیا ذکر کوئی اس کی شاخ بھی نہیں توڑ سکتا تھا۔ کامراج بارہمولہ میں ایک مشہور و معروف بتخانہ تھا۔ اسے کشمیری میں مہاسن کہتے تھے۔ مہاسن کی وجہ سے لوگ دیودار درختوں کو متبرک سمجھتے تھے۔ یہ زمانہ سلطان محمد شاہ کا تھا۔ ان کے وزیر اعظم سید محمد بیہقی تھے۔ میر سید محمد کو کشمیری میں سیاں محمد کہتے تھے۔ ملک موسیٰ رینہ زمیں اعظم تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے مہاسن مسمار کرنے کی اجازت حاصل کی تاکہ اس کے مصالحے سے خانقاہ کی تعمیر ہو سکے۔ میر شمس الدین عراقی کے علاوہ بابا علی اور دوسرے صوفی اور درویش کامراج گئے۔ تخریب مہاسن اور قطع اشجار کے ارادے سے وہاں قیام کیا۔ مہاسن اتنا پرانا تھا کہ سن دراز لوگوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کب اور کس زمانے میں بنا تھا۔ میر عراقی سب سے پہلے اس کے انہدام کی طرف متوجہ ہوئے۔ انھوں نے عمارت کو نذر آتش کیا۔ اس کے بعد اس کے بڑے بڑے پتھروں کو اس لیے ریزہ ریزہ کیا کہ ان میں بطرز بت اعضا کی صورت باقی نہ رہے۔ پھر درخت کاٹے۔ جب یہ کاٹے جا رہے تھے تو بڑے بڑے اڑنے والے جانور بے حد و حساب دوسرے جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگے۔ ان میں کچھ شیروں کے برابر تھے۔ اور کچھ ان سے چھوٹے۔ یہاں میر عراقی خیمہ زن ہوئے اور تمام درخت اپنی موجودگی اور نگرانی میں کٹوائے کچھ دنوں کے بعد انھوں نے بابا علی اور دوسرے صوفیوں کو وہاں چھوڑا تاکہ لکڑی کاٹنے کا کام بخوبی انجام دیں۔ اور خود درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ زڈی بل لوٹے۔ یہاں خانقاہ تعمیر ہو رہی تھی۔ ادھر بابا علی نے ایک آدھ مہینے میں تمام لکڑی کٹوا دی۔ پھر سری نگر سے امیر شمس عراقی صوفیوں کے ہمراہ مہاسن گئے۔ انھوں نے لکڑی کو دریا کے کنارے جمع کیا تاکہ سوکھ جائے۔ اتنے میں جاڑا آ گیا اور انھوں نے وہیں قیام کیا۔ آخر کار آغاز بہار میں لکڑی کو زڈی بل پہنچا دیا۔ زڈی بل جانے سے قبل مہاسن کی جگہ مسجد تعمیر کرائی۔ اس کے مصرف کے لیے بادشاہِ وقت نے چند خروار زمین مخصوص کرائی۔ نماز پنجگانہ کے لیے وہاں مؤذن بھی مقرر کیا[۳۹]

اول اول جب سید محمد بیہقی وزیر اعظم نے دیکھا کہ یہاں امیر شمس عراقی ہر دلعزیز ہو رہے ہیں اور لوگ جوق در جوق ان کے مرید ہو رہے ہیں اور مشہور و معروف امرائے کشمیر ملکانِ چاڈورہ کے علاوہ صوفیائے کرام ان کے پڑانے ہو رہے ہیں تو وہ بھی ان کی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ جب یہ حال

ملاؤں نے دیکھا کہ کشمیر کے امرا، روسا، علما، صوفیہ اور دوسرے مشائخ امیر عراقی کے مذہب امامیہ کی پیروی کرنے لگے تو انھوں نے شور و غوغا بلند کیا اور ان کے خلاف سید محمد بیہقی کے کان بھر دیے۔ ان ملاؤں میں بابا اسماعیل پیش پیش تھے۔ انھیں یہ خوف لاحق ہوگیا کہ یہاں کے سلاطین و امرا میر عراقی کے مریدوں میں شامل ہو رہے ہیں تو پھر ایسے عالم میں ہمیں کون پوچھے گا۔ اس لیے انھوں نے مخالفت پر کمر باندھی۔ انھوں نے وزیر موصوف کو خانقاہ زڈی بل کی تعمیر سے روکنا چاہا تھا لیکن اس میں انھیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ خانقاہ کی تعمیر میں اس وقت کشمیر کے سب سے بڑے صاحب اقتدار اور میر عراقی کے مرید خاص ملک موسیٰ رینہ کا ہاتھ تھا۔ اگرچہ سید محمد وزیر اعظم نے ملاؤں اور دوسرے لوگوں کے دباؤ کے تحت خانقاہ زڈی بل کی تعمیر کی ممانعت نہیں کی تھی تاہم ان کا دل میر شمس عراقی کے بارے میں بعد میں صاف نہیں تھا اس کی وجہ خاص یہ تھی کہ بیہقی صاحب ان کی بڑی صاحبزادی حضرت بی بی آغا سے خواستگاری کرنا چاہتے تھے۔ جب اس کی اطلاع حضرت امیر شمس عراقی کو ہوئی تو انھوں نے زوردار الفاظ میں ان کی درخواست کو رد کیا۔ لوگوں نے بیہقی کی سیادت کا بھی واسطہ دیا تھا۔ اس پر انھوں نے کہا کہ وہ فاسق و فاجر ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"کسیکہ مرتکب کبائر و مدمن خمر و معلن فسوق و فجور بودہ باشد ہرگز دل من باو مائل نمی شود اگرچہ سید رضوی باشد۔ و دیگر خاطر من از مواصلت سلاطین و حکام و موانست ارباب دولت و اہل دنیا بسیار متنفر و متنجب است۔ ہرگز این سخن قبول نمی کنم"[40]

جب امیر شمس عراقی کے انکار کی خبر وزیر بیہقی کو پہنچی۔ تو وہ طاقت کے بل پر انھیں ڈرانے دھمکانے لگے اور ان پر طرح طرح کی سختیاں کرنے لگے۔ آخر کار ملا فاضل رومی، حضرت بابا علی اور مؤلف تحفۃ الاحباب کے والد ملا جمال الدین کے مشورہ سے میر عراقی کی صاحبزادی کا عقد مولانا شیخ عبدالسلام رومی سے ہوا۔ موصوف ان دنوں کشمیر میں ہی مقیم تھے۔ کچھ دنوں کے بعد مولانا شیخ عبدالسلام کو پاٹہ واد تحصیل بڈگام میں آباد کیا۔ اور پھر یہ گاؤں اخراجات کے لیے بی بی آغا کے نام ہبہ کیا۔

جب یہ خبر سید محمد کو ملی کہ بی بی آغا کا نکاح شیخ عبدالسلام کے ساتھ ہوا تو ان کے دل میں کینہ و حسد کی آگ بھڑکنے لگی۔ اپنے ہمنواؤں نے ان سے کہا کہ امیر شمس عراقی نے آپ کے ساتھ انکار شادی کرکے آپ کو ذلیل و رسوا کیا۔ اس طرح ان کے دل میں نفرت پیدا کی۔

انھی ایام میں ایک دن امیر شمس عراقی کوہ ماراں (ہاری پربت) کی طرف جا رہے تھے کہ راستے

مین بہقی وزیر کا دیوان گھوڑے پر جا رہا تھا۔ اس نے امیر شمس کو سلام نہیں کیا۔ اس پر انھوں نے دیوان کو خوب زدوکوب کیا۔ اور نتیجے میں وہ خانقاہِ زڈی بل کی تعمیر ادھوری چھوڑ کر ۹۰۷ھ ہجری مطابق ۱۵۰۱ء میں لداخ چلے گئے۔ یہاں اشاعت اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑا۔ وہاں کے راجاؤں، امرا اور عوام غرضیکہ ذرّہ ذرّہ کو مشرف بہ اسلام کیا۔ لداخ میں دو ماہ تک قیام فرمایا تھا۔ ملک موسیٰ رینہ وزیر اعظم سید محمد کے نامعقول طرز عمل سے سخت ناراض ہوئے جس کے تحت امیر شمس عراقی کو لداخ جانا پڑا تھا۔ یہ ناراضگی اتنی شدت اختیار کر گئی کہ آخر کار سید محمد کے قتل اور سلطان محمد شاہ کے زوال اور شکست کا باعث ہوئی۔ اور زمام حکومت ملک موسیٰ رینہ کے ہاتھ آئی اس واقعہ کو مصنف تحفۃ الاحباب نے تفصیل سے پیش کیا ہے۔

"چوں خبر ایں مناکحہ و ازدواج آنحضرت بمیاں محمد (سید محمد بہقی) رسانیدند، کینہ و کدورت ایں امر در دل و ضمیر او متمکن و مستحکم نشست و روز بروز مردم مخالف را عادی ایقاد نائرہ حقد و حسد او می نمودند و می گفتند کہ ایں مرد از نسبت مصاہرت شما ننگ و عار داشتہ و حرمت تمکین و اقتدار شما برابر مسافر بے نوائی نہ گرفتہ و با وجود ایں حال روزے آنحضرت بباغ و پالیز دامنہ کوہِ ماراں می رفتند۔ کہ ناگاہ سوارے ملبس از مقابلہ می آمد۔ و چوں نزدیک رسید آنحضرت را سلام نہ کرد و ہیچ تعظیم و تواضع ہم نہ نمود۔ آنحضرت از سبب ناکردن سلامِ او پرسید۔ صوفیان کہ ہمراہِ سید بودند گفتند کہ یا حضرت! ایں سوار مسلمان نیست بلکہ کافر زنّار دار است۔ آنحضرت پرسیدند کہ اگر کافر است چرا مانند مسلمانان بر سرِ زمین سوارہ می رود و لباس و کسوت او ہیچ فرقے با مسلمانان نہ دارند گفتند یا حضرت! او ے عملدار و صاحبِ دیوان حاکمِ وقت میاں محمد است و بہ حمایتِ وے ایں ہمہ غرّہ گیہا دارد۔ آنحضرت فرمودند کہ او را بگیرید و از اسپ فرود آرید صوفیان او را از اسپ فرود آوردند و آنحضرت او را بر زمین خوابانیدہ چنداں چوبہا زدند کہ از حیات خود مایوس گشت و ہمچناں او را رہا کردہ، آنحضرت پالیز کوہ ماراں رفتند و چوں آں کافر دیوانے باآں حال پیش میاں محمد رسید ایں امر علاوہ آتش حقد و حسد و موقد نائرہ بغض و تعصب او گشتہ و دودِ غضب و ظلام قہر از فلکِ دماغش در گزشتہ و باعوان ظلمہ خود حکم نمود کہ بخانہ میر شمس بروید۔ و بغیر از زناں و کودکاں ہر مردے کہ

درآنجا می بایید بربستہ بدرِ خانۂ من حاضر سازید ۔ چون محصلانِ ظلمہ درحویلی آنحضرت درآمدند ۔ باغوانے کہ در باغہائے آنحضرت بکار مشغول بودند مثل صوفی داؤد و صوفی جنید ونو نو صوفی و باغبانان دیگر ہم گرفتند و در مطبخ طعامہا اشتغال داشتند ہمہ را بدیوان مظالم او رسانیدند ۔ و ہر کدام ایشان را زیر چوبہا کشیدہ و بسیار تازیانہا زدہ و جفائے بے نہایت نمودہ ۔ در کندہ بند انداختند ۔

چون این خبر ناخوش بآنحضرت رسانیدند آنحضرت کار وہم پالیز گذاشتہ بدرِ خانۂ وے فرستادند ۔ کہ صوفیانِ ما چہ گناہ دارند کہ ایشان را چندین جفا کردہ بند و کندہ انداختید ۔ وے جواب فرستاد کہ انتوئے ما چہ گناہ داشت کہ او را بے تقریب کشتید ۔ آنحضرت فرمود کہ دیوانِ شما را بحکم شرعِ مصطفویؐ تادیب نمودم ۔ جہتِ آنکہ وے بکسوتِ لباسے کہ کافران در شریعت رسول اللہ جائز نہ داشتند ۔ پیشِ ما آمدہ ازآن سبب او را ادب کردم ۔ و احتساب نمودم و صوفیانِ ما ہیچ گناہی نہ دارند ۔ میاں محمد از سر غضب گفت کہ ما حاکم این مملکت و والی این شہریم و ما شما را محتسب نہ ساختیم و کسے دیگر ہم بشما اجازتِ احتساب نہ کردہ شما چرا بے تقریب مردم را احتساب می کنید ۔

آنحضرت ہم از سرِ عزت فرمودند ۔ کہ مرا حضرت شاہ قاسم ولایت پناہ جہت ہدایت و ارشاد بندگانِ خدا درین ممالک فرستادند ۔ اگر مرا از ارشاد خلائق و ہدایت عباد اللہ مانع و مزاحم می شوی تا ما دام کہ حکومت و ایالت تو درین مملکت نافذ و جاری باشد من در ولایت تو نمی باشم ۔ مرا خط راہ بجانب تبت بدہید تا من در حکومت تو در بلاد تبت باشم ۔ و این میاں محمد بسبب نخوت امورِ دنیائے دنی و کثرتِ غرور جہان فانی چنان متکبر و غرہ شدہ بود کہ ہیچ اندیشہ از شکستن دلہائے درویشان و کسرِ قلوب صاحب دلان نہ کردہ و فرمودۂ بزرگان ہیچ ملاحظہ نہ نمودہ ؎

تا دل صاحب دلی نامد بدرد ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

بعد از روزے چند اسبابِ سفر مرتب ساختہ و استعدادِ تبت بہم رسانیدہ و کار خانقاہ نیم کارگذاشتہ متوجہ ولایتِ تبت شدند و قریب پنجاہ شصت صوفی ہمراہ خود گرفتند و حضرت بابا و سائر درویشان ہمراہ ساختہ درین جا ہا داشتند تا در خانقاہِ آنحضرت

خمس اوقات در ادائے صلوات اقامت جماعت نمائید و در صباح و رواح بوظائف
اوراد مواظبت کنند و بکارِ مهمات عمارت و اتمام در و دریچهائے خانقاه مشغول باشند۔
و چون آنحضرت بولایتِ تبت نزدیک رسیدند۔ رایان کرد و جماعت کثیر همراه گرفته
باستقبال و پیشوائی آنحضرت آمدند و در آں اوقات در ممالک تبت هیچ آثارِ دین و
ملت نبوده و هیچ کس از احکام اسلام و شریعت سید انام خبر نه داشته و تمام اهل آں
ممالک و اربابِ آں دیار یا کافر بودند یا منافق فجار و کسے در آنجاها دردِ دین و دغدغهٔ
مسلمانی نه داشته و در تمام قلعها و بقاع آں ممالک بتخانهائے بزرگ معمور بوده و
اوثان و اصنام را معبودِ خود دانسته می پرستیدند و چون قدم مبارک آنحضرت در
آنجاها رسید از برکت قدوم میمنت تشریف زبدة المحققین جمله رایان و خواقین و ملوک و
سلاطین و سائر رعایا و دهاقین و اهالی آں سرزمین بشرف اسلام و توقیع ایمان مشرف شدند۔
آنحضرت درویشان و صوفیانِ خود را فرمودند تا هر کجا که بتخانه و معبد کفره بود
تمام آنها ویران کردند و خراب و منهدم ساختند و بجائے بتخانه ها و بیوتِ اصنام بنائے
مسجد و صوامع اسلام عمارت نمودند ... ... و قلوب اهل آں دیار و دلهائے مقیمانِ
آں اقطار بانوارِ محبتِ اهل بیتِ رسول مختار و ضیائے محبت آل و اولاد حیدر کرار
روشن و منور گشتند۔ آنحضرت مدت دو ماه در آں نواحی و حدود سیر و گشت فرمود۔
جمله رایان و خوخانانی که صاحب قلعهائے بزرگ بودند۔ یکے از ایشان صد توله طلا در
طبقے سیمین یا کاسهٔ نقره نذر آنحضرت آوردند۔ و باقی وزراء و امرا و خواقین هر کدام
از ایشان چهل چهل و پنجاه پنجاه توله زر نذر آنحضرت نمودند و عوراتِ نساء حکام و سلاطین
هم چنیں حل و حمایلهائے خود نذر و هدیهٔ آنحضرت ساختند و عامه رعایا و کافهٔ برایا هر
کدام ایشان بقدر حالِ خود زرها و طلاها پیش آنحضرت آوردند۔ از زبانِ پدر بزرگوار
بکراتِ استماع نموده شد که جملهٔ آنچه از نقود سرخ و سفید پیش آنحضرت جمع شده بود
بما سپردند و آں همه از تبت تا به کشمیر بلکه تمام خرچ و صرف آں بحوالهٔ من بود۔
آں را قریب ششش ترک تخمیناً قیاس می کردیم که نصف آں همه زر و طلا بود و نصفش
نقره و سیم و هر آنچه از شالها و جامها پیش آنحضرت جمع شده بود جمله آں را بعضے بصوفیان

کہ ہمراہ آنحضرت بودند بخشش نمودند و بعضے بدرویشان و فقراء آں دیار بخشیدند و درآں اوقات کہ آنحضرت متوجہ سیر و سفر تبت شدہ بود میاں محمد بعناد و تعصب آنکہ آمدن من بجانۂ خود قبول نمود و تولیتِ خانقاہِ ہمدانیہ و شیخی آں بقعۂ شریفہ از ملازمان آنحضرت منع فرمود۔ از تصرفاتِ محصلان آنحضرت بدر کشیدہ بود۔ و ایں ملک موسیٰ رینہ بواسطۂ کمال ارادت و غایت اخلاصی کہ بہ حضرت امیر شمس الدین محمد قدس سرہٗ داشت از موافقت و مصاحبت میاں محمد متنفر و دلگیر گشت و از غیرتِ دین و حمیّتِ اسلام درصدد مخالفت و عداوتِ او افتاد و درآں وقت سلطان فتح شاہ و بعضے از ملوک کشمیر در کوہستان ہند بودند۔ و ملک موسیٰ کسے از خود بہ پنہانی پیش ایشان فرستاد و با ایشان عہد و پیمان خود بہ سوگندہائے غلاظ و قسمہائے شداد مؤکد و مستحکم ساخت کہ شما در کشمیر درآیند و من با شما متفق و موافق می شوم۔ چوں ایشان از راہ ہیرہ پور بکشمیر درآمدند۔ ملک موسیٰ از جاڈورہ گریختہ با ایشان پیوست و میاں محمد سلطان محمد شاہ ہمراہ گرفتہ بمقابلۂ ایشان رفتند۔ و در موضع زَوَر و نشستند و بعد از روزے چند میاں محمد از آنجا برخاستہ بر سر ایشان رفت و نزدیک ہیرہ پور بیک موضع میان ایشان محاربہ و مقاتلہ واقع شد۔ و دوران جنگ میاں محمد کشتہ شد و سلطان محمد شاہ مغلوب و منہزم شدہ بطرف ہندوستان رفت و سلطان فتح شاہ پادشاہ ایں ممالک گشت و زمام حکومت و وزارت بدست اختیار ملک موسیٰ رسید"[۴۱]

سید محمد بیہقی کے بعد شمس چک کپوارہ وزیر اعظم ہوئے تھے۔ ان کا بھی وہی حشر ہوا جو ان سے قبل سید محمد کا ہوا تھا یعنی یہ بھی ملک موسیٰ رینہ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اس طرح ۹۰۷ھ ہجری میں ملک موسیٰ رینہ جب وزیر اعظم ہوئے تو انھوں نے سب سے پہلے میر شمس عراقی کے خلیفہ بابا علی سے کہا کہ وہ دو تین تیز گام صوفیوں کو فوراً اسکردو میں ان کے پاس بھیج دیں اور انھیں تازہ صورت حال سے آگاہ کر کے جانب کشمیر متوجہ کریں۔ بابا نے ایک درویش ملّا جوہر کو سامانِ سفر اور چند صوفیوں کے ہمراہ لداخ (اسکردو) بھیجا۔ میر شمس عراقی اسبابِ سفر مرتب کر کے لداخ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں کھیری وَجَہ کے مقام پر چند کشمیریوں نے انھیں قتلِ سید محمد کی اطلاع دی جونہی انھوں نے سید محمد کی شنائی سنی تو لاٹھیوں سے انھیں خوب خورد و خام کیا۔ اور فرمایا کہ تو نے یہ بری خبر مجھے کیوں سنائی[۴۲] یہ واقعہ

بہارستان شاہی میں قدرے تفصیل سے درج ہے اور یہ ہے:-

" وبعد از وقوع ایں واقعہ یکے از مریدان میر شمس الدین خبر کشتن میر محمد در ملازمت ایشان اظہار نمود کہ دشمن شما کہ از ملک کشمیر آنحضرت را اخراج ساختہ بہ تبت فرستادہ بود۔ آں را مریدانِ آنحضرت روز سیاہ در پیش آوردہ بقتل رسانیدند۔ پیدا است کہ از تسامع ایں اخبار فرحناک خواہد شد چوں میر شمس الدین مرد موحد و مجیب الدعوات بود۔ رسانندۂ ایں خبر را تہ شلاق داد و خود از روئے تاسف و حسرت متالم دا را فسوس می خورد و می گفت ؎

او نیز گذشت ازیں گزرگاہ آں کیست کہ نگزرد ازیں راہ

کہ حیف آں چشمۂ حیات کہ منبع رشحاتِ جود و جلال بود بخاشاک چاہِ مکدر و اہلاک مستتر شد۔ آب در دیدہ کناں فاتحہ جہت رستگاری ایشان خواند۔ و دعائے خیر فرزندانِ ایشان و آبادانی محلہ مرحوم میر محمد از درگاہ واہب آلاطلب نمود و بواسطہ دم کرم میر شمس الدین درعرض چند سال آبادانی و معموری درآں مکان بسیار شد " [۴۳]

تبت کی واپسی اور تکمیل خانقاہ زڈی بل

سید امیر شمس الدین محمد عراقی جب سفر تبت سے واپس تشریف لائے تو کشمیر کے سلاطین، امرا، حکام اور وزرائے ان کا گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔ اور انھیں بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ زڈی بل میں اتارا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ ناتمام خانقاہ کی طرف پھر متوجہ ہوئے۔ اور ایسی پرشکوہ اور وسیع خانقاہ تعمیر کی جس کی نظیر روئے زمین پر نہیں تھی۔ اس کے ساتھ ایک حمام بھی بنایا تھا جو فنِ تعمیر کا ایک اعجوبہ تھا۔ یہ حمام بغیر لکڑی جلائے گرم رہتا تھا۔ خانقاہ کی زمین دور دور تک پھیلی تھی۔ اس کے ارد گرد ایک مضبوط حصار بھی بنائی گئی تھی۔ ایک قلمی کتاب تحفۃ المناظر میں خانقاہ کے بارے میں درج ہے:-

" در محلہ شریف زڈی بل کہ مطالع و مطاف وضیع و شریف است۔ عبادت خانہ و خانقاہے سہ طبقہ طرح فرمودند۔ و بنا ساختند کہ طول و عرض آں بست [۴۴] و ہفت ذرع کردہ اند۔ اعتماد سقف ہمہ بر جدار آں بود۔ و بلندی طبقۂ اولیٰ دہ ذرع و طبقۂ ثانی ہشت ذرع است و درگاہے معلّی و خانقاہے چناں طرح فرمودہ اند کہ دیدۂ روزگار در ربع مسکون مثلش و نظیرش نیافتہ و ہوائے و مکانے دلکش داشت و در طرف شمالے و

شرقی بیابانی ناہموار بود کہ آں را برابر ساختہ۔ صحنِ آستانہ شریف فرمودند۔ کہ الحال معروف بہ مرگِ بل و ازیں مکان تا نزد بانِ آستانہ کہ سہ دروازہ و سہ مکان و سہ ڈیوڑھی طرح شدہ بود کہ ہر یکے مسمی بہ اسمی معین شدہ بود۔ یکے را باب الطریقہ دوم باب الشریعت سوم باب السلام می گفتند و در گرد زڈی بل حصن حصین بنا فرمودہ اند و حمامے کہ در تمام سال گرم می شد احتیاج بہ ہیمہ نداشت چنانچہ در سلک نظم کشیدہ است ؎

چہ خوش سیدے بود عالی تبار زآباؤ اجداد خود یادگار
زایران بکشمیر آورد رُو ہزار آفریں باد بر خلق او
بسے بود در وے علوم غریب نمودہ ازآں کارہائے عجیب
حمامے بحکمت نمودہ بناز و لے سوئے ہیزم نبودش نیاز
بُدہ گرم بے ہیمہ از حکمتش شنیدم کہ سازد خدا رحمتش
بگردِ زڈی بل نمودہ حصار درآں دُژدو در ساختہ استوار

خانقاہ پہنچنے تک تین بڑے دروازے (پھاٹک) تھے۔ (۱) باب الطریقت، (۲) باب الشریعت (۳) باب السلام۔ تحفۃ الاحباب میں خانقاہ کی تفصیلات درج ہیں۔ ذیل میں اقتباسات درج کیے جاتے ہیں تاکہ اس آثارِ قدیمہ کے بارے میں واقفیت معلوم ہو سکے۔

"چوں آنحضرت بہ بقعۂ شریفہ رسیدند۔ بعد از روزے چند باسباب اتمامِ خانقاہ و سر انجام مہامِ آں بقعۂ ولایت پناہ مشغول شدند و بعد از مراجعت از تبت ایوان غربی خانقاہ برآوردند۔ و بعد از اتمام خانقاہ مشغول بفرش حریم آں بقعۂ دیں پناہ شدند۔ وآں را از جوانب و اطراف سنگ بستہا نمودند کہ ارتفاع آں ہمہ قریب دہ دوازدہ گز باشد و سطح حریم از ہر چہار جانب خانقاہ بہ سنگہائے ہموار مسطح و مفرش ساختند۔ بر اطراف زاویہا و گوشہ ہائے حریم عمارتہا دلپسند و چوتریہائے مقبول بنا ساختند و طرح آں موضع شریف چناں افتاد کہ از جانبِ شرقی و جنوبی و غربی آں موضع تمام محاط و محوی بود۔ و آب صاف نزدیک بسنگ بستہائے حریم آب رسید و از طرف شمال پیوستہ است۔ بباغات و ضیاع مردم کہ دروازہ ہائے ثلثہ آں بقعۂ شریفہ از آنجناب است۔ و در اوائل ایام آنحضرت جملہ صوفیان و مخلصانِ خود را بجانب شمالِ خانقاہ یک باغ حوالہ کردہ بودند بحکم

آنحضرت در آں باغ کلبہ ہائے مختصر و خانہائے یک طبقہ بنا کردہ متوطن و مقیم می بودند۔
و بعد از چند گاہ آنحضرت خواستند کہ حوالیِ خانقاہ چند باغے سازند۔ صوفیان و مخلصان
خود را فرمودند تا از ایں جا بر خواستہ بیرون دروازۂ اول باغہا و اقطاع زمین گرفتند
بعضے بطریق بیع و شری و بعضے بسبیل ہبہ و عطایا زمینہا را مالک و متصرف شدند و برائے
توطن و اقامت خانہائے و عمارتہا بنا نہادند۔ آنحضرت پارۂ زمین بیرونِ دروازۂ اول
کہ آں را باب الشریعت می گویند۔

برائے موقف مراکب و اسپہائے سواران بے عمارت گذاشتند و صوفیان خود را
فرمودند کہ گرد اگرد ایں زمین خانہا عمارت کنند و ہیچ کس دریں قطعہ زمین تصرف خاص
نکنند کہ آں را حریم دروازۂ خود ساختم۔ تا عامہ سواراں و کافہ راکبان اسپہا و مراکب
خود دریں جا نہند و رہگذر صوفیان بجانب خانقاہ ازیں جا باشد و در آں وقت آں
زمینِ ناہموار بود و بسیار پست و بلندی داشت و آنحضرت جملہ بلندیہائے آں برداشتہ
در پہلوئے دروازۂ مشرقی کنارۂ کولاب باغ ساختند و زمین آں را از آب بر آوردند و
اشجار بسیار و درختہائے میوہ دار دراں باغ نہال کردند و حریم دروازہ را ہموار و مسطح
ساختہ گذاشتند و ارباب ارادت و اہل اخلاص کہ بزیارت و ملاقات آنحضرت می
آمدند۔ از ہماں دروازہ شریعت از مرکب فرود آمدہ تا بہ حریم خانقاہ پیادہ می رفتند
و سلاطین و حکام و اکابر و امراء عظام از اں دروازہ تا بباب الطریقت سوارہ می در
آمدند و حاجب و دربان ایں دروازۂ دوم باد صبا بود و آنحضرت بیرون دروازہ
دوم کہ آں را باب الطریقت می گفتند۔ پارۂ زمینے کشادہ گذاشتند۔ جہت حریم
آں دروازہ تا بعضے از ملوک و سلاطین و امرائے خاص کہ تا آں دروازہ سوار آیند
از اں دروازہ فرود آمدہ اسپہا و مراکب خود ہمانجا وارند و در زمانِ آنحضرت ہیچ
کس از ملوک و سلاطین و حکام و خواتین اسپ خود از اں دروازہ نمی توانست در آورد و
سر حد رکوب سواراں ہماں دروازۂ طریقت می بود و از آنجا از مرکب فرود آمد۔ پائے
ارادت و قدم اخلاص بہ تعظیم و حرمتِ تمام دروازہ می نہادند و آنحضرت ہمچنیں درون
دروازہ پارۂ زمیں کشادہ بے عمارت گذاشتند برائے آنکہ آنحضرت گاہ گاہ بر سر آں

دروازہ می نشستند و مردمان را ارد با دشاہی پا قسمت می کردند۔ و موقف مردم و محل ایستادن صوفیان ہمانجا می بود و حضرت شیخ دانیال ہمیشہ بر دہلیزان دروازہ می نشست و مردم اکابر کہ پیش آنحضرت می بودند۔ بر صفہائے دیگر نشستند و بایشان مکالمات و محاورات می فرمود۔ و حضرت امیر شمس الدین محمد گاہ گاہ بو دروازۂ شریعت ہم برآمدہ می نشستند۔

از زبان مبارک پدر بزرگوار بسیار با استماع نمودہ شد کہ آنحضرت بارہا فرمودند کہ ہر مومن مخلصے کہ خانقاہ ما را ہفت طواف بجا آورد۔ گویا کہ طواف بیت اللہ الحرام بجا آوردہ باشد و عنداللہ برابر طواف نا لمہ مکۂ معظمہ ثواب خواہد یافت۔

نقل است کہ صوفی بود از صوفیانِ آنحضرت را در اراد خدمہ زیارت بیت اللہ پیدا شدہ و برائے زاد راہ و خرجیاتِ سفر خود پارۂ زر جمع کردہ پیش آنحضرت آمدہ۔ رخصت و اجازت طلبید۔ آنحضرت فرمود کہ برائے زاد و خرچی راہ چیزے داری گفت۔ ایں قدر مبلغ زر برائے خرچی راہ جمع دارم۔ آنحضرت فرمود کہ بردآں زرہا را پیش من بیار۔ آں صوفی چوں مخلص خاص و مرید با اخلاص بود۔ فی الحال رفتہ و آں زرہا را پیش نظر آنحضرت حاضر ساخت و آنحضرت فرمود کہ ایں زرہا پیش من بنہ و ہر روز خانقاہ ما را ہفت طواف بکن۔ کہ خدائے تعالیٰ ترا ہر روز ثواب بیت اللہ خواہد داد۔ در دیوانِ اعمالِ تو ہر روز یک یک حجے ثبت خواہد کرد۔ و ایں سخن آنحضرت بعینہٖ سخن حضرت بایزید بسطامی است کہ در کتاب مسطور و مشہور است۔" ۴۴

امیر شمس عراقی نے خانقاہ زڈی بل عجوبۂ روزگار بنائی تھی۔ اتنی بڑی اور بلند و بالا عمارت بغیر ستون کے کھڑی تھی۔ یہ پرشکوہ اور عظیم الشان خانقاہ ملک موسی رینہ کے عہد حکومت میں "خانقاہِ نوربخشیہ" کے نام سے بڑے احترام و اعزاز کے ساتھ ۹۰۹ھ ہجری مطابق ۱۵۰۳ء میں مکمل ہوئی تھی۔ مولانا کمال الدین گنائی جو اپنے زمانے میں ایک مشہور منجم تھے۔ انھوں نے خانقاہ کی تاریخ اتمام لفظ "شیخ" کہی جس سے ۹۱۰ہجری مطابق ۱۵۰۴ء کا سال برآمد ہوتا ہے۔ خانقاہ کی کیفیت تحفۃ الاحباب میں درج ذیل الفاظ میں درج ہے:۔

" تمام ایں عمارت بایں ہمہ عظمت بے ستون برآوردند و استحکام ایں قدر عمارت و اعتماد سقفہا و بام آں ہمہ بر جدار ہا و دیوار ہائے آں عمارت ست۔ و ہیچ ستونے و

عمادے در ہر طبقہ آں نہ نہادند۔ والحق خانقاہے معمور ساختند، بکمال نورانیت وتمام صفا وصومعہ بنا نہادند۔ در غایت روشنی ونہایت ہوا کہ مسافرے وآیندہ کہ در آنجا می درآید بدیدنِ نور وصفائی آں صومعۂ روح افزا مبتہج ومسرور می شد۔ وتماشائے ہوائے آں بقعہ دلکشا خرم وخوشحال می گشت ومردم از اقطار واکناف واز جوانب واطراف می آمدند۔ وآں خانقاہِ منور را می دیدند۔ می گفتند کہ چندیں بلاد وامصار کہ گشتیم وتمام ممالک ودیار کہ مسافرت نمودیم، ہیچ جا عمارتے بایں روشنی وہوا وخانقاہے بایں نور وصفا نہ دیدیم وحضرت امیر شمس الدین محمد قدس سرہٗ آن را بہ خانقاہِ نوربخشیہ موسوم ساختند ومردم اقطار واجانب می گفتند کہ بمجرد تماشا ودیدن ایں منزل منور معلوم ومفہوم می شود کہ خانقاہِ نوربخش، وابتدائے بنائے آں بقعۂ متبرکہ در سال نہصد ونہم ہجری واقع بود، چنانچہ بر پیشانی دروازہ آں خانقاہ ملائک پناہ ایں عبارتِ سعادت آثار نوشتہ بودند کہ

بنیتِ ھذہ البقعۃ الموسومۃ المتبرکۃ
الشریفۃ الشمسیّۃ النّوربخشیۃ فی التاریخ سنۃ
تسع وتسعمائۃ من الھجرۃ النّبویہ علیہ الصلوٰۃ والتحیّۃ

ودر سالِ دوم کہ دہم ہجری باشد بانجام رسید وآں منزل شریف با تمام انجامید وطالب راہِ خدائی مولانا کمال الدین محمد گنائی کہ پدر میر حسین منجم بود در سال اتمام ایں خانقاہِ متبرکہ لفظ "بشیخ" (سنہ ۹۱۰ھ) تاریخ یافتہ وایں قطعۂ منظوم کہ بر سر دروازہ حقیقت آں بقعۂ شریفہ تحریر یافتہ است از نتائج طبع لطیف اوست وقطعۂ ایں است وللہ در قائلہ؎

بترتیبِ عمارت خانقاہ نوربخشیہ	مرتب شد زحسنِ اہتمام مرشدِ دانا
دلے مقتدائے شیخ المشائخ میر شمس الدین	کہ روشن ساخت فیض نوربخش دیدۂ دلہا
اگر خواہی کہ معلومت شود تاریخ ایں منزل	بکن از شیخ استفسار تاریخ بنائش را ۹۱۰ھ

سنہ ۹۱۰ ہجری

جب خانقاہ زڈی بل مکمل ہوئی تو میر شمس عراقیؒ مولانا جمال، مولانا سلمان، مولانا عثمان، مولانا سیف اور مولانا عبدالرحمٰن کے ساتھ اس میں دس سال تک چلّے میں بیٹھے۔ اور سالکان کو تربیت دیتے رہے۔ دس سال کے بعد وہ درویشوں کے اجلاس میں حاضر ہوئے اور انھیں اپنے حجرے کے باہر بٹھا کر واپس

چلے جاتے تھے۔ پھر رات کے پچھلے پہر خانقاہ میں آکر نماز پڑھتے۔ بعد نماز اوراد فتحیہ پڑھنے میں مصروف رہتے تھے۔ تحفۃ الاحباب میں ان کی مصروفیات اس طرح درج ہیں۔

"بعد از فراغ اوراد بیرون می آمدند و بجماعت صوفیان کہ بکار باغ و باغات اشتغال داشتند سرکاری ہا می نمود۔ و بوقت نماز پیشین باز بخانقاہ درآمدہ نماز بجماعت می گزارد و از وظائف باقیہ فارغ شدہ صحبت می داشت و بحرف و حکایات و کلام و کلمات اشتغال می نمود۔ و باز نماز دیگر بجماعت حاضر شدہ می گزارند و باوراد عصریہ می نشست و بعد از نماز شام و خفتن بخلوۃ خود می درآمد و بعد از طعام دعائے ختم طعام آنحضرت می خواندند بعد از ادائے چند تسبیح وظیفہ بحجرۂ بیرونی می رفت و در پاس آخر بخلوت اربعین می درآمد بہمیں نہج و طریقہ قریب پانزدہ شانزدہ سال گزارند۔ و در اربعینہا جملہ درویشان قواعد آداب ارباب عزلت وارکان شرائط اہل خلوت محافظت می نمودند و آنحضرت قواعد اعتکاف مرعی می داشت و تمام اہل اربعین و سائر درویشان چلہ نشیں در حرکات و سکنات بحکم موتوا قبل ان تموتوا مانند اہل قبور و محض اموات بودند و با ہیچ کس سخن جز بضرورت نمی کردند۔ و اگر بضرورت سخن بہ کسے می کردند مانند مریض مشرف سخن بطریق نجوی می گفتند و ہرگز آواز بلند نمی کردند" [۲۴]۔

جو لوگ نئے نئے نوربخشیہ طریقہ اختیار کرتے تھے ان کے لیے لازم تھا کہ وہ تمام رات خانقاہ میں محو عبادت رہیں۔ ان کو غزالی، بسطامی اور جنید کی کتابوں کے اقتباسات سنائے جاتے تھے۔ مصنف تحفۃ الاحباب ایک نوربخشی ملا حسن عودی کے حوالے سے نقل کرتا ہے کہ خانقاہ نوربخشیہ میں صوفی اور درویش محفل سماع بھی منعقد کیا کرتے تھے اور وہ لوگ اسے سنت رسول کہتے تھے۔ ایک مرتبہ رات میں سید افضل و حافظ محمود کیانی جو خوش آوازی اور غزل خوانی میں بے مثل تھے حالت وجد میں تھے۔ اسی وقت ایک عرب میر شمس الدین کی زیارت کے لیے آیا —— میر عراقی اپنے حجرے سے برآمد ہوئے اور محراب خانقاہ میں اس عرب کے ساتھ بیٹھ گئے۔ انہوں نے ملا حسن عودی کو حکم دیا کہ تمام صوفیوں کو محفل سماع میں بلالاؤ۔ میرے بسم اللہ کہنے سے تمام صوفی آئے۔ پھر مجھے حکم ہوا کہ تم شیخ عرب کو اٹھاؤ۔ میں اس کے سامنے گیا اس نے سر ہلا کر اٹھنے سے انکار کیا۔ میں نے اپنی پوری قوت کے ساتھ اس کو اٹھایا۔ اس نے اپنے ساتھ میر عراقی کو بھی اٹھایا۔ اور پھر دونوں پر وجد میں حال کی کیفیت طاری ہوئی۔ اور میں نے دیکھا کہ :-

"ہر دو شیخ پر شوق و ذوق درمیان اہلِ سماع مانند نیرین درمیان ثوابت و سیارات می
گردیدند و چون سبز پوشان صوامع گردون و ازرق لباسانِ خوانق بے ستون رقصہا
و گردشہا می نمودند و جملہ درویشانِ عالی شان مانند روشنان آسمان و تمام صوفیانِ ملک
صفات چون نیراتِ سمٰوٰت دایرات بعضے از مشرق روئے بہ مغرب داشتند و بعضے از مغرب
بطرف مشرق قدم سماع بر می داشتند و جمعے از شمال بہ جنوب می گشتند و برخے از جنوب شمال
می گزشتند" ۳۷

یہ وجد و سماع کی محفلیں خانقاہ میں میر شمس الدین عراقی کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے
میر دانیال نے جاری رکھی تھیں۔ وہ بھی صوفیوں کی صدائے بسم اللہ سنتے ہی وجد میں آتے تھے۔
یہی حال بابا علی اور دوسرے درویشوں کا تھا۔ بقول مصنف تحفۃ الاحباب :۔

"حضرت شیخ دانیال و حضرت بابا ہم در وجد و سماع بدرویشانِ عالی شان موافقت نمودند
و چنان وجد و سماع بسوز و گداز و شوق و نیاز واقع شدہ کہ در غلغلہ جوش و خروش اہل
اللہ از صوامع ملک و ملکوت درگزشتہ و ولولۂ شوق و ذوقِ درویشاں را بسماع کروبیاں
رسیدہ و حضرت شیخ شہید و حضرت بابا اگرچہ در اوّل سماع و تواجد با خبر و با ہوش بودند۔
لٰکن در اثنائے وجد و سماع آنچناں بے خودی دست می دہد و بجز از سکران شراب طہور
لایزالی آن مستی و بے ہوشی دیدہ نمی شود" ۳۸

میر شمس الدین عراقی نے سنہ ۹۰۰ ہجری میں تبت جانے سے قبل حضرت بابا ملا علی کو خانقاہ زڈی بل میں اپنا
نائب و خلیفہ بنایا تھا۔ انہوں نے خلافت اور نیابت کی رسم اس طرح انجام دی کہ اپنا عمامۂ سیاہ
سرخ کپڑے (طاقیہ) کے ساتھ ان کے سر پر رکھا اور پھر فرمایا کہ یہ تاج کرامت ہے جو حضرت سلیمان نے
ہُدہُد کے سر پر رکھا اور پھر ان کی دستار اپنے سر پر رکھی۔ یہ بھی فرمایا کہ تم کو اجازت ہے کہ اپنے مریدوں کی
بیعت قبول کرو۔ اس کے بعد خانقاہ میں مریدوں اور درویشوں نے ان کے ہاتھ بیعت کر لی اور پھر
چلّے میں بیٹھ گئے۔" ۳۹

میر شمس عراقی اپنے مریدوں کو طہارت اور پاکیزگی کے آداب و قواعد بھی سختی سے سکھاتے تھے
تحفۃ الاحباب میں درج ہے کہ ایک صوفی مسمّیٰ تاج الدین خادم ان کے مطبخ میں بیس سال سے باورچی تھے اور
ہمیشہ "لا یمسہ الا المطہرون" کے حکم کے مطابق باوضو پکاتے تھے اور بغیر وضو کسی برتن یا کھانے پینے کی

چیزوں حتیٰ کہ لکڑی کو بھی نہیں چھوتے تھے۔ اس پاکیزگی اور طہارت کے باوجود ان کو آداب سکھاتے وقت لکڑی سے مارتے تھے اور وہ درویش باصفا عاشق دلریش کی طرح اپنے محبوب کے ہاتھوں پہلو بدل بدل کر لکڑی کی چوٹیں کھا کھا کر مسرور و شادماں ہوتے تھے ۵۰؎

لوگ خانقاہ زڈی بل کا طواف مسجد حرم کی طرح کرتے تھے۔ روز نماز پنجگانہ ہوتی تھی اور صوفی اکابر خلوت نشینی میں درود و وظائف میں ہمہ تن محو رہتے تھے۔ خود میر شمس الدین خانقاہ میں باب حقیقت کے بائیں طرف اپنی نشست گاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ادھر ہی سلاطین و امرا اور حکام و عوام قدمبوسی کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ سردیوں میں میر عراقی اور صوفیائے اکابر چلہ نشین ہوتے تھے۔ اسی زمانے میں قاضی محمد قدسی فارسی کے ایک زبردست شاعر تھے۔ وہ دل و جان سے ان کے مریدوں میں شامل ہوئے تھے اور ان کی خدمت میں ہمہ اوقات حاضر رہتے تھے۔ قاضی صاحب اپنے مرشد بزرگوار کی ارادت مندی سے اس قدر متاثر ہوئے تھے کہ وہ اپنے نام سے پہلے عقیدت مندی کے طور پر لفظ "خدمت" ضرور لکھا کرتے تھے۔ ایک دن میر عراقی "خدمت قاضی محمد قدسی" کے ہمراہ کشتی میں پاندریٹھن تشریف لے گئے۔ دورانِ سفر آنجناب نے قاضی صاحب سے فرمایا کہ "سلسلۃ الذہب" کے نام سے ایک مثنوی نظم کریں جو خانقاہ زڈی بل کی جداروں میں کتبہ کی جائے۔ تاکہ مشائخ عظام اور اولیائے کرام کے اسمائے گرامی یادگار کے طور پر قائم رہیں۔ ادھر میر عراقی صوفیوں کے ساتھ پاندریٹھن میں انکسار اصنام میں مصروف رہے اور ادھر قاضی صاحب نے ایک درخت کے نیچے قلم دوات اور کاغذ سنبھالا اور نماز پیشین تک ۹۴ شعر کی مثنوی نظم کی جب میر عراقی کو اپنے کام سے فراغت ہوئی تو مثنوی سماعت فرمائی اور بے حد مسرور و محظوظ ہوئے۔ اسی وقت حکم دیا کہ اسے ملّا ولی گنائی اور ملا حاجی گنائی خانقاہ زڈی بل کی دیواروں پر کتبہ کریں۔ یہ دونوں ملّا صاحبان فن خطاطی اور خاص کر ثلث نویسی کے ماہر تھے۔ چنانچہ پوری مثنوی خانقاہ میں کندہ کرائی گئی۔ چند شعر ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

عارفِ حق ولیِ روئے زمیں   قطبِ آفاق شیخ شمس الدین
قبلۂ خلق و قدوۂ اقطاب   شدہ قاسم شہِ بلند جناب
نسبتِ او بہ پیرِ اعظم   مظہرِ رحمتِ دو جہان کرم
نوربخش آں محمد ثانی   غوث اعظم امام ربانی
نسبتِ او بآفتاب ہُدا   خواجہ اسحٰق زبدۃ الشہدا
نسبتِ او بہ پیرِ ربّانی   قطبِ عالم امیر ہمدانی

ذاتِ او منبع معانی دان ‌ ‌ ‌ ‌ نام او را علی ثانی دان
نسبتِ حضرتش بعارفِ ربّ ‌ ‌ ‌ ‌ شیخِ محمود مزدقانی طلب
نسبتِ او بقطبِ یزدانی ‌ ‌ ‌ ‌ شیخ عالی علاء سمنانی
نسبتِ او بمرشدِ دینی ‌ ‌ ‌ ‌ عبد رحمٰن اسفرائینی
نسبتِ او بہ شیخِ احمد ‌ ‌ ‌ ‌ آنکہ از جو رفان مؤید شد
نسبتِ او بہ سالکِ والا ‌ ‌ ‌ ‌ شیخ عالم علی بن لالا
نسبتِ او کہ عالم آراشد ‌ ‌ ‌ ‌ باز با نجم دیں کبریٰ شد
نسبتِ او بہ بو نجیب آمد ‌ ‌ ‌ ‌ آنکہ درکار دیں لبیب آمد
نسبتِ او بعارفِ عالی ‌ ‌ ‌ ‌ شیخ دیں احمد است غزالی
نسبتِ او بشیخ ابوبکر است ‌ ‌ ‌ ‌ کہ زتقید تردد و شک است
نسبتِ او بہ پیر ربانی ‌ ‌ ‌ ‌ شیخ ابوالقاسم است جرجانی
نسبتِ او بہ معدنِ عرفان ‌ ‌ ‌ ‌ مرشد راہ شیخ ابوعثمان
نسبتِ او بعارفِ رحمٰن ‌ ‌ ‌ ‌ بوعلی پیررود باری دان
نسبتِ او بفردالافرادی ‌ ‌ ‌ ‌ غوث اعظم جنید بغدادی
نسبتِ او بمقتدائے انام ‌ ‌ ‌ ‌ شاہِ علی رضا امام ہمام
نسبتِ او بموسیٰ کاظم ‌ ‌ ‌ ‌ کہ شد احکام شرع را ناظم
نسبتِ او بہ حجتِ ناطق ‌ ‌ ‌ ‌ جعفرِ بن محمد صادق
نسبتِ او بکاملِ ماہر ‌ ‌ ‌ ‌ مظہر حق محمدِ باقرؒ
نسبتِ او بہ مجمع تائید ‌ ‌ ‌ ‌ قدوۃ الاولیاء حسینؓ شہید
نسبتِ او با بن عم رسولؐ ‌ ‌ ‌ ‌ وارثِ مصطفیٰ وزوج بتولؓ ۴۵

خانقاہ زڈی بل میں صوفیوں اور درویشوں کی بہت بڑی جماعت رہتی تھی۔ ان میں سے جن لوگوں نے انکار اصنام میں کارنامے انجام دیے تھے۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ یہ سب کے سب عالم وفاضل تھے۔

مولانا جنید، مولانا کمال، مولانا زیرک، مولانا بابا شمس گنائی، مولانا حاجی بایزید، مولانا خلیل اللہ، مولانا عثمان گنائی، مولانا سیف، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا میر حسین، حضرت ملا باباعلی، ملا

جوہر، ملا محمد امام، خواجہ رفیق، مولانا سید افضل، حافظ محمود کیانی، ملا حسن عودی، ملا درویش محمد قاضی محمد قدسی، مولانا سید احمد، مولانا سعید، مولانا سعد اللہ، دلو صوفی، مولانا حاجی علی، صوفی جمال، تاج الدین خادم، مولانا محمد گنائی، مولانا ناصر، مولانا حافظ بصیر، مولانا امیر سید بدلا، مولانا نصرت۔

خدمت قاضی محمد قدسی نے ان درویشوں اور ان کے مرشد کامل میر عراقی کی تعریف و توصیف میں ۱۲۲ شعر کی مثنوی کہی تھی۔ مثنوی ۹۱۲ھ ہجری مطابق ۱۵۰۶ء میں کہی گئی تھی۔ ذیل میں چند شعر پیش کیے جاتے ہیں ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — سلسلۂ قوتِ قلب سلیم
در دلم از شمع ہٰذا نور بخش — در د رعم رایتِ منصور بخش
قاسم فیضی و کثیر العطاء — فتح امورم کن و عفو خطا
کیست دریں گنبد فیروزہ فام — قطب زماں شمس فلک احترام
عارف حق شیخ ولایت پناہ — خضر زماں قطب فلک دستگاہ
شیخِ محمد کہ ولیِ خداست — بر ہمہ خلق خدا رہنما است
حضرت بابا کہ ولی خدا ست — بر ہمہ خلق خدا مقتدا است
ثانی اثنین خلیل اللہ است — آنکہ ز اسرار خدا آگہ است
نو بر باغِ شرفست و کمال — مظہر الطافِ خدا دانیال
باد بدولت بہ جہاں ارجمند — چوں پدر خویش بمعنی بلند
خطۂ کشمیر کہ از بد حال — بود ہمہ معدنِ کفر و ضلال
از صنم و بت شدہ افسانۂ — شہر بگویم کہ صنم خانۂ
ہیچ طرف بوئے از اسلام نے — وز روشن شرع بجز نام نے
مقدم شاہِ ہمداں چو رسید — دبدبۂ شرع بہ کیواں کشید
تا ہمہ کسر بت و بت خانہ شد — وز ہمہ جا بتکدہ ویرانہ شد
چوں صد و چل سال مکمل گذشت — قاعدۂ کار دگر گونہ گشت
چوں سنہ حضرتِ خیر البشر — شد بعدد نہ صد و اثنی عشر
بتکدہ ہر جا کہ بر انداختہ — [illegible] نقاہے ساختہ

ہر طرف امروز ازیں مرد راہ　　ہست ہمہ صومعہ و خانقاہ
ساختہ وہ مسجدِ سنگیں تمام　　ہم بیکے سال زہے اہتمام
گشتہ ز احسان وے ایام بر　　ہر طرف ایمان بر اسلام بر
ایں ہمہ رونق کہ در اسلام شد　　در زمن خسرو ایام شد
شاہ جواں بخت ممالک پناہ　　خسروِ اقلیم ستاں فتح شاہ
تاج ستانی بہادر جنگ جم　　دولتش افراخت سر نوبت علم
گشت قوی رایتِ منصور او　　از مددِ خدمتِ دستور او
سرور نیکو سیرِ نامور
موسیٰ رینہ ملکِ معتبر ۵۳

کتاب احوط

کشمیری مورخین نے کتاب احوط کو غلطی سے میر شمس الدین عراقی کی تصنیف قرار دیا ہے۔ اس غلط بیانی سے بہت سے بے گناہوں کا خون بہایا گیا اور اسی کتاب کے بہانے سے بعض ناعاقبت اندیش کشمیری امرا نے بیرونی طاقتوں سے سودا کر کے مرزا حیدر دوغلات (متوفی ۱۵۵۰ء) کو کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب بھی دی اور دس سال تک اس کی غلامی کا جوا اپنے گلے میں ڈال دیا۔ مرزا حیدر نے اس کتاب کی بنیاد پر کشمیری حریت پسندوں کا قتل عام کیا تھا۔ ذیل میں احوط کے بارے میں ان مورخین کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔

سید علی۔ "میر شمس عراقی کتابے احوط نام تصنیف کرد۔ در عقائد مذہب رافضی خود بیان کرد۔ بعد از اں مردم ایں جائے تاسعت خوردند، فائدہ نہ کرد۔ چوں کتاب مذکور پیش بادشاہ رسید۔ ہمایوں بادشاہ علما و صلحا جمع کردہ ایں کتاب را ملاحظہ کردند۔ دیدند کہ عقائد ایں صاحب کتاب تمام عقائد رافضی است۔ چوں سید احمد پسر سید محمد پسر ابدال ماگرے وزیر ملک رینگی چک ایں کتاب بخدمتِ ہمایوں بادشاہ بردہ بودند، بوساطت خواجہ حاجی و مرزا حیدر کاشغری با جمعے بتاریخ ۹۴۷ھ سبع و اربعین و تسعمایہ کمک ہمراہ گرفتہ بایں سمت آمدہ از راہ چیرہ ہار بکشمیر در آمدند۔ بتاریخ بست و یکم شہر رجب سال مذکور مرزا حیدر حکومت کشمیر گرفتہ" ۵۳

خواجہ اعظم دیدہ مری :- "مخفی نماند کہ ملک ابدال ماگرے ورگی چک کہ بر مذہب اہل سنت وجماعت بدستور آباو اجداد خود مستقیم بودند - واصلاً میلے بہ تشیع نمودند - فرزندانِ خود را بہ لاہور پیشِ ہمایوں پادشاہ فرستادہ وحکایت تسلط تابعانِ میر شمس عراقی وشیوع مذہب تشیع مفصل عرضہ دادہ بلکہ کتاب احوط را کہ میر شمس تالیف کردہ بود با عقاید دیگر بہ جنبش گزرانیدہ - التماس اصلاح و فرستادن افواج بہ کشمیر نمودند - چوں در ہندوستان ہزیمت ہمایوں پادشاہ وغلبۂ شیر خاں (شیر شاہ سوری) درہماں ایام بہ ظہور آمدہ بود - ابدال ملک و مرزا حیدر در ہندوستاں از ملازماں ہمایوں پادشاہ بودند - وہمایوں پادشاہ حرف مرزا حیدر را کہ ترغیب عزیمت کشمیر کردہ بود نہ فہمیدہ راہِ ٹھٹھہ وبھکر گرفتہ واز آنجا بایران رفتہ - مرزا حیدر بسعی خود از لاہور مرخص شدہ از چیرہ پار بکشمیر آمدہ وتسلط بر کشمیر یافتہ " ۵۴

حسن : " چوں ابدال ماگرے ورگی چک از جنود اہل سنت وجماعت بودند وبہ سبب تغلب کاجی چک در جنگ سوپور ہزیمت خوردہ ، بہ جانب پنجاب خراب وآوارہ اوقات گزاری کردند - درآں حال فرزندانِ خود در پیش گاہِ ہمایوں پادشاہ بامید معاونتِ معاضدت فرستادند - ودر آنجا بوساطتِ مرزا حیدر وخواجہ حاجی بانڈے بہ خدمتِ ہمایوں پادشاہ حقیقتِ استیلائے متابعان شمس عراقی وشیوع مذہبِ تشیع مفصل عرضداشت کتابِ احوط تصنیف میر شمس عراقی بہ جنبش گزرانیدند - وبرائے اصلاح مذہب وفرستادنِ افواج بکشمیر التماس نمودند - ودرآں ایام ہمایوں شاہ از دستِ شیر خان افغان ہزیمت خوردہ وارد لاہور شدہ بود وموجبِ خواستگاری امرائے کشمیر عزم عزیمت ایں حدود بخاطر خود جزم نمود - آما مرزا ہندال اورا ازیں خیال باز داشت - از رادِ سندھ وبھکر بطرف جودھ پور فی الفور نہضت فرمود والتماس امرائے کشمیر را التفات نہ نمود - لیکن مرزا حیدر موجبِ ترغیب امرا ورغبتِ خاطر خود از پیش ہمایوں شاہ رخصت حاصل کردہ با جمعے از متابعانِ خود برائے معاونت فرقۂ ماگریان عنانِ عزیمت بجانب کشمیر معطوف داشتہ از راہ چیرہ پار بتاریخ ۲۰ رجب ۹۴۷ھ داخل خطہ گردید " ۵۵

مرزا حیدر کاشغری :- "میں نے کتاب فقیہہ احوط نام کے بابت جو کشمیر میں مشہور تھی

علمائے ہندوستان سے فتویٰ طلب کیا۔ تمام علمائے کرام نے اس کتاب سے نفرت کا اظہار کیا۔ اور ان کی نسبت یہ عبارت تحریر فرمائی کہ مولفِ کتاب زندیقِ محض اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جو مسلمان کہ اس کتاب کے معدوم کرنے پر قادر ہے اس کا فرض ہے کہ جس طریقے پر ممکن ہو اس کو ناپید کرے اور اس مذہب کے مقلدین کو نصیحت کرے اگر وہ اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کرے اور سراج الامت امام ابوحنیفہ کی تقلید کریں تو فہو المراد ورنہ ان گمراہوں کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ یہ نوشتہ میرے پاس پہنچا۔ اور میں نے اکثر اہلِ کشمیر کو جو اس ارتداد پر مائل تھے گروہ اہلِ حق میں داخل اور بہتوں کو تہ تیغ کیا ان بدبختوں میں سے بعض نے تو تصوف کے دامن میں پناہ لی اور اپنے کو صوفی کے لقب سے مشہور کیا۔ حالانکہ یہ بے دین ہرگز صوفیائے کرام میں داخل نہیں ہیں۔ زندیق اور ملحد ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ ان کو حلال و حرام کی خبر نہیں ہے" ۵۰

دراصل کتاب احوطا میر شمس الدین عراقی کی تصنیف نہیں ہے۔ کشمیری امرا اور مرزا حیدر کاشغری نے اپنا سیاسی اُلّو سیدھا کرنے کے لیے احوطا کے نام پر میر عراقی کے خلاف کشمیر میں زہر بویا تھا۔ اور کتاب کو میر عراقی کی تصنیف سمجھ کر یہاں ہزاروں شیعوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ فقہ احوطا حقیقت میں سید محمد نوربخش کی تصنیف ہے اس کا ذکر سب سے پہلے تحفۃ الاحباب میں آیا ہے۔ مصنف نے اس کا حوالہ "قبلہ خانقاہ زڈی بل" کے سلسلے میں دیا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جب ۹۰۲ھ ہجری میں میر عراقی نے خانقاہ کی تعمیر شروع کی تو بعض لوگوں نے قبلہ کی سمت پر اعتراض کیا۔ اس سے ان کا مدعا خانقاہ کی تعمیر بند کرانا تھا۔ چونکہ از روئے فقہ احوطا ان کا اعتراض درست نہیں تھا اس لیے میر عراقی کے مریدوں خواجہ اسماعیل، ملا ناصر، ملا داؤد اور مولانا جمال والد مصنف تحفۃ الاحباب نے احوطا کو بطور ثبوت پیش کیا۔ تحفۃ الاحباب کا یہ جملہ قابل توجہ ہے۔

"اگر کسے دریں سخن تردد داشتہ باشد یا بخاطر کسے خلجانی خطور کند۔ باید کہ فقہ احوط امام ہمام محمد نوربخش مطالعہ کند" ۵۱

جب میر عراقی دوسری مرتبہ وارد کشمیر ہوئے تھے تو وہ اپنے ساتھ سید محمد نوربخش کے کچھ رسالے اور کتاب احوطا لائے تھے۔ فرشتہ بھی احوطا کو میر عراقی کی تصنیف نہیں سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ جملہ تاریخ میں ہنوز

متقید ہے۔

" کتاب احوط تالیف شمس الدین نیست " ۵۸

وفات

ڈاکٹر محب الحسن اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ میر شمس الدین عراقی کا انتقال سنہ ۱۵۲۳ء میں مرزا حیدر کے کشمیر پر پہلے حملے سے قبل ہوا ہوگا۔ ۵۹ محمد شفیع نے سنہ ۱۵۲۶ء قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر پارمو نے اسے تسلیم کیا ہے ۶۰ تحفۃ الاحباب، بہارستان شاہی، تاریخ ملک حیدر چاڈورہ وغیرہ اس بارے میں خاموش ہیں۔ خانقاہ زڈی بل میں بھی ان کے مقبرہ پر تاریخ وفات کا کوئی کتبہ نہیں ملتا ہے۔ یہ تو ثابت ہے کہ وہ سنہ ۹۳۰ھ ہجری مطابق سنہ ۲۴-۱۵۲۳ء میں زندہ اور سنہ ۹۳۸ھ ہجری مطابق سنہ ۱۵۳۱ء میں محرم بیگ کوکہ کی آمد کشمیر کے وقت کئی برس پہلے انتقال کر چکے تھے ۶۱ خاندانی حالات میں درج ہے کہ ان کا انتقال بعمر ۶۳ سال سنہ ۹۳۲ھ ہجری (سنہ ۱۵۲۶ء) میں ہوا تھا۔ اور مادۂ تاریخ "یا ہادی المضل" ہے جس سے ۹۳۲ کا سال ہجری برآمد ہوتا ہے۔

تحفۃ الاحباب سے معلوم ہوتا ہے کہ میر شمس عراقی کا انتقال ۳ رمضان کو ہوا تھا۔ اس بارے میں مصنف کہتا ہے کہ :-

---

(ح) محمد شفیع کہتے ہیں کہ سنہ ۱۹۲۳ء میں میری ملاقات لاہور میں موچی دروازہ کے اندر امام باڑہ سید رضا شاہ کے پاس لال کھوہ میں سید رضا حسین صفوی کشمیری سے ہوئی۔ ان کا بیان تھا کہ میں میر شمس الدین عراقی کی اولاد سے ہوں اور میر عراقی شیعہ تھے۔ نوربخشی فرقہ کا انہوں نے نام بھی نہ سنا تھا۔ میں نے کچھ حال اس فرقہ کا سنایا تو کہنے لگے کہ میر عراقی کشمیر میں سنہ ۹۰۰ھ میں آئے اور وہیں سنہ ۹۳۲ھ میں فوت ہوئے۔ تاریخ وفات ان کی " یا ہادی المضل (۹۳۲ھ)" ہے جو بقول ان کے عراقی کے سنگ مزار پر بھی کندہ ہے۔

موصوف نے یہ بھی کہا تھا کہ ان کے بعض اعزہ عراقی کے مزار کے متولی ہیں۔ ان کے خاندان کے ایک بزرگ نے اپنے خاندان کے حالات کتابی صورت میں مرتب کیے ہیں۔ جس کا نام " نالۂ شمس عراقی " ہے (اورینٹل کالج میگزین لاہور مئی سنہ ۱۹۲۹ء حصہ اول) راقم الحروف نے میر شمس الدین عراقی کے مقبرے پر ان کی تاریخ وفات کا کوئی کتبہ نہیں دیکھا ہے۔

(اکبر حیدری)

"در زمانِ حیاتِ مخصوص ایزدمتعال حضرت شیخ دا نیال یاد دارم کہ اربعینی بود۔ در ایّام مبارک رمضان و درویشان را پیش از شہر صیام بہ دہ روز بار بعین نشانند و چون دو اوّل تمام شد در رمضان مبارک درآمد۔ حضرت شیخ شہید از پدر فقیر پرسید کہ عرس حضرت امیر شمس الدین محمد کے خواہد بود۔ پدر فقیر گفتند کہ در سیوم رمضان ہم عرس حضرت فاطمہ زہرا ؑ وہم عرس حضرت امیر شمس الدین محمد است" [٦٢]

اس حساب سے میر شمس الدین کا انتقال ۳ رمضان ۹۳۲ھ ہجری مطابق ۱۳ جون ۱۵۲۶ء روز دوشنبہ کو ہوا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ شہید کر دیئے گئے تھے۔ اس کا ذکر خاندانی حالات میں بھی اس طرح کیا گیا ہے کہ ملا سعید اشرف خواہرزادۂ ملا محمد باقر مجلسی زینب النسار خانم دختر اورنگ زیب کے ساتھ کشمیر آئے تھے۔ انھوں نے میر شمس عراقی کی وفات پر مرثیے کہے تھے۔ دو شعر ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں ؎

چوں شہادت یافتہ بد از شاہِ شہید انش بارث ۔۔۔ شد شہید بہ تیغ ناپاکی کہ از شمر ارزل است
سائلے پرسید از تاریخ سال فوت او ۔۔۔ گفتمش در اول شہر ربیع الاول است

اگر مادۂ تاریخ "اول شہر ربیع الاول" فرض کیا جائے تو اس کے اعداد ۸۹۲ ہوتے ہیں جو کسی بھی صورت میں تاریخ وفات قرار نہیں دی جا سکتی ہے۔ یہی تاریخ خانقاہ زڈی بل کے خوشحال سر کی طرف پھاٹک کے سنگ مرمر پر ۱۳۶۳ھ ہجری مطابق ۱۹۴۴ء میں کتبہ کرائی گئی ہے۔

راقم الحروف کو میر شمس الدین عراقی کی شہادت کا واقعہ کسی تاریخ میں نظر سے نہیں گزرا ہے۔ اس لیے خاندانی حالات میں جو شعر ملا اشرف کی طرف منسوب کیے گئے ہیں اور جو مادۂ تاریخ اس میں درج ہے وہ درخور اعتنا نہیں ہے۔ میر عراقی اپنی بنائی ہوئی خانقاہ میں دفن ہیں۔ ان کی قبر کی بائیں طرف ان کی صاحبزادی بی بی آغا کی قبر ہے۔ تحفۃ الاحباب میں قبر کی نشاندہی کے بارے میں درج ہے کہ :-

"قریب بست و پنج قدم متوجہ بقبلہ می روند۔ بعد از آں رو بہ جنوب کردہ مقدار چہل قدم می روند تا بحریم خانہ ملائک پناہ می رسند و مرقد منور آنحضرت بدست راست گرفتہ و مزار متبرک حضرت بی بی آغا بجانب یسار گرفتہ" [٦٣]

کشمیر کے اکثر لوگ خانقاہ زڈی بل سے ناواقف ہیں۔ یہ مقام میر شمس عراقی کے مقبرہ کی وجہ سے مرجع خاص و عام ہے۔ حجت الاسلام جناب آغا سید یوسف الموسوی کی سربراہی میں یہاں ہر سال میر عراقی کی وفات کے سلسلے میں مجلس عزا منعقد کی جاتی ہے۔

جب مرزا حیدر کاشغری نے کشمیر میں شیعوں کو بے دریغ تہ تیغ کیا تو اس نے مقبرہ اور خانقاہ کو خاکستر کرکے زمین بوس کیا۔ سید علی مصنف تاریخ کشمیر نے مقبرے کی بے حرمتی کا جو حال لکھا ہے اس سے اس زمانے کے ظلم کی انتہا واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا حیدر کا دل مذہبی تعصب سے کس قدر لبریز تھا۔ اس کے ظلم و ستم اور فاسقانہ طرز عمل سے نظام انسانیت کی بنیادیں لرزہ بر اندام ہوتی ہیں۔ اس مجرمانہ اقدام سے ظالم کے خلاف قدرتی نفرت کا اظہار ہونا ایک لازمی بات ہے۔ جو شخص مبلغ دین اور مجاہد اعظم کی لاش کے ساتھ اس طرح کا بہیمانہ سلوک کرے وہ زندوں کے بارے میں کیا کیا ناپاک عزائم رکھتا ہو۔ اگرچہ اس واقعہ کی تائید تحفۃ الاحباب، بہارستان شاہی اور تاریخ ملک حیدر سے نہیں ہوتی ہے پھر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس شرمناک اور ننگ انسانیت واقعہ کو مرزا کاشغری کے حامی اور شیعوں سے تعصب رکھنے والے مورخ سید علی کے الفاظ میں لفظ بہ لفظ درج کیا جائے۔

"مرزا حیدر شعار اہل تسنن ظاہر و باہر ساختہ و مارا از اہل رفضہ و لقبی بر آوردہ، خانقاہ شمس عراقی را آتش در کشید و استخوان اورا از قبر بر آوردہ سوختانده، جائے قبر او را مزبلہ قرار دادہ، ہر روز یک ہزار حطب فرمودہ کہ بر آں قبری سوزانیدہ باشند۔ در میان تمام شہر منادی کردہ برائے قضائے حاجت در آنجای رفتہ باشند و اثرے ازاں نہ گذاشتند"[۹۴]

بعد کے مورخین اعظم دیدہ مری اور حسن وغیرہ نے بھی اس افسوسناک واقعہ کو بیان کیا ہے[۹۵] اصل واقعہ یوں ہے کہ مرزا حیدر نے ۹۵۴ھ ہجری مطابق ۱۵۴۷ء میں کمال تعصب کے ساتھ خانقاہ اور مرقد میر شمس الدین عراقی کو منہدم کیا۔ خانقاہ کے ملحق پتھر اور لکڑی کی جتنی عمارتیں تھیں ان کو بھی تہس نہس کیا۔ اور ان کا مصالحہ یعنی پتھر اور لکڑی اپنے محل واقع اندر کوٹ لے گیا۔ مصنف تحفۃ الاحباب جو ایک ہمعصر مورخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تفصیل درج ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"در آں خانقاہ لا انک بناہ جمیع عمارات و سائر بیوتات کہ از دست اہتمام و مساعی تمام آنحضرت عمارت و رات یافتہ بود۔ ہمہ جا باقی بود۔ تا زمان تسلط و استیلاء ترکان و عہد سلطنت و پادشاہی مرزا حیدر گورگان و بعد از چہل و چہار سال در ۹۵۴ھ اربع و خمسین و تسعمایہ مرزا حیدر از کمال خسارت و غایت شقاوت و نہایت عناد و عداوت تہدیم و تخریب آن عمارت حکم فرمود و تمام عمارت خانقاہ و سائر بیوتات سنگین و چوبین آں بقعہ شریفہ را ویران ساختہ باندر کول دکوٹ بردند۔ و دیوار ہائے مرزا مقدس و مرقد منورہ ورد ضہ

آنحضرت ہمہ ویران و منہدم ساختند۔ و کیفیتِ آں تعصبات و واقعات و شرحِ آں بلیات و حادثات در بیان (اظہار) عداوت و عناد مرزا حیدر گورگان شروع خواہد شد" [۶۶]

مرزا حیدر کاشغری کی وفات ۹۵۷ھ ہجری مطابق ۱۵۵۰ء کے بعد جب دولت چک ۹۵۸ھ ہجری مطابق ۱۵۵۱ء سے ۹۶۱ھ مطابق ۱۵۵۴ء تک سلطان اسماعیل شاہ کے وزیر اعظم رہے تو انہوں نے اپنے عہدِ حکومت میں میر شمس عراقی کی خانقاہ اور مقبرہ پھر سے تعمیر کیا۔ راقم الحروف نے ابھی حال ہی میں خانقاہ میں مقبرے کے پھاٹک کا ایک بڑے پتھر کا ٹکڑا دیکھا۔ اس پر ۹۶۱ھ (۱۵۵۴ء) کی تاریخ کے علاوہ "مرقد نور انیش" کندہ ہے جس سے ۹۶۱ کا سال ہجری نکلتا ہے۔ غالباً اسی سال خانقاہ اور مقبرہ دوسری مرتبہ تعمیر کیا گیا تھا۔ خانقاہ دوسری مرتبہ اس وقت نذر آتش کردی گئی تھی جب شہنشاہ اکبر اعظم نے کشمیر پر ۹۹۴ھ (۱۵۸۵ء) میں بزور طاقت قبضہ کیا۔ شمس چک کپواری کے بیٹے ظفر خان چک نے معاہدۂ الحاق کے تحت کمال دشمنی کے سبب خانقاہ میر شمس عراقی کو خاکستر کرکے زمین بوس کیا۔ تواریخ میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے:۔

"ظفر خاں پسر کلاں شمس چک کہ از سنیانِ متعصب و صاحب داعیہ ملکی بود۔ بنا بر تعصبِ دینی دولت محلہ زڈی بل را آتش کشیدہ، خانقاہِ زڈی بل را کہ ساختۂ دولت چک بود، نیز می سوخت۔ مدفن شمس عراقی را مزبلہ ساختہ، شیعہ ہا را بسیار رنجانید" [۶۷]

ملک حیدر چاڈورہ رئیس الملک چغتائی کے والد ملک حسن چاڈورہ نے جہانگیر کے عہد سلطنت میں ۱۰۲۹ھ مطابق ۱۶۲۰ء میں جب جہانگیر کشمیر آئے تھے۔ خانقاہ میر شمس عراقی کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ یہ شعر اب تک تاریخ میں یادگار ہے ؎

حسن ابن ملک ناجی نمودہ   بنائے خانقاہِ حضرتِ میر [۶۸]

اس کے بعد یہ خانقاہ بار بار ۱۲۲۹ھ (۱۸۱۰ء) تک نذر آتش کی گئی۔ تفصیلات آخر میں "تاراج شیعہ" کے تحت ملاحظہ ہو۔

ایک خاندانی روایت کے مطابق جب ملکانِ چاڈورہ کو مرزا حیدر کاشغری کی درندگی کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے راتوں رات خانقاہ زڈی بل کے مقبرے سے میر شمس عراقی کی نعش سرنگ بنا کے نکالی اور پھر اسے چاڈورہ میں دفن کیا۔ اس زمانے میں ملک محمد ناجی چاڈورہ امرائے کشمیر میں مشہور و معروف تھے اور ان کی قرابت داری میر عراقی کے ساتھ تھی۔ یعنی میر عراقی کی صاحبزادی ان سے منسوب تھی۔

۱۲۹۱ھجری مطابق سنہ ۱۸۹۰ء میں آغا سید مہدی آیت اللہ مجتہد کشمیر عراق میں ۲۰ سال گزار کر
واپس ہوئے تو انھوں نے چاڈورہ میں قبر کی نشاندہی کی۔ اس کے بعد انھوں نے اس پر مقبرہ تعمیر کیا تب
سے ہر سال یہاں مجلس عزا ہوتی ہے۔ آغا سید مہدی جیسا کہ شجرہ سے ظاہر ہے میر شمس الدین عراقی کی اولاد
میں تھے۔ اس واقعہ کی تفصیل خاندانی حالات میں یوں درج ہے:۔

"آخر الامر مالکانِ چاڈورہ کہ امرائے و فرمانروائے این دیار شدہ بودند سر حلقۂ مریدان و
غلامان آنجناب داشتند۔ از زیر دیوار سنگین مقبرۂ آنجناب شعبے (کہ الحال نمودار ست)
کندہ برابر مرقد بدنِ اطہر آنجناب را کشیدہ بردہ در موضع چاڈورہ مدفون فرمودند۔ در موضعیکہ
نہرے از خانہائے ملکان از طرف مغرب آمدہ و مرقدِ مطہر را بہ سبب خوفِ ظالمانِ بے دین
دشمنان بر کیں راہموارہ زمین نمودند۔ وہمیں طور مرقد مطہرہ آں جناب تا زمانِ ورود صاحب
توفیق والی تحقیق غواص بحر کرامت، سیاح عالم شرافت سید آغا سید مہدی موسوی کشمیری یعنی
سنہ ۱۲۹۷ ہجری غائب و مستقد بود۔ و آں بزرگوار از اولاد آنجناب بود۔ و آنجناب مرقد
مطہر جد بزرگوارِ خود را ظاہر و روشن فرمودند۔ و بر سر مرقد بزرگوار عمارت فرمودند۔ چنانچہ
ازاں زماں الی الآن ازدحام مردمان برائے زیارت و فاتحہ خوانی آنجناب و برائے
آمدنِ حاجات بوسیلۂ آنجناب می روند کہ الحال اظہر من الشمس است کہ محل فیض و فتوحات
است۔"

مقبرۂ چاڈورہ سنہ ۱۳۵۲ ہجری میں جناب آغا سید احمد موسوی فرزند ارجمند جناب آغا سید محمد قبلہ نے دوبارہ
تعمیر کیا تھا۔ چاڈورہ میں اب کوئی شیعہ نہیں رہتا ہے۔ مقبرے کا مجاور ایک سنی مسلمان ہے۔

خانقاہ زڈی بل کی بدحالی

جب یہ خانقاہ سنہ ۹۱۰ ہجری مطابق سنہ ۱۵۰۴ء میں مکمل اور مزین ہوئی تھی تو اس کی نظیر روئے
زمین پر نہیں ملتی تھی۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ سلاطین، امراء، روساء، حکما، وزراء اور خاص و عام
یہاں آکر سرِ عقیدت جھکاتے تھے اور اس کا طواف کرتے تھے۔ مدتِ دراز تک مرجع خلائق رہی۔ خانقاہ
شیعیانِ کشمیر کی عظمت گذشتہ اور موجودہ دور کے انحطاط کی یاد دلاتی ہے۔ یہ سالہا سال سے کھنڈرات
اور شکستہ آثار کی مایوس کن تصویر پیش کر رہی ہے۔ اس کی تباہی اور ویرانی سے ایسا لگتا ہے کہ میر شمس

عراقی کے جاہ وجلال اور رعب وسطوت سے محکمہ آثار قدیمہ بھی لرزہ براندام ہے۔ اگر یہ حقیقت نہ ہوتی تو اس نے خانقاہ کے بیش بہا اور نادر آثار شکستہ کو عرصے محفوظ رکھا ہوتا۔ اگر اس کے کتبے، نگ بست اور فن سنگتراشی کے اعلیٰ اور عدیم المثال نمونے ہی محفوظ رکھے جاتے تو قومی سرمایہ کا یہ بدترین المیہ نہ ہوتا۔ خانقاہ کشمیری شیعہ مسلمانوں کی سیاسی بدحالی، تعلیمی بدذوقی اور نحوست پسندی پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہے۔ ۱۹۴۷ء کی آزادی کے بعد ماشاءاللہ شیعوں کی معاشی حالت پہلے کے مقابلے میں اب کہیں زیادہ بہتر ہے۔ قالین بافی، شالبافی اور پیپرماشی ان کے خاندانی پیشے ہیں۔ یہ لوگ دنیادار ہیں۔ بڑی بڑی تعمیروں اور سماجی بیہودگیوں پر زر کثیر صرف کرتے ہیں۔ بیہودگی کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ حال ہی میں ایک سرمایہ دار نے چار منزلہ دعوتی کارڈ بسلسلۂ شادی انگریزی میں شائع کیا۔ یہ کارڈ بٹوے کی صورت میں ریگزین سے بنایا گیا ہے۔ اس کی لمبائی ۵۲ اور چوڑائی ۲، سنٹی میٹر ہے۔ اس میں سیکڑوں بیہودہ الفاظ دنیا بھر کی فحاشی اور عریانی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور کمپنی کی شہرت کے لیے اس کارڈ کی لغویات کی اتنی دھوم مچی کہ کئی دن تک کشمیر کے طول و عرض میں اس کا نفس مضمون موضوع بحث رہا اور اب بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کارڈ پر بہت پیسہ خرچ ہوا ہے۔ غرضیکہ لوگوں کو تاریخ، ثقافت، تعلیم اور علوم جدیدہ کے اکتساب میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ باہمی نفاق اور مخاصمت کا یہ عالم ہے کہ ایک دوسرے کے خون کے تشنے نظر آتے ہیں۔ اس نا اتفاقی اور عدم اخوت نے ان کے سیاسی حقوق پر کاری ضرب لگائی ہے۔ ان میں قومی غیرت کا فقدان اور جینے کا سلیقہ نہیں آتا ہے۔

ان اخلاقی کوتاہیوں کی روشن مثال خود خانقاہ زڈی بل کی شکستہ حالی ہے۔ اگر لوگوں میں اپنے اسلاف کی ناموری اور عزت و ناموس کا خیال ہوتا تو کم از کم بانی شیعیت میر شمس الدین کے مقبرے کی حالت اچھی ہوتی۔

اگر میر عراقی کسی دوسری قوم میں پیدا ہوتے تو ان کے کارناموں پر لوگ ہمیشہ فخر کرتے اور تاریخوں میں ان کا نام سنہری حروف میں لکھا جاتا ان کے نام بڑی بڑی یادگاریں جیسے یتیم خانے، مسافر خانے، کتب خانے، لنگر خانے، سرائیں اور مدرسے قائم ہوتے۔ ان کے جشن ولادت پر ہر سال مجالس مذاکرات کا انعقاد ہوتا۔ ان میں مضامین پڑھے جاتے کتابیں لکھی جاتیں، تحقیقی کاموں کی اشاعت ہوتی اور ان کے تئیں شاندار خراج تحسین پیش کیا جاتا۔

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ شیعوں کو یہ نہیں معلوم کہ خانقاہِ زڈی بل ان کی تاریخ تہذیب ان کی میراث ان کی سلطنت اور ان کے مرکزِ وجود کی یادگار ہے۔ ان کو اس بات کا بھی احساس نہیں ہے کہ اس متبرک اور مقدس خانقاہ میں تیس سال تک ان کا بانی قوم سیکڑوں درویشوں اور صوفیوں کے ساتھ محو عبادت رہتا تھا۔ لوگوں نے ان کو اتنا فراموش کیا ہے کہ کسی کو یقین نہیں آتا ہے کہ یہاں شیعی دنیا کے سب سے بڑے انقلابی عالم دین اور مجاہد اعظم دفن ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے دل و دماغ پر اب بھی مرزا حیدر کاشغری اور ظفر چک کیواری کی چھاپ قائم ہے۔ اسی لیے کسی کو تعمیر خانقاہ کی ہمت ہی نہیں ہوتی ہے۔

میر شمس عراقی کے نام لیواؤں کی بے حسی کی انتہا دیکھئے کہ وہ ان کتبات اور آثار قدیمہ کا تحفظ نہ کر سکے جو یہاں پانچ سو سال سے نصب ہیں۔ اور جو بہترین فن خطاطی اور سنگ تراشی کے نمونے پیش کر رہے ہیں۔ ان کتبوں پر اسمائے دوازدہ معصومین بڑی مہارت اور کاریگری سے کندہ ہیں بعض کتبوں پر محرابیں بنی ہوئی ہیں اور انہی میں آیۃ الکرسی کے بہترین نقوش اب بھی صاف اور نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ کتبے آج سے تیس چالیس سال قبل اچھی حالت میں تھے۔ اب ان میں اکثر و بیشتر کتبے قدردانوں اور بزرگوں کے اٹھ جانے سے لونڈوں نے توڑ دیئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ حال ہی میں مقبرے کی مرمت کے سلسلے میں خانقاہ کی زمین کھودی گئی تھی۔ اس اثنا میں زمین سے بڑے بڑے سنگ بست یا (تراشیدہ پتھر) برآمد ہوئے تھے جن کی لمبائی اور چوڑائی کئی کئی فٹ تھی۔ جاہل لوگوں نے ان پتھروں کو اصنام سمجھ کر ریزہ ریزہ کیا۔

خانقاہ کی کسمپرسی کی حالت یہ ہے کہ بہت سے ستون اور کتبے چرائے گئے ہیں۔ یہ بات بھی مشاہدے میں آئی ہے کہ آس پاس کے لوگ یہیں کے بڑے بڑے تراشیدہ پتھر اپنے مکانوں کی دہلیز میں استعمال کرتے ہیں اگر پانچ دس صاحب دول خانقاہ کی تعمیر نو کا بیڑا اٹھاتے تو پوری قوم پر احسان ہوتا۔ اس سے نہ صرف ان کا نام تاریخ میں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہوگا بلکہ اس نیک فال کو میر شمس عراقی کی روح جوز مانۂ سلف میں بار بار مجروح کی گئی دعائیں دے گی۔

خانقاہ زڈی بل کی تعمیر کی سب سے بڑی ذمہ داری جناب شریعتمدار حجۃ الاسلام آغا سید یوسف الموسوی الصفوی پر عاید ہوتی ہے۔ قبلہ و کعبہ انہی کی اولاد سے ہیں۔ اگر وہ خانقاہ کی تعمیر و مرمت کے لیے ذاتی دلچسپی کا اظہار فرمائیں گے تو انشاء اللہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔

راقم الحروف خانقاہ کی تباہی اور شکستہ حالی پر اپنے جذبات کا اظہار اس سے بھی سخت لہجے اور تلخ الفاظ میں کرتا — لیکن جناب آغا سید یوسف قبلہ و کعبہ کی تقین دہانی پر زبان قلم اب یہیں رک گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس اپیل کا فوری اثر یہ ہوا کہ جناب آغا صاحب نے خانقاہ زڈی بل کی تعمیر نو کی رسم افتتاح مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو ایک پر وقار تقریب اور جلسۂ عام میں کیا۔

میر شمس عراقی کی اولاد

تاریخ سے ثابت ہے کہ میر شمس الدین عراقی کے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ بڑی صاحبزادی کا عقد ایک رومی درویش شیخ عبدالسلام سے ہوا تھا۔ یہ مقبرے میں اپنے والد کے بائیں طرف دفن ہیں دوسری صاحبزادی بی بی بانو ملک حیدر چاڈورہ کے دادا ملک محمد ناجی ملقب بکمال الدین سے منسوب تھیں ؎۹ صاحبزادوں میں سید دانیال اور میر حسن زڈی بلی مجتہد کے نام تاریخوں میں ملتے ہیں ؎۱۰ انھیں شیخ دانیال اور شیخ حسن بھی موزخوں نے لکھا ہے۔ سلاطین چک میر حسن کو اپنا مرشد مانتے تھے۔ جب یعقوب شاہ کو معلوم ہوا کہ شمس چک کبھواری اور عالم شیر ماگرے بر بنائے تعصب شیخ حسن زڈی بلی اور بابا خلیل اللہ کو قتل کرنے کا منصوبہ باندھ رہے تھے۔ تو انہوں نے دونوں کے خلاف سوپور میں فوج کشی کی اور دونوں کو شکست دی۔ شیخ حسن اعلیٰ پائے کے عالم اور شیعوں کے مجتہد تھے۔ انہوں نے مذہب امامیہ کو نقطۂ عروج پر پہنچایا تھا۔ وہ میر عراقی کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ میجر بڈلف نے میر عراقی کے دو اور صاحبزادوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کے نام میر مختار اور میر یحییٰ بتلاتے ہیں۔ دونوں کا انتقال اسکردو میں ہوا ؎۱۱ یہ دراصل میر دانیال کی اولادوں میں سے تھے سید مختار کا انتقال ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۸۱۶ء میں ہوا۔ یہ میر دانیال کی بارہویں پشت سے تھے۔

میر سید دانیال

میر دانیال میر شمس عراقی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ خاندانی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی تھی ؎۱۲ تاریخ ولادت کہیں نہیں ملتی ہے۔ تحفۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب سید محمد بیہقی کے بعد ملک موسیٰ رینہ وزیر اعظم ہوئے تو اس وقت میر دانیال کا سن بارہ برس کا تھا ؎۱۳ تاریخوں سے ثابت ہے کہ ملک موسیٰ رینہ ۹۰۷ھ ہجری مطابق ۱۵۰۲ء میں وزیر اعظم ہوئے تھے۔ اس حساب سے ان کا سال ولادت ۸۹۵ھ ہجری (۱۴۹۰ء) قرار دیا جاسکتا ہے۔ خاندانی حالات میں ۹۰۱ھ ہجری سن پیدائش مندرج ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔

جب میر عراقی تبت (اسکردو) کے لیے روانہ ہوئے تو دانیال نے بابا علی کے تعاون سے خانقاہ زڈی بل کا سارا انتظام کمسنی میں سنبھالا۔ ملک موسیٰ رینہ وزیر اعظم ہوئے تو ملا بابا علی اور کچھ صوفی میر دانیال کے ہمراہ ان کے گھر تہنیت دینے گئے۔ ملک موسیٰ نے جونہی ان کو دیکھا تو اپنی جگہ سے فوراً اٹھے اور انھیں خلعت پہنایا۔ اور پھر خانقاہِ ہمدانیہ کا سارا انتظام ان کے سپرد کیا [۹۴]

میر دانیال ۱۲ برس کے سن میں ملّے میں بیٹھے تھے۔ درویشوں میں شمعیں روشن کرکے تقسیم کرتے تھے اور اس طرح آداب و قواعد جو اربعین نشینی کے لیے ضروری ہوتے تھے کمسنی میں ہی سیکھے تھے۔ چلہ نشینی میں اور لوگوں کے علاوہ ان کے ساتھ داؤد صوفی، جنید صوفی، درویش زیرک، درویش کمال، بابا شمس گنائی اور حاجی بایزید ہوتے تھے۔ جب میر عراقی نے انھیں اربعین نشینی کے آداب و قواعد سکھا کر ۹۲۸ھ ہجری مطابق ۲۳-۱۵۲۲ء میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تو سب سے پہلے حضرت بابا، مولانا حافظ بصیر، قاضی محمد قدسی مولانا درویش زیرک، بابا شمس گنائی اور مصنف تحفۃ الاحباب جیسے صوفیائے اکابرین نے ان کی بیعت کی۔ اس موقع پر اس دن شہر و دیہات سے چھوٹے بڑے تمام صوفی لوگ حاضر ہوئے۔ میر دانیال نے انھیں ضیافت دی۔ جس میں سرخ پلاؤ، زرد پلاؤ، ترش پلاؤ، مختلف سالن اور رنگارنگ حلوے پکائے گئے تھے۔ بعد طعام تمام لوگوں نے دانیال کو اپنا خلیفہ تسلیم کیا۔ اس تقریب پر لوگوں نے جو تحائف اور خلعتہا وغیرہ ان کی نذر میں پیش کیے تھے وہ انھوں نے اپنے مریدوں میں تقسیم کیے۔ اس واقعہ کے تین چار سال کے بعد میر شمس عراقی کا انتقال ہوا [۹۵]

میر دانیال اور بابا علی میں تکدر رنجی

میر دانیال اور بابا علی ح میں بڑا اتحاد و اخلاص تھا۔ دونوں میں بعد میں خانقاہِ ہمدانیہ کی تولیت

ح۔ بابا علی۔ آپ شیخ الاسلام بابا اسماعیل کے مشہور خلیفہ تھے۔ جب میر شمس الدین عراقی کشمیر آئے تو ان کے مرید ہوئے اور مذہب شیعہ قبول کیا۔ آپ میر عراقی کے نائب تھے۔ خانقاہِ ہمدانیہ اور خانقاہِ زڈی بل کی تولیت بھی آپ کو دیدی گئی تھی۔ ملک محمد ناجی، ملک موسیٰ رینہ اور سلاطین و امراء آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ مرزا کاشغری نے آپ کو بھی قتل کرنا چاہا تھا لیکن ملک محمد ناجی کی مداخلت سے باز رہا۔ اس وقت آپ کی عمر سو برس سے بھی زاید تھی۔ جب دولت چک نے حکومت سنبھالی تو آپ کی لاش قبر سے نکال کر حسن آباد میں دفن کی۔ اور یہاں آپ کے صاحبزادے بابا حسن کے لیے خانقاہ تعمیر کی۔ شیعہ سنی

(باقی اگلے صفحہ پر)

اور ایک ایرانی سید صاحب مسمّی سید احمد کی بنا پر گرد کدورت چھا گئی تھی۔ واقعات یوں ہیں کہ جب ۹۲۸ھ ہجری مطابق ۱۵۲۱ء میں مرزا محرم بیگ کے لشکر کے ساتھ سید مذکور یہاں آئے تھے تو وہ ایک دن خانقاہ زڈی بل کی زیارت کو گئے۔ ان دنوں یہاں صوفی اور درویش لوگ چلہ نشین تھے۔ سید نے دانیال اور بابا علی سے تین دن قیام کرنے کے لیے خانقاہ کی زیارت کی اجازت طلب کی تھی۔ وہ خانقاہ میں درویشوں کے طرز عبادت سے متاثر ہو کر مسرور ہوئے۔ ان کی رائے تھی کہ میں نے دنیا کے تمام سلسلوں (ہمدانیہ، سہروردیہ، قادریہ وغیرہ) کا بغور مطالعہ کیا لیکن مجھے خانقاہِ زڈی بل کے صوفیوں کا طریقہ سلوک اور ان کی ریاضت کے اسلوب و آداب کہیں نظر نہیں آئے۔

کشمیر میں سید احمد کی بڑی شہرت و مقبولیت ہونے لگی۔ بعض لوگ انھیں غلطی سے شاہ قاسم فیض بخش کے صاحبزادے سید احمد مجذوب سمجھنے لگے۔ اول الذکر حسن اخلاق اور اوصاف حمیدہ کی وجہ سے مشہور تھے۔ چونکہ ابدال ماگرے اور ملک رنگی چک وغیرہ امرائے کشمیر میر دانیال سے تعصب برت رہے تھے۔ انھوں نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر ان کو خانقاہ ہمدانیہ کی تولیت سے برخاست کیا اور پھر اسے شاہ سید احمد کی تولیت میں دے دیا۔ متولی ہونے کی وجہ سے شاہ صاحب کی مقبولیت میں اضافہ ہونے لگا۔ جس کے نتیجے میں لوگ جوق در جوق ان کی طرف مائل ہو گئے۔ میر دانیال سید صاحب کا احترام کرتے تھے اور ان کے پاس اکثر و بیشتر خانقاہ ہمدانیہ میں جاتے تھے۔ انہوں نے سید صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ خانقاہ زڈی بل میں قیام کریں۔ سید نے ان سے اتفاق کیا اور دانیال نے ان کی خواہش پر انھیں روضہ لنگر (میر عراقی نے خانقاہ میں باغات کے ساتھ ایک لنگر بھی تعمیر کیا تھا جہاں غربا اور مساکین کو کھانا ملتا تھا) سپرد کیا۔ جب دانیال نے دیکھا کہ

فسادمیں خانقاہ نذر آتش ہوئی۔ اب اس کا نام و نشان نہیں ملتا ہے۔ مقبرہ بابا علی اور بابا حسن ویران و منہدم ہیں۔ ان مقبروں میں چراغ روشن کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ مقبرے کے کتبوں پر آئمہ معصومین کے نام درج ہیں۔ اور یہ سیکڑوں برس پہلے کے موجود ہیں۔ ان کے تحفظ کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ حسن آباد میں اب بھی کچھ لوگ بابا کے نام سے مشہور ہیں۔ شاید ان ہی کی اولاد ہوگی لیکن صاحب دل ہونے کے باوجود مقبرے کی تعمیر کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے ہیں۔ یہاں ایک عالیشان امام باڑہ بھی ہے جس کی نگرانی آغا سید یوسف قبلہ کر رہے ہیں کتاب میں مقبرے کے ایک کتبے کا عکس بھی شامل ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ مشہور و معروف رئیس التجار حاجی محمد قاسم بابا اور حاجی محمد صادق بابا حضرت بابا علی کی اولادوں سے ہیں۔ (اکبر حیدری)

ان کے دو مرید خاص بابا علیؒ زید مصنف تحفۃ الاحباب ان کے پاس اکثر جاتے ہیں تو انہیں ناگوار ہوا اور اس میں اپنی سبکی محسوس کرکے ان سے خفا ہو گئے۔ ادھر خانقاہ ہمدانیہ بغیر متولی کے رہ گئی تھی۔ ملک رنگی چک، ابدال ماگرے اور دوسرے امرا نے دانیال اور بابا علی کی کشیدگی کا فائدہ اٹھایا اور انہوں نے بابا علی کو خانقاہ کی تولیت دیدی۔ یہ ایک سیاسی چال تھی اور اس کا مطلب دونوں بزرگوں میں نااتفاقی ڈال کر میر دانیال کی اہمیت کو گھٹانا تھا۔ دونوں کی باہمی ناراضگی یہ شدت اختیار کر گئی کہ میرزا دانیال نے بابا علی اور مصنف تحفۃ الاحباب کے والد کو خانقاہ زڈی بل میں چلہ نشینی سے روکا۔ اور انہوں نے ان دونوں کی جگہ پر ایک دوسرے نوربخشیہ مولانا عثمان گنائی کو بٹھا دیا۔ جب یہ حال بابا علی وغیرہ نے دیکھا تو وہ خانقاہ زڈی بل کو چھوڑ کر خانقاہ ہمدانیہ میں چلہ نشین ہوئے۔ آخر کار خواجہ تاج الدین اور حیدر لائے جو اس وقت حکومت کی نظروں میں صاحبانِ اقتدار تھے ان کی مساعی جمیلہ سے دونوں کی کدورت دور ہو گئی۔ جب آپس میں صلح وصفائی ہوئی تو ملاقات کے وقت تحفۃ الاحباب کے مصنف کے والد نے شیخ عطار کے یہ اشعار بطور معذرت سنائے۔ ۵۹

بردر آمد بندۂ گریختہ	آبروئے خود ز عصیان ریختہ
دائما در راہ عصیاں گشتہ ام	آخر از کردہ پشیماں گشتہ ام
نفس و شیطان زد کریما راہِ ما	رحمتت باشد شفاعت خواہِ ما
بادشاہا جرم مارا در گذار	ما گنہگاریم تو آمرزگار
مغفرت داریم امید از لطفِ او	زانکہ حق فرمودہٗ لا تقنطوا

اس ملاقات کے بعد طرفین پھر شیر وشکر ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک دن میرزا دانیال کے حکم سے بابا علی نے درجہ بدرجہ مولانا عثمان گنائی، مولانا صوفی جنید، مولانا سعد اللہ اور مولانا جمال الدین کا سجدہ بجالایا ۶۰

میر سید دانیال کی شہادت کے بارے میں میر شمس عراقی نے پیشین گوئی کی تھی کہ ایک ظالم کے ہاتھوں شہید کیے جائیں گے۔ چنانچہ خاندانی حالات میں درج ہے کہ

" میر شمس الدین روزے در مجمع فرمودہ اندکہ پسر من میر دانیال کہ مکہ معظمہ زادہ اللہ تعالیٰ شرفا مولد آں فرخندہ فال است۔ بعد از من بجہت مودت و محبت دوازدہ امام از دستِ ظالم بے دین و کافرے پر بغض و کین مقتول خواہد شد و بدرجۂ شہادت

کہ بہترین مدارج و خوشترین مناصب و غایت مشرافت میراث اہلبیت رسالت است
خواہد رسید۔ بعد از رحلت آں سالکِ مسالک تحقیق بداں منوال کہ زبان گوہرفشاں
آں صادق مقال جاری شدہ بود۔ از آں بفعل آمد و بوقوع پیوست ۔

میر دانیال نے مذہب امامیہ کی ترویج و اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ یہاں تک کہ تبلیغ کرتے کرتے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ جب مرزا حیدر نے ۹۵۵ھ ہجری مطابق ۱۵۴۸ء میں شیعوں کے قتل عام کا بازار گرم کیا تھا تو اس سال قید کر کے انہیں جھوٹی شہادتوں کی بنیاد پر بڑی بے دردی کے ساتھ ۲۴ صفر ۹۵۶ھ ہجری مطابق ۱۵ مارچ ۱۵۵۰ء کو شہاب الدین پورہ میں قتل کروایا۔ تفصیلات کے لیے مرزا حیدر کاشغری کا قتل عام مبتلا، کا جی چک ملاحظہ ہو۔ کچھ عرصے کے بعد دولت چک نے آغاز حکومت میں ان کی لاش وہاں سے نکالی اور پھر اسے خانقاہ زڈی بل میں میر شمس عراقی کے پہلو میں دفن کیا۔ ان کی قبر پر آج سے آٹھ دس سال قبل ایک کتبہ نصب تھا اس پر آئمہ معصومین کے نام کے بعد یہ شعر کندہ کیا گیا تھا۔

آنکہ جاں باخت زبہر ربّ مجید
حضرت شیخ دانیال شہید

کتبے پر ۹۵۵ھ ہجری کی تاریخ لکھی تھی۔ افسوس ہے کہ یہ کتبہ بھی وہاں سے چرایا گیا۔ بہارستان شاہی میں میر دانیال کی جائے شہادت کا کوئی ذکر درج نہیں ہے۔ حسن نے یہ جگہ موضع شوش مرد کھائی ہے۔ خاندانی حالات میں یہ جگہ اشم اور اندرکوٹ کے درمیان بتائی گئی ہے۔ اندرکوٹ میں مرزا حیدر کاشغری کا محل تھا۔ قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ کاشغری نے دانیال کو ان کی بڑھتی ہوئی ہر دلعزیزی کے خوف سے اپنے ہی محل میں قید کیا تھا اور پھر اسی حدود میں شہید کیا۔ آخر کار وہ شہاب الدین پورہ موضع ڈب میں عارضی طور پر دفن کیے گئے تھے۔ "ڈب" اشم اور اندرکوٹ کے ملحقہ گاؤں میں ہے۔

خاندانی حالات میں میر دانیال کے بارے میں ایک روایت بیان کی گئی ہے۔ جس کی تائید کسی اور ذریعہ سے نہیں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سلاطین چک کے دوسرے بادشاہ حسین شاہ نے ان کے مقبرے واقع شہاب الدین پورہ (ڈب شادی پورہ) میں ایک مضبوط فصیل تعمیر کی تھی۔ اور قبر کی بالیں پر ایک کتبہ رکھا تھا۔ اس میں دو انگل مربع کے برابر ایک سونے کی مہر کندہ کرا کے رکھی تھی۔ مہر میں کچھ نقش کرایا تھا جس کی عبارت اب پڑھی نہیں جا سکتی ہے۔ دانیال کے مرید و تخ

دشمن کے خوف سے مقبرے کا نام "ریشہ بابا" رکھا تھا۔ لوگ اب اسے "شہید مزار" کہتے ہیں۔ یہ مقبرہ بھی زیارت کا درجہ رکھتا ہے۔ یہاں ہر سال مجلس عزا کی جاتی ہے۔

خاندانی حالات اور شجرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میر دانیال کے صاحبزادے کا نام سید علی تھا۔ بڈگام کے ایک گاؤں "گرند کلاں" میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ مریدوں نے ایک دوسرے گاؤں "تلرزو" میں دفن کیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق بعد میں خانقاہ زڈی بل میں دفن ہوئے۔ راقم الحروف نے خانقاہِ زڈی بل میں میر دانیال کے پہلو میں ایک قبر پر کتبہ نصب شدہ دیکھا ہے اس پر ذیل کی تاریخ کندہ ہے ؎

از شعبدہ ہائے زمانی صد حیف ۔۔۔ واز مردنِ خدا یگانی صد حیف
تاریخ وفاتش زخرد جستم و گفت ۔۔۔ صد حیف ز دانیال ثانی صد حیف

۱۰۴۸ ہجری

وثوق سے نہیں کہا جا سکتا ہے کہ "دانیال ثانی" کون تھے۔ خاندانی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ میر دانیال کے صاحبزادے سید علی شہید کر دیئے گئے تھے۔ چونکہ دانیال بھی شہید ہوئے تھے اس لیے ممکن ہے کہ انہی کا لقب دانیال ثانی بعد شہادت رکھ دیا ہو۔ خاندانی حالات میں میر دانیال کے صاحبزادے سید علی کو شمس الدین ثانی کہا گیا ہے۔ اگر میر شمس الدین عراقی شہید کیے گئے ہوتے تو پھر سید علی کو شمس الدین ثانی کہنا ممکن ہو جاتا۔ بہرحال اس امر کے بارے میں کوئی ٹھوس شہادت دستیاب نہیں ہے اس لیے مزید کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

خاندانی افراد کا فرداً فرداً ذکر کرنا مشکل ہے۔ ان کے نام شجرے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب میر شمس الدین عراقی کی اولادوں میں سے جناب آقا سید مہدی آیت اللہ مجتہد کے بارے میں کچھ سطریں درج کی جائیں۔

آقا سید مہدی

حجت الاسلام آقا سید مہدی درجۂ اجتہاد پر فائز تھے۔ آپ میر شمس عراقی کی تیرھویں پشت سے تھے۔ عالم بے مثل اور محقق بے بدل تھے۔ تائیس سال تک عراق میں مختلف علوم حاصل کر کے ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۸۱ء میں کشمیر آئے۔ یہاں امامیہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں ہمہ تن مصروف رہے۔

ایک مرتبہ حج بیت اللہ کی زیارت کا شرف حاصل تھا۔ آخر کار ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۹ اپریل سنہ ۱۸۹۲ء روز چہارشنبہ کو انتقال کیا۔ کرالہ وہ بڈگام میں دفن ہیں۔

آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں

تمرینیۃ الغرویہ در تحقیق غوامض مسائل اصولیہ وفقہیہ عربی'۔ رسالہ منقذۃ الغرقیٰ فارسی مختصر منقذۃ الغرقیٰ، رسالۂ درنیتے، رسالۂ عربی مطول، رسالۂ فارسی مختصر رسالہ در ظہارہ، رسالہ دیگر در مسائل فروع دینیہ از منقذۃ الغرقیٰ، کتاب مطفئۃ المحرقۃ، رسالۂ عربی مختصر، رسالۂ رد جواب ملتانی عربی، کتاب مضاریب المشککین، رسالہ عجالہ در اثبات سیاہ ہے برائے گم گشتگان وادی ضلالت، ترجمۂ لمعۂ دمشقیہ، حاشیہ بر کتاب جامع عباسی و درر غالیہ ان تصانیف میں سے ترجمۂ لمعۂ دمشقیہ' اور رسالہ دُرر غالیہ اخلاقیہ چھپ چکی ہیں۔ ابھی حال ہی میں جناب آغا سید باقر نے ایک اور کتاب مطفئۃ المحرقۃ اردو ترجمہ کے ساتھ شایع کی ہے۔ کتاب تحقیقی ہے مصنف نے قرآنی دلیلوں سے اپنے دعووں کو ثابت کیا ہے۔ کتاب حضرت علی کی خلافت سے متعلق ہے۔

آقا سید محمد

آقا سید مہدی مجتہد کشمیر کے انتقال کے بعد ان کے فرزند ارجمند جناب آقا سید محمد قبلہ نے تبلیغ و رشد کے کام کو جاری رکھا۔ وہ بھی بڑے اعلیٰ پایۂ کے عالم و فاضل تھے سنہ ۱۳۱۵ ہجری میں بڈگام میں امام باڑہ تعمیر کیا تھا۔ اس کی چھت پر بہترین اور عمدہ پیپر ماشی کے تختے لگائے گئے تھے۔ ان پر محتشم کاشی کا مشہور و معروف مرثیہ دروازہ بند کسی ماہر خوش نویس سے لکھوایا گیا تھا۔ آقا سید محمد کا انتقال ۲۸ ماہ شوال سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۹ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء دوشنبہ کو ہوا۔

وہ بڑے متقی، پرہیزگار اور راست گو تھے۔ جواہر ایمانی، منہاج الصلاح، ضیاء الہدا، تزئین المتکلمین ان کی تصانیف ہیں۔ منہاج الصلاح کشمیری زبان میں ہے جس میں مسائل فقہ تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

آقا سید احمد

آپ آقا سید محمد کے بڑے صاحبزادے تھے۔ انہوں نے سنہ ۱۳۵۲ہجری میں چاڈورہ میں میر سید

شمس عراقی کا مقبرہ از سر نو تعمیر کیا۔ اس کے بعد ۱۳۵۲ھ میں امام باڑہ حسن آباد کو نئے سرے سے بنایا۔
۱۳۶۳ھ میں خانقاہ زڈی بل میں "خوشحال سر" کی طرف ڈیوڑھی تعمیر کی ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ کو انتقال کیا

آقا سیّد یوسف

اپنے والد گرامی آقا سید محمد اور برادر بزرگوار آقا سید احمد کے انتقال کے بعد جناب آقا سید یوسف اثنا عشری مذہب کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ آپ عوام میں آغا صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ۳۰ ویں اور حضرت سید امیر شمس الدین محمد عراقی کی چودھویں پشت سے ہیں۔ ان کی ولادت ۱۳۳۲ھ ہجری میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد آغا سید محمد سے حاصل کی۔ ان کے انتقال کے بعد ۱۳۵۳ھ میں عراق گئے اور نجف اشرف میں بڑے بڑے مجتہدوں سے دینی علوم حاصل کیے۔ جناب سید ابوالحسن اصفہانی، آقا حسین طباطبائی قمی، آقا ضیاءالدین عراقی، آقائے شیخ محمد اصفہانی، آقا میرزا ابوالحسن مشکینی، آقا ابراہیم الحسنی آقا سید حسین طباطبائی البروجردی، آقا سید محسن الحکیم، آقا سید محمد الحکیمی، شیخ محمد کاظم، آیت اللہ آقائے شیرازی آقائے جمال موسوی گلپائیگانی وغیرہ جیسے بزرگان دین اور افاضل زمانہ آپ کی علمی استعداد اور اعلیٰ صلاحیتوں کے قائل تھے۔ ان علمائے کرام کے اجازات و اسناد آپ کے علوم دینی کے سلسلے میں "ایقاظ العباد" میں شائع ہوئے ہیں۔ رہبر انقلاب فقیہہ عصر جناب آیت اللہ خمینی سے آپکے خاص مراسم ہیں۔

آپ شرافت کے پیکر ہیں۔ چہرے سے جاہ و جلال ٹپکتا ہے۔ دوست اور دشمن، اپنے اور غیر آپ کے تقویٰ، بزرگی، فضیلت، سیادت، حسن تدبر، سلامت طبع، دیانتداری اور سچائی کے معترف ہیں۔ کشمیر کے امراء، روسا، حکام بلا تمیز مذہب و ملت سبھی آپ کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ وزراء اعلیٰ بخشی غلام محمد، خواجہ غلام محمد صادق اور سید میر قاسم آپ کے شریعت کدے پر قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ شیخ محمد عبداللہ آپ کے تقدس و تقویٰ کے بے حد قائل ہیں۔ اور آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں۔

آغا سید ۔۔۔ نے انجمن شرعی شیعان جموں و کشمیر کی داغ بیل ڈالی ہے۔ انجمن کی سرپرستی اور نگرانی آپ کی ذات سے وابستہ ہے۔ انجمن کے تحت مذہب اثنا عشری کی ترویج ہو رہی ہے۔ آپ نے بڈگام میں ۱۱ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ کو باب العلم کی بنیاد ڈالی۔ اور اسی سال اس میں درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ مدرسے کا سارا انتظام انجمن شرعی کے تحت ہو رہا ہے۔ یہاں کے طلباء

مزید تحصیل علوم کے لیے قم اور عراق جاتے ہیں۔ باب العلم کے مدرس اول جناب حکیم جلال الدین غازی ہیں۔ باب العلم کے علاوہ آپ نے پوری ریاست یعنی جموں، کشمیر اور لداخ میں دینی علوم کے لیے مدرسے قائم کیے ہیں۔ مدرسین کو انجمن شرعی کے تحت تنخواہیں ملتی ہیں۔ آغا صاحب نے باب العلم کی فلاح و بہبود کے لیے لاکھوں روپے کی مالیت کی اراضی وقف کر دی ہے۔

شہری اور دیہی علاقوں میں مدرسوں کے علاوہ آغا صاحب نے انجمن شرعی کے تحت امام باڑے اور مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ ان میں امام باڑہ بڈگام اور حسن آباد قابل ذکر ہیں۔ بڈگام کا امام باڑہ ۱۳۷۵ھ میں لاکھوں روپے صرف کر کے تعمیر کیا گیا۔ اس شہرہ آفاق امام باڑے کی وسعت اور اہمیت کا اندازہ اس کتبے سے ہو سکتا ہے جس کا عکس کتاب میں شایع کیا گیا۔ امام باڑے میں فن سنگ تراشی اور پیپر ماشی کے بہترین نمونے نظر آتے ہیں۔ ان پر محتشم کاشانی کے مرثیے دوازدہ بند کے اشعار بڑی مہارت اور خوبصورتی سے لکھے گئے ہیں۔ امام باڑے کے ساتھ ہی آغا صاحب نے مسجد جامع تعمیر کی ہے جموں و کشمیر کی شیعہ آبادی میں یہ مسجد ایک بڑے رقبے پر تعمیر کی گئی ہے یہ بھی آغا صاحب کی ہی زیر نگرانی بنائی گئی۔ زڈی بل اور بڈگام میں اوقاف کی کئی بلڈنگیں تعمیر کی گئیں۔ آجکل امام باڑہ میر گنڈ اور خانقاہ زڈی بل کی تعمیرات میں مصروف ہیں۔

جناب سید یوسف صاحب قبلہ کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے شریعت کدے پر شرعی عدالت قائم کی ہے جس میں شرعی نظام کے تحت فیصلے ہوتے ہیں اس شرعی عدالت کی نظیر برصغیر میں اور کہیں نہیں ملتی ہے۔ فریقین شرعی فیصلوں کے پابند رہتے ہیں۔ اگر کوئی فریق فیصلے کا احترام نہیں کرتا ہے تو لوگ اس کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتے ہیں۔ عوام کو ان فیصلوں پر اتنا اعتماد ہے کہ شیعوں کے علاوہ سنّی حضرات اور غیر مسلم بھی ان فیصلوں کو قبول کرتے ہیں۔ وراثت، ہبہ، وصیت انتقالات اراضی، منقولہ و غیر منقولہ جائداد اور خرید و فروخت کے بیع نامے اسی شرعی عدالت میں اندراج کیے جاتے ہیں۔ اس اقدام سے لوگ عدالتی جھگڑوں سے چھٹکارا پاتے ہیں۔ اور وہ قانونی چارہ جوئی میں پیسہ اور وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔

آغا صاحب کے انصاف کا یہ عالم ہے کہ اس مادی زمانے میں جہاں اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں وہ مالکانِ زمین کو کاشتکاروں سے زمین واپس دلاتے ہیں یا ان کو فریقین کی رضامندی سے معاوضہ دلاتے ہیں۔ شرعی عدالت کا انعقاد آپ کے انقلابی دماغ کی

سب سے بڑی دلیل ہے۔ آغا صاحب عالم یگانہ اور علامۂ دہر ہیں۔ عربی اور فارسی زبانوں میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ ان کے فیصلے دونوں زبانوں میں ہوتے ہیں۔

آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایقاظ العباد، وسیلۃ النجاۃ اور سرمایہ نجاۃ آپ کی تصانیف ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ آغا صاحب نے بہت سے اعلیٰ اور تحقیقی مضامین لکھے ہیں جو "الارشاد" میں شائع ہوئے ہیں۔ آپنے انجمن شرعی کے زیر اہتمام نشر و اشاعت کا شعبہ قائم کیا ہے۔ اس کے تحت کئی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہیں۔ ان میں ترجمہ لمعۂ دمشقیہ جیسی ضخیم کتاب قابل ذکر ہے۔ زیر نظر تاریخ بہارستان شاہی کی اشاعت کا بڑا بھی آپ ہی نے اٹھایا ہے علاوہ برایں آپ نے خانقاہ زڈی بل کو از سر نو تعمیر کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میر شمس الدین عراقی کے نام سے ایک اکاڈمی قائم کرنے کی منظوری دی ہے جس کے تحت انجمن شرعی کے اہتمام سے میر شمس عراقی سے متعلق کتابیں شائع ہونگی۔ جب بھی نظام شریعت کے اصولوں کے خلاف ریاستی اسمبلی میں کوئی بل پیش ہوتا ہے تو آغا صاحب پوری قوت کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان میں اسقاط حمل کا بل، نکاح کا بل اور شراب نوشی کا بل قابل ذکر ہے۔ آغا صاحب دراصل اس بات کے حامی ہیں کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں شریعت محمدی کے تحت عدل و انصاف کی بنیاد پر تمام باہمی تصفیہ نمٹائے جائیں اور غیر مسلمین کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

کشمیری مسلمانوں میں یہ رواج تھا کہ صرف خانہ نشین دختروں کو وراثت کا حقدار سمجھا جاتا تھا اور جن لڑکیوں کی شادی گھر سے باہر ہوتی تھی وہ حق وراثت سے محروم کی جاتی تھیں آغا صاحب نے اس رسم کے خلاف رائے عامہ کو منظم کیا اور اسے نظام اسلام میں ایک سنگین بے قاعدگی سے محمول کیا۔ ان کی مخلصانہ کوششوں کی بدولت اب خانہ نشین اور غیر خانہ نشین لڑکیوں کو یکساں طور پر وراثت کا حقدار تسلیم کیا جاتا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ کشمیر اور ہندوستان میں تمام مسلمانوں کے متبرک مقامات سرکاری اوقاف کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ پورے ہندوستان میں صرف شیعان کشمیر ہی ہیں جن کے مذہبی مقامات

امام باڑے مسجدیں اور دوسری تعمیرات وغیرہ اوقاف ایکٹ کے حد اختیار میں نہیں آتے ہیں۔ آغا صاحب اس بات کے حق میں نہیں کہ شیعوں کے متبرک مقامات اوقاف کے دائرہ کار میں آجائیں موصوف بہ نفس نفیس شیعہ اوقاف کے صدر ہیں اور تمام تعمیرات کا حساب کتاب انہی کی نگرانی میں ہوتا ہے۔

کشمیری شیعوں پر ہر سال ایام نوروز میں عرصۂ حیات تنگ کیا جاتا تھا اور انھیں بے پناہ مصائب و آلام کا شکار ہونا پڑتا تھا۔ بعض جاہل اور تنگ نظر لوگ محض ایذا رسانی اور شر پسندی کی بنا پر ان پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ آدم خوری کو مباح سمجھتے ہیں۔ چنانچہ بخشی غلام محمد کے عہدِ وزارت میں فتنہ پردازوں نے یہ بے پر کی اڑائی کہ شیعوں نے فلاں شخص کو مارا اور اس کے خون کو متبرک سمجھ کر نوش کیا۔ اس پر عوام الناس مشتعل ہو گیا اور اس نے دہشت گردی اور آتش فساد فروزاں کی۔ اس موقعہ پر آغا صاحب نے حسنِ تدبر کا مظاہرہ کر کے قابلِ تعریف کردار کا نمونہ پیش کیا۔ انہوں نے اس بے بنیاد الزام کے خلاف ملک کے طول و عرض میں اپنی تحریروں اور تقریروں سے صدائے احتجاج بلند کی۔ موصوف نے اندرون اور بیرون ریاست مسلمانوں کے ہر مکتبِ خیال کے علما کو متوجہ کیا کہ وہ شریعت کی روشنی میں آدم خوری کے الزام کی نہ صرف تردید کریں بلکہ ان لوگوں کے ناپاک عزائم کی پرزور مذمت کریں جو اس ہوّا کو کھڑا کر کے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرتے ہیں۔ آغا صاحب نے حکومتِ وقت کو بھی متنبہ کیا کہ وہ ایسے اسلام دشمن عناصر اور افواہ بازوں کے سدِّباب کے لیے قانون بھی وضع کرے۔ آغا صاحب کے الفاظ یہ ہیں:۔

"علاوہ براین بر حکومتِ وقت بحکم انصاف ولازم عدل و داد ذمگاہ داریِ ملک از اختلالِ نظام وخرابی دیار بہ تلف واتلاف نفوس واموال واخمادِ آتش فتنہ وفساد در بلاد لازم می شود ـــــــ وضع قانون برائے سدّ افواہِ عوام از تفوہ بایں اتہام وانفاذ حکم واجرائے آں فی الحال بلاتوانی واہمال ... ۔"

آغا صاحب کے اس جہادِ عمل کا یہ نتیجہ مرتب ہو گیا کہ سبھی فرقوں کے علمائے دین نے ان کی آواز پر لبیک کہی اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں حصول مودت اور استحکام اخوت کی اخلاقی قدروں پر زور دیا۔ جب سے آغا صاحب نے مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں اتحاد و اخوت کا اقدام کیا تب سے آج تک کوئی بھی جاہل شخص شیعوں کو آدم خوری اور خون آشامی کا الزام لگانے کی ہمت نہیں کرتا ہے۔ یہ آغا صاحب کا ایک بڑا کارنامہ ہے اور تاریخ میں سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔

راقم نے کئی مرتبہ بچشمِ خود دیکھا ہے کہ جو لوگ دور دراز علاقوں سے اپنے اپنے قضیوں کو نمٹانے کے لیے آغا صاحب کی شرعی عدالت میں حاضر ہوتے ہیں اور جن کے ٹھہرنے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا ہو وہ تاریخ مقررہ سے ایک دن پہلے آتے ہیں اور ان ہی کے شریعت کدے پر قیام کرتے ہیں۔ ان کے قیام و طعام کا بندوبست آغا صاحب بہ نفسِ نفیس فرماتے ہیں۔ اس طرح ایک بڑی تعداد میں لوگ آجکل کی انتہائی مہنگائی کے زمانے میں ان کے دسترخوان سے فیضیاب ہوتے ہیں اور قیام و طعام کی پریشانیوں سے فارغ ہوتے ہیں! ان کی عدالت سے کوئی بھی سائل خواہ اس کا تعلق کسی بھی فرقے سے ہو یا وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو خالی ہاتھ نہیں جاتا ہے۔ وہ یتیموں اور بیواؤں پر ہمیشہ دستِ شفقت رکھتے ہیں۔ ہندوستان کے دینی مدرسوں اور طلبا کی بھی امداد فرماتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ لوگ ان کی عدالت میں خرید و فروخت اور مہر و بدل وغیرہ کے سلسلے میں بڑی بڑی رقمیں اور بیش بہا زیورات بغیر کسی رسید یا شواہد کے بطور امانت رکھتے ہیں۔ آغا صاحب بعد تصدیق و اندراج لوگوں کو اپنی اپنی امانتیں واپس کرتے ہیں۔ جناب قبلہ و کعبہ کا یہ طرزِ عمل اور ان کی عدالت کا ربط و ضبط اور تقدس دیکھ کر ایک آزاد خیال تعلیم یافتہ جناب غلام رسول رینزو سابق ہوم سکریٹری اس قدر مرعوب و متاثر ہوئے کہ انھوں نے آغا صاحب کے سوانح حیات مرتب کرنے کے لیے انجمن شرعی کو دو ہزار روپیہ کا نذرانہ پیش کیا۔ حکومت وقت بھی آغا صاحب کے شرعی فیصلوں کا احترام کرتی ہے۔ اور عدالت عالیہ بھی ان فیصلوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ بعض عدالتیں شرعی مسائل کی گتھیوں کو سلجھانے کے لیے آغا صاحب کی طرف رجوع بھی کرتی ہیں۔ آغا صاحب بعض قضیے نمٹانے کے لیے فریقین کی رضامندی سے جائے وقوع پر مشاہدے کے لیے جاتے ہیں اور وہیں فیصلے بھی صادر فرماتے ہیں۔ لوگ ان کے فیصلوں کا پابند ہونا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ عدالت کے گرد و نواح علاقے کا نام "شریعت آباد" رکھا گیا ہے۔ آغا صاحب کی عدالت ہر روز بعد نماز ظہرین شروع ہوتی ہے اور قبل از مغرب برخاست ہوتی ہے۔ جمعہ کو عدالت کی کاروائی بند رہتی ہے۔ البتہ لوگ آغا صاحب کی خدمت میں کئی کئی میلوں سے آکر حاضری دیتے ہیں۔ سمنوں کا اجرا انجمن شرعی کے رضاکاروں کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ عورتیں مردوں کے ساتھ عدالت میں نہیں بیٹھ سکتی ہیں۔ ان کے اقربا موجود ہوتے ہیں۔ خود وہ ملحقہ کمرے میں ہوتی ہیں۔

آغا صاحب کا ایک غیر معمولی کارنامہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے کشمیر یونیورسٹی کی اورینٹل فیکلٹی میں اثنا عشری طلبا کے لیے شیعہ نصاب منظور کروایا جو آج تک جاری ہے۔ اب وہ ایک آفسٹ پریس اور روزنامہ سیاسی اخبار کے اجرا کے لیے اقدام کر رہے ہیں۔

مقدمۂ دوم

سلاطینِ چک کے عظیم اور قابلِ فخر کارنامے

خواجہ اعظم دیدہ مری[1] اور حسن[2] نے خاندان چک کے بانی لنگر چک کے سلسلۂ نسب کے بارے میں عجیب و غریب روایتیں بیان کی ہیں۔ چونکہ یہ روایتیں نوع بشر کی تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں اس لئے ان کا ذکر کرنا باعثِ طوالت ہوگا۔

چک خاندان راجہ سہدیو سنہ ۷۰۱ہجری تا سنہ ۷۲۰ہجری (مطابق سنہ ۱۳۰۱ء تا سنہ ۱۳۲۰ء) کے عہدِ حکومت میں اپنے سربراہ لنگر چک کے ساتھ دردستان (کشن گنگا دیلی) سے ہجرت کر کے کشمیر آیا تھا۔ کتب تواریخ میں اس خاندان کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ شاہ میر کے خاندان کی ہے۔ جب شاہ میر شمس الدین کے لقب سے سنہ ۷۴۰ہجری مطابق سنہ ۱۳۳۹ء میں تخت نشین ہوئے تو خاندان چک کے افراد پہلے سے ہی یہاں موجود تھے انھوں نے لنگر چک کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا[3]۔ وہ ترہگام میں رہتے تھے۔ ان کے بارے میں زیادہ کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

بہارستانِ شاہی میں منقول ہے کہ لنگر چک کی اولاد میں پانڈو چک بڑے بہادر، غیور اور انقلابی ذہن کے جنگجو سپاہی تھے۔ وہ سلطان زین العابدین کے عہد میں اپنے قبیلے کے سردار تھے اور لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ انھوں نے بیگاری اور ظلم و جور کے خلاف بادشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ بادشاہ چک افراد سے اپنے محل اور عمارتیں تعمیر کراتے تھے اور انھیں حقِ مزدوری نہیں دیتے تھے۔

جب بادشاہ کامراج گئے تو پانڈو چک اور قبیلے کے دوسرے لوگوں نے وہاں کا محل اور دوسری شاہی عمارتیں پھونک دیں۔ خود پانڈو چک ترہگام کی پہاڑیوں کی طرف چل دیے۔ اور اہل خاندان کو دراوٗ (دارِدستان) کی طرف روانہ کیا۔ جب سلطان کو آگ کی واردات اور پانڈو چک کی بغاوت کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے سپاہیوں کی ایک بڑی جماعت کو ترہگام بھیجا جس نے پانڈو چک

کی املاک کو نذرِ آتش کر دیا۔ اِس کے بعد زین العابدین نے دوسری مرتبہ اپنی عمارتیں تعمیر کیں۔

پانڈو چک نے موقع پاتے ہی ان شاہی عمارتوں کو دوسری مرتبہ آگ لگا دی۔ اور دراوُ کی طرف چل پڑے۔ بادشاہ نے جب یہ دیکھا تو انھوں نے دراوُ کے لوگوں کو رشوتیں دے کر اپنے ساتھ ملا دیا۔ اور پھر انہی کی مدد سے پانڈو چک کو گرفتار کروایا۔ گرفتاری کے بعد پانڈو چک تمام اہل و عیال اور چھوٹے بڑوں سمیت سلطان کے روبرو پیش کیے گئے۔ سلطان نے ان کے اہلِ کنبہ کو جو جنگ کے قابل تھے موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود پانڈو کو بھی پھانسی دے دی۔

سلطان نے پانڈو چک کی عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو کوارل کے دور دراز گاؤں میں دھکیل دیا۔ کچھ عرصے کے بعد جب یہ بچے حدِّ بلوغ کو پہنچے تو انھوں نے گاؤں کے دوسرے لوگوں کے ساتھ میل ملت بڑھا دی۔ یہاں تک کہ نائکوں اور چکوں کے درمیان رشتہ بھی ہونے لگا۔

پانڈو چک کے بیٹوں میں ایک کا نام حسین چک تھا۔ وہ باپ (پانڈو چک) کے مرنے کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ حسین چک کے دس بیٹے تھے اور تر ہگام کے چک خاندان کے افراد انہی کی اولاد سے تھے[1]۔ حسین چک کے بارے میں بجز اس کے اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ انھیں بادشاہ زین العابدین نے الطاف و اکرام سے ممتاز کیا تھا[2]۔ جب میر شمس الدین عراقی مذہبِ تشیع کی اشاعت کے لئے کشمیر آئے تو پانڈو چک، حسین چک اور کاجی چک نے مذہب امامیہ قبول کیا[3]۔ تر ہگام کے چک شیعہ مسلک کے پیرو تھے۔

چک خاندان کی دوسری شاخ گلگت سے آکر شمس چک ولد لہت چک کی سربراہی میں کپوارہ میں آکر پھیل گئی۔ شمس چک (متوفی سنہ ۹۰۸ ہجری مطابق سنہ ۱۵۰۲ء) کشمیری امرا میں شمار ہوتے تھے اور انھیں سید محمد بیہقی کی حمایت حاصل تھی۔ سلطان فتح شاہ کے عہد میں وہ بڑی قوت کے مالک تھے۔

چکانِ کپوارہ متعصب سنی تھے اور ہمیشہ ماگریوں کے ساتھ سازو باز کر کے تر ہگام کے چکوں کے ساتھ برسرِ جنگ رہتے تھے اور ان کے استیصال کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑتے تھے[4]۔

تر ہگام کا چک خاندان کشمیر میں ۳۲ سال تک تاج و تخت کا مالک رہا۔ یہ لوگ جذبۂ حب الوطنی سے سرشار تھے۔ ملک کی سالمیت اور اس کا تحفظ کرنا ان کا بلند نصب العین تھا۔ وہ ہمیشہ بیرونی مداخلت کے خلاف وطن کی حفاظت کرنے میں جان کی بازی لگاتے تھے۔ جبھی ماگرے، کپواری چک اور دوسرے مفاد پرست کشمیری امرا مغلوں کے ساتھ کشمیر کا سودا کرنے کے لئے کشمیر پر حملہ آور ہوتے تھے تو تر ہگام

کے یہ غیور چک انھیں بھاری جانی نقصان پہنچا کر مغلوب کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ جب کبھی شاہانِ مغل کشمیر پر دھاوا بولتے تھے تو یہ لوگ لشکرِ مغل کے سروں کا منارہ بناتے تھے۔

سلاطین چک بڑے مدبّر اور دور اندیش تھے۔ اسی لئے بابر، ہمایوں اور اکبر اعظم کے حملوں کو آخری دم تک ناکام بناتے رہے۔ اگر وہ چاہتے تو حکومت ایران کی طرف رجوع کرتے۔ اس زمانے میں سلطنت صفویہ بڑی مضبوط تھی اور شاہ طہماسپ صفوی زبردست طاقت کے مالک تھے۔ انھوں نے ہی ہمایوں بادشاہ کو تختِ سلطنت پر دوبارہ بٹھایا تھا۔ آخر کار شہنشاہ اکبر کشمیری علماء و امراء کو رشوتیں دے کر اپنے سیاسی مقصد میں کامیاب ہوئے۔ انھوں نے مذہبی منافرت کی بنیادوں پر کشمیریوں کی خودمختاری کو طاقت کے بل پر سلب کرکے انھیں مغلوں کا غلام بنایا۔ حکیم غلام صفدر ہمدانی نے بالکل صحیح لکھا کہ :-

"شیعانِ کشمیر کو ہی یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ انھوں نے کبھی بھی وطن کی آزادی کے ساتھ سودے بازی نہیں کی۔ مرزا حیدر کاشغری نے اپنے عہدِ حکومت میں شیعانِ کشمیر پر مصائب اور مظالم کے پہاڑ ڈھائے۔ ان کا قتل عام کرایا۔ ان کے مکانات اور خانقاہیں جلائی گئیں۔ مذہبی رہنماؤں اور بزرگوں کو قتل کرایا۔ لیکن ان بے پناہ اور انسانیت سوز مظالم کے باوجود شیعہ مسلمانوں نے وطن سے غداری نہیں کی۔ جس وقت مرزا حیدر یہاں کے شیعہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتا تھا اس وقت ایران کا تاجدار شاہ طہماسپ تھا جس کے پاس اکبر کا باپ ہمایوں بادشاہ بحیثیت پناہ گزین گیا تھا۔ اگر شیعانِ کشمیر اس وقت ایران کے تاجدار سے رجوع کرتے اور اس کو اپنی بربادی اور تباہی کی داستان سناتے تو نہ ہمایوں کو ہی مدد ملتی اور نہ مغل سلطنت ہندوستان میں قائم ہوجاتی۔ اس وقت خود ہندوستان کی طاقت اتنی کمزور تھی کہ ایران کا بادشاہ آسانی سے اس ملک کو فتح کرتا اور کشمیر کو بھی اپنے زیرنگیں لاسکتا۔ مگر شیعیانِ کشمیر نے سختیاں جھیلیں اور گوناں گوں مصائب برداشت کئے لیکن وطن کا سودا نہیں کیا اور نہ ملک سے غدّاری کی۔"

تاریخ کشمیر چکوں کی حب الوطنی، حرّیت، آزادی اور بے مثل بہادری کے کارناموں سے لبریز ہے۔ وہ بڑے دلیر، باہمت اور طاقتور تھے۔ عدل و انصاف ان کا شعارِ زندگی تھا۔ وہ سب کے سب

سپاہی پیشہ اور جنگجو تھے۔ حسن اپنے والد کے حوالے سے ان کی بہادری کے بارے میں زوالِ سلطنت کے کوئی تین سو سال کے بعد لکھتے ہیں کہ :۔

"قوت و شجاعت و دلاوری و شوکت و سپاہ گری و مبارزت در ذات چکاں اصلی و جبلی بود۔ یکے از نسل چکانِ ترہگام پیشِ خدمت سردار عظیم خان شدہ بود۔ کلاہ تتری بر سر و کفش اوزبکی در پائے۔ سلح و مکمل ہمرکاب سردار می رفت و بالائے او با ہودج فیل برابر بالا بود و سردار را از ہودج فیل برداشتہ بزیر می آورد۔ "[۹۵]

ملک کاجی چک

لنگر چک کی اولادوں میں ملک کاجی چک سرفہرست ہیں۔ تاریخ کشمیر میں انھیں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ وہ دو عظیم المرتبت کارناموں کی وجہ سے مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ انھوں نے شیعہ مذہب کی ترویج و اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔ دوسرے یہ کہ انھوں نے سلطنت چک کے قیام کے لئے زمین ہموار کی تھی۔

وہ میر شمس الدین عراقی کے فدائی تھے۔ اول الذکر نے ان کی وزارت کے لئے پیشین گوئی کی تھی اور ان سے عہد لیا تھا کہ وہ اپنے دورِ اقتدار میں عدل و انصاف، رعایا پروری اور مذہب امامیہ کی اشاعت کے لئے تندہی اور ایمانداری سے کام کریں۔ اس سلسلے میں مصنف بہارستان شاہی کہتا ہے کہ

"ایں طائفۂ چکاں ہیچ وجہی نہ داشتند کہ سامان و ہیأ لشکر سازند۔ پیش حضرت میر شمس الدین محمد عراقی جہت التماسِ خرچ راہی آمدند۔ و مرہنگ چک را ہمراہ آوردند کہ ایں پسر ملک شمس چک است۔ باشد کہ حضرت میر شمس الدین بطفیلِ او خرجی عنایت کند۔ وچوں آنحضرت آمدہ عرض احوالِ خود کردند۔ باوجود آنکہ از پنج شش کس زیادہ نہ بود۔ و امیدواری ایشان را صد ترک برنج و پنجاہ ترک آرد و مبلغ دو لک پل نقد عطا نمود۔ و از جماعت ایشان ملک کاجی چک را بنظر شفقت مخصوص فرمود و گفت کہ ایں ملک زادہ گوش بریدہ را پیش بیارید۔ و ملک کاجی چک را در جنگ سوپور ہنگامِ شبخونِ شمس چک گوش بریدہ شدہ بود و آنحضرت او را پیش خود آوردہ فرمود کہ حضرت قادر با قدرت حکومتِ ایں ولایت و تصرفِ ایں مملکت بہ تو مسلّم

خواہد ساخت ۔ می باید کہ طریق معدلت در عیت پروری و قاعدۂ نصفت و مرحمت گستری شعار خود سازی ۔ و ہمگی ہمت تمامی و نہمت خود بہ ترویج دین اسلام و رونق ملت سیّد انام علیہ الصّلوٰۃ والسلام مصروف داری ۔ ملک کاجی چک از یں سخن ترسید کہ کسے بگوشش ملک موسیٰ رینہ ایں سخن نہ رساند ترسان و ہراسان پیشِ آنحضرت سجدۂ تعظیم بجا آورد و گفت کہ محلاّ ہمیں سوگند می خورم کہ ہر چہ حضرتِ میر مرا فرمائید بجان و دل قبول کردم ۔ اگر حق تعالیٰ مرادولتے رساند از فرمانِ حضرت ایشان تخلّف و تجاوز نہ ورزم و قدم از دائرۂ حکم بیروں نہ نہم ۔ چوں ایں سخن ادا کرد ۔ حضرت میر شمس الدین قدس سرہٗ دستارِ بزرگی کہ بر سر داشتند آں را بر سر ملک کاجی چک نہاد کہ ایں تاج دولت و افسرِ حکومت بہ تو دادم ۔ بر دید کہ عنقریب بدولت خواہد رسید"

ملک موسیٰ رینہ (متوفی ۹۱۶ہجری) کے بعد ۹۲۴ھ تک ابراہیم ماگرے، ملک عثمان اور جہانگیر پڈرو یکے بعد دیگرے منصب وزارت پر فائز رہے ۔ جب ۹۲۱ھ میں سلطان فتح شاہ تیسری مرتبہ بادشاہ ہوئے تو ملک کشمیر چار حصّوں میں منقسم ہوا ۔ ایک حصّہ کے مالک فتح شاہ رہے۔ دوسرا حصّہ جہانگیر پڈرو تیسرا حصّہ شنکر رینہ اور چوتھا حصّہ ملک کاجی چک کو دے دیا گیا اور چاروں امراء اپنے اپنے حصّے پر متصرف رہے ۔ بادشاہ برائے نام شاہ تھا ۔ تین سال کی جنگ و جدل کے بعد جب سلطان محمد شاہ (متوفی ۹۴۳ھ) چوتھی بار ۹۲۴ھ میں بادشاہ ہوئے تو انھوں نے ملک کاجی چک کو وزیر اعظم بنایا ۔ اس مرتبہ محمد شاہ نے سکندر لودی بادشاہ دہلی کی فوجی کمک سے کشمیر پر قبضہ کیا تھا ۔ سکندر لودی کی فوج کو واپس بھیجنے کے لئے محمد شاہ خود نوشہرہ تک گئے تھے اور کشمیر میں اپنی جگہ پر کاجی چک کو قائم مقام بنایا تھا ۔ ابھی بادشاہ نوشہرہ سے نہیں لوٹے تھے کہ برفباری سے تمام پہاڑی راستے آمد و رفت کے لئے بند ہو گئے تھے ۔ اور وہ یہاں نہیں آسکے ۔

ادھر لوہر ماگرے اور نصرت رینہ نے اپنے چند حواریوں کے ساتھ ملک کاجی چک کے خلاف بغاوت شروع کر دی اور قلعہ ناگام میں صف آرا ہوئے ۔ آخر کار زالڈگر کے میدان میں گھمسان کا رن پڑا جس میں نصرت رینہ ڈھیر ہو گئے ۔ لوہر ماگرے نے راہ فرار اختیار کی ۔ ان کے بہت سے آدمی مارے گئے ۔ ملک کاجی چک کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی لڑائی میں

کٹ گئی تھی[۱۱]

۹۲۶ھ میں جہانگیر پڈرو نے بمقام پانپور کاجی چک کے خلاف بغاوت کی کاجی چک نے ان کی سرکوبی کے لئے اپنے بیٹے مسعود چک کو بھیجا۔ چوں کہ جہانگیر پڈرو کو لڑنے کے لئے ہمت نہ ہوئی اس لئے وہ گدا ملک کے ساتھ گریز بھاگ گئے[۱۲]

۹۲۷ھ میں ابدال ملک، لوہر ماگرے اور ملک عیدی رینہ نے سکندر خان فرزند سلطان فتح شاہ کو اپنا ہمنوا بنایا اور کاجی چک کے خلاف رایت بغاوت قلعہ ناگام میں بلند کیا۔ ادھر گریز سے جہانگیر پڈرو اور گدائے ملک نے پرگنہ لار میں شورش برپا کی۔ کاجی چک نے اپنے دو بیٹوں مسعود چک اور دولت چک کو جہانگیر پڈرو کے مقابلے میں روانہ کیا اور خود سکندر خان کی جماعت پر حملہ کیا۔ گدا ملک مارے گئے۔ سکندر خان ہندوستان کی طرف بھاگ گئے۔ جہانگیر پڈرو بھی بہ طرف ہند فرار ہوئے اور ملک کاجی چک سرخرو ہوئے[۱۳]

کاجی چک کی روز بروز بڑھتی ہوئی قوت سے کشمیری امراء کے حوصلے پست ہوگئے۔ وہ سازشوں میں مصروف رہے اور ان کے استیصال کے لیے سرگرم عمل رہے۔ ان باغیوں نے سلطان محمد شاہ کو اپنے ساتھ ملالیا۔ چنانچہ سلطان نے ۹۳۰ھ (مطابق ۲۴-۱۵۲۳ء) میں ملک علی، لوہر ماگرے ابدال ملک اور ریگی چک سے ساز باز کرکے ملک کاجی چک کو وزارت کے عہدے سے معزول کیا۔ جب کاجی چک کو اس سازش کا حال معلوم ہوا تو وہ نوشہرہ کی طرف روانہ ہوئے[۱۴]

بابر کی شکست

اسی اثنا میں بابر بادشاہ نے توچک بیگ اور شیخ علی بیگ کی سربراہی میں ترکوں کے لاؤ لشکر کے ساتھ کشمیر پر حملہ کیا۔ جب اس کی اطلاع نوشہرہ میں ملک کاجی چک کو ہوئی تو انھوں نے اپنے دو بیٹوں غازی خان اور حسین خان اور دوسرے لوگوں کے تعاون سے تمام راستوں اور دروں پر پہرہ بٹھادیا اور غازی خان و حسین خان کو جن کی عمر سترہ اٹھارہ سال سے زیادہ نہ تھی دشمن کے مقابلے میں بھیج دیا۔ دونوں بھائیوں نے مٹھی بھر جماعت کے ساتھ بردۂ شب میں لشکر بابری پر حملہ کردیا۔ حسین خان نے اس معرکے میں بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ وہ علی بیگ کے خیمے میں درآئے اور ان پر تلوار کے تین وار کیے۔ شیخ علی بیگ نے پہلی مرتبہ تکیے کی آڑلی جو حسین خان کی ضربت شمشیر سے دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوا۔ دوسری مرتبہ انھوں

نے تانبے کی پلیٹ کو سپر کے طور پر استعمال کیا۔ اس کے بھی دو ٹکڑے کیے گئے۔ تیسری دفعہ جب حسین خان کا وار ہونے لگا تو وہ چارپائی کے نیچے چھپ گئے اور پھر جان بخشی کی درخواست کی۔ اس لڑائی میں بہت سے مغل سردار اور سپاہی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ بہتوں کو گرفتار کیا گیا اور بچے کھچے سپاہی الٹے پاؤں بھاگ گئے۔ لڑائی میں حسین خان بھی مجروح ہوئے تھے اور ان کے بدن پر نو تیر پیوست ہو کر لٹکتے تھے، غازی خان نے بھی کئی مغل سرداروں کو موت کے حوالے کیا تھا۔[۱۵]

نفسیاتی طور پر دیکھا جائے کہ معزولی کے بعد ملک کاجی چک نوشہرہ میں جلائے وطن کی زندگی گزارنے اپنے دو کمسن بیٹوں کے ساتھ گئے تھے۔ اس زمانے میں وہ رنجیدہ اور پریشان تھے۔ حب الوطنی کا جذبہ اس قدر غالب آگیا تھا کہ بے سروسامانی کی حالت میں شہنشاہ بابر کی فوج کے چھکے چھڑا دیے اور انھیں کشمیر کی سرزمین پر قدم رکھنے نہیں دیا۔

جب بابری فوج کی شکست اور ملک کاجی چک کی فتح کی اطلاع سلطان محمد شاہ کو ملی تو انھوں نے گذشتہ کینہ و عداوت کے ناگوار واقعات کو فراموش کیا اور محبت و یگانگی کے خطوط ملک کاجی چک کے نام لکھ دیے اور انھیں کشمیر آنے کی استدعا کی۔ محمد شاہ کے اس عہد و پیمان کے بعد ملک کاجی چک سری نگر آئے۔ ان کے ساتھ سلطان فتح شاہ کے بیٹے شہزادہ سکندر خان بھی پابند زنجیر تھے۔ سکندر خان ہی دراصل مغلوں کو کشمیر پر حملہ کرانے کے ذمہ دار تھے۔ سلطان محمد شاہ نے ملک کاجی چک کو دوبارہ وزیر بنایا۔ بادشاہ نے سکندر کی آنکھیں نکلوائیں۔ ان کی اس حرکت پر کاجی چک ناراض ہو گئے۔ اسی دوران کچھ ہامہ میں ماگریوں نے علی ملک کی سرکردگی میں کاجی چک کے خلاف پھر علم بغاوت بلند کیا۔ کاجی چک نے ان سب کو شکست دی اور علی ملک کو قید کیا۔ بعد میں وہ بھی نوشہرہ کی طرف بھاگ گئے۔[۱۶]

سلطان محمد شاہ عہد و پیمان توڑ کر کاجی چک کے خلاف پھر سازشیں کرنے لگے۔ کاجی چک نے ملکی انتظام کے مفاد اور بادشاہ کے دوغلہ کردار کے پیش نظر ان کو تخت سلطنت سے برطرف کر کے لدکر (لوہ کوٹ) کے درے میں قید کیا۔ پھر ان کے بیٹے ابراہیم شاہ کو برائے نام بادشاہ بنایا اور سلطنت خود کرنے لگے۔ یہ ۹۳۴ھ کا سال تھا۔[۱۷]

ماگریوں کی ترغیب پر بابر کا دوسرا حملہ

اُدھر نوشہرہ میں ملک علی اور ملک ریگی چک ماگریوں کی جماعت کے ساتھ شامل ہو گئے اور کشمیر کا سودا کرنے کے لیے ملک کاجی چک کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ اس کے بعد یہ لوگ ابدال

ماگرے کی قیادت میں شہنشاہ بابر کے پاس چلے گئے اور ان کو کشمیر پر دوبارہ حملہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ بابر نے خوب رشوتیں دے کر ان کا خیر مقدم کیا اور شیخ علی بیگ اور محمد خان کو حکم دیا کہ وہ کشمیری امرا کے ہمراہ کشمیر پر حملہ کریں۔ چنانچہ ۹۳۵ھ (مطابق ۱۵۲۸ء) میں ماگریوں کی رہنمائی اور پشت پناہی پر مغل فوج جس کی تعداد بیس سے اٹھائیس ہزار تک بتائی جاتی ہے کشمیر میں داخل ہو گئی۔ یہاں سے کاجی چک مقابلے کے لیے نکلے۔ موضع بانگل میں خونریز جنگ ہوئی جس میں کاجی چک کے نامور سپاہی سہہ چک، سجی چک، تازی چک اور سرسنگ چک وغیرہ کام آئے۔ کاجی چک نے داد شجاعت خوب دی لیکن شکست کھائی اور اپنے کو بچانے میں گکھر کی طرف کامیاب ہوئے۔ ماگریوں نے اس موقع پر محمد شاہ کو بادشاہ بنایا۔

کاجی چک کی شکست کے بعد ابدال ماگرے وزیر ہوئے۔ اس نے کشمیر کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے پر خود قابض رہے۔ دوسرا لوہر ماگرے کو تیسرا ریگی چک کو اور چوتھا حصہ علی ملک کے قبضے میں دیا۔ شیخ علی بیگ کو رشوتیں دے کر رخصت کیا۔[۲۱]

مرزا کامران کا حملہ

جب کشمیر چار امرا کی ملکیت میں بٹ گیا تو انتظامی امور میں خلل پڑنے لگا۔ اس نااتفاقی اور افراتفری کا فائدہ مغلوں نے اٹھایا۔ ۹۳۸ھ (مطابق ۱۵۳۱ء) میں مرزا کامران نے اپنے بھائی ہمایوں بادشاہ کے تعاون سے محرم بیگ اور شیخ علی بیگ کی سربراہی میں تیس ہزار نامور اور بہادر سواروں کے ساتھ کشمیر پر حملہ کیا۔ خود کامران نے نوشہرہ میں توقف کیا۔ امرائے کشمیر یہ خبر سنتے ہی اٹک کی طرف مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ مغل فوج تیزی کے ساتھ سری نگر میں داخل ہوئی انھوں نے شہر پر قبضہ کیا۔ شہر میں آگ لگائی اور لوگوں کا قتل عام کیا۔ ابدال ماگرے، لوہر ماگرے، ریگی چک اور علی ملک بیرہ اوڈر کے قلعہ میں جمع ہوئے۔ مغلوں نے انھیں یہاں بھی شکست دی پھر انھوں نے آپس میں مشورہ کر کے متفقہ طور پر کاجی چک کے پاس تیز سوار قاصد کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ یہ ملک آپ کا ہے اور اسے بیرونی طاقتوں سے بچانا آپ کا فرض ہے۔ آپ آئیے اور ہم سب لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ ملک کا دفاع کرنا آپ کے لیے ضروری ہے۔

کاجی چک چونکہ محب وطن تھے۔ یہ پیغام سنتے ہی اپنے بیٹوں اور ساتھیوں کے ساتھ سری نگر پہنچے۔ اور اتھواجن کے مقام پر امرائے کشمیر سے مل گئے۔ ان کی آمد سے کشمیریوں کا حوصلہ بڑھا۔ یہ

اتحاد کشیریوں کی قوت کا باعث ہوا اور انھوں نے جنگ آزمائی پر کمر ہمت باندھی اور مغلوں کو پسپا کر دیا۔ اتھواجن میں کاجی چک اور مغلوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔ آخر کار محرم بیگ نے مغلوں کی زبوں حالی دیکھ کر عاجزی سے صلح کی درخواست کی۔ کاجی چک نے خوشی سے اسے منظور کیا۔ اور پھر بچی کھچی مغل فوج بارہمولہ کے راستے سے اپنا سا منھ لے کر واپس چلی گئی۔[۱۹]

مرزا کامران کی واپسی کے بعد ملکِ کشمیر پانچ امرا میں منقسم ہوا۔ ایک حصہ ملک کاجی چک کو دے دیا گیا۔ ان کی جائے اقامت زینہ پور میں مقرر کی گئی۔ دوسرا حصہ بانگل مع منصب وزارت ابدال ماگرے کو۔ تیسرا حصہ کامراج کا ملک ریگی چک کو۔ چوتھا حصہ پرگنۂ ولر کا ملک علی کو۔ ایک حصہ بطور جاگیر و تنخواہ کے سید ابراہیم خان کو ملا۔ بقول حسن پانچواں حصہ لوہر ماگرے کو دیا گیا تھا۔ اس طرح ایک سال ان تمام امرا میں باہمی اتفاق سے گزرا۔

مرزا حیدر کا حملہ

۹۳۹ھ (مطابق ۱۵۳۲ء) میں سلطان سعید خان والی کاشغر نے لداخ پر حملہ کیا۔ انھوں نے لداخ کے صوبہ نبرا پر قبضہ کیا۔ خود وہ لداخ میں ہی ٹھہرے۔ اسی دوران موسم سرما کی وجہ سے راستے بند ہو گئے۔ لداخ میں سعید خان کے قیام لشکر کے لیے گنجائش نہیں تھی۔ اس لیے انھوں نے اپنے بیٹے سکندر خان کو مرزا حیدر کاشغری کی سربراہی میں ۲۰ ہزار سواروں کا لشکر گراں کشمیر پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ ترک لشکر لار کے علاقے سے سری نگر میں داخل ہو گیا۔ شہر کے لوگ ان کے خوف و دہشت سے دروں اور پہاڑوں میں چھپ گئے۔ مرزا حیدر کچھ دنوں کے لیے سری نگر نوشہرہ میں ٹھہرے۔ اس کے بعد وہ کامراج کی طرف روانہ ہوئے۔ مرزا حیدر نے قتل عام کا بازار گرم کیا۔ جو جہاں پر نظر آتا تھا اس کو وہیں پر قتل کرتے تھے۔ شہر کو خاکستر کیا۔ امرا ڈر کے مارے قلعۂ بانجک میں پناہ گزیں ہوئے۔ قتلِ عام کے بعد مرزا نے عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا۔[۲۰] مصنفِ تاریخ کشمیر کہتا ہے کہ

> "اہل شہر از سطوت و ہیبت کاشغریاں جلائے وطن اختیار کردہ در شعاب جبال و مغارہ و زوایا پنہاں گردیدند۔ و در ملک کشمیر حیض و بیض و ہرج و مرج افتاد۔ و علما و فضلا و اکابران شہر در جزیرۂ لنک میان تالاب ولر منزوی گشتند۔ و امرائے کشمیر در قلعۂ بانجک محصون نشستند و مرزا حیدر چند روز در نوشہرہ اقامت کردہ بجانب کامراج یورش نمود۔ ہر جا کہ می رسید، دست نہب و غارت دراز کردہ

مرداں را قتل عام ساختند و زنان و طفلان بہ اسیری و غلامی می بردند"[21]

مصنف بہارستان شاہی نے مرزا حیدر کی سفاکی اور خونریزی تفصیل سے بیان کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:۔

"اہل شہر و مردم مملکت ہمہ جلائے اوطان کردہ، شواہقِ جبال و جزائر بحار ملجا و ماوا گرفتند۔ و لشکر مغل بہر جا کہ می رسیدند مردم را قتل می کردند و کشاکشی و خونریزی بے نہایت نمودند۔ اسباب و اشیاء و املاکِ مردم را غارت می کردند۔ و عورات و اطفال را اسیری و غلامی می بردند و از بے باکی و نہایت بے دینی شہر اسلام دارالحرب می پنداشتند و خونِ مسلمانان را شیرِ مادر خود می دانستند۔ جملہ قضاۃ و علماء و فضلاء جلائے وطن نمودہ بجزیرہ تنگ پناہ گرفتہ بودند"[22]

علماء اور مجتہدین کشمیر نے ایک زبان ہو کر فتویٰ جاری کیا کہ جو کشمیری مرزا حیدر کی فوج کے خلاف لڑتے لڑتے مر جائے گا وہ شہید ہو گا۔ اس حکمِ جہاد سے کشمیریوں کے حوصلے بلند ہوئے۔ چنانچہ صحرائے بابل گرہ (مازنٹر) میں کشمیریوں اور ترکوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ کشمیریوں نے اعلیٰ پیمانے پر جوہر شجاعت اور مردانگی دکھائی۔ ان کے ۱۶ سو سپاہی کھیت پڑ گئے۔ وہ لوگ کمی تعداد کی وجہ سے مغلوب ہو گئے۔

جب یہ حال ملک کاجی چک نے دیکھا تو انھوں نے فوج کی کمان خود سنبھالی اور دن رات ترکوں سے جنگ لڑتے رہے۔ آخرکار ترک لڑتے لڑتے عاجز آ گئے۔ اس اثنا میں مرزا حیدر اور دام علی بیگ میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور آخر الذکر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔ مرزا حیدر اپنے بچے کھچے سپاہی ساتھ لے کر لار کے راستے سے واپس چلے گئے۔ تاریخ کشمیر میں یہ واقعہ یوں مندرج ہے:۔

"بعد ازاں کاجی چک و امرائے مملکت باوجود ہزیمت باز جمعیت کردہ در پئے انتقام ترکان مستعد شدند و بہ محاربات بسیار و شبخونہائے بے شمار دمار از ترکان برآوردند۔ ہر جا کہ مغلان نزول می کردند امرائے کشمیر دنبال آنہا می بودند، ہیچ روزے از حرب و ضرب و شبخون خالی نمی گذاشتند۔ عاقبت مغلان از جدال و قتال بہ تنگ آمدہ۔ خواہانِ صلح شدند...... و از راہِ لار بہ مراجعت و معاودت پرداخت"[23]

مرزا حیدر کے واپس چلے جانے کے بعد امرائے کشمیر یعنی ابدال ماگرے، لوہر ماگرے، ریگی چک، علی رینہ اور کاجی چک ملک کی سابقہ تقسیم پر قائم رہے اور ہر ایک اپنے اپنے حصے پر تین سال تک قابض و متصرف

رہا۔ اس عرصے میں کشمیر میں امن و امان رہا۔ کسی نے کسی کے خلاف محاذ آرائی نہیں کی۔ بلکہ آپس میں محبت، یگانگی اور میل ملّت کا مظاہرہ کرتے رہے۔ اسی دوران ۹۴۳ھ (مطابق ۱۵۳۶ء) میں سلطان محمد شاہ کا انتقال ہوا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے سلطان شمس الدین ثانی تخت نشین ہوئے۔ وہ برائے نام بادشاہ تھے۔ عنان حکومت ملک کاجی چک کے ہاتھ تھی اور وہی سلطنت چلاتے تھے۔ شمس الدین ایک سال تک برائے نام حکومت کر کے قضا کر گئے۔ ۲۴

شمس الدین کی وفات کے بعد ان کے دوسرے بھائی سلطان اسماعیل شاہ ۹۴۵ھ (مطابق ۱۵۳۸ء) میں بادشاہ ہوئے۔ وہ بھی برائے نام تھے۔ سلطنت کا نظم و نسق کاجی چک ہی چلاتے تھے۔ ان کی اس بڑھتی ہوئی قوت کے خلاف ماگریوں نے پھر سازش اور بغاوت کا علم اٹھایا۔ سوپور میں فریقین کے درمیان زبردست گھمسان کا رن پڑا۔ اگرچہ کاجی چک کی طرف سپاہیوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن دولت چک اور سید ابراہیم بیہقی نے جس ثابت قدمی اور بہادری کا مظاہرہ کیا اس نے میدان جنگ کا پانسہ ہی پلٹ دیا اور نتیجے میں ماگریوں کو شکست کھانی پڑی۔ ان کے بہت سے سردار اور امراء تہہ تیغ کر دیے گئے۔ تاریخ میں اس لڑائی کے بارے میں درج ہے کہ:۔

"باقی جمعیت ماگریاں ہزیمت خوردہ بجانب ہندوستان گریختند۔ و دراں محاربہ ایں طائفہ سادات بیہقی چناں دست برد بر جماعت ماگریاں کشودند کہ اگر سام نریماں می دید۔ زباں ثنائے بر مبارزت ایشاں می کشودے۔ ایں جنگ در سال نہصد و چہل و پنجم ہجری بود" ۲۵

شکست کے بعد ابدال ماگرے، ریگی چک اور دوسرے امرائے کشمیر ہندوستان کی طرف بھاگ گئے اور ملک کاجی چک فاتح کی حیثیت سے سری نگر آئے اور سلطنت کے کاروبار میں مصروف رہے۔

کاجی چک کا بڑھتا ہوا اقتدار ابدال ماگرے، ریگی چک اور دوسرے امرائے کشمیر کی آنکھوں میں کھٹکتا رہا۔ اور وہ ہندوستان میں ان کے استیصال اور کشمیر کی سودا بازی کے لیے سازشوں میں مصروف رہے۔ چونکہ بے بس تھے اس لیے انھوں نے مذہب کی آڑ لے کر مرزا حیدر کاشغری اور خواجہ پانڈے کشمیری کی وساطت سے ہمایوں بادشاہ کو کشمیر میں شیعہ مسلک کی ترقی و ترویج کا رونا رویا۔ اور کتاب احوط کے بہانے سے جس کا ذکر میر شمس الدین عراقی کے

سلسلے میں ہو چکا ہے۔ بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ کشمیر پر حملہ کرکے اُسے اپنی سلطنت میں شامل کریں۔ اس وقت ہمایوں نے شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھائی تھی۔ اس لیے انھوں نے کشمیری امرا کی درخواست مسترد کردی۔ تاریخ کشمیر کے صفحات میں یہ ناخوشگوار واقعہ یوں مندرج ہے۔

"چوں ابدال ماگرے وریگی چک از جملہ اہل سنت وجماعت بودند۔ وبہ سبب تغلب کاجی چک در جنگ سوپور ہزیمت خوردہ بہ جانب پنجاب خراب و آوارہ اوقات گزاری می کردند۔ درآں حال فرزندان خود در پیش گاہ ہمایوں بادشاہ بامید معاونت ومعاضدت فرستادند۔ ودرآں جا بوساطت میرزا حیدر وخواجہ بانڈے بخدمت ہمایوں بادشاہ حقیقت استیلائے متابعان شمس عراقی بہ شیوع مذہب تشیع مفصل عرضداشتہ کتاب احوط تصنیف میر شمس عراقی بہ جلس گزرانیدند وبرائے اصلاح مذہب وفرستادن افواج بکشمیر التماس نمودند۔ دراں ایام ہمایوں شاہ از دست شیر خان افغان ہزیمت خوردہ وارد لاہور شدہ بود۔ وموجب خواستگاری امرائے کشمیر عزم عزیمت ایں حدود بخاطر خود جزم نمود۔ اما مرزا ہندال اورا ازیں خیال باز داشت ..... والتماس امرائے کشمیر را التفات نہ نمود" [۲۶]

مرزا حیدر کا حملہ

ہمایوں بادشاہ کے انکار کے بعد ابدال ماگرے اور ریگی چک وغیرہ نے مرزا حیدر کاشغری کی طرف الحاق کشمیر کے بارے میں رجوع کیا۔ اور انھیں اپنی بھرپور حمایت کا یقین دلا کر کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ مرزا حیدر کشمیریوں کی درخواست پر ایک فوج گراں کے ساتھ بیرہ ہار کے راستے سے وارد کشمیر ہوئے۔ یہ ۱۲ رجب ۹۴۷ھ کا واقعہ تھا۔ جب کاجی چک کو خبر ہوئی تو وہ فوراً کنز بل کے درے پر مدافعت کے لیے تیار رہے۔ کشمیری امرا مرزا حیدر سے مل گئے۔ کاجی چک نے جب یہ دیکھا تو وہ بغیر مقابلے کے نوشہرہ چلے گئے اور اس طرح مرزا حیدر بغیر کسی مزاحمت کے کشمیر پر قابض ہو گئے۔ انھوں نے سلطان ابراہیم کو تخت سلطنت سے معزول کرکے سلطان فتح شاہ کے بیٹے نازک شاہ کو بٹھایا۔ وزارت کا خلعت ابدال ماگرے کو پہنایا۔ اور کشمیر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصے پر خود قابض رہے۔ دوسرا اور تیسرا حصہ ابدال ماگرے اور ریگی چک کو بخشا۔ اسی اثنا میں ابدال ماگرے کا

انتقال ہوا۔ مرزا حیدر نے ان کی جاگیر و منصب ان کے بیٹے حسین ماگرے کو دیا۔

ملک کاجی چک ہمیشہ سے بیرونی طاقتوں کے خلاف تھے۔ وہ مرزا حیدر کے مظالم سے واقف تھے۔ اس لیے انھوں نے حب الوطنی کے جذبے کے تحت بیرونی قبضے کو چھڑانے کے لیے شیر شاہ سوری سے مرزا حیدر کے خلاف امداد طلب کی۔ شیر شاہ نے کاجی چک کا احترام کیا۔ انھیں خان خانانی کا خطاب دے کر ۵ ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ جب وہ ہیرہ پور کے راستے سے داخل ہوئے تو ادھر سے مرزا حیدر کا لشکری، ریگی چک، عیدی رینہ، حسین ماگرے اور دوسرے سردار نکلے وتھنار کے مقام پر شدت کی جنگ ہوئی۔ کاجی چک نے کمال بہادری کا مظاہرہ کیا۔ چونکہ فوجی طاقت نہایت قلیل تھی اس لیے شکست ہوئی۔ یہ واقعہ ۹۴۸ھ مطابق ۱۵۴۱ء کا تھا۔ ملا یوسف الماس خطیب نے مرزا حیدر کے ہاتھوں تسخیر کشمیر کی تاریخ "فتح مکرّر" ۹۴۸ھ یعنی "فتح اول پارسال" و "فتح مکرّر" "امسال کہی۔ کاجی چک، دولت چک اور سید ابراہیم بیہقی اپنی مٹھی بھر جماعت کے ساتھ جیرہ ہار کے راستے سے پرونچ (پونچھ) چلے گئے۔[۲۷]

فتح کشمیر کے بعد مرزا حیدر اپنے سیاسی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ریگی چک کے ساتھ خانقاہ میر شمس الدین کی زیارت اور شاہ سید احمد مجذوب کی ملاقات کے لیے زڈی بل گئے۔ مرزا حیدر نے خانقاہ کا طواف کیا اس کو اندر اور باہر سے دیکھا اور میر شمس الدین کے کارناموں کو سراہا۔ انھوں نے ان کے روضے پر فاتحہ پڑھی۔ اور ایک حافظ قرآن خواجہ حافظ اسماعیل سے آیت الکرسی کی تلاوت کرائی۔ اس کے بعد پھر فاتحہ پڑھی اور خضوع وخشوع سے باہر آئے۔ باہر جب آنے لگے تو خانقاہ کی طرف احترام کے طور پیٹھ نہیں کی تھی بلکہ اس کی طرف منہ کر کے الٹے چلے تھے۔ اس کے بعد وہ خانقاہ کے صوفیوں اور درویشوں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ملک ریگی چک نے جب یہ دیکھا تو وہ آتش حسد سے جلنے لگے اور کہا

"بادریں جا برائے ہمیں گفتگوئے شما آمدہ ایم"؟[۲۸]

اس واقعہ کے بعد مرزا حیدر کو ریگی چک سے رنجش پیدا ہوئی اور وہ ان کے استیصال کے درپے رہے۔ انھوں نے خواجہ حاجی بانڈے، ملک عیدی رینہ اور حسین ماگرے کے مشورے سے کامراج میں ریگی چک کی گرفتاری کے لیے فوج بھیج دی۔ ریگی چک کرناہ کے راستے سے پونچھ میں ملک کاجی چک سے ملے اور ان سے رشتۂ اتحاد مستحکم کیا۔ ادھر مرزا حیدر کا مراج میں ریگی چک کی املاک کو نذر آتش

کر کے واپس اندر کوٹ آ گئے۔[29]

۹۵۱ھ مطابق ۱۵۴۴ء میں ملک کاجی چک ریگی چک کے تعاون سے کشمیر آئے۔ یہاں گوری مرگ (گل مرگ) میں انھوں نے مرزا حیدر کے خلاف محاذ قائم کیا۔ مرزا حیدر مغلوں اور کشمیریوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ وہاں پہنچے۔ اور ان کا محاصرہ کیا۔ سخت لڑائی کے بعد ملک کاجی چک سید ابراہیم بیہقی اور دوسرے امراء شکست کھا کر پنجاب کی پہاڑیوں کی طرف بھاگ گئے۔ اسی اثناء میں تھنہ کے مقام پر بعارضہ بخار کاجی چک کا انتقال روز جمعہ ۲۳ جمادی الاخر ۹۵۱ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۵۴۴ء کو ہوا۔ "فوت سردار" تاریخ وفات ہے جس سے ۹۵۱ کے اعداد نکلتے ہیں۔[30]

کاجی چک کی بہادری

کاجی چک نہ صرف قبیلۂ چک کے ہی سردار تھے بلکہ وہ قوم و وطن کے محافظ نگہبان اور سپاہ سالار تھے۔ انھوں نے اپنی غیر معمولی شجاعت کے کارناموں سے ہمیشہ مغل افواج کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ تاریخ کشمیر میں ان کی بے مثل بہادری کے عظیم واقعات ہمیشہ کے لیے محفوظ رہیں گے۔ وہ میدان جنگ میں دشمن پر چھا جاتے تھے۔ ان کی بہادری کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ سوپور میں انھوں نے شمس چک (متوفی ۹۳۳ھ) کے چھکے چھڑائے تھے۔ ان کا سارا بدن میدان جنگ میں زخموں سے چور تھا لیکن پائے ثبات میں لغزش نہ آنے پائی۔ اس جنگ عظیم میں انھوں نے وہ پامردی اور داد شجاعت دی کہ تاریخ کشمیر میں اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی ہے۔ اس جنگ کے بارے میں مصنف بہارستان شاہی کہتا ہے کہ

> "ملک کاجی چک در آن محاربہ مبارزتے نمود۔ کہ اگر رستم دستان و سام نریمان آں شجاعت و مبارزت می دیدند بر ہفتاد پشت او تحسین و آفرین می کردند۔ و بر سر و روئے و تمام وجود او چنداں جراحتہا و زخمہا رسید کہ جملہ آشنا و بیگانہ از حیات وے مایوس و نا امید گشتند و بعضے اقربا او را از آں معرکہ بر داشتہ بہ مرہم و علاج وے اشتغال نمودند۔ چوں حق تعالیٰ حکومت ایں ممالک و سعادت ہائے دینی و دنیوی با و مقرر کردہ بود بلطف عمیم خود او را باز حیات بخشیدہ بصحت سلامت رسید" [31]

۹۳۵ھ مطابق ۱۵۲۸ء میں موضع نانگل میں شیخ علی بیگ کی قیادت میں شہنشاہ بابر کے لشکر گراں سے

ملک کاجی چک کا سخت مقابلہ ہوا۔ بابری لشکر میں سے ایک جوان بہادر جو نشۂ شجاعت میں جھوم رہا تھا اور جس کی بہادری کی دھاک چاردانگ عالم میں مچی ہوئی تھی آگرے سے کشمیر کاجی چک کو دیکھنے آیا تھا اور یہاں ہر ایک سے کہتا رہا کہ مجھے کاجی چک کی شکل وصورت دکھا دے تاکہ میں اُسے سے مردانہ وار مقابلہ کروں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے لشکر سے نکل کر ملک کاجی چک کی فوج کی طرف آیا اور چلایا!

"کاجی چک کیست؟ کہ با و جنگے خواہم کرد۔ باید کہ از فوجِ خود بیروں برآید
بیک دیگر ساعتے بگردیم و یک دیگر را بیازمائیم!"

ملک کاجی چک نے جب دیکھا کہ وہ جوان مرد ہوا کے گھوڑے پر ان کی طرف للکار رہا ہے تو وہ اپنی فوج کو ہٹا کر اس کی جانب قدم اٹھانے لگے۔ مغل جوان نے بھی اپنے گھوڑے کو بڑے کروفر کے ساتھ ان کی سمت بڑھایا۔ اس نے حملہ کرنے میں سبقت کی اور کاجی چک کے سر پر شمشیرِ برق دم ماری۔ ملک کاجی نے ڈھال سے اپنے سر اور چہرے کو اس کی ضربت سے بچا لیا۔ اور پھر دفاع میں اس کی چھاتی پر نیزہ اس زور سے مارا کہ زرہ بکتر اور بھاری ہتھیار پہننے کے باوجود وہ نیزہ ایک بالشت اس کی چھاتی کے پار ہوا۔ جب مغل جوان زخم کھا کر زمین پر گر پڑا تو ملک کاجی چک نے اُس سے کشمیری زبان میں کہا کہ:-

"ہمیں است کاجی چک کہ از آگرہ تا بہ کشمیر برائے جان خود می طلبیدی"

یہ کہہ کر سری نگر کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر مغلوں کی جو حالت دیکھی وہ بھی سنئے:-

"چوں لشکرِ مغل نزد آں مبارز رسیدند۔ اندک رمقی از و ماندہ بود و با آں لشکر گفت کہ ہر کہ در عقب آں مرد (ملک کاجی چک) تازد، جانِ خود را در ورطۂ ہلاک اندازد۔ سرِ خود را در میدانِ مرگ بازد۔
چوں ترکان آں مبارز را دیدند و آں زخم نیزہ ملاحظہ نمودند۔ عنان از دویدنُ تاختن باز کشیدند و آہستہ آہستہ در عقب او می رفتند" ۳۳

کاجی چک کی رواداری

ملک کاجی چک بڑے روادار اور انصاف پرور تھے۔ جو خوبیاں کسی ملک وقوم کے سردار میں ہونی چاہئیں وہ ملک کاجی چک میں اس معاہدے کے تحت بے کم وکاست پائی جاتی تھیں جو انھوں

نے اقتدار حاصل کرنے سے قبل میر سید شمس الدین عراقی کے ساتھ عدل و انصاف کی بنیادوں پر کیا تھا۔

اپنے دورِ اقتدار میں ملک کاجی چک سے استقلال و استعداد کا دامن کبھی نہیں چھوٹا۔ اور ابتدا سے آخر تک دین اسلام میں چار چاند لگا دئے۔ کبھی ملک و قوم سے اقتدار اعلیٰ کے لیے غداری نہیں کی۔

کاجی چک دشمن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ ان کے جرم کو درگذر کرتے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے مراتب و مناصب میں اضافہ کرتے تھے۔ جو واجب القتل ہوتے تھے ان کی جان بخشی کرتے تھے اور کچھ وقت کے لیے قید میں ڈالتے تھے۔ پھر ان کی خطاؤں کو معاف کر کے انھیں آزاد کرتے تھے لڑائی میں اگر دشمن بھاگ جاتا یا کسی اور کمزوری یا غلطی کا مرتکب ہوتا تھا اس کو بھی چھوڑ دیتے تھے اور کسی کا پیچھا نہیں کرتے تھے۔ تاریخ کشمیر میں ملک کاجی چک کے یہ اوصافِ حمیدہ ان الفاظ میں درج ہیں :۔

"ملک کاجی چک حاکم این ولایت و والیِ این مملکت باستقلال و استعداد تمام بود۔ و اعلام شرعیہ و اسلام و رعایتِ دین انام بر اوج عزت و ذروۂ کرامت می افراخت۔ و بالحقیقت با حکام سلطنت و بادشاہی این ولایت می پرداخت۔ بعضی سران و سردارانِ قبائل و طوائف کہ داعیۂ فساد و فتنہ انگیزی داشتہ علمِ مخالفت و معاندت می افراشتند بندی می ساخت و حبس و قید ہا می انداخت۔ و بقتل کشتن کسے از ایشان نمی پرداخت۔ بعد از چند مدت از گناہانِ ایشان می گذشت و باز جاگیر بقدر ایشان مسلم و ارزانی می داشت۔ و ہر چند یقین خاطرِ دریائے مقاطرش می شد کہ قصدِ جانِ وے دارند۔ اما وے کسے را بقتل نمی رسانید و اولاد و احفادِ او کہ اکنون بر سریر سلطنت و تخت و حکومت دم استقلال و استبداد او می زنند۔ خواہ دانند یا نہ دانند۔ ہمہ بہ یمن و سعادت و احسان و اکرام او ست"[۳۲]

ملک کاجی چک کی فہم و فراست

ملک کاجی چک امورِ سلطنت اور جوہر شجاعت کی اعلیٰ خوبیوں کے علاوہ فہم و فراست کی

دولت سے بھی مالا مال تھے۔ کتب تواریخ میں ان کی فراست اور دانشمندی کی تعریف کی گئی ہے۔ فرشتہ لکھتے ہیں کہ:۔

"محمد شاہ نے ملک کاجی چک کو جو فراست اور عقلمندی میں مشہور و معروف تھے۔ وزارت کا عہدہ سونپا۔ ملک کاجی چک مقدمات کا فیصلہ کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک شخص (کاتب) کی زوجہ نے اس کی عدم موجودگی میں بے صبری کرکے دوسرا عقد کرلیا۔ یہ شخص ظاہر ہوا اور شوہر اول و دوم کے درمیان مناقشہ ہوا۔ مقدمہ ملک کاجی کے روبرو پیش ہوا۔ فریقین میں سے کوئی بھی شخص اپنے دعویٰ کے سلسلے میں ٹھوس ثبوت پیش نہ کرسکا۔ اور فیصلہ بے حد مشکل نظر آیا۔ ملک کاجی چک نے عورت سے کہا کہ میرے نزدیک تو سچ کہتی ہے۔ اور یہ شخص جو ترے شوہر اول کا مدعی ہے دروغ گو ہے۔ آ اور تھوڑا سا پانی اس دوات میں ڈال دے تاکہ میں اسی سیاہی سے تیرے حق میں مقدمے کا فیصلہ تحریر کرلوں کہ کاذب مدعی کو تجھ سے کچھ سروکار باقی نہ رہے۔ عورت اٹھی اور اس نے بقدر ضرورت پانی دوات میں ڈالا۔ ملک کاجی نے اور تھوڑا پانی ڈالنے کا حکم دیا۔ عورت نے دوبارہ اس قدر قلیل پانی دوات میں ڈالا جس کی آمیزش سے روشنائی پھیکی نہ ہونے پائی۔ اور اس مرتبہ پانی ڈالنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا۔ ملک کاجی نے حاضرین عدالت سے کہا کہ عورت کی اس احتیاط اور دور اندیشی سے ثابت ہوگیا کہ عورت شوہر اول کی زوجہ ہے۔ عورت نے خود بھی اس فیصلے کی تصدیق کی اور اس طرح جھگڑا خوبی کے ساتھ طے ہوگیا"[۲۲]

مرزا حیدر اور کشمیریوں کا قتلِ عام

ملک کاجی چک کے انتقال کے بعد چک خاندان اور ان کے ساتھ وابستہ لوگوں کے حوصلے اور ولولے ٹوٹ گئے اور یہ لوگ پریشانی اور زبوں حالی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ان کی بدحالی کا فائدہ اٹھا کر مرزا حیدر نے دست تطاول دراز کرنا شروع کیا۔ یہاں کے سبھی لوگ اس کی ستم شعاری اور سفاکی سے پہلے سے ہی واقف تھے مگر پھر بھی بعض لوگوں کی ناعاقبت اندیشی کے سبب اس نے دوبارہ کشمیر میں اپنی جارحیت کا تسلط جما دیا۔ جب وہ پہلی مرتبہ سنہ ۹۳۹ھ میں کشمیر میں حملہ آور ہوا تھا تو اس

نے چھ ماہ تک یہاں قتلِ عام کا بازار گرم کیا تھا۔ اس قتلِ عام کے پیشِ نظر یہاں کے علماء اور بزرگانِ دین نے اس کے خلاف لڑنے کے لیے جہاد کا حکم دیا تھا۔ کشمیریوں نے متحد ہو کر اس کے خلاف جہاد لڑا اور اس کو واپس ڈھکیل دیا تھا۔

دوسری مرتبہ ۹۴۸ھ میں بعض خود غرض اور مفاد پرست کشمیریوں کی حمایت سے اس نے کشمیر پر قبضہ کیا۔ نازک شاہ کو برائے نام بادشاہ رکھا اور عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں سنبھالی جو چاہتا تھا کر لیتا تھا جن لوگوں نے اس کے تسلط اور بربریت کے خلاف آواز اٹھائی ان کا قلع قمع کیا۔ کاجی چک کے انتقال کے بعد اس نے امامیہ، نوربخشیہ، ہمدانیہ اور شافعی مسلک کے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان مسالک کے علماء نے ۹۳۹ھ میں مرزا حیدر کے خلاف حکم جہاد دیا تھا۔ اب کی مرتبہ وہ ان مسلک کے لوگوں کو اپنی حکومت کا خیر خواہ نہیں سمجھتا تھا۔ اسی لیے وہ حنفیوں کے سوا باقی تمام لوگوں سے متنفر ہو گیا تھا۔ اس کا اصل مدعا یہ تھا کہ ان لوگوں کے قتلِ عام کے بعد اس کی حکومت کی بنیادیں مستحکم ہو سکتی ہیں۔ اسی لیے اس نے حاجی بانڈے، عیدی رینہ اور حسین ماگرے کے باہمی تعاون سے یہاں کے بڑے بڑے علماء و فضلاء، عابد شب گذار، اور صاحبانِ تقویٰ کو جن کی زندگی محرابِ عبادت میں گذری تھی بڑے بہیمانہ طریقے سے تہہ تیغ کیا۔ ان کی لاشوں کے ساتھ ناقابل بیان بدتمیزیاں کیں۔ ان کے اعضاء قطع و برید کیے گے بعضوں کے سارے کھلی میں کوٹے گئے۔ بعضوں کو جلایا گیا۔ اس درندگی، سفاکی اور قتلِ عام میں وہ تمام لوگ شریک تھے جو غداری کے طور پر بار بار کشمیر کا الحاق مغلوں کے ساتھ چاہتے تھے اور جنھوں نے مرزا حیدر کی جارحیت اور سامراجیت کو "فتح اول پارسال" اور "فتح مکرر امسال" کے نعروں سے استقبال کیا تھا۔ اس ظلم و ستم اور قتلِ عام کا شکار زیادہ تر شیعہ مسلمان ہوئے تھے۔

مرزا حیدر بڑا متعصب اور دشمنانِ آلِ رسول کا سرگروہ تھا۔ اس کو حضرت علیؑ کی ذاتِ مقدس سے بغض و حسد تھا اور حضرت علیؑ کے نام لیواؤں سے کینہ و عناد رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے حاجی بانڈے اور دوسرے امرائے کشمیر کے تعاون سے ۹۵۰ھ مطابق ۱۵۴۳ء میں شیعہ مسلمانوں کے قتلِ عام کا حکم دیا۔ کتب تواریخ میں یہ قتلِ عام ان الفاظ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ رہیں گے:۔

"در ۹۵۰ھ علم تعصب افراشتہ۔ باتفاق اعیان شہر مردم عوام را اشتعال داد
برتاراج شیعہ ہا دلیر نمود۔ چنانچہ باشارۂ او عوام ہر سو تاختہ، شیعہ ہا را
تاخت و تاراج نمودند۔ و بیوتِ آنہا را در دادہ خاکستر کردند۔ و خانقاہِ

شمس عراقی کہ در جدّی بل بود بآتش افروختند ولاشۂ شمس عراقی را از گور کشیدہ در سرگین سگاں طعمۂ آتش نمودہ۔ مرقد او را مزبلِ اہل شہر کردند۔

تنگلی ریشی کہ از مریدان بابا علی نجار بود و در نواحی پرسپور رواجے داشت از شالی کوب سرش کوفتہ لاشۂ او در سرگین افروختند و قاضی میر علی اخراج کردہ خانۂ او را غارت نمودند و ملا حاجی خطیب از تیغ گذرانیدند ؎

ملا حاجی خطیب ایک نامور سنّی عالم و فاضل تھے۔ وہ شیعہ ہونے کے الزام میں قتل کیے گئے۔ مرزا حیدر نے میر شمس الدین عراقی کے ایک مشہور و معروف اور بزرگ دین صوفی اور درویش بابا داؤد کو پہلے قتل کیا۔ پھر ان کے بند بند جدا کیے اور آخر میں انھیں آگ میں خاکستر کر دیا۔

بابا علی نجار جو ابتدا میں "شیخ الاسلام" بابا اسماعیل کبروی کے سب سے بڑے قابل احترام مرید تھے اور جنھوں نے بعد میں نوربخشیہ مسلک اختیار کیا تھا ان کی عمر سو سال سے تجاوز کر گئی تھی۔ مرزا حیدر نے ان کو قتل کرنے کے ارادے سے اپنے پاس بلایا۔ وہ نہایت ہی لاغر اور ضعیف تھے۔ چلنے پھرنے سے معذور تھے۔ کچھ آدمی ان کو تھامے ہوئے مرزا کے پاس لائے۔ بڑھاپے اور ضعیفی کی وجہ سے ایسا لگ رہا تھا کہ بابا زمین پر گرنے ہی والے تھے یہ لوگ بابا کے قتل کے خلاف تھے۔ جب ملک حیدر چاڈورہ کے دادا ملک محمد ناجی نے بابا علی کی حالت دیکھی تو ان کی رگِ غیرت حرکت میں آگئی۔ مرزا حیدر نے محسوس کیا کہ ان کے قتل سے ملک میں خلل پڑنے کا امکان ہے تو اس نے ان کے قتل سے ہاتھ روک لیا۔ لیکن اس کی غیر انسانی حرکت دیکھیے کہ بابا علی کی ڈاڑھی منڈوائی۔ ان کے چہرے پر کالک لگائی اور پھر گدھے پر سوار کر کے واپس بھیج دیا۔ ؎

۹۵۶ھ (مطابق ۱۵۴۹ء) میں مرزا حیدر اسکردو گیا۔ وہاں سے میر شمس الدین عراقی کے بڑے صاحبزادے میر سید دانیال کو گرفتار کر کے کشمیر لایا۔ یہاں ایک سال تک انھیں قید میں رکھا اور انواع اقسام کی صعوبتیں اور ایذائیں پہنچائیں۔ ۱۵ سو سونے کی اشرفیاں بھی ان سے لیں۔ اس کے باوجود عبد الرشید خان کے لعن و طعن کو دور کرنے کے لیے میر دانیال کے قتل کی ٹھانی۔ اس نے شیخ فتح اللہ کو رشوتیں دے کر اپنے پاس بلایا اور جھوٹے اور کاذب گواہوں کو رشوتوں سے نوازا۔ ان لوگوں کی شہادتیں احکامِ شرعی کے منافی تھیں۔ آخر کار اس بزرگ دین کو ۴ صفر ۹۵۷ھ کو قضاۃ وقت قاضی حبیب، قاضی ابراہیم اور قاضی عبد الغفور کے حکم سے شہید کیا۔ "دشتِ کربلا" ان کی تاریخِ شہادت ہے۔

جس سے ۹۵۰ ہجری کے اعداد نکلتے ہیں۔

جلادوں نے میر دانیال کے بند بند اشنم اور اندرکوٹ کے صحرا میں جدا کیے۔ رات کے وقت ان کے ایک مرید نے ان کا سر دفن کیا۔ دوسرے دن دوسرا مرید کشتی میں سوار ہو کر جائے مقتل میں پہنچا اور اس نے ان کا بدن اٹھا کر دفن کیا۔

ملا عبداللہ نے مرزا حیدر کو قتلِ میر دانیال سے منع کیا تھا۔ مرزا حیدر نے جواب میں کہا کہ میری حکومت کی بقا کا دار و مدار اسی مصلحت میں پوشیدہ ہے کہ میں ان کو قتل کر دوں۔

مصنف بہارستانِ شاہی نے مرزا حیدر کے قتل عام کی تصویر قدرے تفصیل کے ساتھ الفاظ ذیل میں کھینچی ہے۔

"مرزا حیدر دستِ تغلب از آستین تعدی بدر کشید۔ و جماعت محبانِ اہلبیت رسولؐ و زمرۂ موالیانِ علیؑ ولی اللہ اظہار عداوت بنیاد و غایت بغض و نہایت تعصب کار بداں مرتبہ رسانید کہ بتخریب و تہدیم خانقاہ متبرکہ حضرت امیر شمس الدین امر نمود و دستِ طغیاں برقتل اہل اسلام و ایمان و سفک دماء ارباب ایقان کشود۔ و در تاریخ ۹۵۵ھ نہصد و پنجاہ و پنجم ہجری حضرت ریشی را شہید ساختند۔ در ہشتم سنہ مذکور کہ روز تر دیہ باشد۔

و در سال نہصد و پنجاہ و ششم ہجری تبت رفتہ حضرت شیخ دانیال را گرفتہ آورد و آنحضرت را قریب یک سال در قید و زنجیر محبوس داشتہ۔ بانواع تعذیب و ایذاہا۔ قریب ہزار و یا نصد اشرفی طلا از وگرفتہ آخر از جہت دفع مطاعن و رفع ملائنِ عبدالرشید خان در قصدِ کشتن و صدد قتل آنحضرت افتاد و شیخ فتح اللہ پیش خود آوردہ۔ گواہان دروغ و شہود کاذبہ از دے طلب نمود۔ وآں مرد ناخدا ترس جست وجو و رشوتہا دادہ۔ جماعتے فساق و ملاحدہ آورد۔ کہ نہ در احکام شریعت گواہی ایشان مقبول ونہ قواعدِ مروت اقوال ایشان مسموع بود۔ ایشان را حاضر ساختہ۔ بعضے از ایشان بر سبب رفض آنحضرت گواہ شدند و بعضے بر تزکیہ و تنقیہ گواہان شاہد شدند۔ و آنحضرت را در بست و چہارم ماہ صفر سنہ نہصد و پنجاہ و ہفتم ہجری بحکم قضات وقت قاضی حبیب، و قاضی ابراہیم و

قاضی عبدالغفور شہید ساختند۔ و بعضے از مخلصان "دشتِ کربلا" تاریخ شہادت آنحضرت یافتند و شبانگاہ مخلصِ آنحضرت سرِ مبارک آں شہید مظلوم را برداشتہ پنہاں کردو روز دوم مخلصِ دیگر بہ کشتی آمدہ جسدِ آنحضرت را برداشتہ جائے مدفون ساخت۔ بعد از کشتنِ مرزا حیدر ہم بدنِ مطہر و سرِ مبارک آنحضرت جمع ساختہ در قبلہ گاہِ روضۂ حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی آنحضرت را دفن نمودند و عجب آنکہ مرزا حیدر مصلحتِ ملک خود را در کشتنِ آنحضرت دیدہ بود و در ایام گفتگوئے قتلِ آنحضرت ملا عبداللہ بطریق تدبیر مانع کشتن شدہ بود۔ مرزا حیدر در جواب او گفتند کہ با مصلحتِ ملک و بقار دولت و سلطنتِ خویش در کشتنِ او می بینم و دفع تہمت و رفعِ بدنامی ما کہ بسبب عبدالرشید خان در قتل و کشتنِ او یابیم۔ فی الواقع خونِ ناحق و قتل بے گناہِ آنحضرت سبب زوالِ دولت و موجب ویرانی مملکت و سلطنت مرزا حیدر گشت "۳۸

مرزا حیدر نے بس اسی پر اکتفا نہیں کی کہ شیعہ اور نوربخشیہ مسالک کے پیروکاروں کے خونِ ناحق سے اپنے ہاتھ رنگین کیے بلکہ اس نے منادی کی کہ جو شخص بھی شیعہ یا نوربخشیہ مسلک قبول کرے گا وہ موت کے گھاٹ اتارا جائے گا۔ اس نے شیعوں اور نوربخشیوں کے ساتھ ساتھ ہمدانیہ اور شافعی مسالک کے لوگوں کا بھی صفایا کیا تھا۔ چنانچہ یہ دہشت گردی اور چنگیز خانی آٹھ سال تک کشمیر میں قائم رہی۔ مرزا حیدر کو اس بات پر فخر تھا کہ اس نے سنی مسلک کے سوا باقی تمام مسالک کے لوگوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا یا تھا۔ اس کا اعتراف اپنی تاریخ میں یوں کرتا ہے :۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس وقت کشمیر میں کوئی شخص اعلانیہ طور نوربخشی مسلک کا اظہار نہیں کرتا ہے بلکہ تمام لوگ اپنے آپ کو سنی مسلک کے مسلمان تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ میری سنگدلی اور سخت جانی سے واقف ہیں انھیں بخوبی علم ہے کہ اگر وہ کوئی دوسرا مسلک اختیار کریں گے تو موت کے گھاٹ اتارے جائیں گے "۳۹

فرشتہ نے بھی کم و بیش انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ ایک جگہ تاریخ رشیدی کے حوالے سے مرزا حیدر کی زبان سے نوربخشیہ مسلک کے لوگوں کے قتل و غارت کے بارے میں لکھتا ہے کہ

"میں (مرزا حیدر) نے اکثر اہل کشمیر کو جو اس ارتداد (نوربخشیہ) پر مائل تھے۔ گروہ اہلِ حق میں داخل کیا اور بہتوں کو تہ تیغ کیا۔ یہ لوگ زندیق اور ملحد ہیں۔ جنھوں نے مسلمانوں

کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔" ۴۰

مرزا حیدر کے بیان کی تائید بہارستانِ شاہی سے بھی ہوتی ہے۔ اس میں درج ہے کہ :۔

"مرزا حیدر از غایت انکار طریق مستقیمۂ نوربخشیہ بلکہ سلسلۂ قومیہ ہمدانیہ را از یں ممالک بکلیہ محو و معدوم ساختہ بود۔ چنانچہ در تمام ایں ممالک ازاں سلسلۂ شریفہ ہیچ اثرے باقی نہ ماندہ بود و قریب ہشت سال ہیچ کس از اہالی و موالی ایں ممالک دم ازاں سلسلۂ علیہ نہ توانستند زد۔ بلکہ از کمالِ تعصب خود مذہب شافعی کہ تمام اہلِ عالم از شرق تا بغرب انکار آں مذہب نتوانند کرد۔ مردم ایں ممالک را منع می کرد۔ کہ ہیچ کس شافعی المذہب ہرگز نہ باشند۔ و ماسوائے مذہب حنفیہ تمام مذاہب را محو و منسوخ ساختہ" ۴۱

مرزا حیدر کا شعری کا عبرتناک انجام

شانِ قدرت دیکھئے کہ میر سید دانیال کی شہادت چند ہی مہینوں کے اندر اندر کیا رنگ لائی۔ جس مقصد سے اس نے ان کو شہید کیا تھا وہ پورا نہیں ہوسکا۔ ان کی شہادت مرزا حیدر کے زوال کا باعث ہوئی اور اس کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ اس نے میر دانیال کو اپنی مملکت کے لیے سنگ راہ سمجھا تھا اور انھیں اس لیے راستے سے ہٹایا تھا کہ اس سے اس کی حکومت پائیدار اور مستحکم ہو جائے گی۔ لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ جس سلطنت کی اساس وہ مظلوموں کے خونِ ناحق گرانے سے قائم کرنا چاہتا تھا کیا وہ خدا کو بھی منظور تھا؟ جب خدائے بزرگ و برتر کا عتاب نازل ہوتا ہے تو بڑے بڑے شہنشاہوں کو سلطنت سمیت نیست و نابود کرتا ہے۔ یہی حال مرزا حیدر کا بھی ہوا۔ مصنف بہارستانِ شاہی اس کے تکبر، ناخدا ترسی اور اس کی بوالہوسی کا انجام ان الفاظ میں بیان کرتا ہے :۔

"زہے بیوفائی دنیائے غدار! کہ مرزا حیدر ناخدا ترس خونِ حضرت شیخ دانیال را و عہدۂ اموال او را مصلحت ملک گویا بہ گردنِ خود گرفت و گواہانِ دروغ را رشوتہا دادہ بقریب ملا فتح اللہ را اغوا و گمراہ ساختہ، آنحضرت را بدرجۂ شہادت رسانیدند۔ و خونِ آں چناں بزرگے دیدہ و دانستہ بگردنِ خود گرفت بہ طمع آنکہ دولتِ دنیا با و باقی و پائندہ باشد۔ و بعد از شہادتِ آنحضرت بحکم الدم الاینام

زیادہ از نہ ماہ نتوانست زیست" ۲۲ؔ

جو کشمیری لوگ دس سال پہلے ہندوستان جاکر مرزا حیدر کاشغری سے کشمیر پر حملہ کرانے کے ذمہ دار تھے وہی اس کے خلاف میر دانیال کے واقعۂ شہادت کے بعد اچانک صف آرا ہونے لگے۔ ملک عیدی رینہ، خواجہ حاجی بانڈے اور حسین ماگرے وغیرہ اس کے جابرانہ اور تحکمانہ نظام سے خائف ہونے لگے تھے۔ نتیجتاً وہ اس کے اقدام قتل کا منصوبہ تیار کرنے لگے۔ عیدی رینہ منصوبہ ساز تھا۔ اس نے دولت چک، غازی چک اور سید ابراہیم خان بیہقی کو اپنے ارادوں سے باخبر کیا اور ان کو کشمیر آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ وہ عہد و پیمان کرنے کے بعد ہیرہ پور کے راستے سے ان کے ساتھ یہاں آیا۔ بالآخر تمام کشمیری امرا ایک جان دو قالب ہو کر مرزا حیدر پر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے خانپور کے قریب ماتر کے قلعے میں اس پر شبخون مارا۔ اور کمال دونی کے ہاتھ سے شب ہشتم ذی قعدہ ۹۵۸ھ کو قتل کیا۔ اس نے کشمیر میں دس سال تک حکومت کی" ۲۳ؔ

ملک دولت چک

مرزا حیدر کے قتل کے بعد عیدی رینہ منصب وزارت پر فائز رہے۔ نازک شاہ برائے نام بادشاہ تھے۔ امور سلطنت کے مالک عیدی رینہ ہی تھے۔ دولت چک، غازی چک، علی چک اور حسین چک جن کے حوصلے مرزا حیدر کاشغری کے قتل عام کے سبب سرنگوں ہوئے تھے پھر ایک مرتبہ سربلند اور صاحب اقتدار ہونے لگے۔ اسی اثنا میں سلیم شاہ افغان کی طرف سے ہیبت خان نیازی اپنے بھائیوں کے ساتھ ایک لشکر جرار کے ہمراہ جموں کی طرف سے کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ افغانی لشکر جب بانہال پہنچا تو ادھر سے ملک دولت چک بڑی سرعت کے ساتھ فوج کے ہمراہ مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ملک عیدی رینہ اور حسین ماگرے وغیرہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ دولت چک کے پیچھے آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر چلتے تھے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ دولت چک کو شکست ہو اور وہ لڑائی میں قتل ہوں تاکہ پھر میدان ان کے ہاتھ میں آجاتا اور کوئی دشمن باقی نہ رہتا۔ اس لیے یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے سپاہیوں کو آگے نہیں بڑھنے دیتے تھے۔ ان کی بدنیتی کے بارے میں یہ الفاظ تاریخ میں آج تک محفوظ ہیں کہ

"سبب [illegible] جنگ [illegible] عیدی رینہ و حسین ماگرے [illegible] شہرت [illegible]
یک [illegible] واقعۂ ہیبت خان نیازی [illegible] واز خدا می خواستند کہ این

کس از میان بَرود "[۴۴]

عیدی رینہ کی یہ حرکت دیکھ کر دولت چک نے اپنی فوج دو حصّوں میں تقسیم کی اور دو الگ الگ راستوں سے دشمن کی طرف بھیج دیا۔ انھوں نے دشمن کا محاصرہ کیا۔ دوسرے دن صبح سے شام تک دونوں فوجوں میں خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں افغانوں کا لاؤ لشکر کھیت پڑ گیا۔ ہیبت خان نیازی، اس کی زوجہ بی بی رابعہ اور شہباز خان وغیرہ جیسے نامور سپاہی لڑائی میں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ پورے افغان لشکر میں صرف دو آدمی بچ نکلے۔ دولت چک نے ہیبت خان نیازی، سعید خان اور شہباز خان کے سروں کو سلیم شاہ کے پاس روانہ کیا[۴۵]۔ اسی وقت انھوں نے ایک عرضداشت قاصد کے ہاتھ نازک شاہ کو بھیجی کہ شمس ملک اور یحییٰ ملک، ملک عیدی کی طرف سے میرے ہمراہ تھے۔ انھوں نے اس جنگ میں میری کوئی حمایت نہیں کی اور نہ ملک کے دفاع کے لیے ہی کوئی اقدام کیا تھا۔ ان کے دل میں گزشتہ مخالفت اور فساد کے سبب بغض و حسد کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ مضمون عرضداشت کتب تواریخ میں ان الفاظ میں مقید ہے :۔

"شمس ملک و یحییٰ ملک کہ از طرف عیدی رینہ ہمراہِ من بودند۔ آنہا ہیچ گونہ رفاقت سخنی بمن نکردند۔ نائرۂ بغض و عداوتِ دیرینۂ شان افروختہ شدہ بود۔
این بے اتفاقی علاوہ اشتعال فساد و عناد نمود "[۴۶]

ملک دولت چک کی اس فتح عظیم سے ملک عیدی رینہ کے تن بدن میں حسد کے شعلے فروزاں ہونے لگے۔ اور وہ دولت چک کے استیصال اور بیخ کنی کے لیے سازشیں کرنے لگے۔ انھوں نے دولت چک کے خلاف چکانِ کیوارہ، طائفہ ماگریاں اور ساداتِ بیہقی کو اپنے ساتھ ملایا۔ اور رمضان ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں دولت چک اور ان کے ساتھیوں کی تباہی کے لیے بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ شمس ملک، یحییٰ ملک، خواجہ بانڈے، بہرام چک، یوسف چک اور دوسرے کیواری چکوں کے تعاون سے ملک عیدی رینہ نے دریائے جہلم کے تمام پل کاٹ دئے اور لڑائی کے لیے صف آرا ہوئے۔ ملک دولت چک اور غازی خان ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔ انھوں نے سید ابراہیم اور حسین ماگرے کو گرفتار کیا۔ اور باقی ان کے تمام ساتھی مفرور ہو گئے۔ عیدی رینہ شمہ ناگ کے جنگل میں پناہ گزین ہوئے۔ وہاں بیمار ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد سری نگر میں انتقال کیا[۴۷]۔ تاریخ میں یہ واقعہ یوں درج ہے۔

"ملک عیدی رینہ جمعے از چکان کیوارہ کہ اہل سنّت بودند۔ و طائفۂ ماگریاں و

سیدانِ بیہقی با خود متفق ساختہ۔ در ماہ رمضان ۹۵۸ھ بہ محاربت چکاں علمِ منازعت افراختہ۔ در قلعۂ علاء الدین پورہ متحصن نشستہ و مبارزت و مخالفت آنہا پرداخت۔ تا آنکہ شبے شمس چک کیوارہ و نجی ملک و حاجی بانڈے و بہرام نیا یک و یوسف خان باتفاقِ جماعتے از خیل و خدم ملہائے شہر بُریدہ بمحاربہ و مقاتلہ ایستادند۔ و دولت چک و غازی چک بہ مبارزت و مقابلت آنہا مبادرت نمودند۔ و سید ابراہیم خان و حبیبن خان ماگرے را گرفتار کردہ محبوس داشتند۔ باقی جماعتِ آنہا در قلعۂ علاء الدین پورہ بپیشِ عیدی رینہ گریختہ رفتند۔ و دولت چک از روئے خدیعت و روبہ بازی معاندان عیدی رینہ را استمالت نمودہ۔ لوہر ماگرے لسی ملک و فتح چک و یوسف چک بخود مائل ساخت و بہ تقویت و جمعیت آنہا از دریائے بہت عبور کردہ بر جنود مخالفان بغتۃً ریختہ۔ گرد ہیجا تا بفلک برانگیختہ خونِ ہزاراں مردم بر زمین ریختہ۔ رایت نصرت بہ اوج عزت افراخت "۴۸

بقول صاحبِ طبقاتِ اکبری دولت چک اور عیدی رینہ کی یہ فیصلہ کن جنگ عیدگاہ میں واقع ہوئی تھی ۴۹

ملک عیدی کے انتقال کے بعد ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں ملک دولت چک منصب وزارت پر فائز ہوئے۔ انھوں نے سلطان نازک شاہ کو تختِ سلطنت سے معزول کیا اور وہ پنجاب کی طرف چل پڑے۔ ان کی جگہ پر سلطان ابراہیم شاہ کے بیٹے اسماعیل شاہ کو برائے نام بادشاہ بنایا ۵۰

مصنفِ بہارستانِ شاہی نے دولت چک کے مندرجہ ذیل کارناموں کو بے حد سراہا ہے۔

(۱) یہ کہ انھوں نے میر دانیال کی لاش شہاب الدین پورہ سے نکال کر نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ دریائی جلوس میں سری نگر پہنچائی۔ یہاں عیدگاہ میں تابوت کا شاندار استقبال کیا گیا۔ تابوت کے ساتھ اور لوگوں کے علاوہ دولت چک بھی تھے۔ اس کے بعد تابوت زڈی بل پہنچایا گیا جہاں میر دانیال کی لاش ان کے والد میر شمس الدین عراقی کے پہلو میں دفن

کی گئی۔

(۲) یہ کہ انھوں نے خانقاہ میر شمس الدین عراقی کو جسے مرزا حیدر کاشغری نے غارت کر کے خاکستر کیا تھا پھر سے تعمیر کیا اور میر شمس الدین کی اولادوں کے لیے دہ گاؤں واگذار کیے جنھیں مرزا حیدر نے بند کیا تھا۔ دولت چک نے خانقاہ کے مجاوروں اور معتکفوں کے لیے وظیفے مقرر کیے۔

"چند دہے از دفقیات قدیمہ مخلّص ساخت و مجاوران و عاکفان آستان ملائک آشیاں را بوظائف و اورادات بنواخت۔ تاآں خانقاہ متبرکہ باز بطریقۂ قدیمہ بجلوس اربعین و احیاء احکام اسلام و قواعد دین و آداب و ارکان عبادات ارباب یقین معمور گشت و بہ مواظبت اوراد و اوقات جمعہ و جماعات در خمس صلوٰۃ و سائر وظایف و اذکار و طاعات لیل و نہار بدست اہتمام آں ملک سعادت یار آباداں شد"

(۳) یہ کہ مرزا حیدر نے شیعہ، نوربخشیہ، ہمدانیہ اور شافعی مذہب کے لوگوں پر پابندی لگادی تھی اور انھیں مذہب بدلنے کا حکم دیا تھا۔ ملک دولت چک نے اس حکم ناشاہی کو کالعدم قرار دیا اور حکم جاری کیا کہ وہ اپنے اپنے مسلک پر پھر سے قائم رہیں۔ حکم یہ ہے:۔

"ہر کس از اہالی و موالی بہر مذہب کہ خواہند باشند و ہیچ کس بر دیگرے تحکم و تکلیف نہ کنند و مزاحم یکدیگر نہ شوند۔"

(۴) یہ کہ دولت چک نے بابا علی کے لیے سری نگر میں حسن آباد کی بنیاد ڈالی اور یہاں ایک وسیع اور شاندار خانقاہ تعمیر کی۔ انھوں نے بابا علی کی لاش کو نکال کر حسن آباد میں دفن کیا۔ اور ان کی قبر پر ایک بڑا روضہ عوام کی زیارت گاہ کے لیے تعمیر کیا۔ علاوہ بریں انھوں نے بابا علی کے فرزندوں اور نواسیوں کے لیے حسن آباد میں زمینیں خریدیں۔ ان پر باغ اور مکان تعمیر کیے۔

(۵) یہ کہ ملک دولت چک نے امامیہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے لیے سرگرم حصّہ لیا۔ مسجد جامع سری نگر میں خطبۂ دوازدہ امام دوبارہ جاری کیا۔ اس سے قبل میر شمس الدین کے زمانے میں یہ خطبہ مسجد میں پڑھا جاتا تھا۔ مرزا حیدر کاشغری نے شیعان علی پر بے پناہ مظالم ڈھا کر اس خطبے کو ممنوع قرار دیا تھا۔ خود جامع مسجد کے امام صاحب قاضی حبیب اسمائے معصومین کے نام سے اجنبی اور بیگانے تھے۔ اس سلسلے میں مصنف بہارستان شاہی نے لکھا ہے کہ:

"از ترس تہدیدات و تخویفاتِ مرزا حید ر ہیچ کس از مردم ایں ممالک نام
آئمہ معصومین بر زبان نمی توانستند گرفت - و از اغوا و اضلالِ ملایانِ ایں
جا ذکر دوازدہ امام نمی کردند - و اطلاق امام بر ایشان گناہ و نامشروع می دانستند -
و اہالی و موالیِ ایں ممالک از نام و نشانِ آئمہ معصومین و اسمائے شریفہ آئمہ
اہل بیت رسول رب العالمین چناں اجنبی و بیگانہ بودند کہ یک روز در مجلس حسین
شاہ از قاضی حبیب اسمائے شریفہ معصومین پرسیدند - و آں چناں بیگانہ بود -
کہ بعد از اسامیِ شریفہ حضرت امیر المومنین امام حسنؓ و امام حسینؓ بغیر از نام حضرت امام
جعفر صادق نام کسے نمی دانست و ہیچ یکے از آئمہ باقی بنام نہ گرفتند - چہ جائے آنکہ
ترتیبِ نسب و تعظیم منصب ایشان می دانست - و تمام اہل مجلس از نادانی و
بیگانگیِ او حیران ماندند -
و ایں ملک دولت چک سعادت مند در عہدِ حکومت خود در مسجد جامع
فرمود - تا خطبہ دوازدہ امام بخوانند و از اں باز بطریقے کہ در زمانِ حیات حضرت
امیر شمس الدین محمد عراقی می خواندند - ہم در مسجد جامع و ہم جایہائے دیگر خطبہ
دوازدہ امام می خواندند - و ذکرِ آئمہ معصومین می کنند و نمی ترسند" [۵۱]

دولت چک کی جسمانی طاقت

ملک دولت چک تہور و شجاعت اور طاقت و توانائی میں رستمِ بے بدل تھے - ان کے دست
[illegible] عام لوگوں کے مقابلے میں بہت لمبے تھے - جب کھڑے ہوتے تھے تو دونوں ہاتھ زانوؤں تک
[illegible] تھے - تیراندازی میں بھی یگانۂ عصر تھے - جب کمان سے تیر رہا کرتے تھے تو وہ کردہ (ایک کروہ کی
[illegible] مسافت چار ہزار گز کی ہے) کے فاصلے پر نشانے پر جا لگتا تھا - ان کی جسمانی طاقت کا اندازہ
اس سے ہو سکتا ہے کہ جس شہتیر کو دو سو مزدور اٹھاتے تھے - اس کو وہ ایک ہاتھ سے اٹھاتے تھے -
جن دنوں ملک کاجی چک کے ساتھ شیر شاہ سوری کے پاس دہلی گئے تھے تو پا پیادہ ایک مست
ہاتھی کی دم زور سے پکڑ لی اور زمین پر دونوں پیر کوہِ گراں کی طرح مضبوطی سے پکڑ لیے کہ ہاتھی
پریشانی کے عالم میں چنگھاڑنے لگا - اور اس کا شور و غوغا تا بفلک گیا - لیکن دولت چک نے پوری
قوت کے ساتھ "زمین جنبد نہ جنبد گل محمد" کے مصداق ہاتھی کو ایک قدم بھی آگے پیچھے نہیں ہلنے دیا - [۵۲]

تاریخ کشمیر میں ان کی بہادری کے قابل فخر کارنامے اس طرح درج ہیں :۔

"زر دیار او برتبۂ بود کہ خانہ ساختہ بود۔ طول آنہا خانہ چہل گز بود۔ شہتیرے علی الرسم بالائے خانہ مردم کشمیر می گذازند کہ طول آں ہم بقدر خانہ می باشد۔ وقطرش دوگز می بود۔ و دو بیست کس آں چوب را ببالائی کشیدند۔ ناگاہ ریسمان ہا پارہ شدہ۔ چوب رہا گشتہ و بجانب ملک مذکور افتاد۔ او را بیک دست نگاہداشت و دیگر دست بر زمین قائم کرد کہ دستش تا آرنج در خاک فرو رفت و تا بریسمان براں بستند نگہداشتہ بود"[۵۳]

"گویند آں کہ پا پیادہ دم فیل مست را بدست خود مضبوط می گرفتہ۔ فیل از حرکت باز ماندہ۔ جوش و خروش وصدائے فریاد باوج فلک الافلاک می رسانید۔ گویند کہ قبل از تحکم وزارت ہمراہ پدر یعنی ملک کاجی چک در ہندوستان پیش شیر شاہ افغان بادشاہ دہلی رسیدہ۔ ہنگامیکہ ملک کاجی چک از شیر شاہ استمداد کمک خواست۔ برسبیل تعریف شیر شاہ را دولت خواہان خود فہمانیدند۔ کہ قوت بازوئے ایں جواں چک نژاد یعنی دولت چک بدیں درجہ است۔ شیر شاہ مبالغہ دانستہ۔ فیل مست را در معرکہ طلبیدہ۔ ملک دولت چک و شیر شاہ حضور سرکشان ہندوستان فیل مست را بشیوۂ نیم خواب پیدا بعمل مذکور دست در بازیدہ فیل بے چارہ از جا نتوانست جنبید۔ شیر شاہ و سرکشان ہندوستان از گوشہ آفرینش گفتند۔ و معرکہ آرایان نامور در حلقہ ارتباط و اختلاط او بہ ہزار آرزو و توسل جستند"[۵۴]

اس واقعہ کو ملک حیدر چاڈورہ نے بھی بیان کیا ہے۔ ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن دلی میں ملک دولت چک نے سرراہ ایک ہاتھی کی دم زور آزمائی کے لیے پکڑ لی تھی اور ہاتھی کو چلنے سے روکا تھا۔ جب یہ خبر شیر شاہ سوری کو پہنچی تو انھوں نے اس واقعہ کے بارے میں ملک دولت چک سے دریافت کیا۔ ملک مذکور نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر بقول ملک حیدر :۔

"روزیکہ خواص و عام حاضر بودند۔ فیلے را نزدیک خان آوردند۔ کہ علم الیقین بعین الیقین رسید۔

پلنگانش از زور سر پنجہ زبیر　　　　　　فرو بردہ چنگال در مغز شیر[۵۵]

کتب تواریخ میں ملک دولت چک کی علو ہمت اور مردانگی کا ایک اور دلچسپ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ جب ۹۳۵ھ میں ماگریوں کی قیادت میں شہنشاہ بابر کی ۲۸ ہزار فوج گراں شیخ علی بیگ کی کمان میں ملک کاجی چک پر پرگنہ بانگل میں حملہ آور ہوئی تو مغلوں کے ایک فوجی دستے نے دولت چک کو گرفتار کیا اور پابند زنجیر کرکے سری نگر کی طرف روانہ کیا۔ ملک مذکور کو اس لڑائی میں متعدد زخم لگے تھے۔ راستے میں نماز شام کے قریب دولت چک کشتی سے چھلانگ لگا کر ساحل کی جانب آگئے اور ایک تالاب میں جو منفل ہی تھا نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ محافظ دستے نے آدھی رات تک تالاب میں چالیس پچاس کشتیوں کی مدد سے ان کی تلاش کی لیکن ان کا بال تک ہاتھ نہ آیا۔ ملک دولت نے تالاب میں اپنے کو کنول کے ایک پتے سے ڈھانپ دیا تھا۔ اور منھ پانی سے باہر نکال کر سانس لیتے تھے۔ جب فوجی دستہ تلاش کرتے کرتے بے بس ہوگیا اور نصف شب تک دولت چک کا کھوج نہ ملا تو بے نیل مرام چلا گیا۔ اس کے بعد وہ تالاب سے نکلے اور دشمن کے دستبرد سے اپنے کو بچایا[۵۶]

گرفتار ہونے سے پہلے ملک دولت چک نے پہلے تو تلوار سے دشمن کا مقابلہ کیا تھا۔ جب لڑتے لڑتے تلوار ٹوٹ گئی تو انھوں نے گرز گراں سے جنگ لڑی اور ایک جوان ترک سپاہی کے سر پر گرز اس زور سے ماری کہ ایک تو گھوڑے سے گر گئے اور دوسرے گرز ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ جب دوسرے مغل سردار نے دیکھا کہ اب وہ بغیر سلاح کے ہیں تو اس نے ان پر تلوار کا وار کیا۔ ملک نے ہاتھ اونچا کرکے اس کی تلوار چھین لی۔ اس سے ان کا دایاں ہاتھ مجروح ہوگیا۔ تلوار بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس مغل پر ماری[۵۷]

دولت چک چار سال سے زاید (۹۵۸ھ تا ۹۶۲ھ) عرصے تک حکومت کرکے اپنے اور غیروں کی سازش کا شکار ہوگئے۔ فتنہ پردازوں نے غازی خان اور حسین خان کو ان کے خلاف اکسایا۔ چنانچہ غرہ ماہ ذی الحجہ ۹۶۲ھ کو یہ لوگ ان کی جان کے درپے ہوئے۔ وہ شکار کھیلنے میں مصروف تھے اور جونہی انھیں اس سازش کا پتہ چلا تو وہ کشتی چھوڑ کر کوہ بھاگ کی چوٹی کی طرف روانہ ہوئے۔ غازی خان نے اپنا تمام لشکر ان کے پیچھے پکڑنے کے لیے بھیجا۔ آخرکار پہاڑ پر گرفتار کیے گئے۔ فتنہ پردازوں نے دو دن تک حسین خان کو مجبور کیا

کہ وہ غازی خان سے ملک دولت چک کا خاتمہ کرا دیں۔ دو دن کے بعد سازشیوں نے غازی خان کو گمراہ کیا۔ اور انھوں نے آنکھیں نکال کر ان کو اندھا بنا دیا اور اس طرح

"آں چناں سعادت منسے را در ہا دیہ ہلاکت دائمی انگندند" ۵۸

بعد کے مورخین نے دولت چک کے خلاف کی گئی سازش کی یہ وجہ بتائی ہے کہ انھوں نے اپنے چچا کاجی چک کی دوسری بیوی سے نکاح کیا جو غازی خان اور علی خان کی والدہ تھیں ۵۹

غازی شاہ

۹۶۲ھ مطابق ۱۵۵۵ء میں دولت چک کو منصب وزارت سے معزول کر کے سلطنت کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا اور انھوں نے سلطان اسماعیل شاہ کو برطرف کر کے اپنے بھانجے سلطان حبیب شاہ کو برائے نام بادشاہ بنایا۔ ایک دن حبیب شاہ دربار میں بیٹھے تھے تو انھوں نے امرا و سرداران کی موجودگی میں احکام صادر کرنے میں ایسی غلطی کی کہ جس سے تمام اہل دربار کو شرمندگی اٹھانی پڑی۔ اس سلسلے میں ملک حیدر چاڈورہ کہتے ہیں کہ :۔

"در تاریخ نہصد و شصت و دو کہ در دیوان نشستہ بود۔ در احکام غلطی کرد۔ کہ اکثر ارکان خجالت کشیدند۔ علی خان برادر خرد غازی خان تاج از سر حبیب بر داشت۔ و بر سر غازی خان گذاشت" ۶۰

حسن نے حبیب شاہ کے سر سے تاج سلطنت ہٹانے کی یہ وجہ بتائی ہے کہ انھوں نے سر دربار ایسے زور سے ریاح خارج کیا کہ اہل دربار اس کی آواز سے جھنپ گئے۔ بادشاہ کے اس نامعقول طرز عمل سے علی خان غیظ و غضب میں بل کھانے لگے اور انھوں نے حبیب شاہ کے سر سے تاج اٹھا کر غازی خان کے سر پر رکھا۔ حسن کے الفاظ یہ ہیں :۔

"بعد انقضائے مدت یک سال حبیب شاہ بہ مسند شاہی نشستہ۔ گوزے شدید بکمال شد و مداخت کہ بہ نفیر آں اہل مجلس شرمندہ شدند۔ و علی خان بجوش آمدہ تاج شاہی از سرش بر داشتہ برفرق غازی خان نہادہ۔ حبیب شاہ از نشیمن شاہی بیروں ساخت۔ بادشاہ سلاطین کشمیر بر خاتمہ رسید۔

سبحان اللہ پادشاہی دو صد و سی و دو سالہ بیک باد مخالف بباد رفت" ۶۱

خاندان چک میں جو شخص سب سے پہلے بادشاہی کے درجے پر پہنچے وہ غازی شاہ ہی تھے۔ انھوں نے قلیل عرصے میں لداخ، اسکردو، گلگت، پکھلی دارد (دردستان) کشتواڑ غرضیکہ تمام کوہستان ہند کو مسخر کرکے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اور ہر ایک علاقے میں دفاع کے لیے اپنے فوجی دستوں کو مقرر کیا تھا۔[۱۱]

۹۶۴ھ کے موسم بہار کی ابتدا میں ان فتنہ پردازوں نے جو ہمیشہ ترہگام چکوں کی سازشوں میں ہندوستان میں بیرونی طاقتوں کے ساتھ ملوث ہوتے تھے ایک مرتبہ پھر علم بغاوت بلند کیا۔ ان کے بزرگ ہمیشہ اقتدار کی رسہ کشی کے لیے یہاں سے فرار ہو کر ہندوستان میں مغل بادشاہوں کو طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر اپنی حمایت کا یقین دلاتے تھے اور ان کو کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے بابر، ہمایوں، اور مرزا حیدر کاشغری کو کشمیر فتح کرنے کے لیے یہاں بھیجا تھا۔ اب ان لوگوں نے پہلے ہی مرحلے میں غازی شاہ اور ان کے بھائی حسین خان کے قتل کا منصوبہ تیار کیا کہ ان کے قتل کے بعد وہ خود تخت سلطنت پر قابض ہو جائیں۔ یہ باغی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے کیونکہ غازی شاہ کو اس سازش کا پتہ چلا تھا انھوں نے مخالفین کو بلایا۔ نصرت چک، یوسف چک پسر ریگی چک اور شنکر چک حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے ان کی چالبازی کے پیش نظر ان کو دلاسا دیا اور رات بھر کے لیے روکا۔ دوسرے دن نصرت چک کے بھائی اور دوسرے مخالفین نے دریائے جہلم کے تمام پل کاٹ دیے۔ اور غازی شاہ کے خلاف بہ مقام ذالڈگر صف آرا ہوئے۔ صبح کو غازی شاہ ان کی سرکوبی کو نکلے اور ذالڈگر میں حملہ کیا۔ شدید جنگ کے بعد انھیں شکست دی۔ نصرت چک کے بھائی اور کچھ دوسرے باغی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ بعد ازاں یوسف چک پسر ریگی چک قید خانے میں ڈال دیے گئے[۱۲]

تھوڑے ہی عرصے کے بعد باغیوں کے ساتھ شنکر چک اور بہرام چک وغیرہ مل گئے۔ اور سوپور میں بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ غازی شاہ نے ان پر چڑھائی کی اور ان کو شکست دی۔ بہرام چک کھوہامہ میں گرفتار کرکے سری نگر میں قتل کیے گئے۔ یوسف چک اندھے کرکے قید کیے گئے لیکن ان کی آنکھیں درست ہو گئیں۔ کچھ دنوں کے بعد جیل سے فرار ہو کر پنجاب چلے گئے۔ ان کے بھائی ابراہیم چک کا صفایا کیا گیا۔ اس طرح غازی شاہ نے اپنے بھائی ملک حسین چک اور علی چک کے تعاون سے ملک کشمیر کو خس و خاشاک سے صاف کرکے ایک قلعے کی طرح مضبوط بنایا۔

ابو المعالی کی شکست اور مغلوں کے سروں کا منارہ

غازی شاہ کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے عہد میں کمال جرأت و مردانگی کے ساتھ ہمیشہ مغل سامراجیوں کو جن کی پشت پناہی مفاد پرست اور وطن دشمن کشمیری کر رہے تھے شکست فاش دی۔ انھوں نے کشمیر میں مغلوں کو غارت کر کے پورے ہندوستان سے اپنی بہادری کا لوہا منوایا تھا۔ جن لوگوں کو غازی شاہ نے شکست دی تھی اور جو ہندوستان مفرور ہوئے تھے وہ وہاں ان کے استیصال کے لیے سازشوں میں مصروف رہے۔ ان کا ایک وفد ملک شمس رینہ ولد عیدی رینہ کی قیادت میں شہنشاہ ہمایوں کے پاس دہلی گیا۔ اور ان سے کہا کہ وہ کشمیر پر حملہ کریں۔ بادشاہ ان کے بہکاوے میں آکر کشمیر پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ لیکن انہی دنوں ہمایوں چھت سے گر کر جاں بحق ہوئے۔ کشمیریوں نے شاہ ابو المعالی (ہمایوں ان کو اپنا بیٹا کہتے تھے) کے ساتھ ساز باز کر کے ان کو اپنی حمایت کا یقین دلا کر ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۸ء میں کشمیر پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ چنانچہ دشمن نے بے خبری میں حملہ کر ہی دیا اور اب وہ بارہمولہ کے راستے سے سری نگر کی جانب پیش قدمی کر رہا تھا۔ کشمیر کے تمام چھوٹے بڑے سنی حضرات نے دشمن کا استقبال کیا اور جوق در جوق مغل فوج میں شامل ہو گئے۔ جب غازی شاہ کو معلوم ہوا کہ دشمن سر پر آ رہا ہے تو وہ مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ دو بھائی حسین خان اور علی خان اور چند محدود لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ہانجی ویرا کے مقام پر زبردست جنگ ہوئی۔ میدان جنگ غازی شاہ کے ہاتھ رہا۔ انھوں نے دشمن کو مغلوب کر کے انھیں زبردست جانی نقصان پہنچایا۔ اور سترہ سو سپاہی قید کیے گئے۔ جو بچے تھے وہ حواس باختہ ہو کر فرار ہوئے۔ طرفین سے جنگ میں چار ہزار سپاہی کام آئے۔ مرنے والوں میں اکثر و بیشتر مغل سپاہی تھے۔ غازی شاہ نے مغل سپاہیوں کے سروں کے کئی منارہ مرتب کیے۔ انھوں نے ملک شمس رینہ کو بھی

"باوجود قرابت کہ دختر شمس الدین (شمس رینہ) درخانۂ پسر غازی خان بود بقتل آورد۔ و این نوع فتحے از عوائم خواقین کسے را روئے نہ نمود کہ نصیب غازی خان شد"

غازی شاہ کی اس فتح عظیم سے مغلوں کے دل و دماغ پر کئی سال تک خوف و ہراس چھا گیا۔ محسن نے یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

"شمس رینہ پسر عیدی رینہ و چند کس از امرا برائے استعانت و استمداد در دہلی پیش ہمایوں پادشاہ پناہ گرفتند۔ درآں روز ہمایوں از بام افتادہ دنیائے فانی را پدرود نمود۔ امرائے کشمیر میرزا ابو المعالی را کہ از سادات کاشغر پسر خواندہ پادشاہ بود۔ بہ خدیعت و فریب ورغلانیدہ با عسکر ہمراہ آوردہ در بے خبری بغتۃً وارد دہمن شدند۔ و دراں جا بسیارے از دلاوران و سپاہان کشمیر با ایشان ملحق گشتند۔ غازی خان بہ مسارعت تمام سرانجام مہام لشکر سرانجام دادہ سید ابراہیم خاں را با خود متحد و متعہد ساخت۔ نصرت چک مسلسل و مغلول ہمراہ برداشتہ بوفور سامان و یراق و طمطراق یلغار کردہ بر تہر ہانجی دیرہ رایت تقابل افراشت۔ فردا از آب عبور کردہ فریقین بحرب و ضرب پیوستند۔ انہار خون جاری کردند۔ از جانبین داد شجاعت و مبارزت دادہ۔ گرد ہیجا بہ فلک رسانیدند۔ از صبح تا شام صمصام خون آشام در انتقام بود۔ ظاہراً غلبہ از طرف مغلاں روئے نمود۔ ناگاہ دہشتے در عسکر مغلان افتادہ بجانب کوہستان منہزم شدند۔ و شمس رینہ دست و پا گم کردہ در اخراج مغلان سعی می کرد کہ مبادا دستگیر شدہ ضائع خواہند گرفت۔

درآں حالت غازی خان بر لشکر مغل تاخت آوردہ۔ قریب یک ہزار و ہفت صد کس از لشکر مغل مع شمس رینہ اسیر ساخت۔ سوائے آں از دلاوران فریقین چہار ہزار کس در رزم گاہ بقتل رسیدند۔ و ابو المعالی با جمعے از بقیۃ السیف بجانب ہند رجعت نمود۔ غازی خان از روئے سفاکی مغلان اسیر شدہ را طعمۂ تیغ اجل ساختہ۔ شمس رینہ بدار کشید۔ از آنجا کوس فیروزی نواختہ بجانب مسند حکومت رایت معاودت افراخت" [۵۶]

اس واقعہ کے دو سال کے بعد ۹۶۵ھ (مطابق ۱۵۵۸ء) میں محمد رینہ برادر شمس رینہ، لوہر چک، احمد خان ماگرے اور حبیب چک کیواری وغیرہ امرائے کشمیر نے بادشاہ غازی شاہ کے خلاف پھر علم بغاوت بلند کیا۔ ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ باغیوں نے دریائے جہلم کے پل کاٹ دیئے۔ اور میدان ذالڈگر واقع سری نگر میں اپنا محاذ قائم کیا۔ غازی شاہ محلہ دیدمر موجودہ

محلۂ خانقاہ سوختہ) کے قریب دریا پار کر کے ڈالڈ گر پہنچے۔ یہاں فریقین میں ہاتھیوں کی زبردست جنگ ہوئی۔ غازی شاہ نے دشمن کو شکست دی اور اپنے سپاہیوں میں انعامات تقسیم کیے۔ اس کے بعد وہ امور سلطنت کی طرف متوجہ ہوئے۔ تاریخ کشمیر کے صفحات میں اس جنگ کا حال یوں درج ہے :-

"درسالِ دوم محمد رینہ برادر شمس رینہ بہ معاضدت حبیب چک پائے استقامت افشردہ بہ محاربہ و مجادلہ بر غازی خان غلبہ آورد۔ و غازی خان در عرصۂ کارزار فیلِ ژیانِ خود را بہ جنگ محمد رینہ ہیجان داد و محمد رینہ ضربہائے ناچخ و صلیل بر کالبد فیل انداختہ عاقبت ذلیل گشت و حبیب چک رو بروئے فیل آمدہ، حملہ ہائے مردانہ ساختہ تاکہ فیل بہ غضب آمدہ خرطومِ خود بر حبیب چک افراخت۔ وے اسپ خود بدریا انداختہ رو بہ گریز نہاد۔ اما بموجب تقدیر پائے اسپش ناگاہ در خلَہ بند شدہ۔ سلاحش از دست افتاد۔ فیل بکمال غضب در عقب او تاختہ خرطوم براو رہا کرد۔ حبیب چک خرطومِ فیل بدندانِ خود چناں بگزید کہ فیل بگریخت۔ چوں اجلش رسیدہ بود فیل باز گشت آمدہ اورا ریزہ ریزہ کرد۔ پس غازی خان علمِ نصرت بفلک افراختہ، سپاہیانِ خود را بہ انعام و اکرام ممنون ساخت و در رتق و فتق امور سلطنت پرداخت"

قرابہادر کی شکست اور مغلوں کے سروں کا بلند منار

۹۶۷ھ مطابق ۱۵۵۹ء میں غازی شاہ کے امرائے مخالفین مثل حاجی بانڈے، لوہر ڈانگر، یوسف چک، فتح چک اور نصرت چک کیواری وغیرہ جو غازی شاہ کے ہاتھوں شکست کھا کر ہندوستان میں جلائے وطنی اور آوارہ گردی کی زندگی گزار رہے تھے متحد ہو کر کشمیر کی سودے بازی کے لیے شاہنشاہ اکبر کے پاس وفد کی صورت میں چلے گئے۔ ان لوگوں نے شہنشاہ کو دستور قدیم کے مطابق اپنی حمایت کے سبز باغ دکھا کر کشمیر پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ اکبر اعظم نے قرابہادر ہمشیر زادہ مرزا حیدر کاشغری کو حکم دیا کہ وہ کشمیر فتح کرے۔ قرابہادر سامراجی حکم کے تحت بارہ ہزار لشکر گراں اور کشمیری امراء کے ہمراہ فتح کشمیر کی غرض سے راجوری پہنچے۔ غازی شاہ کو دشمن کے آنے کی اطلاع جب ملی تو وہ بھی مقابلے کے لیے معدودے چند ساتھیوں کے ہمراہ

ہیرہ پور کے راستے سے تھنہ پہنچے۔ یہاں سے مزید کمک کے ساتھ لوہر کوٹ وارد ہوئے۔ اس مقام پر انھوں نے ایک دن میں قلعہ تعمیر کیا۔ دوسرے دن جانبین کی فوجیں نبرد آزمائی کے لیے راجوری میں صف بستہ ہوئیں۔ مغلوں کو شکست ہوئی۔ جن میں اور لوگوں کے علاوہ ان کے ایک نامی بہادر مثل رستم تو چک بہادر بھی کام آئے۔

غازی شاہ نے ایک فرمان جاری کیا کہ جو کوئی مغل سپاہی کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو ایک ایک اشرفی انعام میں دی جائے گی۔ فرمان شاہی سنتے ہی ڈوموں کی ایک جماعت تیار ہوگئی۔ اس نے صبح سے نماز پیشین تک سات ہزار مغل سپاہیوں کے سر قلم کر کے غازی شاہ کے سامنے انبار کیے۔ انھوں نے ان لوگوں کو دو گنے انعام سے نوازا۔ بلکہ بعضوں کو پانچ گنا انعام سے سرفراز کیا۔ باقی مغل جو بچ گئے تھے انھوں نے راہ فرار اختیار کی۔ فتح کے بعد غازی شاہ سری نگر واپس آئے۔ یہاں انھوں نے دوسری مرتبہ مغل سروں کا منار تعمیر کیا جو پہلے مرتب کیے گئے منار سے کہیں زیادہ بلند تھا۔[۶۵] مغلوں کے ساتھ غازی شاہ کی یہ دونوں لڑائیاں ان کے بلند کارنامے تھے۔[۶۶]

۹۶۸ھ مطابق ۱۵۶۰-۶۱ء میں فتح چک اور لوہر چک کی سربراہی میں امرائے کشمیر نے پھر بغاوت کی۔ غازی شاہ نے اپنے بھائی حسین خان کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ اسی اثنا میں سردی کا موسم شروع ہوگیا اور بہت سے باغی برف کے اندر دب کے مر گئے۔ بقیہ کشتواڑ کی طرف پناہ گزیں ہوئے لیکن چونکہ وہ بڑی مصیبت میں تھے انھوں نے حسین خان کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ ان لوگوں نے ان کی طرف سے غازی شاہ سے صلاح و مشورہ کیا۔ غازی شاہ نے انھیں بخش دیا اور جاگیر عطا کی۔

غازی شاہ بڑے انصاف پرور، بہادر، جفاکش، محب وطن اور بیدار مغز تھے۔ انھوں نے اپنے دورِ اقتدار میں غداروں، اور سرکشوں اور باغیوں کا قلع قمع کر کے ملک میں امن و امان قائم کیا تھا۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے شاہنشاہ اکبر کی فوج گراں کو دو مرتبہ موت کے گھاٹ اتار کر کشتوں کے پشتے لگائے اور سروں کے منار تعمیر کیے تھے۔ ان شکستوں سے مغلوں پر اتنا خوف و ہراس چھایا کہ ان کو غازی شاہ کے زمانے میں کشمیر پر حملہ کرنے کی ہمت ہی نہیں پڑتی تھی۔[۶۷] ڈاکٹر محب الحسن کہتے ہیں کہ

"غازی شاہ میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو کسی خاندان کی داغ بیل

ڈالنے کے لیے کافی ہوتی ہیں۔ وہ بیدار مغز، ہمت ور، جفاکش، دھن کا پکّا اور موقع شناس تھا۔ اس نے ۱۸ سال کی عمر میں اپنے باپ کاجی چک کی نگرانی میں سپاہی کی حیثیت سے زندگی کا آغاز کیا تھا۔ اس نے اس کے ساتھ نہ صرف لڑائیوں میں شرکت کی بلکہ جلاوطنی اور دوسری صعوبتوں میں بھی ساتھ دیا۔ کاجی چک کے انتقال کے بعد وہ خاندان کے دوسرے بزرگ افراد کے تحت کام کرتا رہا۔ اور اس نے چکوں کو اس طرح متاثر کیا کہ جب وہ دولت چک سے غیر مطمئن ہوئے تو انھوں نے غازی کو اپنا سربراہ بنایا۔ برسراقتدار ہونے پر غازی چک نے باغی سرداروں کا سر کچل دیا۔ اور ملک میں امن و سکون قائم کیا۔ لیکن ان کی سب سے اہم خدمت یہ تھی کہ وہ ملک کو مغلوں کے حملے سے بچانے میں کامیاب رہا۔ جبکہ ۲۰ سال بعد اس کے جانشین اس حملہ کو روک نہ سکے۔ غازی شاہ کی شکل و صورت بھدی تھی۔ لیکن وہ علم و ادب کا دلدادہ تھا۔ اور فارسی میں شاعری بھی کرتا تھا۔ وہ اپنے خیر خواہوں سے فیاضی کا برتاؤ کرتا تھا۔ لیکن غدّاروں پر اس کو ذرا بھی رحم نہیں آتا تھا۔ اور وہ ان کو سخت سے سخت سزائیں دیتا تھا۔ لیکن کشمیر کا پہلا سلطان تھا۔ جس نے سیاسی حریفوں کو اندھا کرنے اور ان کے اعضا کاٹنے کا طریقہ جاری کیا تھا۔ بایں ہمہ وہ بہادروں کو پسند کرتا تھا۔ اور مخالفت کے باوجود ان کو معاف کر دیتا تھا۔ جب مغل سردار کو چک بہادر تیر کھا کر شدید زخمی ہوا اور گرفتار کر لیا گیا۔ غازی شاہ نے اس کی جان بخشی کی اور اس سے مہربانی سے پیش آیا اور علاج کے لیے اس کو طبیب کے پاس بھیجا" ؎

غازی شاہ کا معیارِ عدل

تمام مؤرخین نے سلطان غازی شاہ کے عدل و انصاف کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ انھوں نے نظامِ عدل کے معیار کو ہمیشہ کے لیے اونچا رکھا ہے۔ انصاف کا پلّہ بھاری رکھنے کے لیے انھوں نے جو اعلیٰ ترین مثال تاریخ کشمیر میں قائم کی ہے اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی ہے۔ بادشاہ نے عدل و معدلت کے بلند اصولوں کی خاطر اپنے جوان بیٹے کا خون بھی نہیں بخشا۔ بقول شاعر ؎

گشت از بیکہ در عدالت خاص کُشت فرزند خویش را بقصاص[۱]

ان کے میزانِ عدل اور ضابطۂ آئین کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا پیش کی جا سکتی ہے کہ ۹۶۶ھ مطابق ۵۹-۱۵۵۸ء میں ایک مرتبہ وہ چوگان کھیلنے کی غرض سے فوجی افسروں کے ہمراہ عیدگاہ جا رہے تھے۔ راستے میں اتفاق سے گھوڑے کی ٹاپ بجائے زمین کے ایک عنّاب فروش پر آپڑی۔ جس سے اس کے انگور زمین پر گر پڑے۔ اسی اثنا میں غازی شاہ کے چہیتے بیٹے شہزادہ حیدر خان کے ملازم نے چند انگور زمین سے اٹھائے۔ ابھی وہ کھانے ہی جا رہا تھا کہ عنّاب (انگور فروش) نے بادشاہ سے شکایت کی۔ جب انھوں نے نافرمان نوکر کے ہاتھ میں انگور دیکھے تو جائے موقعہ پر ہی اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اور آناً فاناً ہاتھ قطع کیا گیا۔ یہ حادثہ شہزادے پر ناگوار گذرا۔ وہ باپ کے طرزِ عمل سے دل برداشتہ ہو گئے۔ اور ان کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا۔ غازی شاہ نے اپنے سالے ملک محمد چاڈورہ کو شہزادے کے پاس سمجھانے بجھانے کے لیے بھیجا۔ ماموں اور بھانجے میں گرما گرمی اور کچھ تلخ کلامی ہوئی۔ اس پر شہزادے کو غصہ آیا اور انھوں نے ملک محمد کو ایک ہی ضربتِ شمشیر سے ملکِ عدم کو پہنچایا۔ اور "اولادکم عدوکم" کے حکم پر اکتفا نہ کرتے ہوئے تیغ خوں آشام لے کر باپ کے قتل پر آمادہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر ماں دامنگیر ہوئی اور قسمیں دے دے کر بیٹے کو اس ارادے سے باز رکھا۔ جب یہ خبر بادشاہ غازی شاہ کو پہنچی تو انھوں نے شفقتِ پدری کو بالائے طاق رکھ کر انتہائی غیظ و غضب سے شہزادے کو بہ سیاستِ تمام گھر سے نکالا اور عیدگاہ کی سرِ راہ پر قربانی کے بکرے کی طرح پھانسی پر لٹکا دیا۔ جب کبھی عیدگاہ کی طرف اس راستے سے جاتے تھے تو بیٹے کی لاش کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ شہزادے کی لاش سولی پر آٹھ دن تک لٹکتی رہی اور بعد میں دریا میں پھینک دی گئی۔ اس سانحہ جانکاہ سے قدرتی طور پر غازی شاہ پر ایسا اثر پڑا کہ وہ عارضۂ جذام میں مبتلا ہوئے۔ گو یہ بیماری ان کو پہلے سے ہی تھی لیکن بیٹے کے المناک حادثے نے اس میں مزید اضافہ کیا اور ۹ سال دو ماہ کی حکومت کر کے ۹۷۰ھ (۱۵۶۳ء) میں اپنے بھائی حسین خان کے حق میں تاج و تخت سے دستبردار ہوئے۔ آخر کار ان کا انتقال ۵۰ برس کی عمر میں ۹۷۳ ہجری مطابق ۱۵۶۶ء میں ہوا[۲]

سلطان غازی شاہ مذہبی معاملات میں بڑے رواداری تھے۔ مذہباً شیعہ تھے لیکن دوسرے فرقے کے لوگوں سے ان کا برتاؤ اچھا رہا۔ ہندوؤں اور بودھوں کو بھی مکمل آزادی دی

تھی۔ نوادرالاخبار کے مصنّف کا بیان ہے کہ غازی شاہ متعصّب تھے۔ اسی وجہ سے بہت سے سنّی حضرات مثل نصرت چک، یوسف چک اور ناجی چک وغیرہ کاشغر گئے اور ان کا تختہ الٹنے کے لیے قزا بہادر کو کشمیر پر حملہ کرنے کی دعوت دی تھی۔[۵۶] حسن کا یہ کہنا غلط ہے کہ غازی شاہ نے شیخ حمزہ مخدوم کو پرگنۂ بیروہ بھیجا۔ اور "اہل سنت را بسیار زحمت رسانید"[۵۷] اگر یہ صحیح ہوتا تو اس کا ذکر خواجہ اعظم کی تاریخ یا اس سے قبل کی کتابوں میں بھی ہوتا۔ راقم نے خواجہ اعظم کی تاریخ کے کئی پرانے نسخے جن میں ۱۸۴۷ء کا مطبوعہ نسخہ بھی شامل ہے بغور دیکھے ہیں۔ ان میں سے کسی بھی نسخے میں یہ نہیں لکھا ہے کہ غازی شاہ نے شیخ حمزہ مخدوم کو بیروہ کی طرف ڈھکیل دیا تھا یا یہ کہ انھوں نے سید کمال کو قتل کیا تھا۔ سید کمال غازی شاہ کے زمانے میں مرے تھے اس سلسلے میں خواجہ اعظم کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اپنی موت سے موئے یا کسی نے زہر دے دیا۔ بہرکیف انھوں نے اس جہاں سے رحلت فرمائی"[۵۸]

تاریخ کشمیر مولفہ خواجہ اعظم کا جو نسخہ آج کل رائج ہے اُسے کشمیر کے مشہور و معروف تاجر کتب غلام محمد نور محمد نے مولوی محمد شاہ سعادت کی تحریفوں کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس میں فاضل مرتّب نے اپنی طرف سے بہت سے مقامات پر حاشیے لکھے ہیں۔

کتب تواریخ میں اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی ہے کہ غازی شاہ متعصّب تھے اور انھوں نے یہاں کے بزرگان دین کے ساتھ کوئی سختی کی تھی۔ اس بات کی بھی کوئی شہادت نہیں ہے کہ امرائے کشمیر غازی شاہ کا تختہ الٹنے کے لیے کبھی کاشغر بھی گئے تھے۔ جب شہنشاہ اکبر نے قزا بہادر کو کشمیر فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا تو بہت سے سنّی امرا جیسے فتح چک، لوہر چک اور نصرت چک نے مغلوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور غازی شاہ کے وفادار رہے۔ تاریخ میں نصرت چک کا یہ جملہ آج تک محفوظ ہے کہ

"من پیشِ غازی خان بیا یئیم و بغل بہ مغل ہمراہ نہ شویم"

غازی شاہ کی رواداری کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں یگانگی پیدا کرنے کے لیے گکھر قبیلے کے سردار کمال خان کی صاحبزادی سے اپنا عقد کیا تھا۔ اسی طرح رشتۂ اتحاد کو مستحکم کرنے کے لیے انھوں نے اپنی صاحبزادی کی شادی مشہور

سنی سردار سید ابراہیم خان بیہقی کے ساتھ اور اپنے بیٹے سے شمس رینہ ولد عیدی رینہ کی لڑکی منسوب کی تھی۔

لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ غازی شاہ کے عہد حکومت میں مذہبی اختلافات کی بنا پر بغاوتیں ہوئیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ چکوں کے دورِ اقتدار میں تختہ الٹنے کی سازشیں امرائے کشمیر نے اندرون کشمیر اور بیرون کشمیر محض طاقت اور بالادستی حاصل کرنے کے لیے کی تھیں۔ بہر حال لوگوں کا یہ کہنا غلط اور گمراہ کن ہے کہ غازی شاہ متعصب تھے اور انھوں نے دوسرے فرقوں کے لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا تھا۔ یہ الزامات بہارستانِ شاہی اور تاریخ ملک حیدر سے ثابت نہیں ہیں۔ برعکس اس کے تمام مورخین نے باتفاق رائے ان کے عدل و انصاف اور ملکی نظام کو شاندار الفاظ میں سراہا ہے۔

سلطان حسین شاہ

سلطان حسین شاہ ۹۷۰ھ میں "نوشیروان عادل" کے لقب سے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔ کتب تواریخ میں عدل و انصاف اور رعایا پروری کی بنا پر ان کا سال جلوس "خسرو عادل" قرار دیا گیا ہے جس سے ۹۷۱ کا سال ہجری برآمد ہوتا ہے۔ انھوں نے منصب وزارت پر ملک حیدر چاڈورہ کے جدِ امجد ملک محمد ناجی کو فائز کیا اور ان کے ساتھ باپ کی طرح عزت و احترام سے پیش آتے تھے۔

حسین شاہ کے عہد حکومت میں ان ہی فتنہ پرور عناصر نے جنھوں نے کہ اقتدار کی ہوس میں ملک دولت چک اور غازی شاہ کے دورِ حکومت میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دی تھی حسین شاہ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے۔ یہ لوگ ان کے استیصال اور قتل کے لیے منصوبے تیار کرنے لگے۔ جب بادشاہ کو اس سازش کا پتہ چلا تو انھوں نے بعض شرپسندوں کو سخت سزائیں دیں۔ احمد خان اور محمد خان ابدال ماگرے کے بیٹے کی آنکھیں نکلوائیں ۹۷۱ھ کچھ ہی عرصے کے بعد فسادیوں نے فتح خواجہ کو بادشاہ کے خلاف اکسایا۔ فتح خواجہ بادشاہ

ح - ان کا انتقال ۹۷۸ھ ہجری میں ہوا۔ مولانا محمد معین متغنی نے "شیخ سپاہی" ان کی تاریخ وفات کہی ہے۔ (تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ورق ۶۶ ب)

کے مقربین میں سے تھے اور انھیں خانِ زماں کے لقب سے ممتاز کیا تھا۔ اس صاحبِ منصب نے فتح چک، شمس دونی، حیدر خان اور دوسرے امرا کے تعاون سے حکومت کا تختہ الٹنے اور اس پر قبضہ کرنے کی سازش کی۔ ایک دن حسین شاہ شکار کے لیے دتھنار جھیل کی طرف گئے تھے۔ ملک محمد ناجی سری نگر میں ہی تھے۔ ان کو سازش کے بارے میں علم ہوا وہ حسین شاہ کے محل میں گئے اور محل کے تمام دروازے بند کیے۔ باغیوں اور خان زماں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر محل پر ہلہ بول دیا لیکن محل میں ان لوگوں کا محاصرہ کیا گیا۔ انھوں نے بادشاہ کے محل میں بھی آگ لگا دی۔ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ مخطوطہ نمبر ۱۸۵۶ نسخہ سری نگر میں ورق ۱۹۱ الف میں درج ہے کہ

"وچوں شعلۂ آتش بلند شد حسین خان از دتھنار ملاحظہ کرد و دانست کہ آتش در نواحیِ دولت خانہ است بسرعتِ تمام مراجعت نمود۔ وتا رسیدن او ملک محمد ناجی خانِ زماں را شکست دادہ و مغلوب ساختہ بود۔ وچوں حسین خان رسید از ملک محمد ناجی بسیار راضی شد۔ چند پرگنہ دیگر زیادہ برانچہ داشتند مفوض داشت و مبلغی زر نثار کرد"

فتح چک اور بہادر خان پسر فتح خواجہ بعض کشادہ راہوں سے گھس آئے۔ جہاں زبردست مقابلہ ہوا۔ مخالفین مغلوب کیے گئے اور ان کے بہت سے سپاہی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ خان زماں اور شمس دونی دم دبا کر بھاگے۔ لیکن کچھ لوگوں نے ان کا تعاقب کیا اور راستے میں گرفتار کیے گئے۔ بادشاہ نے ان کے اعضا کاٹنے کا حکم دیا اور پھر خان زماں کا منصب دوسرے سردار مبارز خان کو سونپا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد تعصب مذہب کی بنیاد پر انھوں نے بھی بادشاہ کے قتل کا منصوبہ باندھا۔ جب اس کا علم حسین شاہ کو ہوا تو انھوں نے مبارز خان کے ہاتھ پیر کاٹنے کا حکم دیا اور ان کے ساتھ ہی لوہر چک کے بھی ہاتھ پیر کٹوائے۔ نصرت چک جو کہ اس واقعہ سے قبل قید میں محبوس تھے ان کی آنکھیں نکلوائیں۔ علاوہ بریں جن لوگوں نے غازی شاہ کو فریب دے کر ملک دولت چک کی آنکھیں نکلوائی تھیں۔ وہ بھی طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا کیے گئے۔[۳۵]

۹۷۱ھ مطابق ۱۵۶۳ء میں حسین شاہ کے بھائی شنکر خان نے کوہستانِ نوشہرہ میں بغاوت شروع کی اور وہاں کے لوگوں پر دست تظلّم دراز کیا۔ لوگ ان سے پریشان ہوئے اور انھوں

نے بادشاہ سے شکایت کی۔ بادشاہ شنکر خان کے نامعقول طرزِ عمل سے آزردہ ہوئے اور انھوں نے نوشہرہ کے لوگوں کو لکھا کہ

"شما اُو را دستگیر کنید و اگر محتاجِ مدد باشید بنویسید کہ تا کمک فرستادہ شود"

جب شنکر خان کو یہ اطلاع ملی تو وہ ایک فوجِ گراں کے ساتھ مقابلے کے لیے کشمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر بادشاہ نے اپنے چھوٹے بھائی علی خان اور ملک محمد ناجی کی کمان میں مدافعت کے لیے اپنی فوج بھیجی۔ دونوں فوجیں پونچھ میں صف آرا ہوئیں۔ لشکرِ ہراول کے سپہ سالار ملک محمد ناجی علی خان سے پہلے ہی پونچھ میں خیمہ زن ہوئے۔ شنکر خان نے فوجِ کثیر کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ محمد ناجی نے اپنے خانزان کے ساٹھ بہادر عزیزوں کے ساتھ دشمن کے مورچے پر مثلِ شیرِ ببر حملہ کیا۔ اور خود بھی میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دی۔ جنگ میں ان کا نیزہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے بعد انھوں نے تلوار کا مظاہرہ کیا۔ دشمن کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی اس لیے ملک محمد ناجی کے داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں جنگ کے دوران جدا ہو گئیں۔ آخرکار شنکر خان مغلوب ہو کر فرار ہوئے۔ جب اس فتح کی روداد بادشاہ نے سنی تو ملک محمد ناجی کے مراتب میں اضافہ کیا۔ [۹۰]

خان زمان اور مبارز خان کے زوال کے بعد حسین شاہ نے ۹۷۵ھ میں ملک لولی کو وزارت کا قلمدان سونپا۔ انھوں نے ۴۰ ہزار خروار سرکاری ملکیت کا دھان خورد برد کیا۔ اس غبن کے الزام میں بادشاہ نے انھیں عہدۂ وزارت سے برطرف کیا اور ان کی جگہ پر علی کوکہ کو منصب وزارت پر بٹھا دیا۔ [۹۱]

یوسف میر کا حادثۂ قتل

علی کوکہ شیعہ مسلمانوں کے خلاف متعصبانہ اور مخاصمانہ کارروائیوں میں سرگرمِ عمل رہتے تھے۔ [۹۲] چنانچہ انھوں نے دیدہ و دانستہ ایک ایسے قیامت خیز واقعہ کو جنم دیا۔ جس نے تاریخِ کشمیر کو ہمیشہ کے لیے داغدار بنا دیا ہے۔ مورخین نے تہذیب و شائستگی کے دامن کو تار تار کر کے ایسی بے سروپا باتیں بیان کی ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ تاریخ کے وہ اوراق پھاڑ کر پھینک دیے جائیں۔ واقعے کی اصلیت کو چھپانے کے لیے انھوں نے نہایت ہی غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل سے اپنی تاریخوں کو مرتب کیا۔ اس شرمناک واقعہ میں شہنشاہ اکبر کے سیاسی ہتھکنڈے بھی شامل تھے اور علی کوکہ اور دوسرے لوگوں کے شانہ بشانہ وہ بھی اس جرمِ عظیم کے مرتکب تھے۔ تاریخِ کشمیر میں یہ المناک اور دل دوز واقعہ یوں ...

کے حادثۂ قتل کا ہے۔ جو ۹۷۶ھ مطابق ۱۵۶۸ء میں رونما ہوا۔ اس بارے میں مورخین نے جو کچھ لکھا ہے وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سید علی — سید علی بیہقی جو اپنے والد کے ساتھ مرزا کاشغری کے قتل عام میں شریک تھے۔ لکھتے ہیں :۔

" در پادشاہیِ حسین شاہ فتنۂ مذہب شدہ۔ دو مفتی بقتل رسیدند۔ یکے ملّا الماس و دوم ملّا بیچہ گنائی کہ ہر دو شہید شدند۔ فتنۂ عظیم روئے دادہ۔ چنانچہ یوسف منڈو نام سپاہی از نوکران بتدبیر مرزا مقیم ایلچی اکبر بادشاہ در مسجد جامع بر سرِ قاضی حبیب کہ خطیبِ مسجد جامع نیز بود۔ شمشیر کشیدہ بودند۔ ازیں کار ملامت بہ حسین شاہ افردہ باتفاقِ مرزا مقیم فتویٰ از مفتیانِ مذکور طلب کردہ کہ اگر کسے بر خونِ ناحق حکم کُند و بحکم او کُشتہ شود او را موافق شرع شریف چہ می رسد۔ چوں دریانِ کُشتنِ یوسف منڈو گذشتہ بود۔ ایں مفتیان خالی الذہن ازاں تدبیر بودند۔ فتویٰ مہر کردہ دادند " [41]

یعنی حسین شاہ کے عہد سلطنت میں ایک مذہبی فتنہ رونما ہوا۔ دو مفتی مارے گئے۔ ایک ملّا الماس اور دوسرے ملّا بیچہ گنائی۔ ان کے مارنے سے بڑا فساد ہوا۔ مرزا مقیم سفیر اکبر بادشاہ کے سپاہی یوسف منڈو نے جامع مسجد کے اندر قاضی حبیب کے سر پر تلوار ماری۔ اس ناگوار واقعہ سے حسین شاہ کی خجالت بڑھ گئی۔ انھوں نے مرزا مقیم کے مشورہ سے مذکورہ بالا مفتیوں سے فتویٰ طلب کیا تھا کہ اگر کوئی کسی بے گناہ شخص کے قتل کے بارے میں حاکم اور اس کے حکم سے وہ مارا جائے تو اس کے لیے شرع کیا کہتی ہے۔ چونکہ وہ بھی یوسف کے قتل میں شامل تھے اس لیے مفتیان اس ضمن میں خالی الذہن تھے اس لیے فتویٰ جاری کیا۔

خواجہ اعظم دیدہ مری — یوسف منڈو اکبر بادشاہ کے سفیر مرزا مقیم اصفہانی کے ملازم تھے۔ انھوں نے جمعے کی نماز کے بعد قاضی حبیب اللہ خطیب جامع مسجد کے سر سے پگڑی اتار کر بے ادبی کی۔ اس پر لوگوں نے حسین شاہ کے خلاف نفرت کا اظہار کیا اور لوگوں نے یوسف کو قتل کیا۔ ان کے قتل کا فتویٰ ملّا الماس اور ملّا فیروز گنائی نے بادشاہ کے کہنے پر دیا تھا۔ [42]

خلیل مرجان پوری کی بھی یہی رائے ہے۔ مزید برآں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ

"یوسف منڈو نے بادشاہ حسین شاہ کے مشورے سے قاضی حبیب کی پگڑی اتاری تھی۔ اس لئے انھیں "بضربِ خشت و مشت کشتند" [۵۴]

ملّا بدایونی ـــــ ملا عبدالقادر بدایونی اس واقعے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"اسی سال ۹۸۶ھ میں بادشاہ (اکبر) نے مرزا مقیم اصفہانی اور ایک شخص میر یعقوب کشمیری کو رافضی ہونے کے جرم میں فتح پور میں قتل کروادیا۔ مرزا مقیم لکھنؤ میں کچھ عرصے تک حسین خان کی ملازمت میں رہا تھا۔ حسین خان سیّدوں کا بڑا معتقد تھا۔ اس لیے وہ مرزا کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتا تھا۔ اس نے مرزا کو اپنی سرکار کا وکیل بھی بنا دیا تھا۔ حسین خان کے عزیزوں اور بھائیوں نے خان کو بتلایا کہ یہ مرزا کٹر رافضی ہے۔ اس لیے خان اس سے کبیدہ خاطر ہوگیا۔ مرزا بھی حسین خان کی ملازمت چھوڑ کر بارگاہِ بادشاہی میں جا پہنچا۔ بادشاہ نے اس پر مہربانی کی اور اُسے کشمیر کے حاکم حسین خان کے پاس شاہی وکیل بنا کر بھیج دیا۔ اس زمانے میں کشمیر میں چند متعصب رافضیوں نے قاضی حبیب کو جو پکّے سنّی تھے مذہبی تعصب میں حملہ کرکے زخمی کر دیا۔ قاضی ابھی زندہ ہی تھا کہ کشمیر کے حاکم حسین خان نے مفتیوں کے فتوے کے مطابق قاتل کو سزا دے دی۔ مرزا مقیم نے اس معاملے میں مداخلت کی اور اپنے اثر سے کام لے کر ان مفتیوں کو اس جرم میں کہ انھوں نے قاتل کے قتل کا فتویٰ کیوں دیا ایک نہایت متعصب اور شرپسند رافضی کے حوالے کر دیا۔ اس نے تین چار مفتیوں کو قتل کر دیا" [۵۵]

عبدالباقی نہاوندی ـــــ آپ اس واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :ـ

"در ۹۷۶ھ ست وسبعین وتسعمایہ، قاضی حبیب را کہ حنفی مذہب بود روز جمعہ یوسف ایدر نام درپائے کوہ زخمدار ساخت و شمشیر دیگر انداختہ انگشتانِ او قلم کرد۔ وغیر از تعصب کہ بواسطۂ اختلاف مذہب بود۔ باعثِ دیگر ظاہر نبود۔ یوسف بعد از مجروح نمودنِ قاضی گریخت۔ حسین خان فرمود تا یوسف را پیدا کردہ حاضر ساختند۔ و فقہا را طلب فرمود کہ در باب او حکم نمایند۔ فقہا گفتند کہ

"کشتنِ ایں چنیں شخصے از روئے سیاست رواست۔" قاضی گفت "تا من زندہ ام، کشتنِ او جائز نیست۔" عاقبت او را سنگسار نمودند۔ جمعے کہ با او در مذہب یکے بودند۔ بہ حسین خان گفتند کہ در کشتنِ او عجلت واقع شد۔ حسین خان گفت کہ بسخنِ ملایان کشتہ شد۔ دریں اثناء مرزا یعقوب و مرزا مقیم برسم ایلچی گری از درگاہِ بندگانِ خلافت پناہ بکشمیر آمدند۔ بعد چند روز مرزا مقیم گفت "مفتیانے کہ یوسف را بفتوائے ایشان کشتہ اند نزد ما فرستند۔" حسین شاہ مفتیان را پیشِ او فرستاد۔ قاضی زین کہ با یوسف در مذہب ہمراہ بود گفت "مفتیاں فتوائے غلط کردند۔" مفتیان گفتند کہ "ما فتوائے کشتنِ او علی الاطلاق نہ کردیم۔ ما گفتیم ایں چنیں کساں را بجہت سیاست کشتن رواست۔" مرزا مقیم مفتیاں را در مجلس اہانت نمودہ بفتح خان رافضی سپرد۔ و ایشاں را ایذا کرد۔ و فتح خان بحکم مرزا مقیم مفتیاں را بقتل آورد۔ و ریسماں در بینہ در کوچہ و بازار گردانیدند"[۸۶]

محمد قاسم فرشتہ —— آپ لکھتے ہیں کہ:-

"۹۶۰ ہجری میں قاضی حبیب جو مسلم دیندار اور سنی حنفی المذہب تھے۔ جمعہ کے روز جامع مسجد سے باہر نکلے اور زیارت قبور کے لیے وادی کوہ ماراں روانہ ہوئے۔ یوسف نامی ایک شیعی نے قاضی صاحب پر تلوار کا وار کیا۔ قاضی صاحب کا سر زخمی ہو گیا۔ یوسف نے دوسرا وار کیا اور قاضی صاحب کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اس واقعہ کی بنا محض تعصب مذہبی تھی ورنہ اس کو سیاست سے قطعاً تعلق نہ تھا۔ مولانا کمال قاضی صاحب کے داماد ان کے ہمراہ تھے۔ یوسف شیعی دو وار کر کے فراری ہوا۔ حسین شاہ اگرچہ خود بھی شیعی تھا لیکن اس نے یہ خبر سنتے ہی چند سپاہیوں کو یوسف کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ اور مجرم قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ حسین شاہ نے شہر کے علماء ملا یوسف و ملا فیروز وغیرہ کو یکجا جمع کر کے فتویٰ طلب کیا۔ ان بزرگوں نے جواب دیا کہ از روئے سیاست ایسے شخص کو قتل کرنا جائز ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں زندہ ہوں اس شخص کو قتل کرنا ناجائز ہے۔ غرضیکہ یوسف شیعی سنگسار کر دیا گیا۔

اسی درمیان میں اتفاق سے ایک شیعی گروہ یعنی مرزا مقیم، میر یعقوب ولد بابا علی وغیرہ اکبر بادشاہ کے دربار سے بطور قاصد کشمیر وارد ہوا۔ . . . چند روز کے بعد مرزا مقیم نے جو یوسف شیعی کا ہم مشرب تھا کہا کہ جن علمار نے یوسف کے قتل کا فتویٰ دیا تھا ان کو میرے حضور میں طلب کرو۔ حسین چک نے مرزا مقیم کے حکم کی تعمیل کی۔ قاضی زین نے جو مذہب امامیہ کا پیرو تھا کہا کہ علمار نے غلط فتویٰ دیا ہے۔ ان علمار نے جواب میں کہ ہم نے مجرم کے قتل کا مطلقاً فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ ہمارے فتویٰ کا مقصود یہ تھا کہ ایسے شخص کو از روئے سیاست قتل کرنا جائز ہے۔ مرزا مقیم نے اسی مجلس میں علمار کی توہین کی اور ان کو فتح خان چک کے حوالے کر دیا۔ فتح خان نے ان علمار کو بہت آزار پہنچایا۔ اور مرزا مقیم کے حکم سے علمار کو قتل کرکے ان کے پاؤں میں رسّی باندھی اور ان کی لاشوں کو شہر میں اس طرح گشت کر دیا"۔

حسن — پیر غلام حسن کھویہامی مشہور کشمیری مورخ لکھتے ہیں:۔

"در ۹۹۰ ہجری مرزا مقیم شیعہ از جانب اکبر بادشاہ ظاہراً بطور سفارت باطناً برائے تجسس راہ وطور وطرز ایں دیار با جمعے معدود بکشمیر آمدہ۔ و چند گاہ درین جا توقف نمود۔ و قاضی حبیب اللہ کہ قاضی شہر و خطیب مسجد جامع بود بعد نماز جمعہ در ذیل کوہ ماران بزیارت قبور رفتہ بود۔ یوسف بندر کہ از متابعان مرزا مقیم شیعہ بود از روئے تعصب و قصد ثواب شمشیر کشیدہ حوالہ قاضی نمود و سر قاضی مجروح گشت۔ چوں ضرب دوم انداخت قاضی دست خود سپر ساخت۔ انگشتان او بریدہ شد۔ و مولانا کمال کہ داماد قاضی بود خود را بر قاضی انداخت و یوسف بعد از مجروح ساختن قاضی بگریخت و علی کوکہ و دتی کوکہ کہ از اہل سنت بودند ایں خبر شنیدہ یوسف مذکور را محبوس داشتند و حسین خان را از دربار عام بنام مفتیان نوشتہ گرفتند کہ بہ نسبت یوسف بندر ہرچہ حکم شرع باشد جائز دارند و علی کوکہ در پیش مولانا شمس الدین الماس و ملا یعنی گنائی ولد نونی گنائی مشہور بہ

ملّا فیروز رفتہ بیان کرد کہ حسین شاہ بہ نظر سیاست یوسف بندر را حکم کشتن داداہ است۔ ایشان ہم مطابق فرمان او حکم شرع جاری دارند و آں ہر دو مفتیان گفتند کہ ہرگاہ کسے بر حاکم شرع یا والیٔ اسلام بہ اہانت و اخفاف و ارادۂ قتل اقدام نماید اگر حاکم وقت او برائے سیاست قتل کند در شرع ماخوذ نیست۔ و دراں اثنا مردم عوام شہر ہجوم کردہ یوسف بندر در طرفۃ العین بقتل آوردند

بعد چند روز حسین خان را پسر ارجمند خود ابراہیم خان کہ در حسن و جمال مانند بدر منیر و در سپاہگری و قبق اندازی و اسپ دوانی بے نظیر بود۔ بآزار چیچک فوت شد۔ و حسین خان از تیمار فراقش معیبت زدہ و پریشان خاطر گشت و ملّا زین العابدین کہ از علمائے شیعہ بود حسین خان را ذہن نشین ساخت کہ مفتیان اسلامیہ یوسف بے گناہ را حکم کشتن دادند و بہ شامت بے گناہی او جگر گوشۂ ایشان از جان رفت کہ در حق او عدل نہ فرمودند۔ و حسین خان مفتیان شہر سپرد یوان طلبانیدہ بجانب مرزا مقیم سفیر اکبر شاہ کہ بہ مذہب شیعہ بود تجویز داد کہ یوسف بندر بے گناہ مطلق است۔ مفتیان حنفیہ بر بنا تعصب او را حکم قتل دادند۔ دریں باب ایشان از جانب من منصف ہستند۔ و از ہر دو فریق دعویٰ و دلیل بہ تحقیق رسانیدہ حکم مناسب دہند۔

مرزا مقیم از مفتیان سنّیہ پرسید کہ ایشان بہ کدام مسئلہ یوسف بندر را حکم کشتن دادند۔ مفتیان دلیل شرعی پیش آوردند۔ کہ استحقاق و اہانت قاضی اسلام موجب اہانت شرع و شارع است۔ و مرتکب آں در ہر ملل و نحل متوجب قتل و سزا او ارعقاب است و نیز در شرع وارد است کہ اگر والیٔ اسلام بجائے حد صغیر برائے تنبیہ و سیاست حد کبیر جاری دارد روا ست۔ ما یان اطاعۃ للشرع و امتثالاً لحکم اولی الامر حکم نمودیم۔ سوائے آں علی کوکہ وقتی کوکہ پیش ما آمدہ اظہار کردند کہ حسین خان را یوسف بندر برائے سیاست کشتن است۔ شما حکم بکشتن او بنویسند۔ ما او را نہ کشتیم بلکہ حکم حاکم گشت۔

و حسین خان سوگند کرد کہ مرا قصدِ کشتنِ او نبود۔ تفضیہ او تعفنات و علما برائے حوالہ کردہ بودم کہ تا او را کسے نتوانند گشت ''۵۰۰

ترجمہ: " ۹۹۶ھ ہجری میں مرزا مقیم شیعہ اکبر بادشاہ کی طرف سے ظاہراً بطور سفیر اور باطناً کشمیر کے سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لیے چند لوگوں کے ساتھ وارد کشمیر ہوئے اور کچھ دنوں کے لیے یہاں قیام کیا۔ قاضی حبیب اللہ قاضی شہر اور جامع مسجد سری نگر کے خطیب تھے۔ ایک دن نماز جمعہ کے بعد وہ کوہ ماراں کے دامن میں قبروں کی زیارت کے لیے گئے تھے۔ یوسف بندر شیعہ نے جو مرزا مقیم کے پیروکاروں میں تھے بنائے تعصب اور قصدِ ثواب کے لیے تلوار کھینچی اور قاضی کے سر پر ماری۔ جب دوسرا وار کرنے لگے تو قاضی نے اپنے ہاتھ کو سپر بنایا۔ ان کی انگلیاں زخمی ہوئیں۔ قاضی کے داماد مولانا کمال قاضی پر گر پڑے۔ یوسف قاضی کو مجروح کرکے چلے گئے۔ علی کوکہ اور دتی کوکہ جو سنی تھے انھوں نے یہ خبر سنتے ہی یوسف کو گرفتار کرکے قید کیا۔ اور حسین خان سے دربار عام میں مفتیوں کے لیے نوشتہ لے گئے کہ یوسف کے بارے میں جو بھی حکم شرع جاری کریں جائز ہے۔ علی کوکہ ملا الماس اور ملا فیروز کے پاس گئے۔ اور کہا کہ حسین شاہ نے از روئے سیاست یوسف بندر کے قتل کا حکم دیا ہے۔ آپ بھی بادشاہ کے حکم کے مطابق فتویٰ جاری کریں۔ دونوں مفتیوں نے جواب دیا کہ جو کوئی حاکم شرع یا والی اسلام کی توہین کرے یا اقدام قتل کا ارادہ کرے اگر حاکم وقت اس کو سیاست کی بنا پر قتل کرے تو شرع میں جائز ہے۔ اسی اثنا میں شہر کے عوام نے یوسف کو آنکھ جھپکتے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس واقعہ کے چند ہی دنوں کے بعد حسین خان کے صاحبزادے جو حسن و جمال میں لاثانی تھے اور جو تیر اندازی اور شہسواری میں بے نظیر تھے چیچک کی بیماری سے انتقال کر گئے۔ بادشاہ ان کے داغِ مفارقت سے دل ملول ہوئے۔ ملا زین الدین جو علمائے شیعہ میں تھے انھوں نے بادشاہ کو ذہن نشین کیا کہ چونکہ مفتیوں نے یوسف کا خون ناحق بہا دیا اور آپ نے ان کے حق میں انصاف نہیں فرمایا اسی لیے شہزادے کی موت واقع ہوئی۔ اس پر حسین خان نے شہر کے مفتیوں کو سر

دربار طلب کیا اور مرزا مقیم سفیر اکبر سے کہا کہ یوسف بے گناہ تھے اور حنفی مفتیوں نے تعصب کی بنا پر ان کے قتل کا حکم جاری کیا۔ اس سلسلے میں آپ میری طرف سے عادل ہیں اور دونوں فریقین کے استغاثے کی خوب جانچ کر کے مناسب حکم صادر کریں۔

مرزا مقیم نے مفتیوں سے دریافت کیا کہ آپ نے کس بنیاد پر یوسف کے قتل کا حکم دیا۔ انھوں نے شرعی دلیلیں پیش کیں کہ "قاضی اسلام کی سبکی اور ذلت اسلام اور عالم شریعت کی توہین ہے جو اس امر کا ارتکاب کرے وہ ہر مذہب و ملت میں واجب القتل ہے۔ یہ بھی شرع میں لکھا ہے کہ اگر والیِ اسلام معمولی سزا کے بدلے کسی بڑی سزا کے لیے حکم جاری کرے وہ بھی جائز ہے۔ ہم نے عین شرع کے مطابق اور اولی الامر کے حکم کے تحت فتویٰ جاری کیا۔ اس کے علاوہ علی کوکہ اور دتی کوکہ ہمارے پاس آئے۔ انھوں نے بیان کیا کہ حسین خان کے لیے قتلِ یوسف ایک سیاسی مسئلہ ہے۔ لہٰذا آپ ان کے قتل کے لیے فتویٰ جاری کریں۔ ہم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ بادشاہ کے حکم سے وہ قتل ہوئے" حسین خان نے قسمیں کھائیں کہ میری یوسف کے قتل کی نیت نہیں تھی۔ میں نے ان کا مقدمہ مفتیوں کے سپرد کیا تاکہ وہ محفوظ رہیں اور انھیں کوئی قتل نہ کر سکے۔"

حسن کا بیان گنجلک اور مبہم ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ قتل یوسف میں علی کوکہ وزیر اعظم نے مفتیوں اور ملّاؤں کے ساتھ سازش کی تھی۔ کہ حسین شاہ از روئے سیاست یوسف کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کے قتل کا فتویٰ جاری کریں۔ حسن کے بیان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حسین شاہ کی نیت یوسف کے قتل کرنے کی نہیں تھی۔ انھوں نے محض تحفظ کے لیے یوسف کے مقدمہ کو علماء کے سپرد کیا تھا۔

حسن نے بادشاہ کے جس نوشتے کا ذکر کیا ہے وہ بھی جعلی اور فرضی معلوم ہوتا ہے اگر ان کی کوئی تحریر علی کوکہ یا مفتیوں کے پاس ہوتی تو وہ لوگ بھی اسے بر سر عدالت دفاع میں پیش کرتے۔ اور مورخین نے اس کا ذکر ضرور کیا ہوتا۔ خود حسن کے بیان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عدالت میں مفتیوں نے استفسار کے دوران بادشاہ کی کسی تحریر کا حوالہ نہیں دیا۔ ان لوگوں نے شرعی حدود کے اندر

مقدمہ کا فیصلہ اسلامی جذبے کے تحت نہیں کیا تھا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ خود مجروح قاضی حبیب نے ان کے فیصلے سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ ان کا یہ نقرہ کتب تواریخ میں موجود ہے کہ جب ان سے قتل یوسف کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ

"تا من زندہ ام کشتن او جائز نیست" ۹۵

ایسے ہی نام نہاد فتوؤں سے تاریخ اسلام کی پیشانی عرق آلود ہے۔

حسن نے قتل یوسف کے واقعات بہارستان شاہی سے اخذ کیے ہیں۔ انھوں نے واقعات بیان کرنے میں انصاف سے کام نہیں لیا بلکہ بگاہ غلط انداز مورخ کی طرح واقعات کو توڑ مروڑ کے پیش کیا ہے۔ بہارستان شاہی میں یہ واقعات یوں درج ہیں:۔

"حسین شاہ نے ملک محمد ناجی کو ہٹا کر علی کوکہ کو منصب وزارت پر فائز کیا۔ وہ بڑا متعصب اور شر پسند تھا۔ اس کے عہد حکومت میں ایک مشہور و معروف دولتدار یوسف اینڈر کے نام کے تھے۔ ایک دن راستے میں قاضی حبیب سے جو تعصب اہلبیت میں مشہور رہتے دو چار ہوئے۔ قاضی حبیب نے از سر تعصب شیعوں کو گالیاں دیں اور ان کی طرف تھوک دیا۔ اور غصے میں یوسف کے سر پر کوڑے مارے۔ یوسف میر چونکہ غیرت مند سپاہی تھے انھوں نے تلوار کھینچی اور ایک دو وار قاضی پر کیے۔ قاضی مجروح ہو کر گھوڑے سے گر پڑے۔ یوسف میر چلے گئے۔ علی کوکہ اور دتی کوکہ نے آپس میں یہ سازش کی کہ قاضی اور مفتی جو فتویٰ بھی جاری کریں اس پر عمل کیا جائے۔ ان دونوں نے قاضی موسیٰ، ملا فیروز گنائی اور ملا یوسف کو اپنے پاس بلایا۔ اور ان سے قتل یوسف کا فتویٰ صادر اور جاری کرایا۔ شہر کے لوگوں نے اس فقیر بے گناہ کو اس تعصب کے ساتھ قتل کیا کہ

"پارہ ہائے گوشت او را مردم بہ خانہائے خود تحفۂ زنان و ہدیۂ عورتان خود بردہ اند۔ و بسیار کسان خون آں فقیر را بجائے شربت نوشیدند"

قتل یوسف کے بعد علی کوکہ اور دتی کوکہ نے مفتیوں اور ملاؤں کے تعاون سے سوئے ہوئے فتنے کو جگا دیا۔ اور یوسف کے قتل کے باعث مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت ایک دوسرے کے خون کے تشنہ ہوئی اور جانبین سے بہت سے

لوگ مارے گئے۔ حسین شاہ ان واقعات سے کلیتاً بے خبر اور ناواقف تھے۔ قتل یوسف کے بعد اہل سنّت و جماعت کے مُلّا عیزت میں آگئے۔ انھوں نے قاضی زین الدین اور ملا رضی ولد سلیمان مفتی کو یہ کہکر اپنا ہمنوا بنایا کہ ہم ان ملاؤں کے ساتھ مباحثہ اور مناظرہ کریں جنھوں نے مذہب اسلام کے نام پر یوسف میر کا قتل قرار دیا۔ ان کا قتل کسی بھی مذہب میں جائز نہیں تھا۔ ان ملاؤں نے محض تعصب اور دشمنی کی بنا پر یوسف کے قتل کا فتوئی جاری کیا اور اس طرح ان کو انھوں نے بغیر کسی وجہ کے قتل کیا۔

قاضی زین الدین اور ملّا رضی تمام امرا، خواص اور حسین شاہ کے مقربین کو ساتھ لے کر لوگوں کے گھر گھر گئے اور ان کو قتل یوسف کی صحیح صورت حال سے آگاہ کیا اس کے بعد ان امرا اور مقرّبین نے اپنے موقف سے بادشاہ کو گوش گذار کیا اس کے بعد مرزا مقیم جلال الدین اکبر بادشاہ کی طرف سے سفیر کی حیثیت سے کشمیر آئے۔ اور انہی ایام میں بادشاہ کے حسین وجمیل شہزادے کا انتقال بھی ہوا۔ حسین شاہ تو پہلے سے ہی یوسف میر کے قتل سے پریشان تھے اب شہزادے کی موت نے پریشان تر کر دیا۔ آخر کار انھوں نے قتل یوسف کا مقدمہ بغرض عدل و انصاف مرزا مقیم کے سپرد کیا۔

مرزا مقیم نے بادشاہ کی یہ تجویز قبول کی اور انھوں نے مباحثہ کے لیے عدالت قائم کی۔ جب اہل سنت و جماعت کے ملّا حاضر ہوئے تو اس جماعت میں سے جن نے یوسف میر کے قتل کا حکم دیا تھا صرف دو آدمی یعنی ملّا بیجہ گنائی اور ملّا یوسف الماس عدالت میں موجود تھے۔ باقی قضات اور مفتیان فرار ہوکر روپوش ہوئے تھے۔

جب قاضی زین اور ملّا رضی نے مرزا مقیم اور علما اور فضلا و اعیان مملکت و امرا اور معزز شہریوں کی موجودگی میں ملّا یوسف بیجہ گنائی اور ملّا الماس سے دریافت کیا کہ تم نے یوسف میر کے قتل کا فتویٰ کس مذہب اور کس کتاب سے جاری کیا۔ جب کہ یوسف میر نے قاضی حبیب کو دو تین زخموں سے مجروح کیا

اور ان زخموں کے باوجود وہ نہیں مرے ہیں اور نہ مرینگے۔ اگر تم نے اس بچارے کو حنفی مذہب کی رُو سے قتل کا حکم دیا تو یہ حنفی مذہب کی کتابیں حاضر ہیں۔ اگر شافعی مذہب کے تحت فتویٰ جاری کیا تو یہ شافعی مذہب کی کتابیں سامنے ہیں۔ بتائیے کہ کس مذہب کی روشنی میں ان کے قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ کس مجتہد کے فتویٰ سے اس بے گناہ کے قتل کا حکم دیا۔ امتِ محمدیہ، شریعت نبویہ، ارباب اجتہاد، مجتہدان امصار اور علمائے دہر نے ہر جراحت اور ہر زخم کے لیے قصاص مقرر کیا ہے۔ یہ قصاص ہر مکتبِ خیال اور ہر عالِم دین کی کتابوں میں درج ہے۔ بتائیے کہ کس مذہب کے تحت اس فقیر کے قتل کرنے کے احکام جاری کیے ہیں۔

دونوں مفتیان ان سوالوں کے جواب دینے سے قاصر رہے۔ آخرکار انھوں نے کہا کہ ہمیں علی کوکہ سے پیغام مِلا تھا کہ بادشاہ یوسف میر کو از روئے سیاست قتل کرنا چاہتے تھے آپ بھی ان کے قتل کا فتویٰ جاری کریں۔ ہم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ بادشاہ نے ان کو سیاسی مقصد کی بنیاد پر قتل کیا۔

جب بادشاہ حسین شاہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے قسمیں کھائیں کہ مجھے یوسف کے قتل کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ میں نے ان کا مقدمہ قضات اور علماء کے سپرد کیا تھا۔ تاکہ وہ محفوظ رہیں اور ان کو کوئی قتل نہ کرسکے۔ جب بادشاہ کا جواب عدالت میں پہنچا تو پھر دونوں مفتی ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر لاجواب ہوگئے۔ اس کے بعد جو سنّی علماء عدالت میں موجود تھے انھوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ سنایا کہ ان مفتیوں نے غلط فتویٰ جاری کرکے ایک بے گناہ کا خون بہایا ہے۔ قاضی عبدالغفور حنفی المذہب اور قاضی زین الدین شافعی المذہب نے پھر تمام علمائے اہل سنت و جماعت کے فیصلے سے اتفاق کرکے دونوں مفتیوں کے خلاف قصاص کا حکم دیا۔ اس فیصلے کے مطابق ملّا فیروز گنائی اور ملّا یوسف الماس دونوں قتل کیے گئے۔"

عدالتی فیصلے کے بارے میں مصنف بہارستانِ شاہی کے الفاظ یہ ہیں:۔

"علمائے اہل سنت وجماعت کہ درآن مجلس حاضر بودند۔ اتفاق نمودہ فتویٰ

به مذہب امام شافعی نوشتند که بادشاہ ایں مملکت وقاضی عہد و مقتول ہمہ مذہب امام شافعی داشتند و بنا بر قصاص مذکور نسبت ہمہ ملایان اہل سنت و جماعت توقیعہا کشیدند وایں فتویٰ راہمہ صحیح الجواب نوشتند کہ ایں ہردو ملا بسبب حکم باطل وامر بقتل ناحق و بسبب ایشان کشتن مردے بے گناہ متوجب قصاص و مستحق قود شدند۔ وقاضی عبدالغفور حنفی المذہب وقاضی زین الدین شافعی المذہب ہردو باتفاق بوقت ایں فتویٰ بقصاص ایشان حکم کردند۔ وحسین شاہ آں ہردو ملا را بحکم قضات و فقہا بأولیائے خون یوسف میر سپردند۔ واولیائے خون وطالبان قصاص آں ہردو ملا را بقصاص رسانیدند و باقی ملایان بعضے بطرف لاہور و ہند رفتند و بعضے ازاں باستشفاع شفیعان و حمایت ملوک وامراء باز بہ مناصب خود نشستند" ؎

اکبر کا تعصب

اس واقعہ کے بعد علی کوکہ اور دتی کوکہ پھر خونریز سازشوں میں مصروف عمل رہے۔ یہ لوگ ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے کہ کسی نہ کسی طریقے سے فتنے کی چنگاری بھڑک اٹھے۔ انھوں نے سازشیں کر کے بہت سے لوگوں کے خون ناحق سے اپنے ہاتھ رنگے تھے۔ لیکن پھر بھی ان کی شمشیر خوں آشام کی پیاس نہ بجھی۔ جب حسین شاہ نے شہنشاہ اکبر کے لیے مرزا مقیم کو تحائف و سوغات دے کر روانہ کیا اور ان کے ہمراہ یعقوب میر کو اپنا سفیر مقرر کر کے رخصت کیا تو علی کوکہ اور دتی کوکہ نے ایک مرتبہ پھر سازش کا منصوبہ تیار کیا۔ ان دونوں فتنہ پردازوں نے بادشاہ کو فریب دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ خواجہ حاجی گانی بھی مرزا مقیم کے ساتھ دارالخلافہ جائیں تاکہ وہ لاہور سے ان کو کچھ تحائف دے دیں ؎
علی کوکہ اور دتی کوکہ نے مرزا مقیم کے پیچھے فتنہ پروروں اور شرپسندوں کا ایک وفد مرزا مقیم کی شکایت کے لیے شہنشاہ اکبر کے پاس بھیجا۔ اس سلسلے میں حسن کہتے ہیں کہ

" بعد رفتن آنہا خواجہ حاجی گانی کہ از اکابران شہر بود و شیخ عبدالنبی و ملا عبداللہ و جماعتے از اہل سنت ہمراہ گرفتہ در پیش گاہ اکبر رفتہ۔ از شہادت مولوی الماس و ملا فیروز استغاثہ نمود ؎

اکبر کے سامنے جب یہ بے بنیاد اور غلط مقدمہ پیش ہوا تو وہ چراغ پا ہوگئے۔ انھوں نے ارکان

وفد اور علمائے متعصب کے ساتھ ملّا عبداللہ اور شیخ عبدالنبی کو آگرہ جانے کا حکم دیا تھا۔ ان لوگوں نے گواہوں کو جھوٹی تعلیم سے آراستہ کیا۔ آگرے میں شیخ عبدالنبی اور دوسرے علمار نے جھوٹے گواہوں کے سہارے ایک ایسے فساد کے شعلے بلند کیے جس کے تحت مرزا مقیم، یعقوب میر اور سید حسینی شہید کر دیے گئے۔ [۹۳]

اکبر نے اپنے سیاسی ہتھکنڈوں کو بروئے کار لانے کے لیے یک طرفہ مرزا مقیم اور دوسرے لوگوں کے قتل کا فتویٰ شیخ عبدالنبی سے جاری کرایا۔ شہنشاہ کے ارادے کشمیر کے بارے میں اچھے نہیں تھے وہ ہمیشہ ملک کشمیر کو اپنی ملکیت سمجھتے تھے اسی لیے اسے "باغ خاصہ" کہتے تھے۔[۹۴] انھوں نے سیاسی اغراض کے لیے سفارتی آئین کے اصولوں کو پامال کرکے حسین شاہ کے سفیر یعقوب میر کو بھی شیخ عبدالنبی کے فتوے سے موت کے گھاٹ اتارا۔ اس طرح شہنشاہ ایک سیاسی جرم کے مرتکب ہوئے اور دوسرے یہ کہ کشمیری عوام میں مذہبی پھوٹ ڈالنے کے ذمہ دار بھی ہیں۔ انھوں نے مرزا مقیم اصفہانی اور یعقوب میر کشمیری کو محض رافضی ہونے کے جرم میں فتح پور میں قتل کرا دیا۔[۹۵]

حسین شاہ کی رواداری

بعض لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حسین شاہ متعصب تھے اور وہ ہندوؤں اور

ح ۔ شیخ عبدالنبی ۔ اکبر کے دین الٰہی کے نہ صرف حامی تھے بلکہ دین الٰہی پر اپنی مہر تصدیق بھی کی تھی (منتخب التواریخ صفحہ ۵۰۲) بڑے جعلی شخص تھے ۔ جھوٹی شہادتوں پر لوگوں کے قتل کے لیے فتوے دیتے تھے ۔ چنانچہ جھوٹی شہادت پر ایک برہمن کو بھی قتل کرایا ۔ اس قتل پر شہنشاہ ان سے خفا ہو گئے ۔ اور یہی قتل ان کے لیے باعث زوال بھی ہوا (منتخب التواریخ صفحہ ۷۰) شیخ صاحب بڑے مغرور، متکبر اور جاہل تھے " ح ۔ خ " اور " ر ۔ ز " کی تمیز نہ تھی (منتخب التواریخ صفحہ ۳۳۶) آخر کار اکبر ان کے نامعقول طرز عمل سے آزردہ ہوئے اور ان کے منھ پر پوری قوت سے گھونسہ مارا ۔ انھوں نے مکہ معظمہ جاتے وقت ستر ہزار روپیہ کا غبن بھی کیا تھا عرصے تک حوالات میں رہے ۔ آخر کار ایک رات گلا گھونٹ کر ہلاک کیے گئے ۔ قتل کے دوسرے دن ظہر تک ان کی لاش بے گور کفن پڑی رہی ۔ یہ واقعہ ۹۹۳ھ ہجری میں رونما ہوا ۔ اسی لیے تاریخ وفات "شیخ کبنوہ" نکالی گئی (منتخب التواریخ صفحہ ۵۰۳) جب اکبر کو ان ملاؤں کے کردار کا حال معلوم ہوا ۔ تو انھوں نے ان میں سے بعضوں کو قتل کیا اور بعضوں کو گجرات بھیجا ۔ ملا عبداللہ کو بھی گجرات کی طرف دھکیل دیا ۔ (بہارستان شاہی ص۱۳۶)

سنّیوں کے مخالف تھے۔[96] حسن کے بیان میں تضاد ہوتا ہے۔ خود انھوں نے حسین شاہ کے عدل و انصاف اور رعایا پروری کے جذبے کو شاندار الفاظ میں سراہا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ

"حسین شاہ ہمگناں را بعدل ورافت ونصفت دل خوش ساخت" [97]

یعنی حسین شاہ نے اپنی رعایا کو عدل و احسان سے راضی کیا تھا۔ ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ

"حسین خان دررعیت پروری وداوگستری ازکردۂ برادران دیگر موصوف بود" [98]

یعنی حسین شاہ رعایا پروری اور عدل و انصاف میں اپنے دوسرے بھائیوں سے متّصف تھے۔ کتبِ تواریخ میں ان کی رعایا پروری کی ایک مثال یہ بھی درج ہے کہ وہ ہر روز نمازِ صبح کے بعد غریبوں اور محتاجوں میں نقد روپیہ تقسیم کرتے تھے۔[99]

حسین شاہ مذہبی معاملات میں بڑے روادار تھے۔ ہندو اور مسلمان دونوں کو انصاف کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جہاں وہ ہندوؤں کے مذہب کا احترام کرتے تھے اور ان کے تہواروں میں شرکت کرتے تھے وہاں دینِ اسلام کی ترویج کے کوشاں بھی تھے۔[100] ڈاکٹر محب الحسن ان کے نظامِ حکومت، رعایا پروری کی مشغولیات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"خاندان چک میں حسین شاہ ہر لحاظ سے سب سے بہتر حکمران تھا۔ اس کی حکومت مضبوط ہونے کے علاوہ معتدل اور انصاف پسند بھی تھی۔ اور اس کی رعایا ایران کے عظیم ساسانی شہنشاہ کے نام پر اس کو نوشیروانِ عادل کہتی تھی۔ وہ ان کی شکایتیں سنتا تھا۔ ڈاکوؤں اور لالچی عمال سے ان کو بچاتا تھا۔ اور ان کی خوشحالی کے لیے کوشش کرتا تھا۔ وہ بہت سخی بھی تھا اور فجر کی نماز کے بعد روزانہ غریبوں اور حاجت مندوں کو روپیہ تقسیم کرتا تھا۔ اگرچہ خود شیعہ تھا لیکن حنفی قانون پر عمل درآمد کیا۔ اور خوارزم کے ایک سنّی فقیہہ سید حبیب کو سری نگر کا قاضی اور مسجد جامع کا امام مقرر کیا۔ اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی اس کا برتاؤ نہایت ہی اچھا تھا۔ اس نے ان کو اپنے مذہبی رسوم کو ماننے اور تہوار منانے کی پوری آزادی دے رکھی تھی۔ کچھ تہواروں میں مثلاً بسنت اور شری پنچمی میں وہ خود بھی شرکت کرتا۔ وہ علم و ادب اور موسیقی کا شائق تھا۔ فارسی میں شاعری کرتا تھا اور

فنکاروں اور اہل علم کی صحبت کو پسند کرتا۔ وہ ہفتہ بھر یوں کام کرتا تھا۔
سوموار کے دن قاضیوں اور میر عدل کے ساتھ دربار کرتا۔ منگل کو شکار
کھیلنے جاتا۔ بدھ کو اپنی فوج کے ساتھ دن گزارتا۔ جمعرات کا دن ماہرین
موسیقی اور احباب کے ساتھ گزارتا۔ جمعہ کے دن وہ علما سے بحث و تمحیص
کرتا۔ سنیچر کے دن وہ ہندو اور بودھ پروہتوں کے ساتھ رہتا اور اتوار صوفیوں
کے ساتھ گزارتا[۱۰۰]۔"

حسین شاہ کے آخری ایّام میں ان کے صاحبزادے ابراہیم خان کا انتقال عنفوان شباب میں ہوا۔ ان کے داغ جدائی نے ان کی صحت نڈھال کر دی جس کے سبب وہ تخت سلطنت سے اپنے بھائی علی خان کے حق میں ۹۷۸ھ ہجری (۱۵۷۰ء) میں دستبردار ہوئے۔ معزولی کے بعد وہ زینہ پور میں زندگی کے باقی دن یاد الٰہی میں گزارنے کے لیے گئے[۱۰۱] اور ایک سال چند روز کے بعد زینہ پورہ میں ہی انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہیں۔ اس حساب سے ان کا انتقال ۹۸۰ھ ہجری (۱۵۷۲ء) ہوا تھا۔ صاحب طبقات اکبری نے ان کا سال وفات ۹۷۹ھ قرار دیا اور ان کی جائے مدفن "حیران بازار" کے نواحی میں لکھا ہے[۱۰۲] جو درست نہیں معلوم ہوتا ہے۔

علی کوکہ اور دتی کوکہ یوسف میر اور مرزا مقیم وغیرہ کے قتل ناحق کی سازشوں میں ملوث ہونے کے بعد بھی سازشوں میں مصروف تھے۔ اب انھوں نے ایک اور نئی سازش کا منصوبہ تیار کیا۔ وہ یہ ہے کہ جب حسین شاہ بیمار تھے تو انھوں نے اپنی جھوٹی حمایت کا یقین دلا کر ان کو اس بات کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ علی شاہ، ان کے بیٹے یوسف شاہ اور سید مبارک خان بیہقی کو قید کر کے حسین شاہ کے کسی لڑکے کو تخت پر بٹھایا جائے۔ ان لوگوں نے یحیٰی ملک کے مشورے سے علی شاہ پر شب خون مارنے کی سازش کی۔ دتی کوکہ نے یہ سازش فاش کی

ح ۔ تاریخ میں ان کے دو شعر یادگار ہیں ؎

حمائل کردہ تیغ و بستہ خنجر یار می آید — دلا برخیز کارے کن کہ جاں درکار می آید
آں ترکِ آل پوش سوار سمند شد — یاراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

(واقعات کشمیر ص۹۳)

اور اس نے فتح یاری کے گاؤں میں علی شاہ کو مطلع کرایا۔ علی کوکہ اور اس کے ساتھیوں نے ہانجی ویرہ میں علی شاہ کے لشکر پر شب خون مارا۔ جب حملے کی یہ اطلاع علی شاہ کو ملی تو وہ خود بھی میدان جنگ میں لڑنے کے لیے آئے۔ دونوں فریقین میں جنگ ہوئی اور حسین شاہ کے سپاہی مغلوب ہوئے۔ سید مبارک خان نے کئی لوگوں کو قتل کیا۔ آخر کار حسین شاہ نے بابا خلیل اللہ کے ہاتھ تاج شاہی علی شاہ کے پاس بھیجا اور حسین شاہ تخت سے معزول ہوئے۔

سلطان علی شاہ

علی شاہ ۹۷۸ھ (۱۵۷۰ء) میں سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ انھوں نے ایک مدبر، انصاف پسند اور روشن خیال شخص سید مبارک خان بیہقی کو منصب وزارت پر بٹھایا۔ سید مبارک ان کے وفادار جاں نثار دوستوں میں تھے۔ آپس میں اس قدر میل جول اور محبت و یگانگی تھی کہ بادشاہ نے اپنی صاحبزادی ان کے بیٹے سید ابو المعالی بیہقی سے منسوب کی[۱۰۴]

دو سال تک ملک میں امن و امان رہا اور کسی سازش نے جنم نہیں لیا۔ لیکن دو سال کے بعد ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ء) میں علی خان ولد نوروز چک اور دیگر امراء نے گٹھ جوڑ کرکے بادشاہ کے خلاف عہد و پیمان کے ساتھ بغاوت کرنا شروع کی۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ تخت سلطنت پر ہم ہی قابض رہیں۔ اس سازش کا پتہ بادشاہ کو چلا۔ انھوں نے علی چک کو قتل کرنا چاہا لیکن سید مبارک خان کے مشورے سے اس اقدام سے باز رہے۔ اور علی خان کو اپنے وطن مالوف کامراج بھیج دیا۔ علی خان کا سر فتور سے بھرا ہوا تھا۔ وہ کامراج سے لاہور فوجی کمک حاصل کرنے کے لیے اکبر بادشاہ کے پنجاب کے صوبہ دار حسن قلی خان کے پاس چلے گئے۔ بعض شرپسندوں نے اس کے لاہور چلے جانے کے لئے سید مبارک خان کو مورد الزام ٹھہرایا۔ ادھر علی خان تکبر اور فتور عقل کی وجہ سے حسن قلی خان سے کسی قسم کی فوجی امداد لیے بغیر ہی محمد کوٹ پہنچ گئے۔ علی شاہ نے آناً فاناً ان کے خلاف فوج روانہ کی۔ بالآخر گرفتار کیے گئے اور علی شاہ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ انھوں نے ایک سال سے زائد ان کو قید خانے میں ڈال دیا۔ اس کے بعد سید مبارک خان کی سفارش پر ایک سو دینار بطور نذرانہ ان سے لیے اور پھر قید سے آزاد کیا[۱۰۵]

علی شاہ کے زمانے میں ایبہ شاہ ولد غازی شاہ کے سر میں ملک پر قبضہ کرنے کا سودا پیدا ہوا۔ وہ پیٹھ پیچھے یوسف شاہ ولد علی شاہ کے خلاف لوگوں کو اکساتے تھے۔ جب اس کی اطلاع یوسف

شاہ کو ہوئی تو انھوں نے ابیہ شاہ کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود سوپور کی طرف چلے گئے۔ کچھ امرا نے ابدال خان کی کمان میں ان کے خلاف فوج بھیجی۔ ابدال خان کا دل یوسف کے بارے میں صاف نہیں تھا۔ وہ ان کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے تاکہ اس سے ان کی جانشینی کے لیے زمین ہموار ہو جاتی۔ سید مبارک ابدال خان کی چال سمجھ گئے۔ انھوں نے ان کو نصیحت کی اور کہا کہ آپ کی وفاداری علی شاہ کے تئیں ابیہ خان کو زندہ نہیں کر سکتی ہے۔ اگر آپ واقعی ابیہ خان کے ہمدرد ہیں تو ان کے بیٹوں سے ہمدردی کریں اس درمیان انھوں نے یوسف شاہ کو ایک نصیحت آمیز خط لکھا۔ اور اس طرح باپ بیٹے کی جنگ ایک مخلص اور بہی خواہ کی حیثیت سے ختم کرائی۔ یوسف شاہ سید مبارک خان کی نصیحت پر سری نگر واپس آئے۔ لیکن ان کے دل میں ابدال خان کا خدشہ برابر رہا۔ مصنف بہارستان شاھی کہتا ہے کہ

"ایں نوع غبار فتنہ بغیر از تیغ آبدار مبارزان ایں دیار فرو نمی نشست۔ آخر بیک رشحۂ قلم آبدار نجستہ غبار فتنہ و فساد فرو نشانید و علی شاہ را منت دارد ممنون گردید۔ خدشۂ ایں معاملہ از یوسف خان بخاطر ابدال خان ماند" [۲۱۷]

اس واقعہ کے بعد ہی شمس دونی اور محمد مراج نے دوسرے کشمیری امرا کے تعاون سے ایک اور فتنۂ فساد برپا کرنا شروع کیا۔ جب یہ خبر علی شاہ کو ملی تو انھوں نے بغاوت کا تدارک کرنے کے لیے ان پر فوج کشی کی۔ جب اس کی اطلاع فتنہ پردازوں کو ہوئی تو وہ فوراً سید مبارک خان کے گھر آ کر پناہ مانگنے لگے۔ جب اس کا علم علی شاہ کو ہوا تو انھوں نے اپنی حکومت کے استحکام کے لیے سید مبارک خان کی سفارش پر ان کی خطا معاف کی۔[۲۱۸]

۹۸۳ ہجری (۱۵۷۵ء) میں علی شاہ کو ایک زبردست سازش سے دوچار ہونا پڑا یہ سازش حیدر خان ولد محمد شاہ اولاد زین العابدین نے ماگریوں کے ساتھ ساز و باز کر کے کی تھی۔ بقول فرشتہ حیدر خان عرصے سے گجرات میں مقیم تھے۔ اکبر بادشاہ کی فتح گجرات کے بعد وہ ان کے ہمراہ ہندوستان آئے۔ اور پھر یہاں سے نوشہرہ جا کر رہے[۲۱۹]۔ وہ حکومت کشمیر کے دعویدار تھے۔ اس مہم میں انھوں نے اپنے چچازاد بھائی سلیم خان کو بھی شریک کیا تھا۔ آخر کار محمد چک کے حسن تدبر سے یہ سازش ناکام ہوئی۔ محمد چک نے بڑی سمجھداری سے سلیم خان کو قتل کیا۔ اس مہم کے سر کرنے سے بادشاہ نے محمد چک کو انعام و اکرام سے ممتاز کیا۔ اس واقعہ کے بارے میں ملک حیدر چاڈورہ

لکھتے ہیں کہ :۔

" دریں عہد حیدر خان وسلیم خان کہ از اولادشاہان سابق بودند۔ از ہندوستان رو بجانب کشمیر آوردند۔ وبعضے سرداران باہم ایشان ملحق شدند۔ پس علی خان مذکور لوہر خان ومحمد خان را نسبت قرابت داشتند بالشکر گران برائے مدافعۂ غنیم فرستاد۔ چوں بہ موضع ٹھنہ رسیدند محمد خان مرحوم لوہر خان را کہ ہمراہش بود مقید نمودہ باخود گرفت۔ ایں خبر بہ علی خان رسید مضطرب شد۔ وملک محمد ناجی را کہ در تدبیر واستقامت رائے بے مثل بود طلبیدہ مشورہ نمود کہ دریں امر چہ باید کرد ایشان گفتند کہ محمد خان عاقل است۔ وحی دانم کہ حرام نمکی نخواہد کرد وبنا بر مصلحت لوہر خان را محبوس نمودہ باشد۔ علی خان ایں معنی قبول نہ کردہ خود بفکر سفر افتاد وجاسوساں فرستاد۔ محمد خان مذکور در نوشہر باحیدر خان وسلیم خان ملاقات کرد وبا ایشان اتفاق نمود۔ رو بکشمیر آوردہ و چوں براجور رسیدند محمد خان مذکور فرصت یافتہ سلیم خان را بقتل رسانید حیدر خان فرار شد۔ پس لوہر خان را از قید خلاص ساختہ بفتح ونصرت برگشت۔ علی خان اعتقاد تمام باستقامت رائے وتدبیر وعقل ملک محمد ناجی بہم رسانید ومحمد خان مذکور را بانعام واکرام شاہانہ نواخت "۔ [۱۱۹]

۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء میں راجہ بہادر سنگھ کشتواڑ نے بغاوت شروع کی۔ علی شاہ نے تین فوجی دستے ابدال خان، علی خان اور نوروز چک کی سربراہی میں کشتواڑ پر حملہ کرنے کی غرض سے بھیجے اور خود سنگھ پور کے گاؤں میں قیام کیا۔ راجہ مقابلہ نہیں کر سکے کیونکہ ان کی فوجی طاقت مقابلتاً کم تھی۔ وہ صلح کرنے اور علی شاہ کی سرداری تسلیم کرنے پر راضی ہوئے اور اپنے بھائی نارائن سنگھ کو کسی عزیز کی خوبصورت اور حسین بیوی بادشاہ کے تحفے میں پیش کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ عورت بادشاہ کی منظور نظر تھی۔ علی شاہ نے اس کے ساتھ نکاح کیا اور اس کا اسلامی نام فتح خاتون رکھا۔ عورت کے علاوہ راجہ نے خراج دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔[۱۲۰]

دوسرے سال ۹۸۲ھ مطابق ۱۵۷۴ء میں راجہ کشتواڑ بہادر سنگھ کے دماغ میں بغاوت کا فتور پھر شروع ہوا اور اس نے خراج دینے سے انکار کیا۔ اس مرتبہ علی شاہ نے اسماعیل گنائی اور

حیدر چک کے ہمراہ کشتواڑ پر ہلّہ بولنے کے لیے فوج روانہ کی۔ پہلے کی طرح اس دفعہ بھی راجہ نے صلح کی اور اپنی بہن شنکر دیوی کو بادشاہ کے پوتے یعقوب خان کی شادی کے لیے بھیجا۔ اس کے علاوہ ہر سال خراج دینے کا وعدہ بھی کیا۔[۱۱۰]

اکبر کی جاسوسی

اس واقعہ کے چند سال کے بعد ۹۸۶ھ مطابق ۱۵۷۸ء میں ایک اور واقعہ رونما ہوا وہ یہ ہے کہ اسی سال شہنشاہ اکبر نے ملا عشقی اور قاضی صدر الدین کو شہزادہ سلیم (جہانگیر) اور حسین شاہ مرحوم کی صاحبزادی کے رشتہ کے لیے سفیر بنا کر بھیجا۔ لیکن رشتے کی تہہ میں اکبر کا سیاسی مقصد کارفرما تھا یعنی وہ کشمیر پر حملہ کرنے کی راہیں ہموار کرنا چاہتے تھے۔ تاریخ کے یہ الفاظ ہیں:۔

"رسولان کہ در حقیقت جاسوسان بودند۔ راہ و رسم کشمیر را دیدہ بعرض اکبر بادشاہ رسانیدند"

علی شاہ نے رشتہ منظور کیا۔ اور اپنے وکیل محمد قاسم کو اپنی بھتیجی کے ساتھ تحائف سمیت شاہی دربار میں بھیج دیا۔ انھوں نے اکبر کے نام سے خطبہ پڑھوایا اور سکے ڈھالے[۱۱۱]

شہزادہ سلیم کی شادی کا واقعہ بہارستانِ شاہی میں درج نہیں ہے اور نہ یہ واقعہ تاریخ ملک چاڈورہ میں نظر سے گذرا۔ اکثر کشمیری اور غیر کشمیری کتب تواریخ میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ حسین شاہ والیِ کشمیر نے مرزا مقیم اور یعقوب میر کے ساتھ اپنی صاحبزادی کو اکبر کی زوجیت میں بھیجا تھا۔ مرزا مقیم کے قتل کے بعد اکبر نے عروس کو واپس کیا تھا[۱۱۲]۔ یہاں یہ بات واضح نہیں ہوتی ہے کہ کیا حسین شاہ کی وہی صاحبزادی جو اکبر کی زوجیت کے لیے بھیجی گئی تھی! و جن کو اکبر نے ٹھکرایا تھا وہی جہانگیر کی زوجیت کے لیے بھی شہنشاہ کے سفیروں کے ساتھ روانہ کی گئی تھی۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر یہ عقد اس مقولے کے تحت کیا ہوگا۔

اگر پدر نتواں کرد پسر تمام کند

راقم الحروف کو ازدواج کے یہ دونوں واقعات افسانے معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح علی شاہ کی طرف سے اکبر بادشاہ کے نام خطبہ پڑھنے اور سکّہ ڈھالنے کے بارے میں بہارستانِ شاہی اور تاریخ ملک حیدر چاڈورہ میں کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ ان دونوں تاریخوں میں اکبر کے نام سکّہ ڈھالنا اور خطبہ جاری کرنا یوسف شاہ کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ یعنی جو معاہدہ یوسف شاہ اور بھگوان داس کے درمیان

ہوا تھا اس میں یہ طے پا گیا تھا کہ یوسف شاہ تخت کے مالک رہیں گے لیکن شہنشاہ اکبر کے نام سکے ڈھالے جائیں گے اور خطبہ پڑھا جائے گا۔ [۳۱]

علی شاہ کا عدل و انصاف

علی شاہ احکام شریعت کے سخت پابند تھے۔ انھوں نے وہ تمام سخت قوانین جو سلاطینِ کشمیر میں رائج تھے منسوخ کیے تھے۔ یعنی آنکھیں نکالنے، اعضا کاٹنے اور لوگوں کو ہلاک کرنے کے جملہ قوانین اپنے عہدِ سلطنت میں کالعدم قرار دیے۔ وہ عدل و انصاف اور رعایا پروری میں بے مثال تھے۔ تمام مورخین نے ان کے نظامِ عدل و معدلت کو یک زبان ہو کر سراہا ہے۔ اس سلسلے میں چند مورخین کی آرا ذیل میں درج کی جاتی ہیں :۔

مصنف بہارستانِ شاہی ــــ

"رسوم چشم کندن و مردم کشی و اعضا بریدن کہ در سلاطینِ ماضی و حکام سابقہ معیار شدہ بود، این علی شاہ در سلطنت خود برطرف نمود۔ و قواعد عدالت گستری و مراسم رعیت پروری کما ینبغی مرعی می داشت۔ و در ہیچ دقیقہ از دقائق معدلت و نصفت و حقائق احسان و شفقت بر رعایا و برایا فرو نمی گذاشت و تمام طوائف و قبائل امرار و حکامِ افتادہ را برپا ساخت و ہمیشہ در امر حکومتِ خود پرستش حق سبحانہ و تعالیٰ و بہ ادائے فرائض و واجبات و ترک قبائح و محرمات و انقیاد امر و نہی و اتباع سنت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم می کرد" [۱۱۴]

ملک حیدر ــــ

"علی شاہ ہمہ وقت در عدل و داد و احسان رعیت داشت واکثر مرد از او راضی بودند" [۱۱۵]

نرائن کول عاجز ــــ

"علی شاہ سلطانے رعیت پرور و معدلت گستر بود۔ ایام سلطنت را صرف دلنوازی و کارسازی و چارہ پردازی می نمود" [۱۱۶]

حسن بیگ ــــ

"قواعدِ عدالت گستری و مراسمِ رعیت پروری مرعی داشت" [۱۷]

خواجہ اعظم دیدہ مری —

"علی شاہ غایت سعی در عدل و احسان و رعیت پروری نمود۔ اکثر اہلِ شہر را راضی داشت" [۱۸]

حسن —

"علی شاہ در رفاہِ رعیت و توقیر اہلِ فضیلت و تکریم علماء و تعلیمِ مشائخ و فقراء رائیت ہمت افراشت" [۱۹]

خلیل مرجان پوری —

"علی شاہ معدلت افزائی و دل فروزی و جاں نوازی مردم بسیار می کرد۔ و در احسان رعایا و پرورش برایا بذل موفور و سعی مشکوری نمود" [۲۰]

۹۶۳ھ (۱۵۵۶ء) میں کشمیر کے لوگوں کو ایک خطرناک اور مہلک حادثے کا شکار ہونا پڑا۔ وہ یہ تھا کہ اس سال ربیع کی فصل بے وقت شدید برفباری کی وجہ سے خراب و برباد ہوئی۔ اور کشمیر کو ایسے قحطِ عظیم کا سامنا کرنا پڑا جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی تھی۔ برفباری کی وجہ سے غلّہ نہ پک سکا۔ اور ایسا قحط پڑا کہ لوگ مُردوں کو کھانے لگے۔ بھوک سے بے شمار جانیں تلف ہوئیں۔ یہ سلسلہ تین سال تک ایک ہی حالت پر رہا۔ اس کے بارے میں تاریخ میں یہ شعر مقید ہے ؎

قحط تا حدیکہ خلق از فرطِ بے قوتی چو شمع
جسمِ خود را سوختی بر آتش و مردے بکار [۲۱]

قحط کی شدّت دیکھ کر بادشاہِ نیکوخصال نے اپنی رعایا پروری اور رحمدلی کا مظاہرا اس حد تک کیا کہ قحط زدگان لوگوں میں اپنا سارا خزانہ، مال و متاع اور زیورات تقسیم کیے۔ اور شب و روز ان کی دیکھ بھال کر کے ان کی مصیبتوں میں شریکِ حال رہے۔ دو سال کے بعد خزانہ خالی ہوا۔ اور قحط میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوئی۔ تو بادشاہ نے مخیر امیروں اور دولت مندوں سے اپیل کی کہ وہ فاقہ کش عوام کی مدد اپنے سرمایہ سے کریں۔ اس زمانے میں انھوں نے ایک دن بھی چوگان نہیں کھیلا جس کے وہ عادی تھے۔ آخرکار جب قحط نے شدت کی صورت اختیار کی تو وہ پریشانی کے عالم میں بزرگانِ دین کے مزاروں کی طرف دعائے خیر کے لیے سوار ہوئے راستے میں ایک درویش زیتی چک سے ملاقات

ہوئی۔ وہ صاحبِ کمالات تھے۔ بادشاہ نے ان سے دریافت کیا کہ یہ بلا کب تک ہمارے سر پر منڈلاتی رہے گی۔ درویش نے جواب دیا کہ جب تک آپ زندہ ہیں۔ یہ سن کر علی شاہ دل ملول ہوئے۔ اور گھر واپس آئے[۱۲۲] پھر جامع مسجد سری نگر کے بالائی حصے میں گئے وہاں علماء اور فضلاء کے ساتھ نماز و تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوئے۔ فرشتہ اور نہاوندی کے بقول

"در ۹۸۶ھ علی شاہ بالائے مسجد برآمدہ، با علما و فضلا صحبت داشت و کتاب
مشکوٰۃ در آں مجلس آوردہ، بموجب حدیثے کہ در فضائل توبہ وارد بود توبہ کرد
و غسل نمودہ بہ نماز و تلاوتِ قرآں مشغول گشت[۱۲۳]"

رواداری

علی شاہ مذہب کے معاملات میں بڑے وسیع النظر اور روشن خیال تھے۔ شیعہ اور سنّی میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے سمدھی سید مبارک شاہ کو جو سنّی تھے وزیرِ اعظم بنایا تھا۔ شیخ حمزہ مخدوم اور ان کے دو شاگردوں بابا داؤد خاکی اور بابا رشی ہروی کا احترام کرتے تھے۔ شیخ صرفی اور خواجہ رفیق جیسے بزرگوں کی عزت کرتے تھے[۱۲۴]۔ بابا داؤد خاکی علی شاہ بادشاہ کے کردار و سیرت سے اتنے متاثر ہوئے تھے کہ انھوں نے قصیدۂ لامیہ میں ان کی اور شاہزادۂ یوسف کی تعریف اس طرح کی ہے ؎

والیِ دوراں علی شاہ دوستدارِ صالحاں   پورِ او شہزادہ یوسف شاہ باجاہ و جلال
ہر دو ایشاں صحبتِ ایں پیر را دریافتند   ہر دو کردندے دعائے خیر خود از وے سوال
او دعا گفتے و ایشاں را مبارک آمدے   ہم دریں اشفاق ایشاں کرد ازیں جا ارتحال[۱۲۵]

علی شاہ اپنے دورِ حکومت میں روزانہ صبح و شام کو عیدگاہ کے میدان میں چوگان کھیلتے تھے۔ بابا خلیل اللہ نے ایک دن از سرِ غیب کہلایا کہ چوگان بازی سے ان کو نقصان پہنچے گا۔ دوسرے دن انھوں نے اس بات کا دھیان نہیں رکھا اور ۹۸۷ھ (۱۵۷۹ء) میں اپنے تمام رفقا اور فوجیوں کے ساتھ عیدگاہ چوگان کھیلنے گئے۔ کھیلنے میں مصروف تھے کہ اچانک قضائے الٰہی یوں آئی کہ زین کا نوکدار کونا ان کے شکم میں گھس گیا۔ جس سے ان کی آنتیں پھٹ گئیں۔ انھوں نے گھوڑے کی لگام پھیر دی اور گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ وقتِ چاشت گھر پہنچ گئے۔ اور پہنچتے ہی انتقال کیا۔[۱۲۶]

یوسف شاہ

علی شاہ نے انتقال سے پہلے اپنے صاحبزادے شہزادہ یوسف کو بادشاہ بنایا۔ جب علی شاہ کے بھائی ابدال خان کو علی شاہ کے مرنے اور یوسف شاہ کے بادشاہ بننے کی خبر ہوئی تو بعض شر پسندوں اور باغیوں نے انھیں تخت سلطنت پر حق جتانے کے لیے بغاوت پر آمادہ کیا۔ چنانچہ وہ اپنی فوج مرتب کرکے نوہٹہ میں یوسف شاہ کے خلاف صف آرا ہوئے۔ جب یہ اطلاع سید مبارک خان بیہقی کو ملی تو وہ یوسف شاہ کے پاس گئے جہاں وہ اپنے والد علی شاہ کی تجہیز و تکفین کے لیے فکرمند تھے۔ انھوں نے یوسف شاہ کے مشورے سے ابدال خان کے بارے میں صلح کی شرائط مرتب کرکے بابا خلیل اللہ کے ہاتھ ابدال خان کو بھیجیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہلوایا کہ لڑائی کا خیال چھوڑ کر علی شاہ کے گور و کفن میں شریک ہونا چاہیئے۔ ابدال خان کے دل میں یوسف شاہ کے خلاف انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی کیونکہ یوسف شاہ نے ابیہ خان کو قتل کیا تھا۔ اس لیے انھوں نے صلح کی شرائط کو ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ بابا خلیل اللہ، سید مبارک خان اور محمد بٹ وزیر اعظم ابدال خان کے پاس صلح کے لیے گئے۔ انھوں نے ابدال خان سے یہ بھی کہا کہ تخت سلطنت کے حقدار یوسف شاہ ہیں لہٰذا جنگ و جدل سے کیا فائدہ؟ ابدال خان نے ان کی کوئی شرط قبول نہیں کی اور وہ جنگ پر مُصر رہے۔ سید مبارک اور ان کے ساتھیوں نے یوسف شاہ کو ابدال خان کے خلاف جنگ کا مشورہ دیا۔ علی شاہ کی میّت ابھی تک گھر ہی میں پڑی رہی تھی کہ یوسف شاہ اور ابدال خان کے درمیان نوہٹہ میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ جنگ میں آخرکار ابدال خان، سید حسین خان ولد سید مبارک بیہقی کے ساتھ کام آئے۔ حبیب چک ولد دولت چک نے بھاگتے بھاگتے سید جلال خان بیہقی ولد سید مبارک خان کو قتل کیا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد یوسف شاہ جب میدان حرب میں پہنچے اور ابدال خان کی لاش کو خون آلود دیکھا تو حکم دیا کہ کسی بھی شخص کو ان کی تجہیز و تکفین کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ گھر آ گئے۔

قاضی موسیٰ نے یوسف شاہ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ اور انھوں نے بادشاہ وقت کے سب سے بڑے باغی دشمن ابدال خان کی لاش میدان جنگ میں خاک و خون سے اٹھا کر ان کے آبائی مقبرے میں سپرد خاک کی۔ چونکہ پورا دن صبح سے شام تک میدان جنگ میں گزرا تھا اس لیے یوسف شاہ نے دوسرے دن اپنے والد علی شاہ کی تجہیز و تکفین کرکے انھیں اپنے خاندانی مقبرے

میں دفن کیا اور پھر اسی دن ۹۸۶ھ ہجری میں تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔[۱۲۶]

دو مہینے کچھ دن کے بعد یوسف شاہ کو ایک اور بڑی بغاوت سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے ایک قابل اور مدبر شخص محمد بٹ کو عہدۂ وزارت تفویض کیا۔ بادشاہ کے ایک اور باغی ابدال بٹ نے محمد بٹ کے خلاف منصب وزارت کے لیے بغاوت شروع کی۔ یوسف شاہ رقص وسرود اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور امور سلطنت کی طرف متوجہ نہیں تھے اس لیے لوگ ان سے بددل ہو کر ابدال بٹ سے مل گئے۔ لوہر خان، علی خان اور فتح چک کیوارہ بھی سازش میں شریک ہوئے۔ ۱۶ ربیع الثانی ۹۸۶ھ کو سید مبارک خان بیہقی بھی باغیوں کے ساتھ ملوث ہوئے۔ ابدال بٹ اور دوسرے امرا نے سید مبارک خان کو تخت پر بٹھانے کا فیصلہ کیا۔ ان لوگوں نے دریائے جہلم کے پلوں کو کاٹ کر عیدگاہ کو محاذ جنگ بنایا۔ یوسف شاہ خود ذالڈگر میں رہے۔ ان کے فوجی سردار محمد خان نواکدل کا پل بنا کر اپنی فوج کے ساتھ عیدگاہ پہنچے۔ اور انھوں نے باغیوں پر حملہ کیا۔ دونوں فوجوں میں خونریز جنگ چھڑ گئی۔ محمد خان قتل ہوئے۔ یوسف شاہ کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ کچھ لوگ سید مبارک خان کے ساتھ مل گئے اور کچھ ذالڈگر میں یوسف شاہ سے۔ جنگ میں بیہقی سادات کے سپاہیوں نے زبردست بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اور آخر کار فتح ونصرت کا ڈنکا بجایا۔[۱۲۷] حیدر ملک یوسف شاہ کی شکست کے اسباب اور میدان جنگ کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں:

"چوں ایں خبر بہ یوسف خان رسید۔ ملک محمد ناجی را طلبیدہ ومشورۂ ایں ہم باایشان نمود۔ گفتند کہ در محاربہ تعطل درکار است۔ کہ لشکر غنیم بسیار است وباید اہل لشکر خود را بجزئیِ انعام خوش دل نمود۔ تا ہم لشکرِ غنیم رجوع شما بیارند۔ یوسف خان از خللی کہ داشت قبول ایں معنی نہ نمودہ ومحمد خان وحبیب چک را سردار کردہ جمعی را بمحاربۂ سید مبارک خان فرستاد۔ ملک محمد ناجی ازیں عمل ہم منع نمودہ۔ گفت کہ اگر ارادۂ محاربہ ہست خود باید سوار شد۔ چوں ایام او بارش بود۔ گفتہائے ملک مسطور محمول بغرض یافت۔ پس محمد خان وغیرہ بالشکرِ یوسف خان بہ محاربہ رسید۔ مبارک خان رواں شدند۔ ودر عیدگاہ میان ایں دو لشکر قتال وجدال عظیم واقع شد ودریں جنگ قریب سیصد کس از

بجانبین بقتل رسیدند و ملک قاسم پسر کہتر ملک محمد ناجی کہ شیر بیشۂ شجاعت بود مقتول شد۔ محمد خان ہزیمت و سید مبارک خان لوائے فتح و نصرت افراخت چوں ایں تجربہ یوسف خان رسید۔ طاقت مقاومت نیاورده تاج شاہی مصحوب ملک محمد ناجی پیشِ سید مبارک خان فرستاد و خود بکوہستانِ ہند فرار شد" ۱۲۹

سید مبارک خان

سید مبارک خان بیہقی ۹۸۵ھ مطابق ۱۵۷۸ء میں تخت سلطنت پر بیٹھے۔ انھوں نے تاج شاہی کے ہیرے، جواہرات اور دُر ہائے بیش بہا فقرا اور مساکین میں تقسیم کیے۔ اور سادہ لباس میں حکومت کرنے لگے۔ حسن کہتے ہیں کہ

"سید مبارک خان بعد ساعتے از جلوت بخلوت در آمدہ۔ تاج شاہی در پیش نہادہ نفس خود را مخاطب ساخت و گفت :۔
اے نفس شوم! ایں تاج شاہی فی الحقیقت مذموم است، اصلاً غرہ نشوی، فردا فرقِ تو از خاک مذلت آغشتہ باشد۔ ایں تاج برائے چندروز بر تو وبال است"
ایں بگفت و بر مسندِ شاہی نشستہ در رتق و فتق امورِ مملکت پرداخت و دو ہیمِ جہانبانی کہ از عہدِ سلاطین پیشین بہ دُرر و جواہر و یاقوت مکلل بود بشکستہ بفقراء و مساکین قسمت نمود۔ و خود بہ لباس حقیر و سادہ کار سلطنت می ساخت" ۱۳۰

سید مبارک خان نے چھ ماہ تک عدل و انصاف سے حکومت کی۔ بقول مصنّف بہارستانِ شاہی :۔

"ارقامِ جور و اعتساب از صفحات وجنات اہل دیار محو گردانیدہ۔ ابواب عدل و انصاف بر روئے طوائفِ انسان برکشاد۔ و استسقائے دہر را از شربت عدالت شفائے عاجل بخشید" ۱۳۱

جب امرائے کشمیر نے دیکھا کہ سید مبارک ہمارے اشاروں پر چلنے والے نہیں ہیں تو ۲ شعبان ۹۸۶ھ کو وہ ابدال بٹ کی سربراہی میں ان کے خلاف بھی بغاوت پر تل گئے۔ انھوں نے یوسف شاہ کو اپنی جھوٹی حمایت کا یقین دلا کر واپس بلایا۔ جب وہ پرگنۂ دیسو پہنچے تو سید مبارک خان کو اطلاع

مل گئی۔ وہ یوسف شاہ کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ جن لوگوں نے یوسف شاہ کو اپنی حمایت کا وعدہ کیا تھا وہ ان سے منحرف ہو گئے ان واقعات کے پیش نظر یوسف شاہ واپس تھنہ چلے گئے اور مبارک خان بغیر کسی مقابلے کے کامیاب ہو کر واپس آئے۔

اس واقعے کے بعد ابدال بٹ، لوہر خان اور حیدر چک وغیرہ امرائے کشمیر نے سید مبارک خان کے خلاف بغاوت شروع کی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ سید مبارک عوام اور خاص کر چکوں کو تختۂ مشق بنا کر ان کے حقوق پامال کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ فیصلہ کیا کہ یوسف شاہ یہاں آئیں۔ باغیوں نے اس مصالحت پر بھی پانی پھیر دیا جو یوسف شاہ اور سید مبارک کے درمیان ملاحسن اسود اور داؤد میر کی مفاہمت سے ہو رہی تھی۔ باغیوں کے سرغنہ ابدال بٹ کو جب اس مصالحت کا حال معلوم ہوا تو وہ اس کی مخالفت کرنے لگے۔ ابدال نے چکوں کو یہ کہہ کر سید مبارک خان کے خلاف اکسایا کہ وہ خاندان چک کو نیست نابود کرنے کے درپے ہیں۔ چنانچہ یہ سب لوگ سید مبارک کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ انھوں نے دریائے جہلم کے پل کاٹ دیے اور زالڈگر میں اقامت پذیر ہوئے۔ سید مبارک جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے وہ بابا خلیل کی خانقاہ (موجودہ محلہ خانقاہ سوختہ نواکدل) میں گئے۔ وہاں چک سردار بھی جمع تھے۔ ابدال بٹ کی سربراہی میں لوگوں نے باتفاق رائے سید مبارک کو تخت سے دستبردار ہونے کے لیے مجبور کیا۔ ان کی جگہ پر لوہر چک کو بادشاہ بنایا۔ مبارک خان نے چھ مہینے سے کچھ دن زیادہ حکومت کی۔[۱۳۳]

یوسف شاہ ابدال بٹ کے معاہدے کے تحت پٹن تک آئے تھے۔ ابدال نے انھیں پیغام بھیجا کہ آپ کا یہاں آنا باعث نقصان ہوگا۔ اس لیے وہ دل برداشتہ ہو کر فتحپور سیکری شہنشاہ اکبر کے پاس مدد کے لیے چلے گئے۔[۱۳۴]

لوہر شاہ

لوہر شاہ ۱۵ شعبان ۹۸۶ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۵۷۸ء کو تخت نشین ہوئے۔ وہ شنکر خان کے بیٹے اور حسین شاہ کے بھتیجے تھے۔ لوہر بڑے فیاض، رحمدل اور رعایا پرور تھے۔ عادل و منصف ایسے تھے کہ لوگ عہد نوشیروان بھول گئے تھے۔ ان کے بارے میں کتب تواریخ میں درج ہو کہ:۔

"در انتظام مہام ملک داری پرداخت در رعایا بعدل و احسان نواخته نام نوشیرواں از صفحۂ روزگار محو ساخت۔ و بہ آبیاری نیت حق طویت او کثرت

"غلات و آبادیِ مزروعات بہ حدے رسید کہ مردماں یک خروار شالی
بیک فلوس مس کہ وزنِ آں بیست و یک ماشہ بود در ہرجا بیع و شراہی کردند۔
و یک قرص نانِ کلاں بوزن پنج پاؤ کہ اہلِ کشمیر "لوہر منڈ" می گفتند در بازار
بہ قیمت یک پشیز می فروختند" ۱۳۵؎

لوہر شاہ نے ایک سال اور ایک مہینے تک حکومت کی۔ ابدال بٹ ان کے وزیر تھے۱۳۶؎ لوہر شاہ
نے اپنے استحکام کے لیے علی چک اور ان کے بیٹے یوسف خان کو قید میں ڈال دیا۔ بعض امراء
مثل شمس چک اور علم شیر خان وغیرہ کشمیر سے بھاگ کر یوسف شاہ سے مل گئے۔

یوسف شاہ ایک سال تک شہنشاہ اکبر کے پاس رہے تھے۔ اکبر نے اس دوران ان کی خوب
آؤبھگت کی۔ انھوں نے یوسف شاہ کو دو کنیزیں بھی پیش کیں اور مرزا یوسف خان مشہدی اور
راجہ مان سنگھ کو ان کے ساتھ فتح کشمیر کے لیے مقرر کیا۱۳۷؎ بقول فرشتہ اکبر بادشاہ ہمیشہ فتح کرنے
کے خواہش مند تھے۔ بادشاہ دہلی کو یہ بہانا ہاتھ آیا۔۱۳۸؎ لشکر اکبری جب ان دو سرداروں کے ساتھ
لاہور پہنچا تو یوسف شاہ مغل فوج کو وہیں چھوڑ کر اپنے لوگوں اور بیٹوں کی ملاقات کے لیے بہلول
پور چلے گئے۔ جب اس واقعہ کی اطلاع ابدال بٹ کو ہوئی تو انھوں نے یوسف شاہ کو خفیہ پیغامات
بھیجنے شروع کیے کہ آپ آئیے۔ یہ ملک آپ کا ہی ہے اسے سنبھالیے۔ ہم آپ کے ساتھ پورا پورا
تعاون کریں گے۔ آپ خدارا ہماری گزشتہ خطاؤں کو درگزر کریں۔ شہنشاہ اکبر کے لشکر پر
بھروسہ نہ کریں۔ وہ کشمیر فتح کرنے کے بعد انتظام حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر یہاں مغل توانین نافذ
کریں گے۔ براہ کرم آپ بغیر کسی خوف و تردّد کے تشریف لائیں۔

"کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست" ۱۳۹؎

یوسف شاہ ابدال بٹ کے جھوٹے وعدوں پر بھروسہ کر کے بہلول پور سے روانہ ہوئے۔
انھوں نے بعض امرائے کشمیر مثل محمد بٹ وزیر اعظم وغیرہ جو پنجاب میں پریشانی کے دن گزار
رہے تھے ان کے تعاون سے چار ہزار سپاہی کا لشکر مرتب کیا اور لاہور کے تاجروں سے زرِ کثیر بطور
قرضہ لے کر راجہ مان سنگھ کی اجازت لیے بغیر کشمیر کی طرف رختِ سفر باندھ لیا ۱۴۰؎ جب شہنشاہ
اکبر کو معلوم ہوا کہ یوسف شاہ بغیر میری فوج کے سہارے کشمیر چلے گئے تو وہ مرزا یوسف خان اور
راجہ مان سنگھ سے برہم ہو گئے۔ ۱۴۱؎

لوہر چک نے اپنے وعدوں سے انحراف کرکے یوسف ڈار کو یوسف شاہ کی مزاحمت کے لیے نوشہرہ بھیجا۔ یوسف شاہ نے ان کو شکست دی۔ راجوری کے راجہ بھی باغیوں سے ملے تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یوسف ڈار کو شکست ہوئی تو وہ یوسف شاہ سے مل گئے۔ یوسف شاہ نے ان کا احترام کیا اور اپنی فوج کے ہراول دستے کا افسر بنایا۔ اس کے بعد یوسف شاہ تھنہ کے لیے روانہ ہوئے۔ لوہر چک نے ان کے خلاف حسین شاہ کے لڑکے یوسف خان اور ابدال بٹ کے لڑکے کو مقابلے کے لیے بھیجا۔ سیڈو کے مقام پر یوسف خان نے نازک بٹ کو گرفتار کرکے یوسف شاہ کے حوالے کیا۔ اور خود بھی یوسف شاہ کے ساتھ شامل ہوئے۔ یوسف خان کے اس رویے سے لوہر خان کی فوج میں انتشار پھیل گیا اور اس کی ہمت ٹوٹ گئی۔ شمس دونی، ملک حسن اور دوسرے امراء بھی تھنہ میں یوسف شاہ سے ملے۔ جب یوسف شاہ کی فوجی قوت بڑھ گئی تو وہ حیرپار کے راستے سے سوپور پہنچے۔ وہاں کامراج پر قبضہ کیا۔ لوہر خان نے بابا خلیل اللہ کے ذریعے سے یوسف شاہ کو یہاں سے واپس جانے کے لیے کہلوایا اور یہ بھی کہا کہ آپ کو دچھن کھاور کے پرگنات بطور جاگیر دیے جائیں۔ یوسف شاہ نے یہ پیشکش ٹھکرادی۔ غرضیکہ یوسف شاہ قبضہ کرتے کرتے ولنہ پہنچے۔ یہاں ان کی اور لوہر چک کی فوجوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ لوہر شاہ کے وزیر اور سپہ سالار ابدال بٹ یوسف شاہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ لوہر شاہ کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور یوسف شاہ باغیوں کا صفایا کرکے سری نگر روانہ ہوئے۔ [۱۳۳]

یوسف شاہ سری نگر جارہے تھے۔ یہاں کے سبھی لوگ جوق در جوق زن و مرد، صغیر و کبیر ان کے استقبال کے لیے برتھنہ آئے۔ لوگوں نے جس خلوص اور محبت کے جذبات کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا۔ تاریخ کشمیر میں اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی ہے۔ اس کے بارے میں مورخین باتفاق رائے لکھتے ہیں کہ

> "انگاہ یوسف خان با جلالت و شہامت لوائے نصرت افراشتہ بجانب شہر عجلت کرد۔ و تمامی مردم شہر از وضیع و شریف و صغیر و کبیر تا موضع برتھنہ پیشوائی کردہ بہ تہنیت و مبارکباد غلغلہ بر داشتند۔ یوسف خان ہر کس را مشمول عنایت ساختہ در استمالت دلجوئی اقاصی و ادانی پرداخت۔ ملا محمد امین مستغنی پیش ازیں از کتاب دیوان حافظ فال کشیدہ

ع یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور[۱۳۳]

یوسف شاہ بار دوم

یوسف شاہ باغیوں کو شکست دے کر دوسری مرتبہ ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء میں تخت سلطنت پر بیٹھے۔ بابا داؤد خاکی کے مطابق وہ ۹۸۸ھ ہجری میں ہی دوسری مرتبہ تخت نشین ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں قصیدہ غلیہ یوسف شاہی ملاحظہ ہو۔ انھوں نے محمد بٹ کو پھر وزارت کا عہدہ سونپا۔ بادشاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی لوہر چک اور دوسرے باغی سرداروں کی سرکوبی اور گرفتاری کے احکام صادر کیے۔ لوہر چک پانچ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ سوپور کی جنگ میں شکست کھانے کے بعد فرار ہوئے تھے۔ اور وہ سری نگر میں روپوش تھے۔ ایک دن محمد بٹ نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ لوہر چک قاضی موسیٰ کے گھر میں روپوش ہیں۔ بادشاہ نے قاضی کی شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے فوج کو ان کے گھر میں تلاشی کے لیے نہیں بھیجا بلکہ ایک خواجہ سرا خواجہ ملک ناظر کو حکم دیا کہ وہ قاضی کے گھر جا کر تلاشی لے لے۔ تلاشی کرنے پر یوسف شاہ کے سب سے بڑے باغی دشمن لوہر خان قاضی موسیٰ کے گھر کے تہہ خانے سے برآمد کر کے گرفتار کیے گئے۔ یہ شرمناک واقعہ کتب تواریخ میں ان الفاظ میں معرض تحریر میں آیا ہے۔

> "لوہر خان در قاضی موسیٰ پنہاں شدہ۔ چوں خان مرقوم رعایتِ شرعِ شریف بسیار داشت۔ نہ خواست کہ فوج بخانۂ قاضیِ مسطور رفتہ تفحص لوہر خان نماید۔ خواجہ سرا خواجہ ملک ناظر امتثال امر نمودہ بود۔ از تجسس بسیار لوہر خانِ مسطور را از خانۂ قاضی دستگیر نمودہ حاضر ساخت" [۱۳۴]

اعظم دیدہ مری نے لوہر خان کی سازش میں قاضی موسیٰ کی والدہ کو بھی ملوث کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ :۔

> "لوہر شاہ در خانۂ قاضی موسیٰ خزیدہ است۔ یوسف شاہ رعایتِ شریعت کردہ خواجہ ملک خواجہ سرا از برائے تجسس فرستاد۔ ہر چند تفحص نمود۔ مدعا نہ یافت بزجر پیش آمد۔ معلوم شد کہ کسے از مادر قاضی خبر نہ داشت۔ نشان بحجرۂ تنگ و تاریک داد۔ از آنجا بر کشیدند" [۱۳۵]

یوسف شاہ نے لوہر خان کے علاوہ ان سرکردہ باغیوں کو بھی گرفتار کیا جنھوں نے ان کا تختہ الٹ دیا تھا۔ ان میں بیچہ گنائی، محمد چک اور حسین چک وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان میں بیچہ گنائی نہایت ہی ظالم

درجے کے شرارت پسند اور خطرناک تھے۔ بادشاہ نے ان کے خلاف چار نکات پر مشتمل فرد جرم عاید کر کے بعضوں کی آنکھیں نکالیں اور بعضوں کے اعضا قطع و برید کیے۔ الزامات یہ تھے

(۱) آنکہ باوجود نمک خوارگیِ قدیم با من بے وفائی کردند

(۲) آنکہ در حق سید مبارک خان دغا نمودند۔

(۳) آنکہ مکتوباتِ مہر دستخطیِ خود بوثوقِ عہد و پیماں در پنجاب پیش من فرستادند۔
عاقبت بر آں عمل نہ نمودند

(۴) آنکہ امروز بر سر من علم بغاوت افراشتند۔

ان الزامات کے بعد لوہر خان، محمد چک، حسن چک، بیجہ گنائی اور حسین خان کوکہ کے ہاتھ کاٹ دئے۔ یوسف لنڈو، علی چک، علی بٹ برادران ابدال بٹ سے تاوان وصول کر کے انھیں قید خانے میں ڈال دیا۔ شمس چک کپواری کو لوہر فورچی نے گرفتار کیا۔ اس کی بھی آنکھیں نکال کر اعمیٰ بنادیا گیا۔[۱۴۶]

کچھ ہی عرصے کے بعد شمس چک ولد دولت چک، عالم شیر خان ماگرے اور دوسرے امرا نے یوسف شاہ کا تختہ الٹنے کے لیے بغاوت شروع کی۔ یہ خبر ملتے ہی بادشاہ نے انھیں قید کیا۔ حبیب چک ہندوستان فرار ہو کر لاہور میں حیدر چک سے جا ملے۔ یوسف خان قید خانے سے فرار ہو کر باغیوں سے ملے۔ بادشاہ باغیوں کو پکڑنے میں کامیاب ہوئے۔ انھوں نے حبیب چک کی واپسی پر ان کی آنکھیں نکال لیں اور یوسف خان کے اعضا کاٹ دئے۔[۱۴۷] حسن نے ان دونوں باغیوں کو شیطان کہا ہے۔[۱۴۸]

ان ہی ایام میں محمد بٹ وزیر اعظم نے یوسف شاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ان کا تختہ الٹنے کے لیے بر سر عمل رہے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ محمد بٹ کو شمس دونی سے ذاتی عناد تھا۔ اور وہ ان کو سزا دینا چاہتے تھے۔ یوسف شاہ کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ بلا وجہ شمس دونی سے انتقام لیا جائے۔ محمد بٹ نے یوسف خان کی مدد سے یوسف شاہ کے قتل کا منصوبہ باندھا۔ اس کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی۔ محمد بٹ ناکام ہو کر قید کیے گئے۔ ان کے دوسرے ساتھی کشتواڑ ابہ خان ولد ابدال بٹ کے ساتھ چلے گئے۔ لیکن ملا حسن اسود کے سمجھانے پر واپس آئے۔[۱۴۹]

حیدر چک کی فوجی طاقت میں مزید باغیوں کے ملنے سے کافی اضافہ ہوا۔ انھوں نے بادشاہ کے خلاف کشتواڑ اور پیر پنجال میں بغاوت کے شعلے بلند کیے۔ یوسف شاہ نے یہ بغاوت کچل دی۔ باغیوں کے سردار حیدر چک کو شکست ہوئی۔ خود حیدر چک اور ان کے ساتھی لاہور جا کر راجہ

مان سنگھ سے ملے۔ راجہ نے ان کا پرجوش استقبال کیا۔ اور انواع و اقسام کے تواضعات و مدارات سے نوازا۔ انھوں نے سیاسی اغراض کے لیے بھمبر اور نوشہرہ کے علاقے بھی بطور جاگیر بخش دے۔ راجہ کے اس طرزِ عمل سے یوسف شاہ کی پریشانیوں میں اضافہ ہوا اور ان کا ماتھا ٹھنکنے لگا۔ کیونکہ راجہ مان سنگھ ان سے پہلے ہی ناراض تھے۔ اکبر کشمیر کو اپنی ملکیت تو سمجھتے ہی تھے اور اسے ہڑپنے کے لیے دندان آز تیز کیے بیٹھے تھے لیکن اس پر قبضہ کرنے کے لیے موقع نہیں ملتا تھا۔ ان حالات کے پیشِ نظر انھوں نے ایک جلیلہ اور خوشامدی خواجہ قاسم نبیرۂ خواجہ حاجی باندے کو حیدر چک کی مخالفت کے لیے راجہ مان سنگھ کے پاس بیش بہا تحائف دے کر لاہور روانہ کیا۔ خواجہ قاسم دراصل اپنے جدِّ بزرگوار خواجہ حاجی کی طرح مغلوں کے ایجنٹ تھے۔ انھوں نے راجہ کے ساتھ اور ہی معاملات پر گفتگو کی۔ واپسی پر خواجہ نے یوسف شاہ کو جھوٹی اور فرضی باتیں کہہ کر خوش فہمی میں مبتلا رکھا۔ یوسف شاہ نے میٹھی اور چکنی باتیں سن کر خواجہ قاسم کو مرزا کا خطاب دیا اور پھر عہدۂ وزارت بھی انہی کے سپرد کیا۔[۱۵۰]

یوسف شاہ نے محمد بٹ کی برطرفی کے بعد اپنے بیٹے یعقوب خان کو اپنا وزیر بنایا تھا وہ وزارت کے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے۔ خواجہ قاسم کو ان سے اس منصب کے لیے حسد و بغض پیدا ہوا تھا کیونکہ وہ اس کے آرزومند تھے اور ہمیشہ "سخنان غرض آمیز بہ یوسف خان می گفت"۔[۱۵۱]

اکبر کی مداخلت

۹۸۹ھ ہجری کے ہی ایام میں شہنشاہ خلافت پناہ اکبر بادشاہ نے اپنے دو سفیروں مرزا طاہر اور صالح عاقل کو کشمیر میں سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لیے یوسف شاہ کے نام ایک فرمان دے کر روانہ کیا۔ شاہی قاصد جب بارہمولہ پہنچے تو یوسف شاہ نے ان کا استقبال کیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:-

"چوں از جبینِ آں ارادت مند فروغ صدق و اخلاص مبین بود۔ بیشتر بہ نوازش و التفاتِ بادشاہی ممتاز گردید۔ ازاں باز کہ مراجعت بہ کشمیر نمود۔ احوال ملک بہ ایستادگانِ پایہ سریر خلافت مصیر معروض نہ داشت۔ الحال کہ از منتازعانِ خاطر جمع کرد باید بہ تجرد ورود فرمانِ قضا جریاں بے توقف

ودرنگ بغیر ریو درنگ بشرف تقبیل آستان خواقین درگاہ سعادت اندوز
نشأتین گردد" ۹۹۴ھ

خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ یوسف شاہ نے کشمیر جانے کے بعد مغل دربار کو وہاں کے حالات سے آگاہ نہیں کیا اور اگر اس وقت وہاں کوئی شورش نہیں ہے تو فوراً شہنشاہ کے دربار میں حاضر ہوکر اپنی اطاعت گزاری کا ثبوت دے۔

یوسف شاہ شہنشاہ اکبر کے اس قہر نامہ سے گھبرا گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اکبر کا ارادہ کشمیر پر حملہ کرنے کا ہے۔ اس لیے انھوں نے اپنے وزیروں اور مشیروں سے صلاح مشورہ کیا۔ مشیروں نے انھیں رائے دی کہ سرحدی چوکیوں کا دفاع مضبوط اور سخت ہونا چاہیے۔ اگر اکبر حملہ کر ہی لیں گے تو اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ یوسف شاہ نے ان لوگوں کے کہنے پر عمل نہیں کیا۔ برعکس اس کے انھوں نے چھوٹے بیٹے حیدر خان کو ایلچیوں کے ساتھ قیمتی تحائف دے کر اکبر کے دربار قاہرہ میں روانہ کیا۔ بادشاہ یوسف شاہ کی یک طرفہ کارروائی اور ان کی ناعاقبت اندیشی سے مشیروں کو اس مکتوب کی پیشین گوئی یاد آئی جو پرسپور کے بت خانے کو منہدم کرتے وقت میر شمس الدین عراقی کے ہاتھ آیا تھا اور جس میں لکھا تھا کہ:۔

"درعہد سلطنت چکاں ملک کشمیر از دست خواہد رفت و بتصرف چغتائی خواہد در آمد" ۹۹۳ھ

تاریخ کشمیر میں مرقوم ہے کہ

"از استماع ایں خبر یوسف خان مضطرب شدہ۔ ارکانِ دولت وسرداران راجمع نمودہ مشورت نمود۔ ہمہ کس بعد از مشورہ بعرض ایشان رسانیدند کہ جواب فرمان باید نوشت و چوکیہا محکم نمود ولشکر بیشتر نگہداشت واگر فوجی بیاید محاربہ باید نمود۔ ایں معنی را بشامت ادبار کہ پیش آمدہ بود قبول نہ کرد۔ و یوسف شاہ پسرِ حیدر خان را ازمود کہ سرانجامِ سفر نمودہ با بعض تحف وہدایا ہمراہِ ایلچیان بملازمت اکبر بادشاہ برود۔ ہمہ سرداران از پست فطرتی وسستی رائے او بسیار محزون شدند وحکایت مکتوبے کہ از بتخانۂ پرسپور برآمدہ بود بخاطر ایشان آمد...... یوسف خان پسرِ خود حیدر خان را با تحائف وہدایا بملازمت اکبر شاہ فرستاد۔ حیدر خان

مرقوم یک سال درکاب بود۔ وبعدازاں رخصت شد۔ وبرائے یوسف خان فرماں نوشتند کہ خود بملازمت بیاید دگرنہ آمادۂ جنگ باشد۔[152]

یعقوب صرفی بطور سفیر

تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ یوسف شاہ نے اکبر بادشاہ کے سفیروں مرزا طاہر اور صالح عاقل کے ساتھ خیرسگالی کے طور پر شیخ یعقوب صرفی کو بطور سفیر تحائف وہدایا لاکر شہنشاہ کے پاس بھیجا تھا۔ شیخ صرفی اور شہزادۂ حیدر دربار اکبری میں ایک سال گزار کر ۹۹۰ھ ہجری مطابق ۱۵۸۲ء میں شہنشاہ کا یہ فرمان لے کر واپس آئے کہ یوسف شاہ فوراً فتح پور سیکری آکر شہنشاہ کی قدمبوسی کے لیے حاضر ہوجائیں ورنہ ان کے خلاف فوجی کارروائی کی جائے گی۔[153]

اس کے بعد راجہ مان سنگھ نے تیمور چک کو ایسے ہی شاہی فرمان کے ساتھ اپنا سفیر بناکر یوسف شاہ کے پاس کشمیر روانہ کیا۔ یوسف شاہ شہنشاہ اکبر کے عتاب نامہ سے ڈر گئے۔ اور انھوں نے ۹۹۲ھ ہجری (۱۵۸۴ء) میں اپنے بڑے صاحبزادے شہزادہ یعقوب کو قیمتی تحائف دے کر تیمور بیگ کے ہمراہ دربار اکبری میں روانہ کیا۔ جب وہ حاضر دربار ہوئے تو اکبر اعظم انھیں دیکھ کر بہت خفا ہوئے۔ اور شکایت کی کہ یوسف کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ قدم بوسی کے لیے حاضر ہوجائیں لیکن نہیں آئے۔ انھوں نے برہم ہوکر یعقوب کو حراست میں دو سال تک رکھا۔ اس اثنا میں شہزادہ محمد حکیم مرزا (اکبر کے سوتیلے بھائی) کا انتقال ہو گیا اور وہ کابل کے لیے روانہ ہوئے اور

> "بہر منزل ومقام کہ نزولِ اجلال می فرمود، یعقوب خاں را برائے آمدن یوسف خان استعجال می نمود۔ ویعقوب خان دافعاتِ ہر منزل بخدمتِ والدِ خود معروض می داشت" [154]

یعنی یعقوب دربار اکبری میں رہ کر یوسف شاہ کو اکبر کے عزائم کے بارے میں مطلع کرتے رہے لیکن یہ اہم اطلاعات خواجہ مرزا قاسم (نبیرۂ خواجہ حاجی بانڈے) یوسف شاہ سے چھپاتے تھے ـــــ اسی دوران شہنشاہ اکبر نے قیام لدھیانہ کے وقت اپنے دو سفیروں حکیم علی اور صالح عاقل کو حکم دیا کہ وہ یوسف شاہ کو میرے سامنے حاضر کریں۔ اگر وہ آنے سے ہچکچائیں گے تو موردِ عتاب ہوں گے۔ شہزادۂ یعقوب بڑے بہادر اور غیرت مند تھے۔ جب انھوں نے شہنشاہ اکبر

کا سخت اور مخالفانہ رویہ دیکھا اور جب اکبر لاہور پہنچے تو وہ حراست کی زنجیریں توڑ کر کشمیر کی طرف بہلول پور سے روانہ ہوئے اور تین دن شب و روز کی مسافت طے کرکے یوسف شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے آنے پر مرزا قاسم ڈر گئے۔ انھوں نے یعقوب کو یوسف شاہ کے سامنے غلط رنگ میں پیش کیا۔ یوسف انھیں گرفتار ہی کرنے والے تھے لیکن امرا کی برمحل مداخلت کرنے سے وہ ایسا نہ کرسکے۔[۱۵۶] اکبر کا یہ فرمان تھا:۔

"یوسف خان از درگاہ ما سرفراز شدہ بہ ملک خود رفتہ۔ بہ عیش و عشرت مشغول گشت۔ و اصلاً اثر مریدی و شیوۂ بندگی ظاہر نہ ساخت۔ از برائے آں کہ فرمانِ عالی شان بہ طلبِ او صادر شدہ بود۔ کہ بہ تقبیل درگاہِ خلائق پناہ آمدہ مشرف شود۔ باز خود نیاید و فرزندِ کلانِ خود را فرستاد کہ خالی از خللِ دماغ و دیوانگی و خبطے نیست"[۱۵۷]

جب اکبر کے سفیر (بقول اکبرنامہ ص ۳۶۹ جلد سوم بہار الدین کنبوہ بھی ان کے ساتھ تھے) خانپور پہنچے تو یوسف شاہ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور انھیں اپنے محل کے قریب سید علی کی حویلی میں اتارا۔[۱۵۸] یوسف شاہ اکبر کے فرمان سے لرزہ براندام ہوئے اور انھوں نے دربارِ اکبری کی قدم بوسی کے لیے اپنے وزیروں اور مشیروں سے تبادلۂ خیال کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اکبر کے پاس جانے سے تخت سلطنت ہاتھ سے نکل جائے گا اور کشمیر میں مغلوں کے آنے سے ملک تباہ و برباد ہو جائے گا۔ کشمیریوں کو قیامت تک پچھتانا ہوگا۔ اور ہمارے چہروں سے بدنامی اور رسوائی کا دھبہ کبھی نہ مٹے گا۔ یہ واقعہ تاریخ میں اس طرح درج ہے:۔

"چوں حکیم علی بہ کشمیر رسید و تبلیغ پیغام بہ یوسف خان نمود۔ بر اضطراب و خوفِ خان مذکور افزود۔ پس اعیان و اہالی را جمع نمودہ مشورت کرد۔ ہمہ اعیان حتیٰ کہ رعایا بہ عرض رسانیدند کہ از واقعۂ ذولچو کہ سابق شدہ بود ہنوز اکثر ملک کشمیر خراب است۔ و اگر باز غنیم غالب آید تا قیامت ملک رو بہ آبادی نخواہد آورد۔ و گرد خفت و بدنامی از چہرۂ ما نخواہد رفت۔ ہرچند در ظاہر یوسف خان اطمینانِ خاطرِ ایشان می نمود"[۱۵۹]

یوسف شاہ نے شاہی سفیروں سے وعدہ کیا کہ وہ شہزادہ یعقوب کو ہاتھ پاؤں باندھ کر دربار اکبری

میں بھیجیں گے۔ اس پر عوام نے بادشاہ سے سخت مخالفت کی۔ بابا خلیل، بابا مہدی اور دوسرے مشیروں نے یوسف شاہ پر واضح کر دیا کہ اگر آپ دربار میں حاضر ہونے پر اصرار کریں گے تو ہم آپ کو قتل کر کے یعقوب خان کو تخت نشین کریں گے۔ اس وقت یوسف شاہ نے امیروں اور مشیروں کے خوف سے دربار اکبری میں اپنی حاضری کو معرض التوا میں ڈال دیا۔ اور اکبری قاصدوں کو دو مہینے کے بعد واپس جانے کی اجازت دی۔ انھوں نے شہنشاہ کو صورت حال سے آگاہ کیا اور اس طرح اکبر کو یوسف شاہ کا ایک اور بہانہ ہاتھ آیا۔ چونکہ وہ کشمیر کو طاقت سے قبضہ میں کرنا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے شاہ رخ مرزا، شاہ قلی خان اور راجہ بھگوان داس کو پچاس ہزار مغل سواروں کے ہمراہ کشمیر کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ [۱۶۰]

اکبر کا حملہ صرفی کی سربراہی میں

ابوالفضل کے کہنے کے مطابق شہنشاہ اکبر نے ۲۰ دسمبر ۱۵۸۵ء کو شیخ یعقوب صرفی اور حیدر چک کی سربراہی میں مرزا شاہ رخ بہادر، راجہ بھگوان داس، شاہ قلی محرم، مادھو سنگھ، مبارک خان اور دوسرے فوجی سرداروں کے ساتھ کشمیر پر حملہ کرنے کی غرض سے بھیجا۔ یعقوب صرفی جن کو یوسف شاہ نے ۹۹۰ھ (۱۵۸۲ء) میں اکبر بادشاہ کے پاس تحائف و ہدایا سمیت بطور سفیر بھیجا تھا انھوں نے اکبر کے ساتھ ساز باز کر کے حملہ آوروں کی کامیابی اور آسانی کے لیے پہاڑی راستہ دکھانے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ بہر حال مغل فوج شیخ صرفی کی رہنمائی میں دریائے کشن گنگا عبور کر کے داخل کشمیر ہوئی۔ [۱۶۱]

جب مغل حملہ آوروں کی اطلاع سری نگر پہنچی تو یوسف شاہ نے ظاہراً اپنی فوج ترتیب دینی شروع کی لیکن باطناً وہ اکبر کی مور و ملخ جیسی فوج گراں کا مقابلہ کرنا بیکار سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے خود کو مغلوں کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کیا۔ اس اثنا میں انھوں نے اپنے مخالفین محمد بٹ (سابق وزیر اعظم)، عالم شیر ماگرے اور دوسروں کو قید سے رہا کیا۔ بادشاہ سری نگر کو محمد بٹ کی نگرانی میں چھوڑ کر خود عالم شیر ماگرے کے ساتھ بارہمولہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں اپنی فوج کے تین دستے مرتب کیے۔ ہراول کا دستہ ملک حسن چاڈورہ (والد حیدر ملک) اور عالم شیر ماگرے کے سپرد کیا۔ داہنے دستے کو یعقوب خان اور ابوالمعالی کے حوالے کیا اور بائیں بازو

بابا طالبؔ اصفہانی کی کمان میں رکھا۔ ترتیب فوج کے بعد یوسف شاہ کوارہ مست کی طرف چل پڑے۔ جب مغل فوجیں درۂ بولیاس پہنچیں تو یہاں طرفین میں گھمسان کا رن پڑا اور مغلوں کو سخت جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ ان کے سر کاٹ کر یوسف شاہ کے سامنے لائے گئے۔[ثلثہ] موسم کی خرابی کی وجہ سے بھی مغلوں کی جان کے لالے پڑ گئے۔ تاریخ میں یہ واقعہ یوں درج ہے۔

ح ۔ بابا طالب اصفہانی ۔ از دار السلطنتِ اصفہان است۔ مدتہاست کہ در ہندوستان می باشد و در سلکِ بندگان بادشاہ ظل اللہ اکبر شاہ منتظم بود۔ و در دیش طبیعت و فانی مشرب است۔ و در ہندوستان بابا طالب اشتہار داد۔ و اکثر اوقات بہ مصاحبت اکابر و اعیان ایں ولایت مثل حکیم ابوالفتح و زین خان کوکہ و شیخ ابوالفضل و شیخ فیضی و سائر بزرگان بسر می برد و بے تعلقی و قاعدہ دانی است و بیشتر ایام توقف در ہندوستان در کشمیر دلپذیر می باشد۔ و بغایت از آب و ہوا و دیگر خصوصیاتِ آں دیار محظوظ است و در وقتے از فرمانِ فرمائے کشورِ ہندوستان نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ او را بطلب مرزا غازی ترخانی والی ٹھٹھہ فرستاد۔ برسم حجابت و دوران رفت۔ و آمد کار ہائے نمایاں از و بظہور آمدہ۔ و الحال (۱۰۲۵ھ مطابق ۱۶۱۶ء) صدرِ ولایت گجرات است۔ و در شاعری و نکتہ دانی نیز مہارتے تمام دارد۔ و فی الجملہ طالب علمی نیز کردہ۔ ہمیشہ با مولانا قاسم و مولانا نظیری کہ از دانشمندان روزگار بودند۔ و در ہندوستان بدانش ممتاز بودند بسر می برد و صحبت می داشت۔ و خود را بمداحی و دعا گوئے ایں عالی جاہ مشہور ساختہ عمر خود را صرف مداحی ایشان کردہ در رعایت کلی یافتہ و می یابد۔ اگرچہ الحال توقعی نہ دارد نظر بر حقیقت می گمارد۔ از زخارف دنیوی بے نیاز است و از روشِ اشعارے کہ در مدح ایشان گفتہ روشِ التفاتِ و مرحمتِ عالی جاہ و اخلاص مند را می توان یافت۔ (ماثر رحیمی جلد سوم صفحہ ۱۲۵۹ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ)

بابا طالب اصفہانی در زمانِ حکومت چکاں از اصفہان بکشمیر رسید۔ از فنونِ علوم آراستہ و انواع کمالات پیراستہ بود قبولیتی بہم رسانید و در قرب سلاطین از اقران درگزرانید و در نزاع امراء و فتن اربابِ داعیہ سعی مصالحہ بسیار داشت۔ تا ایام تسلط اولیائے دولت اکبر بہ چمن پیرائے نکتہ سنجی بود۔ چوں رحلت کرد در مزارِ بابا خلیل بمقام نوکدل (خانقاہ سوختہ حال) آسود۔ در فنون شاعری ماہر بود (واقعات کشمیر ۱۱۴)

(باقی حاشیہ)

" دلاوران طرفین دست و بازو کشاده به حرب و ضرب پیوستند۔ و مبارزان یوسف خان بکمال شجاعت آویزش ہا بکار بردہ۔ بسیارے از مغلان بہ قتل رسانیده، سرہائے آنہا پیش یوسف خان فرستادند۔ و چند روز از جانبین بر یکدیگر تغلّب و تفوّق ساختہ آتشِ ہیجا مشتعل بود۔ ناگاہ بقدرتِ قادر قدیر ابرِ مطیر عالمگیر گشتہ، بارش و برف و باران تا یک ہفتہ جانوران را پر زدن نہ دادہ۔ دریاہا طغیانی و نہرہا و جوئے بارہا طوفانی گشت۔ و از ہر راہ پلہا شکستہ۔ افواجِ شاہی را راہِ رسد رسانی مسدود شد۔ و در میانِ فوج قحطِ عظیم افتاد کہ بیک اشرفی یک آثار غلّہ یافتہ نمی شد۔ و فیلان و اسپان بہ مصرفِ خوردن رسانیدند۔ مولانا احمد دراں واقعہ گفت ؎

گر نظر بر ہلال می کردند لب نانے خیال می کردند
گردنِ خود دراز می کردند دہنِ آز باز می کردند

علاوہ بر آں معسکرِ شاہی زیر دامنِ کوہ در میان زمین زرعی بود کہ بہ سبب قلبہ رانی و از روئے کثرتِ آب گل ولائے بہم رسانیدہ بود و در میان آں بیاہاں افتان و خیزاں بصولت برودت بے جان شدند و در طرفۃ العین جمِ غفیرے تباہ گشتند۔ معاذ اللہ طرفہ بلائے و عجب واویلائے در فوجِ شاہی افتاد "۔[۱۳۰]

اکبر کی شکست

جب راجہ بھگوان داس نے شہنشاہِ اکبر کی فوج کی ابتری اور انتشار کا یہ حال

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ———

علاء الدین علائی نے شعرائے فارسی کا تذکرہ نفائس المآثر کے نام سے لکھا۔ یہ تذکرہ ۹۷۳ ہجری میں ختم ہوا اور بعض شعرا کے حالات ۹۷۹ ہجری تک لکھے گئے۔ تذکرہ میں لکھا ہے کہ بابا طالب اصفہانی کشمیر میں گزشتہ ۲۰ سال سے مقیم تھے۔ اکبر نے انھیں لداخ میں بطور ایلچی بھیجا۔

(اودھ کیٹلاگ صفحہ ۶۱ ڈاکٹر اسپرنگر۔ مطبوعہ ۱۸۵۴ء)

دیکھا تو سپر انداختہ ہو کر صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے، لیکن اس کے ساتھ ہی انھوں نے اپنے جارحانہ عزائم سے یوسف شاہ کو متنبّہ کیا اور تحکمانہ انداز میں ایک خط لکھ کر اپنے ایلچی شاپور خان کے ہاتھ یوسف شاہ کو بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا:۔

"بالفرض ہر گاہ عسکری شاہی ایں وقت بہ تندِ باد قہر الٰہی ضائع گشت۔
اما از پیشگاہِ جم جاہ بارِ دیگر صد ہزار سپاہ تعین خواہد شد۔ و سرزمین ایں
بر و بوم بسُم فیلان بباد خواہد داد شارا فکر ہر اصل کار و معاد ایں اطوار باید ساخت[۱۱۵]"

یعنی اگر اس وقت شہنشاہ خلافت پناہ اکبر اعظم کی فوج بادو باراں اور قہر الٰہی کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئی ہے لیکن دوسری مرتبہ بادشاہ کی طرف سے ایک لاکھ سپاہی مقرر ہوں گے اور اس سرزمین کا چپہ چپہ ہاتھیوں سے روندا جائے گا۔ آپ کو اس بارے میں غور کرنا چاہیے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ شہنشاہ کے حضور میں حاضر ہو جائیں۔

راجہ بھگوان داس نے دو سفیروں کے ہاتھ اپنا خط یوسف شاہ کو بھیجا تھا۔ لیکن اتفاق سے یہ دونوں سفیر خط لے کر یعقوب خان کے پاس پہنچے۔ انھوں نے جب خط پڑھا تو دونوں سفیروں کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہا۔ لیکن آئینِ سفارت کا لحاظ رکھتے ہوئے دونوں کو چھوڑ دیا اور ان کو یوسف شاہ کے پاس روانہ کیا[۱۱۶]۔

یوسف شاہ نے سفیروں کے ساتھ رات بھر تبادلہ خیال کیا۔ مرزا قاسم نے یوسف شاہ کو چاپلوسی اور مکر و فریب کی شیشی میں اتار کر آمادہ کیا کہ وہ راجہ بھگوانداس کی وساطت سے اکبر کے پاس جائیں اور ان کے ساتھ معاہدہ کریں۔ آخر کار یوسف شاہ اس گمراہ کے ساتھ اپنی فوج کا جائزہ لینے کے بہانے سے نکلے اور چار پانچ سواروں کے ہمراہ بویاس میں ۱۴ فروری ۱۵۸۶ء کو مغل فوج سے جا ملے۔ ہر چند مشیروں، مدبّروں اور بیٹوں نے وہاں جانے سے روکا تھا لیکن ان کی کوششیں بے سود رہیں[۱۱۷]۔

یوسف شاہ کے مغلوں کی طرف چلے جانے کے بعد کشمیریوں کے عزم و استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انھوں نے اسی وقت یعقوب خان کو یوسف شاہ کے بجائے تخت نشین کیا اور مغلوں کے خلاف کوہِ پیکر کی طرح میدان جنگ میں ثابت قدم رہے۔ کشمیریوں نے بابا طالب اصفہانی اور محمد سلیم کاشغری کو ہراول دستہ مرتب کر کے دشمن کے مقابلے میں روانہ کیا۔ انھوں نے

دوپہر تک شہنشاہ مغل اعظم کے تین ہزار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس جنگ کے بارے میں تاریخ میں مرقوم ہے کہ:۔

"یعقوب شاہ با امرا و سرداران دیگر از یک جانب متوجہ گردیدہ روئے بہ محاربۂ مغل نہادند۔ جنگہا شد کہ رستم دستاں رشک ازاں می بردند۔ اگر گیو و بیژن ہم حاضر بود ازاں دار و گیر از حیرت و غیرت خوں می خورد ؎

چناں خوں رواں شد ز دشت نبرد — کہ چوں سیل رفتہ ز جا پائے مرد

چکا چاک شمشیر برّندہ فرق — زمیں را بہ دریائے خوں کردہ غرق

سناں آتش کیں بر افروختہ — پر مرغ را در ہوا سوختہ "[۱۲۶]

شاہ رخ مرزا کے کچھ سپاہیوں نے اپنے ایک کشمیری غدار راوستالو بخارسے دریائے جہلم پر ایک مضبوط پل بنوایا۔ اور ان کے سپاہیوں نے سرحد کھادرہ عبور کی۔ یہاں قبیلہ گکھر کے زمین داروں نے ان کا قلع قمع کیا ان کے مال واسباب کو غارت کیا اور پھر پل مذکور کو توڑ دیا۔ ادھر موسم کی خرابی نے بھی لشکر مغل کو پامال کیا۔ راجہ بھگوان داس نے جب فوج کی یہ شکستہ حالت دیکھی تو انھوں نے مرزا علی اکبر شاہی کو بطور سفیر یعقوب شاہ کے پاس تسلی وتشفی کے لیے بھیجا اور مبارک خان گکھر کی لڑکی کو ان کی زوجیت کے لیے نامزد کیا۔ مغلوں نے اس طرح چاپلوسی کر کے صلح کی پیش کش کی یعقوب شاہ نے بھی جنگ روک دی۔[۱۲۷]

اکبر کی معاہدہ شکنی

جب یوسف شاہ بویاس میں راجہ بھگوان داس کے پاس گئے تھے تو دونوں میں یہ معاہدہ ہوا تھا کہ یوسف شاہ تاج وتخت کے مالک بدستور رہیں گے۔ لیکن شہنشاہ اکبر کے نام سکے ڈھالے جائیں گے اور خطبہ پڑھا جائے گا۔ یہ بھی طے ہوا تھا کہ ٹکسال، زعفران کے کھیت ابریشم و شالبافی اور شکار کے شعبے قلندر بیگ، خواجہ میر کی اور ملا مظہری کی نگرانی میں رہیں گے۔[۱۲۸] مبارک خان گکھر کی لڑکی شہزادہ یعقوب سے منسوب ہوگی۔ یوسف شاہ کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ یعقوب خان کو اکبر کے حضور میں پیش کریں گے[۱۲۹] معاہدہ مکمل کر کے راجہ بھگوان داس نے یوسف شاہ کو اٹک کے مقام پر شب جمعہ ۲۹ ربیع الاول ۹۹۴ھ کو پیش کیا۔ اکبر نے معاہدہ کو رد کیا۔ اس لیے دربار شاہی کے جو امراء یوسف شاہ کے ساتھ تھے ان کی پیشانیاں عرق شرم

سے تر ہوگئیں اور وہ منھ چھپائے بیٹھے رہے۔ اکبر یوسف شاہ کو پھانسی دینا چاہتے تھے۔ جب بھگوانداس نے شہنشاہ کے یہ تیور دیکھے کہ اکبر معاہدے کی خلاف ورزی کر رہے ہیں تو انھوں نے اپنے قول و قرار کی حمیّت و غیرت میں خودکشی کا اقدام کیا۔[۱۴۱] مصنّف بہارستان شاہی نے کہا ہے کہ

"چوں راجہ بھگوان داس در سخن و قول خود خلل دید۔ غیرت اصلی کہ در نہادِ آں طائفہ جبلّی است او را بر آں آورد۔ کہ دشنۂ تیز خوں ریز از کمر خویش برآوردہ حوالۂ شکمِ خود نمودہ، امعاد احشائے خویش بیروں انداخت۔ چوں قاصد ممات بمنزلِ حیات او نہ رسیدہ بود باز خلعت تندرستی پوشیدہ۔"[۱۴۲]

اکبر نے اٹک میں یوسف شاہ کو راجہ رام داس کچھواہا کے حوالے کیا تھا۔ لاہور پہنچے پر ٹوڈرمل کی نگرانی میں قید خانے میں ڈال دیا۔ جہاں ڈھائی سال تک انھوں نے ایک قیدی کی زندگی گزاری۔ اس کے بعد بہار کے گرم ترین علاقے میں بھیجے گئے۔[۱۴۳] ملک حیدر کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب راجہ بھگوانداس کھیلی پہنچے تو انھوں نے یوسف شاہ کو گردن میں طوق اور پاؤں میں زنجیر ڈال کر (مسلسل و مغلول) اٹک میں شہنشاہ خلافت پناہ کے حضور میں پیش کیا اور پھر راجہ ٹوڈرمل کی نگرانی میں ان کو قید خانے میں ڈال دیا۔ جب راجہ مان سنگھ کابل سے واپس آئے تو ان کی سفارش پر اکبر نے دو سال کے بعد قید و بند سے آزاد کیا اور ان کے لیے نہایت ہی قلیل یومیہ مقرر کر کے انھیں پھر صوبہ بنگال بھیجا جہاں ان کی خوشحالی مفلسی میں بدل گئی۔[۱۴۴]

ایک اور ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کھیلی تک یوسف شاہ راجہ بھگوانداس کے ہمراہ بڑے اعزاز کے ساتھ پہنچائے گئے۔ پھر یہاں سے ان کی گردن اور پاؤں میں زنجیریں ڈال کر انھیں راجہ بھگوانداس نے جلال الدین محمد اکبر کے حضور میں دریائے اٹک کے کنارے حاضر کیا۔ اکبر نے راجہ ٹوڈرمل کو حکم دیا کہ انھیں قید خانے میں سخت سے سخت تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائی جائیں۔ راجہ مذکور نے اکبر کے شاہی عتاب نامے کے تحت یوسف شاہ کو اخلاقی مجرموں کی طرح بڑی ذلّت اور انتہائی رسوائی کے ساتھ قید خانے میں ڈال دیا۔ کچھ عرصے کے بعد ان کی تکلیفوں اور صعوبتوں میں شہنشاہ عالم پناہ کے حکم سے یوسف شاہ کی نازک مزاجی کے سبب نرمی کر دی گئی۔ چونکہ یہ المناک اور شرمناک واقعہ مورخین نے چھپایا ہے اور اسے ایک ایسے شخص

نے بیان کیا جو اپنے تعصب کی بنا پر سلاطین چک کو بدترین خلائق میں سمجھتا تھا اور ان کے نام غیر شائستہ الفاظ استعمال کر کے اپنے لیے فخر سمجھتا تھا۔ اس لیے ذیل میں من وعن درج کیا جاتا ہے۔

"یوسف خان چک تا سرکار کھلی باعزاز تمام واکرام ہمراہ راجہ بھگوانداس دسران دیگر رسیدہ۔ درآنجا سرکشان لشکر اکبر بادشاہ گردن وپایش مسلسل ومغلول گردانیدہ وبدستور اسیران ہمراہ بردند۔ ودر کنار دریائے اٹک راجہ بھگوانداس شرف عتبہ بوسی بارگاہ اکبر بادشاہ دریافتہ۔ بعد عرض چون دیرا سرگذشت یوسف خان چک را بنظر انور گزرانیدہ از راہ قہر وغضب فرمان قضا جریان اکبر بادشاہ چنان صادر گردید۔ کہ یوسف خان چک را حوالہ راجہ ٹوڈرمل نمایند کہ بشدائد تیج درقیدش گزارد۔ بنابراصدار حکم والا راجہ ٹوڈرمل مثل گنہگاران سائر الناس اورا بذلت وخفت نامتناہی چندگاہ محبوس گذاشتہ دراندک بر طبق حکم عالم پناہ صعوبات وعقوبات تخفیفش شدہ بہ سبب اشتہار نازک مزاجی وچابک طبعی او" [175]

بعض مورخین نے یوسف شاہ کے ساتھ حبہ خاتون کے فرضی نام کو بھی وابستہ کیا ہے۔ اور "عیش یوسف شاہی وسرود حبہ خاتون" کی ضرب المثل ان کی طرف منسوب کی ہے۔ یہ افسانہ سب سے پہلے یوسف شاہ کے کوئی تین سو سال بعد پنڈت بیربل کاچرو نے اپنی "تاریخ" میں بغیر کسی حوالے کے اختراع کیا[176]۔ اس کے بعد حسن[177] اور خلیل مرجان[178] پوری نے اپنی شوخی تحریر سے اس افسانے میں مزید رنگ آمیزی کی۔ بعد ازاں جس آدمی نے بھی مصنف بننے کے شوق میں یوسف شاہ یا حبہ خاتون کے بارے میں لکھا اس نے اس فرضی قصے کو تاریخی لباس پہنانے کی کوشش کی حتیٰ کہ فوق نے اپنی کتاب میں اس بے بنیاد افسانے کو بہارستان شاہی کے حوالے سے بیان[179] کیا۔ جبکہ بہارستان شاہی میں ابتدا سے آخر تک کہیں کسی حبہ خاتون کا نام نہیں ملتا ہے۔ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ڈاکٹر آر۔ کے پارمو[180]، ڈاکٹر محب الحسن[181] اور حکیم غلام صفدر مرحوم[182] نے بھی اس فرضی اور من گھڑت افسانے کو اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے۔ جب راقم الحروف نے حبہ خاتون کے افسانے کے بارے میں ڈاکٹر محب الحسن سے تبادلۂ خیال کیا تو انھیں بھی حبہ خاتون کا تاریخی وجود مشکوک نظر آنے لگا۔ اور انھوں نے کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں اس بات کا اعتراف کیا۔

بہرحال جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حبہ خاتون یوسف شاہ کی محبوبہ یا ملکہ تھیں وہ تحقیقی کاموں میں غیر واقف معلوم ہوتے ہیں۔ تفصیلات کے لیے راقم کی کتاب تحقیقی فوادر مطبوعہ اردو پبلشرز لکھنؤ ۱۹۷۴ء میں صفحہ ۲۲۳ میں "ملکہ حبہ خاتون کا وجود عنقا کے برابر" ملاحظہ ہو۔

یوسف شاہ کا نظامِ عدل

یوسف شاہ کا عدل و احسان، داد گستری، رواداری اور رعایا پروری اس حد کو پہنچی تھی کہ گویا ان کے عہدِ حکومت میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پانی پیتے تھے۔ رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے کسانوں سے سپاہیوں کی بیگار لینا ممنوع قرار دیا تھا۔ مانجیوں سے بیگار اور زکوٰۃ لینا ناجائز ٹھہرایا تھا۔ ہندوؤں سے جزیہ اور دوسرے لوگوں سے ظالمانہ محصولات لینا خلاف قانون قرار پایا تھا۔ بقول ملک حیدر چاڈورہ :۔

"یوسف خان در مدتِ سلطنت ہمیشہ در عدل و احسان و پرورش رعیت و لشکریان اہتمام تمام داشت۔ و اکثر بدعتہائے کہ در زمان حکام سابق بود برطرف نمود۔ و بعض رعایا کہ پریشان احوال بودند حاصل مقرری معاف کرد۔ و بعض عاملہا کہ از روئے تعدی مقرر کردہ بودند کہ رعایا بے اجرت سفر ہا ہمراہ می بردند و سر درخت میوہ دار و سر نغز جز ذگر چیزے مقرر بود می گرفتند ہم معاف کرد "[۱۸۳]

یوسف شاہ بڑے فیاض اور سخی تھے۔ ان کا دستِ سخاوت ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور نقد و جنس لوگوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ان کی فیاضی اور داد گستری کتب تواریخ میں شاندار الفاظ میں ضبطِ تحریر میں آچکی ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ :۔

"یوسف شاہ بہ بسط بساطِ معدلت پرداخت و دستِ نوال بہ بذل نقود و اموال برکشاد۔ در ہدم بنیان بدعتہا کہ پیشتر مروج شدہ بود سعی بلیغ بکار بردہ رفع نمود"۔

حکیم غلام صفدر اپنی کتاب میں ملک حیدر چاڈورہ کی تاریخ صفحہ ۱۹۴ کے حوالے سے "یوسف شاہ کی سخاوت" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"یوسف شاہ کی عشرت عسرت میں مبدل ہوئی۔ ان کے پاس نقدی زیور

اور سونا چاندی تھا۔ وہ غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کیا۔ وہ لوگ جو یوسف شاہ کی فیاضی سے واقف نہ تھے اس سخاوت کو دماغی فتور تصور کرنے لگے۔ ان اجنبیوں اور اغیار کو کیا معلوم تھا کہ یوسف شاہ اپنے دورِ حکومت میں غریبوں اور محتاجوں کو کس قدر امداد کرتے تھے۔ وہ کسی بھی وقت خیرات اور بخشش کرنے سے غافل نہیں رہتے تھے۔ چنانچہ ان کی جود و سخا کے متعلق شاعر نے کہا ہے ؎

بود زبس مائلِ احسانِ زر — چوں کفِ گل بود کفش کانِ زر
گر بنودے اہلِ نیازی برش — دادے ازیں کف بکفِ دیگرش
کس نہ شدے از کرمش تنگ دل — بود چو کان و نہ کان سنگ دل

اور جو چیز انھوں نے لوگوں کو نہیں دی وہ ظلم اور تکلیف تھی۔" [۱۸۵]

ملّا محمد توفیق کشمیر کے ایک مشہور و معروف شاعر تھے۔ انھوں نے اپنے کلیات میں منظوم تاریخ کشمیر لکھی ہے وہ یوسف شاہ کی رعایا پروری اور جود و بخشش کے بارے میں لکھتے ہیں ؎

کہ چوں کرد استاد رنگین سخن — گلِ رفتہ را باز زیبِ چمن
کہ چوں گشت کشمیر بار دگر — بفرمانِ یوسف شہِ نامور
دلِ مردمِ شہر دہ کرد شاد — بہ جود و بہ بخشش بعدل و بداد

رسومِ ستم ہائے شاہانِ پیش
بہم بر زدن ساخت آئینِ خویش [۱۸۶]

یوسف شاہ اور مشائخِ کشمیر

یوسف شاہ مذہبی معاملات میں بڑے فیاض اور روشن ضمیر تھے۔ وہ علماء و فضلاء اور بزرگانِ دین کا بہت زیادہ تعظیم و احترام کرتے تھے۔ حسن کہتے ہیں کہ

"یوسف شاہ در استفادۂ مزارات اولیاء، وصحبتِ مشائخ و بزرگان مستفید می شد۔ و در خدمتِ حضرت بابا ہردی ریشی برہنہ پامی رفت" [۱۸۷]

یعنی یوسف شاہ اولیاء کے مقبروں کی زیارت کرتے تھے۔ اور مشائخ و بزرگان کی خدمت میں حاضر ہو کر فائدہ اٹھاتے تھے۔ حضرت بابا ہری ریشی کی خدمت میں احتراماً پیادہ حاضر

ہوتے تھے۔

یوسف شاہ حضرت شیخ حمزہ مخدوم کو بھی عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ انھوں نے ان کے آستانۂ شریفہ کی تولیت کے لیے اپنے فرمان کے ذریعہ سے شیخ علی کو متولی مقرر کیا تھا۔ فرمان شاہی ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ء میں بادشاہ کے دستخط اور مہر کے ساتھ جاری کیا گیا تھا۔ یہ نادر و نایاب دستاویز عدالتِ عالیہ سری نگر کی گولڈن جبلی کی نمائش میں عوام کی دلچسپی کے لیے یکم جون ۱۹۷۸ء کو رکھی گئی تھی۔ یوسف شاہ کے دل میں مخدوم صاحب کا جو جذبۂ خلوص وعقیدت کارفرما تھا اس کا اندازہ اس فرمان سے بآسانی ہوگا۔ فرمان سے ان لوگوں کے خیالات کی تردید بھی ہوتی ہے جو سلاطینِ چک کو بدنام کرنے کے لیے پروپگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ وہ بزرگانِ دین کا احترام نہیں کرتے تھے۔ ذیل میں اس فرمان کی نقل درج کی جاتی ہے۔

باسمہٖ سبحانہٗ

فرمان نصیر الدین محمد یوسف

سادات کرام ومشائخ عظام وعلمائے نیکونام وتقضاتِ ذوی الاحترام وجمہور انام واہالی وموالی من الخواص والعوام بدانند کہ دریں وقت فرمان جہان مطاع خورشید شعاع از مکمن عواطف خاصتانی شرف نفاذ وعز صدار یافت کہ امر تولیّتِ مقبرہ ومنزل گہ شریف قدوۃ المحققین زبدۃ المتورعین عمدۃ الفضلاء والکبرا۔۔۔۔۔ والاتقیاء کمال الحق والدین حضرت شیخ حمزہ مرحوم ومغفور بادشاہ پناہ وہدایت دستگاہ فضائل مآب کمالِ انتساب نظام الدین بندگی شیخ علی۔۔۔۔ شیخ مرحوم مفوض وارزانی فرمودیم وزمین وکتب وباغات وعمارات واشجار وغیرذالک کہ تعلق بمقام قلاشس بورہ داشتہ باشد بلا مشارکت احدی از سائر خلفاء ومریدان بتخصیص موصی لہٗ آنحضرت مرحوم واز مجاوران ومتوطنان وسکنۂ آں مزار بمقام مذکور بآں متولی مشارٌالیہ مقرر ومسلم نمودیم۔ وکسے را نمی رسد کہ بلا اجازتِ ولی ورخصتِ بندگی شیخ مذکور دراں مزار متبرکہ دخلے وتصرّف نماید داندک زمین جہتِ قبرکردن بہ کسے حوالہ کند وآنچہ از نذور وہدایا وتحف وفتوحاتِ مریدان ومعتقدانِ مخلصین بداں مزارات بابرکت

ارسال نمایند به معرفت متولی موحی الیه میاں مجاوراں واہل عدم از مجاوراں و مریداں و امام و موذن و آب کش و آشپز و جاروب کش وغیرہم تعیم نمایند واحدی از مذکورین از سخن صواب دیداو کہ موافق شریعت غرا بودہ باشد بوجہ من الوجوہ تمرد و خلافِ عدول و انحراف جائز نداند، سبیل حکام و دیوانیاں و عمال حال و استقبال بدانند۔ کہ مزار و مقام بموجب نوشتہ زیور تصرف متولی مشارالیہ وگذاشتہ۔ اصلا پیرامون نہ گردند و از کل تکالیف و حوالات سلطانی و تغیر و وجوہات دیوانی و مرفوع القلم دانستہ۔ ہر سال ۔ ۔ ۔ ۔ پروانہ طلب ندانند۔ سنہ ۹۹۰ ہجری ۹۸۱ھ



یوسف شاہ قاضی موسیٰ کا بھی ادب اور لحاظ کرتے تھے۔ اس بارے میں دو مثالیں ملتی ہیں۔ ایک یہ کہ جب کہ یوسف شاہ نے فرمان جاری کیا کہ کوئی بھی شخص ابدال خان کی میت نہ اٹھائے۔ قاضی موسیٰ نے بادشاہ وقت کے حکم کی صریحاً خلاف ورزی کی اور میدان جنگ سے ابدال خان کی میت اٹھا کر اُسے دفن کیا۔ یوسف شاہ نے اس سنگین خلاف ورزی پر قاضی سے سوال وجواب نہیں کیا۔ ایک اور موقع پر لوہر خان نے سازش کر کے یوسف شاہ کا تختہ الٹنے کے لیے بغاوت کی تھی۔ بادشاہ نے لوہر خان کی گرفتاری کا حکم جاری کیا۔ تلاش و تفحص کرنے کے بعد وہ قاضی موسیٰ کے گھر میں پکڑے گئے۔ یوسف شاہ کی رواداری اور حسن سلوک دیکھیے کہ انھوں نے اس موقع پر بھی قاضی کو درگذر کیا۔ حالانکہ وہ اخلاقی اور آئینی طور پر انھیں بھی سزا دینے کا حق رکھتے تھے۔

یوسف شاہ اور بابا داؤد خاکی

یوسف علما اور فضلا کی نظر میں اعلیٰ سیرت و کردار کے مالک تھے۔ کشمیر کے ایک ممتاز عالم و فاضل اور بزرگ صوفی شاعر بابا داؤد خاکی ان کے حسن اخلاق، عدل و انصاف، شعر و شاعری، علما پروری اور فنون لطیفہ کے کمالات سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔ چنانچہ

فرماتے ہیں کہ:۔

"یوسف شاہ اللہ کے رسولؐ، آلِ رسولؐ اور اصحاب کے عاشق ہیں۔ گھر میں نماز جماعت کی امامت خود ہی انجام دیتے ہیں۔ بعد نماز قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ شعر گوئی، صرف و نحو، صنفِ معمّا، علم تصوف، فنِ خوشنویسی لغات فارسی اور سخن فہمی میں بے نظیر ہیں۔ فنِ موسیقی میں مقامِ حسینی و غزال کو نقطۂ عروج تک پہونچایا ہے۔ وہ لوگوں سے جبراً غلہ وصول کرنے کے خلاف ہیں۔ اہل زہد و تقویٰ، قاضیان و مفتیانِ شہر اور خطیبانِ مساجد کے لیے یہ ضروری امر ہے کہ وہ برسرِ منبر درود و وظائف کے بعد ان کے حق میں دعا کریں۔ لوگ انھیں ظلِ الٰہی سمجھتے ہیں۔ علاوہ ان اوصاف کے وہ شہسواری اور تیر اندازی میں بھی بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ ان کی تیراندازی کا یہ عالم ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر عین نشانے پر تیر مارتے ہیں۔"

بابا داؤد خاکی نے یوسف شاہ کے یہ اوصاف حمیدہ "قصیدہ غسلیۂ یوسف شاہی" میں بیان کیے ہیں۔ یہ قصیدہ یوسف شاہ کے عہد حکومت میں ۹۸۸ھ ہجری مطابق ۱۵۸۰ء میں تصنیف کیا گیا تھا۔ قصیدہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اس کا ایک نسخہ بخط مصنف مکتوبہ ۹۹۳ھ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کو دستیاب ہوا تھا وہ قصیدے کے بارے میں اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ

"راقم الحروف گوید۔ در ایام تحریر ایں اوراق، ورقے چند بخط شریف حضرت بابا داؤد بدست آمد۔ چوں تحریر آں مناسب حال ست۔ دریں رسالہ نقلِ آں مرقوم می شود۔ ایں است:۔

"ایں ذکر بیت مشتمل بر آنکہ در سال نہصد و نود و سیوم (۹۹۳ھ) در دور مبارک سلطنت سلطان محمد یوسف اسعدہ تعالیٰ در قریہ بلدۂ کشمیر........"[۱۸۹]

قصیدۂ غسلیہ کے دو مخطوطات حیرت کشمیری اور مہجور کشمیری کے کتاب خانوں میں محفوظ ہیں۔

راقم نے جس نسخے سے استفادہ کیا وہ محکمۂ ریسرچ سری نگر میں زیر نمبر ۱۹۱۴ موجود ہے۔ اس کے اختتام پر پروفیسر حسن شاہ ڈائرکٹر لائبریز ریسرچ اینڈ میوزیم نے مورخہ ۴ اپریل ۱۹۶۳ء کو اپنے دستخط اور مہر کے ساتھ درج ذیل عبارت لکھی ہے۔

"اصل ہذا مملوکہ پیرزادہ محمد امین ابنِ مہجور سے مقابلہ کر کے تعلیق وتسوید درست پائی گئی ہے۔ نقل ہذا محکمہ ریسرچ کی نقل ہے"

بابا داؤد خاکی کا اپنے ہاتھ سے "در دورِ مبارکِ سلطنتِ سلطان محمد یوسف اسعدہٗ تعالیٰ" لکھنا ہی اس بات کا بڑا ثبوت ہے کہ یوسف شاہ اپنے عہدِ حکومت میں علما اور بزرگانِ دین کی نظروں میں صاحبِ عزت وتوقیر اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ قصیدے میں یوسف شاہ کے صاحبزادوں شہزادہ یعقوب اور شہزادہ ابراہیم کی تعریفیں بھی کی گئی ہیں۔ قصیدہ کی تمہید الفاظ ذیل سے شروع ہوتی ہے:۔

"ملاحظۂ حق محبت واخلاص واحسانِ سلطان وقت و پادشاہِ جوان مرد جوان بخت، محبِ علم وعلما و معتقدِ زہاد و صلحا، نصیر الدین محمد یوسف شاہ غازی سلمہ اللہ واصلح شانہ باعثِ آں شد کہ بتقریب آنکہ ایں رسالۂ غسلیۂ نادرہ چوں بدر بہمایوں و وقتِ میمون او درخیال ایں داعی افتادہ و بزودی باتمام رسیدہ، خطاب او "غسلیۂ یوسف شاہی" کردہ آمد تا بدیں تقریب نامِ نیک انجام واسم سعادت فرجام او تا دیرگاہ ماند۔ و چوں قرین و مُدرجِ رسالۂ دینیہ باشد در اطراف عالم بر السنۂ دینداراں وصالحانِ باذکر و دعا و اوصاف پسندیدہ جویاں یابد و برکاتِ آں شاملِ احوالِ دو جہانیِ ایں پادشاہِ سعادت دستگاہ باشد۔ و بہ مناسبتِ ذکرِ بعضے اوصاف پادشاہ مذکور بعضے نصائح کہ مناسب پادشاہ و حکام و امرا باشد۔ اشارتے رفتہ تا شاید کہ حضرت پادشاہ و بعضے فرزندان سعادتمند و امرائے سعدا او وغیرہم در اثنائے مطالعۂ ایں رسالہ بر آں واقف شوند و بقدرِ استطاعت در عمل آرند و بہ سعادتِ دینی و دنیوی بہرہ مند شوند۔ واللہ الموفق"

اس کے بعد یوسف شاہ کی مدح میں ۶۰ شعر ہیں۔ آخری شعر میں سالِ تصنیف ۹۸۸ھ درج ہے۔ اس کے بعد بطورِ "التماس" درج ذیل عبارت لکھی ہے:۔

"ازمطالعہ کنندگان با انصاف آنکہ چوں غرضِ اصلی ایں داعی ہمیں تنظیم بعضے روایات بودہ۔ معلوم است کہ گنجائیدنِ معنی آیات و احادیث و نقول در نظم یک قصیدہ خالی از عسرتے نبود۔ پس اگر از ممرّ تکرار بعضے قوافی کہ در قصائد جائز داشتنند یا از رگیز رعدم سلامتِ بعضے الفاظ یا سببے دیگر دریں منظوم قصورے بنیند۔ اگر توانند تعلم اصلاح راست سازند۔ ولابد بذیل عفو بپوشند"

اس کے بعد رسالۂ غسلیہ کے ۱۵۲ شعر درج ہیں۔ تمہید چھ صفحوں پر مشتمل ہے۔ ابتدائی الفاظ یہ ہیں:۔

"ایں رسالہ ایست دربیان روایاتِ غسلہائے مفروضہ با ذکر بعضے فضائل و فرائض آن و غسلہائے مسنونہ غسلہائے مستحبہ و اغسال نقلیہ و روایات و نقول مشعر بآنکہ عبادتِ غسل از زمان حضرت آدم تا زمان پیغمبر ما مامور و مشروع بودہ است"

جو لوگ یوسف شاہ کے بارے میں محض کج فہمی اور کوتاہیِ مطالعہ کی بنا پر متعصبانہ رائے رکھتے ہیں ان کے لیے یہ قصیدہ تازیانۂ عبرت سے کم نہ ہوگا۔ قصیدہ کا ایک ایک لفظ یوسف شاہ کو ان نام نہاد الزامات سے بری الذمہ قرار دینے کا ضامن ہے۔

قصیدۂ غسلیہ میں کل ۲۱۲ شعر ہیں۔ ان میں جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے ۶۰ شعر یوسف شاہ کے لیے مخصوص ہیں۔ بقیہ اشعار میں فقہ سے متعلق بعض اہم مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ رسالے کے دیباچے میں مصنف کہتا ہے:۔

"ایں رسالہ ایست دربیانِ روایاتِ غسلہائے مفروضہ با ذکر بعضے فضائل و فرائض آں و غسلہائے مسنونہ غسلہائے مستحبہ و اغسال نقلیہ و روایات و نقول مشعر بآنکہ عبادتِ غسل از زمان حضرت آدم تا زمان پیغمبر ما مامور و مشروع بودہ است"

قصیدۂ غسلیہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بابا داؤد خاکی نے یوسف شاہ کی ذات کو اس قدر

مقدس سمجھتا تھا کہ انھوں نے ایک مذہبی رسالے میں ان کی مدح میں تعریف کرنا اپنے لیے ایک اہم فریضہ سمجھا۔ یوسف شاہ کی اہمیت اس سے بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بابا خاکی نے قصیدے کا نام ان ہی کے نام پر "غسلیہ یوسف شاہی" رکھا۔ بہرحال "غسلیۂ یوسف شاہی" "عیشِ یوسف شاہی" کی نمایاں تردید ہے۔ قصیدے کا ایک ایک شعر یوسف شاہ کے کردار و سیرت اور ان کے کمالات کا آئینہ دار ہے۔ اس لیے ان کی تعریف کے بھی اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدِ باریِ تعالیٰ

حمد پاک از جانِ ہر پاکے بپاک ذو الجلال ۔۔۔ آنکہ ہست او دوستدار طاہران جسم و بال
ہر درود پاک بر لوح رسولِؐ پاک ذات ۔۔۔ باد و بر اولاد و بر اصحاب او پاکی مآل
بعد ازاں از عبد حق داؤد خاکی گوش کن ۔۔۔ در بیانِ غسل ہا ایں خوش روایات مقال

اشارتے بتوجیہ تسمیۂ ایں رسالہ و نسبِ آں بپادشاہ زماں سلمہ اللہ عز و جل

نام ایں منظوم من غسلِ یوسف شاہی است ۔۔۔ چوں بہ فرح دورِ یوسف شاہ آمد در خیال
نامور شاہے کہ بار دیگر از لطف حقش ۔۔۔ گشتہ حاصل تخت و بخت و تاج و باج و ملک و مال
حاصلش گشتہ ز فضلِ حق بہ تقسیم ازل ۔۔۔ سیرت و صورت مزین با نکوئی و جمال
دوستدار مصطفیٰؐ و اہلبیتؑ و صحب اوست ۔۔۔ مذہب مقبول دارد ایں شہ نیکو خصال
زانکہ با اخلاص گفتار مسلمان و مومنم ۔۔۔ نیز بیزارم بدل از بدعت و کفر و ضلال
طالب علم و شریعت ہست خوانان کتب ۔۔۔ از مسائل عالماں را می کند اکثر سوال
بشنود از عالمانِ معنیِ تفسیر و حدیث ۔۔۔ فکر و دخلے می تواند کردن اندر ما یقال
در جماعت خانہ وقتے خود امامت می کند ۔۔۔ سورہ خواند گہہ قصار اگہہ ز اوساط و طوال
بہرۂ دارد ز علم اصطلاح صرفیاں ۔۔۔ می شناسد وزن و حرف افتعال و انفعال
ہم ز حرف و نحویاں نوعے خبری دارد او ۔۔۔ می تواند فہم کردن حد استثنا و حال
تیز فہمی و سوادے دارد اندر نظم و شعر ۔۔۔ وز معما داند استخراج اعمال و مثال
خواہش علم تصوف نیز در دل دارد او ۔۔۔ فہم از قول مجازی رمزہائے اہلِ حال

بر لغت ہا واقفست و در ہنرہا ذو فنون　　حسن خطّے نیز دارد ایں شہِ نیکو خصال
اہلِ حرفت و سخندان با شناسیِ شعر　　طبعِ موزوں نیز دارد ایں شہِ فرخندہ حال
در زمینِ نیکو بداند گفتنِ موزوں نمود　　با زبانِ ہندی گوید ثنائے ذو الجلال
علمِ موسیقی رسانیدہ بحدِّ انتہا　　ہر مقالے نیک داند چوں حسینی و غزال
ہست شاہے نرم، خوش شیریں زبان و بردبار　　باز در فہم و فطانت بے نظیر و لامثال
ہیبت و فرمانروائی نیک دارد ہر طرف　　ظالماں از ہیبتش ہستند اندر اہتیال
عاملاں را حکم کرد از بہرِ او قانونِ قدیم　　تا نہ گیرند از کسے مقدار ایشان و جوال
مستحقانانِ جدیدی را تفحص کردہ نو　　ونقد کردہ دادہ بعضے را ز بینے منطال
قاضیان و مفتیان را بہرِ عدلِ خلق ماند　　تا کسے ظلمے نہ خواہد کرد بر یک بیوہ زال
از پے تادیب اہلِ معصیت در شہر دہ　　ماند جمعِ محتسب با دُرّہ چرم ددوال
جمعے از زہاد و مرتاض از حقِ احسانِ او　　در دعائیش بعد وردِ خویش دارند اشتغال
ایں خطیبانِ مساجد ہم دعائے خیرِ او　　بر سرِ منبر ہمی گویند بے ہیچ احتمال
ہم دریں شہرش مدرسہاست در ہر گوشۂ　　از پئے تعلیم در محظور و مکروہ و حلال
با وجودِ آں پے تقصیرہائے نفسِ خویش　　خواہد از عفوِ غفورِ مذنبان حب سجال
شاہ زر بخشے کہ خلقے را عطاہا می دہد　　غازی کو کردہ با اعدایش بنفسِ خود قتال
بر خدا کردہ توکل تاخت بر خیلِ عدو　　آمد از غیبش مدد از لطفِ حق در اقتتال
شد ز فضلِ بارئش نصرٌ من اللہ حاصلش　　گفتہ بسم اللہ چو دادہ تیغِ خود را انسلال
خصمِ مدبر را سر و گردن جدا کرد از تنش　　بر سر و گردن اگرچہ داشت محکم خود و حال
شہسوارے آنچناں کہ ہر طرف دہ دہ کند　　چوں سواری می کند با تازی زینندہ بال
چوں بہ ہندوستان دواں بر اسپ تیر انداختہ　　مردم آنجا شدہ در وصفِ او حیران و لال
بازداران قدیم از صنعتش حیراں شود　　چوں کند ارسال سوئے مرغ باز تیز بال
بر دعا کن اکتفا اے دل چو اندر مدحِ شاہ　　ہست در نظمِ قصیدہ نطق را طبق محال
یا رب ایں شہ را ز فضلِ خویشتن انعام کن　　صحتِ ایمان و تن توفیقِ عدل و صلاح بال
لشکرِ او باد با فتح و ظفر چوں می دہند　　بر سرِ اعدائے دیں شمشیرِ خود را انسلال

بارِ دیگر جملگی اولادِ ہم احفادِ او — نیک بختاں ودتراد از بخشش باری تعال
ہست اولادش کلاں مرزا لقب یعقوب خاں — آنکہ عقلِ کاملاں دارد بنو عہدی بسال
در دلیری و سخا ممتاز ازاں قرن آمدہ — شہرتے دارد بحسنِ صورت و خلق و خصال
دیگر ابراہیم میرزا نیک و خوش شہزادہ ایست — صاحبِ اقبال و جود و حشمت و جاہ جلال
در دعا فرضست بر مردم بقول مصطفےٰ — بہر ایاں یک دعا دیگر پے سلطان حال
ہر شہے در جہاں بر زیر دستاں عدل کرد — جا دہد فردا مرا در اعرش حق زیر ظلال
گفت پیغمبرؐ اگر سلطان بنا شد می خورند — یک دگر را مرد ماں پست حیت ترزیں خیال
ہر شہے کو نصرتِ حق جست باید کردنش — نصر دین حق بعدل و احسانش لامحال
مصطفےٰ گفتا کہ سلطاں در زمیں ظلِ خدا است — تا ستم دیدہ کند سوئے پناہش ارتحال
پادشہ را عدلِ مظلومے و دفع ظلم ازد — با ثواب حج ہا آید برابر در مثال
ہست مشہور اینکہ بعضے پادشاہاں یا فتند — باوجودِ سلطنت توفیق در کسب کمال
زانکہ در ترویجِ دیں بس عدل و کوشش کردہ اند — داشتندے نیز اندر طاعت و ذکر اشتغال
والیے کو ترک گیرد عدل و شفقت بر عوام — گویا او را خلیفہ ساختہ شیطان خصال
والئے کو مالِ بیت المال و حصولِ خراج — صرف حقداراں نہ سازد بے شکے بد نکال
بہتر ہر قوم دد دیگر سرور و سردار دہ — حکم شہ دارد کند ش از رعایایش سوال
نظم نقہ خوبش را داعی بنام شاہ خواند — تا بماند نامِ نیکش یادگار تا دیر سال
آنچناں کہ شعرِ سلماں شاہی سلطان اویس — ذکر یابد در جہاں با نیکنامی لایزال
آرے آرے ماندہ است از نظمِ فردوسی بہ دہر — ذکر شاہا نیکہ بودہ جنگی شاں پور زال
جز فسانہ خسرواں ار نہ ماند نیک کن — تا بماند نیک نامی از تو بعد از انتقال

بودہ از ہجرت گذشتہ ہنصد و ہشتاد و ہشت
بہر ایں تصنیف اگر خواہش کنی تاریخ سال

یوسف شاہ اور فنِ موسیقی

بابا داؤد خاکی کے زیرِ نظر قصیدے کو محض شاعری سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے یوسف شاہ میں جن فنون و کمالات اور اعلیٰ اوصاف کا مشاہدہ

کیا ہے ان کی ترجمانی اپنے کلام میں فرمائی۔ بابا کے بیان کی تائید و تصدیق کتب تواریخ سے بھی ہوتی ہے۔

یوسف شاہ کو علم موسیقی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اس فن میں انھیں تان سین پر فوقیت حاصل تھی۔ خود تان سین نے اس بات کا اعتراف کرکے یوسف شاہ کو اپنا استاد تسلیم کیا تھا۔ افسوس ہے کہ یوسف شاہ کا یہ فن بھی تعصب کی نذر ہوگیا ہے۔ بابا داؤد خاکی کا یہ شعر اظہار حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ

علم موسیقی رسانیدہ بحد انتہا
ہر مقامے نیک داند چوں حسینی و عزال

یعنی یوسف شاہ نے فن موسیقی کو نقطۂ کمال تک پہنچایا اور وہ موسیقی کے جملہ مقامات چہ حسینی و چہ عزال میں مہارت رکھتے تھے۔ ملک حیدر کہتے ہیں کہ

"در مجلس ساز و نغمہ کہ در فن موسیقی بے نظیر بود۔ پادشاہ (شہنشاہ اکبر) با او صحبت می داشت۔ چنانچہ یک مرتبہ نادر الزمان میاں تان سین کلاونت را کہ در یکے از مقامات غلط کردہ بود۔ یوسف شاہ تعلیم کرد و تان سین مذکور قبول داشت و چوں بادشاہ از صحبت او محظوظ بود" ۱۹۰؎

یعنی یوسف شاہ فن موسیقی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ شہنشاہ اکبر ان سے لطف اٹھاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ نادر زماں میاں تان سین نے کسی مقام پر غلطی کی۔ یوسف شاہ نے ان کی غلطی درست کی۔ تان سین نے اس غلطی کو دل سے تسلیم کیا۔ اکبر بادشاہ یوسف شاہ کی صحبت سے محظوظ ہوتے تھے۔ اس واقعہ کو ایک اور مورخ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

"روزے مطربے تان سین نام کہ در فن علم موسیقی یکتائے عالم بود۔ پیش اکبر بادشاہ بالائے طبقۂ ثانی کوشک طنبور یا ساز دیگر می نواخت و یوسف خان چک حاضر آمدہ۔ ما بین طبقۂ دوم ایستادہ، بعنوان امتحان اکبر بادشاہ از وے پرسید کہ ہنر نوازندہ چگونہ می یابی۔ جوابش داد کہ استادے بدل است۔ اما تار ساز او شکست خوردہ، پرداخت آں نمی کند۔ سازندہ در تفحص افتادہ۔ تار درونی ساز را شکستہ دیدہ بادشاہ، حضار مجلس و نغمہ سنجان ضرب المثل از رسائی طبیعت او حساب بر داشتند" ۱۹۱؎

یعنی ایک دن تان سین جو فنِ موسیقی میں یکتائے روزگار تھے۔ اکبر بادشاہ کی موجودگی میں محل کے طبقۂ ثانی کے بالائی حصّے میں طنبورہ یا اور کوئی ساز بجا رہے تھے۔ یوسف شاہ بھی طبقۂ دوم میں دُور سے کھڑے ہو کر مشاہدہ کر رہے تھے۔ شہنشاہ نے امتحان کے طور پر ان سے دریافت کیا کہ تان سین ساز کیسا بجا رہے ہیں۔ یوسف شاہ نے جواب دیا کہ استاد بے نظیر ہیں لیکن ساز کا ایک تار ٹوٹا ہوا ہے۔ اس لیے ٹھیک نہیں بجتا ہے۔ تان سین نے ساز کی طرف بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کا اندرونی تار واقعی شکستہ تھا۔ اس پر بادشاہ، حاضرینِ مجلس اور بے مثال نغمہ پردازوں نے یوسف شاہ کی استادی کو تسلیم کیا۔

نوادر الاخبار میں فنِ موسیقی کے سلسلہ میں یوسف شاہ کے درک کے بارے میں درج ہے کہ

"روزے اکبر بادشاہ بہ سیر و شکار رفتہ، یوسف خان چک را در رکابِ سعادت ہمراہ گرفتہ۔ ہنگام تنگ و دو شکار کار بازاں و نہایتِ گرمیِ آفتاب در شکارگاہِ یوسف خان چک جامہ و کلاہِ بارانی پوشیدہ۔ لمحہ نہ گذشت کہ باراں از آسماں رو آوردہ۔ اکبر بادشاہ وجہِ دریافتِ تقاطرِ بارش از و استفسار فرمودہ۔ عرض کرد کہ صدائے غوک موافقِ آہنگ راہیتا شنیدم کو پیداوار بارانِ خواہد بارید۔ تمام لشکریاں از قوتِ نغمہ فہمی او حیرت دانستہ افزودہ" ۱۹۲ء

ج۔ تان سین۔ اصلی نام تان سینا یا ٹونا سانٹا تھا۔ کہتے ہیں کہ ان کی پیدائش اٹلی میں ہوئی تھی۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ پرورش کشمیر میں ہوئی۔ شاید کشمیر ہی میں پیدا ہوئے ہوں۔ ۹۷۵ھ میں وہ کشمیر سے لاہور میں آئے۔ وہاں سے ۱۸ سال کی عمر میں دہلی چلے گئے۔ یہاں ایک بزرگ ملّا سلامت کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ یکم رمضان ۹۹۰ ہجری کو پشاور بھاگ گئے۔ لیکن سرکاری آدمی دونوں کو دہلی سے پکڑ لائے۔ ملّا سلامت کے مرنے کے بعد وہ دہلی سے آگرہ چلے گئے۔ یہاں چھ ماہ ٹھہر کر بہار اور بنگالہ کی طرف چلے گئے اور داؤد شاہ کے دربار میں ملازم ہو گئے۔ داؤد کی سلطنت کے بعد وہ آگرہ کو لوٹ آئے اور چند ہی دن میں دربارِ اکبری میں باریاب ہوئے۔ تان سین کا انتقال ۱۰۰۰ ہجری میں ہوا۔ (منتخب التواریخ بدایونی ص۴۲ (اردو ترجمہ)

یعنی ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت شہنشاہ اکبر سیر و شکار کے لیے یوسف شاہ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ اس وقت شدت کی گرمی پڑ رہی تھی۔ شکار گاہ میں یوسف شاہ نے برساتی اور ٹوپی پہن لی۔ ابھی ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ بارش ہونے لگی۔ اکبر نے یوسف شاہ سے بارش کی وجہ پوچھی۔ جواب دیا کہ مینڈک کی آواز میرے کانوں میں مقام نوا کے موافق سنائی دی۔ اس آواز کی تاثیر سے میں سمجھا کہ بارش ہوگی۔ لشکر کے تمام لوگ جو اس موقعہ پر شہنشاہ کے ہمرکاب تھے یوسف شاہ کی قوت نغمہ فہمی سے ہکا بکا رہ گئے۔

صاحب نوادر الاخبار نے یوسف شاہ کے کمال فن موسیقی کے کئی عجیب و غریب واقعات کا انکشاف کیا ہے۔ ایک واقعہ اس محفل سرود کا ہے جو اکبر بادشاہ نے یوسف شاہ کے ذریعہ منعقد کرائی تھی۔ اس میں بہت سے نغمہ پرداز، تماشہ بین اور حوریان رقص کناں و پائے کوباں زرق برق لباس پہن کر جلوہ گر ہوئی تھیں۔ تمام اہل مجلس نے یک زبان ہوکر کہا کہ یوسف شاہ جیسا عیاش دنیا میں کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خلافت پناہ نے تان سین اور یوسف شاہ کو حکم دیا کہ وہ دونوں صاحبان کمال ایک محفل موسیقی میں اپنے اپنے فن کے جوہر دکھا دیں۔ تان سین نے دلچسپی کے لیے ایسا درد بھرا اور پرتاثیر نغمہ الاپا کہ جنگلی جانور افتاں و خیزاں نغمہ سے متاثر ہوکر ارد گرد جمع ہوئے اور مبہوت سا ہوکر نغمہ سننے لگے۔ تان سین نے موتیوں کا ہار ایک ہرن کے بچے کی گردن میں آراستہ کیا اور پھر دوسرے مقام یعنی راگ پر نغمے کو الاپا۔ اس کی آواز سے جنگلی جانور ایسے لطف اندوز ہوئے کہ وہ عادت کے موافق دشت و بیاباں سے رُخ کر کے تان سین کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ پھر اپنے مدمقابل یوسف شاہ سے کہا کہ ہار ہرن کے بچے کی گردن سے نکالیں اور اپنے فن کا مظاہرہ کر کے جانوروں کو اپنی نغمہ سرائی کی طرف متوجہ کریں۔ یوسف شاہ نے ہرن کے بچے سے ہار نکالا۔ اور اُسے پھر تان سین کی گردن میں پہنایا۔ اس کے بعد یوسف شاہ نے ایک ایسا نغمۂ جانگداز ساز پر چھیڑا کہ اس کی آواز کے اثر سے پتھر نرم ہوکر پانی ہو گیا۔ اور پھر اس پر اپنا ساز پھینک دیا۔ ساز پانی میں مل کر پتھر ہوگیا۔ اس کے بعد تان سین سے کہا کہ اب آپ پتھر سے میرے ساز کو نکال کر اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔ تان سین نے عاجزی سے کہا کہ مجھے یہ کمال حاصل نہیں ہے کہ اپنے نغمے کے جادو سے آپ کے ساز کو پتھر کے پیٹ

سے باہر نکالوں، یوسف شاہ نے یہ جواب سنتے ہی اپنی لحنِ داؤدی سے ساز کو پتھر کے پیٹ سے ایسے ہی نکالا جس طرح بھیڑیں چھتے سے بھنبھناتی ہوئی فوراً نکل پڑتی ہیں۔

صاحب نوادر الاخبار کی باتوں میں مبالغہ آرائی نظر آتی ہے۔ اس طرح کی باتیں قلم بیجھ بادرا میں تان سین کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ چونکہ یہ باتیں ایک ایسے مؤرخ کی تاریخ میں درج ہیں جو یوسف شاہ اور دوسرے چک بادشاہوں کے بارے میں حقیقت پسندی سے کام نہیں لیتا ہے۔ یہ باتیں ایک دوسری تاریخ گوھر عالم میں بھی موجود ہیں۔ دونوں کتابیں نایاب اور غیر مطبوعہ ہیں۔ اس لئے ذیل میں یوسف شاہ کے فن موسیقی کے واقعات درج کیے جاتے ہیں:-

" روزے حسب الامر اکبر بادشاہ جمی از مقربان درگاہ او بیش یوسف خان چک تشریف بردند۔ و برطبق استدعائے جماعۂ مذکور یوسف خان چک در یک نشیمنے غیر مختلف الالوان بارتفاع یک وجب بالائے فرش عنبر جا کردہ مطربان شیریں ہنر و رقاصان پری پیکر از ہمراہیان خویش طلبیدہ۔ مطربان را برکنار فرش عنبر جا دادہ۔ رقاصان را میان طاقہائے چار دیوار نشیمن زیر پردہ ہا پنہاں نشانیدہ۔ بعد آرائش مجلس مہمانانِ تماشابین را در محفل پیشِ خود خواندہ۔ مطربان بحکم او نغمہ آراستند۔ ہمیں کہ آہنگ چنگ و عود و نوائے رود سرود درہم آمیخت رقاصانِ پری پیکر از زیر پردہ ہائے مزین و مکلل بیرون دویدہ۔ پائے کوبان بر فرشِ عبیر استبرق و یاقوت دگہر رنگ برقص درآوردند۔ واز کبرو باد دامن بکالے (کذا) آں ماہ رویان کرد و غبار عبیر گوناں گوں برخاستہ مثال ستارہ ہائے زنگار رنگ بر رخسارہائے افروختہ۔ ایشان جا بجا نشستہ ساعتِ محفل رشک فرمائے گلشنِ فرادیس گردیدہ۔ بزم نشینان را از کمالِ تعجب و تحیر گماں شد کہ طلسم بکار بردہ۔ چنیں عجیبہ را در چشم مشاہدۂ اہل مجلس جلوہ گر ساختہ۔ کیفیتِ صحبت سراسر بہ بہشت پیشِ اکبر بادشاہ اظہار نمودہ۔ گفتند کہ عیاش مثلِ یوسف خان چک اغلب کہ در عالم بوجود نیامدہ باشد"

روزے بادشاہ تان سین قوال را کہ بعد از افلاطون در کمالاتِ فن علمِ موسیقی دم می زد۔ با یوسف خان چک در مجلسِ یک جا کردہ۔ ہر دو صاحب کمال

رافرمود کہ نہایت کمالاتِ نغمہ آرائی و غایتِ تاثیر آہنگ پردازی با ٓئین
شائستہ از ہر جہت بازنمایند۔ ہر دو تنِ مدعیانہ باہم دیگر در اظہار کمالاتِ فنونِ
خود ہا کوشیدند و قوال افلاطون بر یوسف خان چک در ہیچ شعبہ اصلاً مطلقاً
نگرفتہ ۔ از راہ دل بستگی نغمۂ رقت آمیز و موثر القلوب بروئے کار آوردہ۔
وحوش دشتی باثر آہنگ قوال افتان وخیزان از ہر سو دویدہ۔ در گرد او
باستماع آواز نغمہ اش مبہوت و معدوم الحرکت جاگزیدہ ۔ قوال مذکور
مروارید گلوئے خویش در گردن آہو بچۂ وحشی پیراستہ، نوائے نغمہ بمقام
دیگر برگردانیدہ ۔ فی الفور وحوش بعادت وحشتِ ذاتی خویش در پیرامون
قوال جانب دشت و بیابان رو نہادہ ۔ بعد آمیختن وحشیان قوال یوسف
خان چک را گفت کہ زیور مروارید من از آہو بچۂ وحشی باز آر و کمال فن خود
را روشن ساز ۔ وحشیان مذکور بہ مجرد استماع استدعائے قوال در آہنگ
نغمہ پرداختہ بدستور حال مستدعی مزبور وحوش را در مجلس حاضر ساختہ ۔ زیور
مروارید از آہو بچۂ وحشی در ربودہ برگردنِ قوال آویختہ ۔ پس از آں خانِ
مسطور متصل او از نغمۂ جانگداز آراستہ بتاثیر نوائے او سنگ مانند آب و
آلت ساز در بطن سنگ ناپدید گشتہ و گفت کہ آلت ساز من از بطن سنگ
بیروں کن خود را انشو و نما بخش ۔ قوال در آں امرش در زیدہ ۔ بکمال عجز و فروتنی
بر زباں راند ۔ ہنر بدیں درجہ نہ دارم کہ در بطن سنگ بزور آہنگ بر آرم۔
یوسف خان چک باستماع جواب قوال فی الحال آواز از حلق نشاط آمیز
بر کشیدہ ۔ بتاثیر الحان شیریں او لات ساز از بطن سنگ مثل زنبور از
آشیانہ صدا کنان بے درنگ بیروں جہندہ ۔ قوال حلقہ بگوش وار پایش
بوسیدہ و اکبر بادشاہ کتان از ہر چپ و چار بہ تحسین و آفرین او زبان کشادند۔

مصنف بہارستانِ شاہی یوسف شاہ کے مختلف علوم فنون کی مہارت کے بارے میں لکھتا
ہے کہ :۔

"یوسف شاہ بحلیۂ حسنِ بشرہ و صورت و بزیورِ جمال و سیرت آراستہ و پیراستہ

بود از علم موسیقی و اشعار ہندی وفارسی باقصی الغایت واقف و آگاہ بود،
چنانچہ در زمرۂ اہل شوق مخترعاتِ طبع لطیفش واشعار ہندی در ہند و
واشعار کشمیری واشعار فارسی او بر زبانِ فضلا و شعرا اشتہار تمام دارد"
ایک اور مورخ اپنی قلمی وغیر مطبوعہ کتاب میں کہتا ہے کہ :-
"یوسف شاہ در فن موسیقی مہارتے کامل و در حسن لہبہ ملاحتے شامل داشت۔
چوں قطعہ وغزلے تصنیف فرمودے فی الفور آں را ترانہ بستے و بہ مقامے
نشانیدے۔ نوعیکہ در عہد عشرت آثار او بہ ولایتِ کشمیر رواج علم موسیقی
پذیرفتہ۔ در زمانِ بادشاہان پیشین عشر عشیر آں نہ بود۔ اخبار نویساں آغاز
روداد عملِ او چناں در تصانیف مرقوم فرمودند۔"

یوسف شاہ اور کشمیری موسیقی

کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ یوسف شاہ نہ صرف بادشاہ ہی تھے بلکہ وہ علم موسیقی کے علاوہ فن شاعری میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ جب بھی شعر کہتے تھے تو اسی وقت اُسے راگ یا مقام (اصطلاح موسیقی میں راگ کو کہتے ہیں) میں ڈھالتے تھے۔ حکومت جموں وکشمیر کے محکمۂ ریسرچ کے کتاب خانے میں کشمیری مورخ پنڈت بیربل کاچرو کے والد پنڈت دیارام کاچرو تخلص خوش دل کا فن موسیقی میں ایک نایاب اور نادر مخطوطہ زیر نمبر ۱۲۲ محفوظ ہے۔ یہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے جو ۱۲۵۱ہجری مطابق ۱۸۳۳ء میں تصنیف کیا گیا تھا۔ خوشدل نے کتاب کے صفحہ ۱۶ میں یوسف شاہ کو کشمیری شاعری کی موسیقی کا موجد قرار دیا ہے اور درج ذیل مقامات ان کی طرف منسوب کیے ہیں۔

چارگاہ	عراق	حسینی	دوگاہ	نوا
بوقت صبح	چاشت	تاچاشت	دروسط روز	دروقت پیشین
رہادی ونوروزعجم	عزال	سہ گاہ مع زنگولہ		راست
بعدازاں	تاسہ پہر	شام		تایک پہر شب

تبریز واصفہان	مجاوات وعشیران	بیات ہا	نوا و رہادی
تا نصف شب	نصف شب	بعد ازاں	در نصف شب

یوسف شاہ کشمیری کے علاوہ ہندی میں بھی شعر کہتے تھے - اس کے علاوہ وہ ہندی موسیقی میں بھی صاحبِ کمال تھے - شفیق اورنگ آبادی نے ان کا ذکر تذکرۂ شعرائے فارسی میں کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

" در موسیقیِ ہندی خیلے ماہر بود و در نواختنِ مزامیر یدِطولیٰ داشت[۱۹۳] "

یوسف شاہ بحیثیت شاعر

یُوسف شاہ فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے - ان کے فارسی شعر علما ، و فضلا ، اور شعرا ، کی نوک زبان پر ہوتے تھے، وہ یوسف تخلص کرتے تھے اور شعر خوب کہتے تھے - افسوس ہے کہ ان کا کلام بھی ناقدردانی کی وجہ سے انہی کے ساتھ دفن ہوگیا ہے۔ یہ شعر دستیاب ہیں ؎

دلِ پر دردِ من جاناں، بسانِ غنچہ پر خون ہست
چہ بے رحمی نہ پرسیدی کہ احوالِ دلت چون است

بعیش کوش کہ تا چشم می زنی برہم
خزاں ہمیں رسد و نو بہار می گزرد[۱۹۵]

لیلیٰ جمازہ را بر مجنوں بخود نہ راند
زور کند جذبۂ معجز نمائے اوست[۱۹۶]

بریاد دو زلفِ بتِ کشمیر نژادے
شد تار سرو مار سراز گریہ دو چشم[۱۹۷]

مرد تمام آنکہ نہ گفت و بکرد
وانکہ بگوید بکند نیم مرد[۱۹۸]

وآنکہ نہ گوید و نہ کند زن بُود
نیم زنست آنکہ بگفت و نہ کرد

ایک مثنوی کے چند شعر یہ ہیں ؎

چنیں گفت مرد سخن آفریں — ز اخبار یوسف شہے دوربیں
چو تہدید ابدال بٹ شہ شنود — زبانے بیاں در جوابش کشود
تو بودی کشاورز آبائے من — کشاورز را کے سزد جائے من
بشمشیر ترکش ترا نیست کار — کشاورز را با دلیری چہ کار
چہ میگوئی اے گرگ ابدال لنگ — بہ ترسانی از آبِ دریا نہنگ
غضنفر بصد فر برآورد سر — حذر کن ز روباہ بازی گذر
تو در من چو نرم آتشیں دیدہٗ — کہ فولادِ خود را پسندیدہٗ
من اینک عناں باز پیچم ز راہ — کہ یا سر دہم یا ستانم کلاہ

ترا آنچہ بایست گفتم تمام
تو دانی دگر بعد ازیں والسلام [۱۹۹]

وفات

آخر کار جنتِ ارضی کشمیر کا یہ مظلوم بادشاہ، یوسف ثانی، بہادر سپاہی، ہر فن مولا، کانِ جود و سخا، محبوب علماء و فضلاء، حامی دینِ مصطفیٰ، غمگسار غرباء، چشم و چراغ رعایا، شاعر باکمال، فن موسیقی میں بے مثال، شہنشاہ خلافت پناہ، بادشاہ دولت قاہرہ اکبر اعظم کے دامِ فریب، ہوس ملک گیری اور عہد شکنی کا شکار ہو کر بہار جیسے دور دراز گرم علاقے میں ذی الحجہ ۱۰۰۰ ہجری مطابق ۶ ستمبر ۱۵۹۲ء کو منگل کے دن وقتِ چاشت بیمار ہوا۔ چھ دن کی مختصر علالت کے بعد ۱۴ ذی الحجہ ۱۰۰۰ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۵۹۲ء کو بدھ کی شب میں سہ گھڑی گزرنے کے بعد عالمِ بے کسی میں اس کا انتقال ہوا ؎

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

یوسف شاہ کی میت کشمیر کے ایک جانباز سپاہی اور حریت آزادی کشمیر کے حامی سید ابو المعالی بیہقی نے شاہانہ طور پر موضع جگرناتھ سے اٹھائی۔ روز غربا، مساکین اور حافظانِ قرآن

میں خیرات وعطیات اور کھانا تقسیم کرکے سوا دو مہینے کی لمبی مسافت طے کرکے ۲۳ ربیع الاول ۱۰۰۱ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۵۹۲ء کو یوم دوشنبہ وقت نماز پیشین صوبہ بہار میں بسوک کے پرگنے میں سپرد خاک کیے گئے۔ دفن کرنے کی تاریخ یہ ہے ؎

"یوسف شاہ مرد فریاد"

۱۰۰۱ ہجری

ان کے مقبرے کے ارد گرد ایک بہت بڑا باغ اور کنواں پختہ اینٹوں سے تعمیر کیا گیا تھا۔[۲۰]

یعقوب شاہ

شہنشاہ اکبر کے توسیع پسندانہ اقدامات، بدعہدی اور یوسف شاہ کی گرفتاری کے بعد ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۶ء میں یعقوب شاہ تخت نشین ہوئے۔ "ظل اللہ" تاریخ جلوس ہے۔ انھوں نے ایک ناقابل اور بے اصول شخص علی ڈار کو عہدۂ وزارت پر مسلط کرکے بڑی غلطی کی۔ ان کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے ملک میں سازشیں زور پکڑنے لگیں۔[۲۱]

ان ہی ایام میں یعقوب شاہ اپنے فرزند کی کدخدائی کے لیے سری نگر سے ہال دالہ کے گاؤں گئے، جب رشتہ طے کرکے وہ اچھ بل پہنچے تو علی ڈار نے شمس چک کیواری، علم شیر ماگرے، میر حسین چاڈورہ اور دوسرے فسادیوں کے ساتھ سازباز کرکے علم بغاوت بلند کیا۔ باغیوں کا مطالبہ تھا کہ یعقوب شاہ تختِ سلطنت سے دستبردار ہوجائیں اور ان کی جگہ پر باغیوں کے سرگروہ شمس چک کیواری بیٹھیں۔ ان لوگوں نے سید حسین خان بیہقی اور شمس چک دونی کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تھی۔ بغاوت کی اطلاع موصول ہوتے ہی یعقوب شاہ نے محمد میر کو قید و بند سے آزاد کیا۔ اور پھر انہی کے ساتھ باغیوں سے قبل سری نگر پہنچے۔ یہ دیکھ کر شمس چک کیواری اور علی ڈار اپنے دوسرے حامیوں کے ساتھ ذالڈگر میں صف آرا ہوئے۔ یعقوب شاہ نے عیدگاہ میں اپنی فوج جمع کی۔ دونوں فریقین میں سات دن تک زبردست جنگ ہوتی رہی۔ ملک حیدر کہتے ہیں کہ :-

"آخر کار فضیلت پناہاں بابا خلیل و شیخ حسن مصلح شدند و قرار دادند کہ سمت کامراج از نہر سوپور گذشتہ تعلق بہ سرداران مذکور داشتہ باشد۔ و باقی در تصرف یعقوب خان۔ پس سرداران باتفاق بابا خلیل و شیخ حسن بطرف کامراج

کوچ کردند۔ درعرض راہ دہارہ ترٹھ شمس چک قتل باباخلیل و شیخ حسن نمود۔
ازیں معنی ملک محمد حسن اطلاع یافتہ مانع آمد و ایشاں را خلاص نمودہ رخصت
کرد۔ چوں مشار الیہما پیش یعقوب خان رسیدند۔ حقیقت بعرض او رسانیدند۔
یعقوب خان چوں نسبت ارادت بایشان داشت۔ ازیں امر شگفت آمدہ
تہیۂ محاربہ با سرداران مذکور نمود۔ و با دوازدہ ہزار سوار و بست ہزار پیادہ
سوار شد۔ و چوں بہ سوپور رسید ہنوز از نہر عبور نکردہ بود کہ سرداران
مسطور طاقت و مقاومت نیاوردہ فرار شدند"[۲۰۳]

یعنی آخرکار باباخلیل اللہ اور شیخ حسن زڈی بلی کی مصالحت سے فریقین میں طے پایا تھا کہ سوپور سے کامراج تک کا علاقہ باغیوں کے قبضے میں رہے گا۔ اس کے بعد شمس چک اور دوسرے باغی باباخلیل اور شیخ حسن کے ہمراہ سوپور کی طرف روانہ ہوئے۔ جب باغیوں نے "ہارہ ترٹھ" دریا کو عبور کیا تو شمس چک وغیرہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے لگے اور انھوں نے دونوں علماء کو قتل کرنا چاہا۔ جب اس کی اطلاع ملک حسین چاڈورہ کو ملی تو وہ ان کے اقدام قتل کے مانع ہوئے اور دونوں بزرگوں کو بحفاظت سری نگر پہنچایا۔ جب شیخ حسن اور باباخلیل نے سری نگر میں یعقوب شاہ کو اس صورتِ حال سے آگاہ کیا تو عقیدت مندی کے جذبے کے تحت وہ یہ سن کر حیران ہوگئے اور فوج گراں کے ساتھ شمس چک کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے۔ جونہی وہ سوپور پہنچے اور ابھی دریا کو عبور نہیں کیا تو باغی مقابلے کی تاب نہ لاکر فرار ہوئے۔[۲۰۴]

شکست کے بعد باغی گروہ تتر بتر ہوگیا۔ علم شیر ماگرے اور دوسرے باغی کھہامہ کی طرف دم دبا کر بھاگے۔ ملک حسین چاڈورہ نے موضع شمہال کا رخ کیا۔ علی ڈار نے برنقل کے ایک زمیندار کے گھر میں پناہ لی اور باغیوں کا سرغنہ شمس چک کیواری میر شمس الدین عراقی کی خانقاہ زڈی بل میں گرفتار کیے گئے۔ ان کی گرفتاری کے بعد باغیوں کا ایک گروہ اکبر بادشاہ کے پاس چلا گیا اور انھیں کشمیر فتح کرنے کی حمایت کا یقین دلایا تھا۔ تاریخ کے الفاظ یہ ہیں:۔

شمس چک در محلہ زڈی بل بخانۂ شیخ ابراہیم پنہاں شد۔ روز دیگر او
را دست بستہ پیش یعقوب خاں آوردند۔ و مقید داشت۔ و زمرۂ دیگر را
نیز دستگیر کردند۔ گروہے بخدمت پادشاہ آفاق بہ ہندوستان رفتند و

دربار معلی متعہد شدند۔ کہ کشمیر را بتصرف اولیائے دولت قاہرہ دہند۔
یعقوب خان بعد فراغ خاطر از گوشمال متعارضان محمد بٹ را محبوس داشتہ
با زہمان مذکورات سابق با قاضی موسیٰ آورد۔ بعد از قیل وقال بسیار قاضی
را بدرجہ شہادت فائز گردید" ۱۲۷

اعظم دیدہ مری کے مطابق باغیوں کی جماعت شمس چک کیواری کی قیادت میں یعقوب شاہ کے استیصال کے لیے کمربستہ تھی۔ یہ سبھی باغی قاضی موسیٰ کے معتقدین اور مخلصین تھے۔ انھوں نے اچھ بل میں یعقوب شاہ سے بغاوت کی تھی اور پھر وہاں سے بغاوت کا جھنڈا بلند کرکے پہاڑی راستوں سے ہیرہ پور پہنچ کر خیمہ زن ہوئے تھے۔ وہاں انھوں نے یعقوب شاہ کی اس لیے مذمت کی کہ انھوں نے یعنی یعقوب شاہ نے شہنشاہ اکبر کی فوج سے ڈٹ کر مقابلہ کرکے کشمیریوں کو رنجیدہ اور آزردہ کیا اب وہ قاضی موسیٰ پر لگائے گئے الزامات کی تحقیق کرنے لگے۔ باغی گروہ ہندوستان جاکر شہنشاہ اکبر کے پاس وفد کی صورت میں جانے کا عازم تھا لیکن ملک حسین چاڈورہ نے وہاں جانے سے باز رکھا۔ اور یہ سب آپس میں متفق الرائے ہوئے کہ یعقوب شاہ کے سری نگر پہنچنے سے پہلے ہی ہم ان کے تخت پر قبضہ کریں گے۔ یہ سن کر یعقوب شاہ نے نون پاک کے گاؤں پہنچ کر محمد بٹ کو قید خانے سے رہا کیا اور پھر ان کے ساتھ بغیر کسی تاخیر کے دشمن سے پہلے ہی سری نگر کی جائے سکونت نوہٹہ پہنچے۔ شمس چک دعیزہ مغرب کی طرف سے آئے۔ انھوں نے دریا کے تمام پل کاٹ دئے۔ اور لڑائی کے لیے صف آرا ہوئے۔ سات دن تک شب و روز گھمسان کی جنگ رہی۔ آخرکار بابا خلیل اور شیخ حسن کی مصالحت سے یہ طے پایا کہ سوپور اور کامراج شمس چک کو دیا جائے گا اور باقی تمام حصوں پر یعقوب شاہ بدستور متصرف و قابض رہیں گے۔ اس معاہدے کے تحت بابا خلیل اور شیخ حسن باغیوں کے ہمراہ سوپور کے لیے روانہ ہوئے۔ چونکہ یہ دونوں شیعہ تھے اس لیے شمس چک ان کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ چونکہ اعظم دیدہ مری نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ باغی گروہ کو قاضی موسیٰ کی حمایت حاصل تھی اس لیے کہ وہ لوگ ان کو اپنا مرشد سمجھتے تھے دوسرے یہ کہ بابا خلیل اور شیخ حسن شیعہ تھے اس لیے شمس چک کیواری ان کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ خواجہ اعظم نے ان کے قتل کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ دونوں باعثِ فتنہ تھے۔ کسی مورخ نے ان دو بزرگواروں کو فتنہ انگیز نہیں کہا

ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں ہمیشہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں باہمی مفاہمت اور میل جول سے رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر ان کی نیت میں کسی قسم کا شبہ ہوتا تو پھر وہ یعقوب شاہ اور شمس چک کپواری کے درمیان مصالحت نہیں کراتے اور سوپور وغیرہ شمس چک کو نہ دلواتے۔ بہر حال چونکہ خواجہ اعظم کا بیان یعقوب شاہ اور قاضی موسیٰ کے مُناقشے کے بارے میں نہایت ہی اہم اور معنی خیز ہے اس لیے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

" یعقوب شاہ ازبسکہ خدمتِ شریعت مرتبت کمالات منزلت قاضی موسیٰ ابدال خاں را بطور خود دفن کرد۔ واز یوسف شاہ نہ پرسیدہ بود۔ ثانیاً لوہر شاہ را در خانۂ ایشاں یافتند حالانکہ قاضی خبرے نہ داشت۔ بقصدِ انتقام با قاضی بحث مذہب درمیان آوردہ وخلاف رائے ارکان دولت خود نمود۔ با وجود آنکہ مذہب اہل تشیع تغیرا است۔ از راہ غرور و علانیتہً با قاضی بے ادبی نمود۔ مخلصا قاضی ہر ہمہ خصوصاً شمس چک کو پہ واری و ملک حسین چاڈورہ، علم شیر خان ماگرے وعلی ڈار وغیرہم سرداران کہ بر سرچشمہ اچھ بل با یعقوب شاہ رفتہ بودند۔ از آں جا راہ کوہستان گرفتہ در ہیرہ پور نزول فرمودند و بر یعقوب شاہ ملامت می نمودند۔ کہ ہمچو اکبر شاہی را بہ غضب آوردہ مردم شہر را ناراضی داشت۔ اکنون حرف مذہب با قاضی شہر درمیان می آرد۔ معہذا قاضی نرم وگرم سرسخن بستہ می داشت و یعقوب شاہ برخلاف آں پیش می آمد۔ جماعۂ مذکور قصد ہندوستان کردہ بودند۔ و ملک حسین مانع رفتن ہند آمدہ۔ مقرر کردند کہ زود رفتہ سری نگر خواہم گرفت و تا یعقوب شاہ برسد۔ تخت بدست خواہم آورد۔ یعقوب شاہ در موضع نون پاک بود کہ ایں خبر وحشت اثر شنود و محمد بٹ را از حبس خانہ برآوردہ مشورہ پرسید گفت لشکر زود بہ شہر نمی رسد کہ سری نگر را نگیرند۔ شاہ خود را بزودی تمام بہ سری نگر رسانید در نوہٹہ کہ جائے سکونتش بود فرد کش نمودہ۔ شمس چک وغیرہ جانب عزب آمدہ بودند۔ پہلا دیران ساختہ، مستعد جنگ استادند تا ہفت شبان روز مقابلہ ومقاتلہ بود۔ آخو بابا خلیل و شیخ حسن جدی بلی کہ ہر دو از پیران یعقوب شاہ بودند۔ درمیان آمدہ طرح صلح انداختند و قرار دادند

کہ از سوپور معہ کامراج تعلق بہ شمس چک وغیرہ باشد و باقی یعقوب شاہ
مسلم دارند - بریں قرار از سری نگر برآمدہ بوے سوپور رفتند و مردم ایں دو شیخ
اہل تشیع راکہ ہر مرتبہ باعث نفاق و فتنہ می شدند - می خواستند کہ بکشند - ملک
حسین چاڈورہ مانع آمدہ - کسان خود را ہمراہ دادہ ہر دو را بشہر فرستاد - چوں ہر
دو پیر سرگذشت خود بشاہ نوجوان بیان کردند یعقوب شاہ بغضب لشکر انبوہ
تعین نمود - شمس چک وغیرہ از راہ طمع سری نگر باز بشہر آمدہ "[۵۰]

اصل میں شمس چک کیواری کی بغاوت کے ذمہ دار قاضی موسیٰ تھے - وہ ہمیشہ سلاطین چک کی تباہی و بربادی کے لیے برسرِعمل رہتے تھے - جب شمس چک یعقوب شاہ کے تخت کے دعویدار ہوئے تو انھیں قاضی کی حمایت حاصل تھی - اس سے قبل حسین شاہ کے عہدِ حکومت میں ایک بڑے فتنہ و فساد کے مرتکب ہوئے تھے قتل یوسف میر کا فتویٰ جن لوگوں نے دیا تھا ان میں قاضی موسیٰ بھی شامل تھے - اور جب ملا زین الدین شافعی اور ملا عبدالغفور حنفی نے ملا فیروز اور ملا الماس کو اسلامی عدالت میں قصاص مقتول لینے کا فیصلہ سنایا تو قاضی موسیٰ فرار ہو کر روپوش ہوئے - بعد میں چند امرا کی سفارش سے ان کا قصور معاف کر دیا گیا - قاضی صاحب ابدال خان کی سازش میں بھی شریک تھے - ابدال خان یوسف شاہ کا تختۂ حکومت الٹ دینے کے لیے برسرِ جنگ تھے - قاضی موسیٰ فتنے کی آگ کو ہوا دینے کے لیے شاہی فرمان بھی ٹھکراتے تھے - اس کی مثال یوسف شاہ کے اس فرمان کی ہے جس کے تحت انھوں نے متنبہ کیا تھا کہ کوئی بھی شخص میدان جنگ سے ابدال خان کی لاش کو دفن نہ کرے - اسی زمانے میں جب لوہر خان نے باغی ہو کر یوسف شاہ کا تختہ الٹ دیا تھا تو ان کی پیٹھ پر بھی قاضی ہی سوار تھے - یہاں تک کہ انہی کے شریعت کدے سے وہ گرفتار کیے گئے تھے - ان واقعات کے بعد جب ۹۹۳ھ ہجری میں راجہ بھگوانداس نے پچاس ہزار مغلوں سے کشمیر پر حملہ کیا تو یعقوب شاہ نے ایک فرمان کے ذریعے سے دشمن کے خلاف خواجگان کشمیر سے ملک کی سالمیت اور اس کا دفاع مستحکم کرنے کے لیے سامان جنگ اور دوسرے ہتھیار حکومت کے حوالے کرنے کو کہا تھا - قاضی نے اس شاہی فرمان کو ٹھکرا کر لوگوں سے کہا کہ وہ ملک کے دفاع کے لیے بادشاہِ وقت کو اسلحہ نہ دیں - ان باتوں کے علاوہ مذہبی معاملات میں رخنہ ڈالنے کا الزام بھی ان پر عاید تھا[۵۱]

اوپر کی ان تاریخی شہادتوں کے پیش نظر ہر وہ انسان جو ذرا بھی حقیقت پسندی کا جذبہ رکھتا ہو یہی نتیجہ مرتب کر سکتا ہے کہ قاضی موسیٰ کسی وجہ سے سلاطین چک سے خوش نہ تھے اور وہ ہمیشہ ان کے خلاف دشمنوں کی پیٹھ ٹھونکتے تھے۔ ان حالات کی بنا پر کوئی بھی خود مختار اور ذمہ دار حکومت جس کو اپنی آزادی عزیز ہو کسی بھی شخص کی ان تخریبی کارروائیوں کو دیکھ کر ایک تماشائی کی طرح خاموش نہیں بیٹھ سکتی ہے۔ آخر کار یعقوب شاہ نے قاضی موسیٰ کو شمس چک کیواری کے ساتھ بغاوت میں ملوث ہونے کے ثبوت میں موت کی سزا دی تھی۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ یعقوب شاہ نے قاضی موسیٰ پر دباؤ ڈالا تھا کہ وہ علیؑ ولی اللہ کا نقرہ داخل اذان کریں۔ اس کی تائید بہارستان شاہی یا تاریخ ملک حیدر کے کسی مستند نسخے سے نہیں ہوتی ہے۔ محکمہ ریسرچ حکومت جموں و کشمیر کے کتاب خانے میں راقم الحروف نے ملک حیدر کے دو نسخوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان کا مخطوطہ نمبر ۳۹ اور ۵۶۸ ہے۔ ان میں سے اس نقرے کے بارے میں کچھ نہیں درج ہے۔ اس تاریخ کا ایک اور نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں بھی زیر نمبر ۵۸۸۶ محفوظ ہے۔ اس میں بھی اس امر کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ 'علیؑ ولی اللہ' کے کے بارے میں اعظم دیدہ مری کہتے ہیں کہ اس نقرے کے قول کی سچائی میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ لیکن شیعہ لوگ اس نقرے کو ایک بہانہ بنا کر ترویج مذہب کے خواہاں تھے۔ اس لیے قاضی موسیٰ نے انکار کیا تھا[۵۱]

جن حالات میں یعقوب شاہ کی حکومت قائم ہوئی تھی ان حالات کے پس منظر میں یہ کہنا درست نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب شاہ نے قاضی موسیٰ پر مذہب کی آڑ لے کر علیؑ ولی اللہ کے لیے کوئی دباؤ ڈالا ہوگا۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ شہنشاہ اکبر کے خیالات ان کے موافق نہیں تھے اور انھوں نے حسین شاہ کے زمانے میں ہی مرزا مقیم اور یعقوب میر کو آگرے میں بے گناہ قتل کر کے کشمیر میں بے پناہ مذہبی منافرت کا بیج بویا تھا۔ یعقوب شاہ یہ بھی جانتے تھے کہ اکبر بادشاہ ہمیشہ کسی نہ کسی بہانے سے کشمیر کو ہضم کرنا چاہتے تھے۔ ان حالات میں وہ کیسے لوگوں پر مذہبی دباؤ ڈالتے۔ جب کوئی بڑی طاقت کسی چھوٹی حکومت کا تختہ الٹ دینے کے درپے ہوتی ہے تو اس کے خلاف تمام تر سیاسی اور مذہبی ہتھکنڈے بروئے کار لائے جاتے ہیں۔ اور اس حکومت کو بدنام کرنے کے لیے غلط اور گمراہ کن پروپگنڈا کیا جاتا ہے۔ ان حربوں کا استعمال زمانہ قدیم ہی میں

نہیں ہوتا تھا بلکہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج کل کی متمدن دنیا میں بھی ہو رہا ہے۔ لہٰذا علیٔ ولی اللہ کا نعرہ یعقوب شاہ کی طرف سے داخل اذان کرانے کا الزام محض ایک افسانہ دکھائی دیتا ہے۔ بہارستان شاہی تمام کتب تواریخ میں ایک ایسی کتاب ہے جس کے مصنف نے ایک سچے وطن دوست اور حقیقت پسند مبصر کی طرح یوسف شاہ اور یعقوب شاہ کے زمانے کے حالات و واقعات کا عینی مشاہدہ کیا تھا۔ وہ اور مورخین کی طرح مغلوں کا وظیفہ خوار یا اور کسی دربار سے منسلک نہیں تھا۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ بہرحال قاضی موسیٰ اتنے باثر اور صاحب رسوخ تھے کہ حسین شاہ اور یوسف شاہ ان کے ساتھ رواداری سے پیش آتے تھے اور مختلف سازشوں میں ملوث ہونے کے باوجود ان کا بال بیکا نہیں کر سکے۔ بہارستان شاہی نے یعقوب شاہ کی کھل کر تنقید کی ہے کہ انھوں نے اپنے مشیروں اور مدبّروں کی مخالفت کے باوجود قاضی موسیٰ کو قتل کر کے غیر دانشمندی کا ثبوت دیا اور اس طرح قتل موسیٰ زوال حکومت یعقوب شاہی ثابت ہو گیا۔[۲۰۷] اس واقعہ کے بعد یعقوب شاہ نے محمد بٹ کو وزارت کے عہدہ سے برطرف کر کے قید کیا اور ان کی جگہ نازک بٹ کو مقرر کیا۔ اس تبدیلی سے سپاہیوں اور سرداروں کو فتنے کی دیا سلائی ہاتھ آئی اور وہ بادشاہ کے خلاف برسرِ عمل رہے۔[۲۰۸]

مُعاہدۂ الحاق

تاریخ سے ثابت ہے کہ بعض کشمیری امرا سلاطین چک کے خلاف محض اپنے ذاتی اقتدار کے لیے ہمیشہ مغلوں کے ساتھ سازش کر کے ان کا تختہ الٹ دینے کی فکر میں رہتے تھے لیکن ان کی یہ سازشیں کبھی کامیاب نہیں ہوئیں۔ کشمیریوں نے ملک کی حفاظت کے لیے بابر، ہمایوں اور مرزا حیدر کاشغری کو شکست فاش دی تھی اور مغلوں کے سروں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر منارے مرتب کرتے تھے۔ اکبر کو جب یہ شکستیں اپنے بزرگوں کے آئینہ تصویر میں نظر آنے لگیں تو انھوں نے کشمیر میں مذہبی منافرت پھیلانا شروع کی اور کشمیری امرا کی بھاری رشوتوں سے دلجوئی اور حوصلہ افزائی کرنے لگے۔ اسی جذبے کے تحت کشمیری امرا کا ایک وفد اکبر بادشاہ کے پاس یعقوب صرفی کی قیادت میں گیا۔ وفد نے اکبر کو مکمل حمایت و تعاون کا یقین دلایا اور ان کے ساتھ کشمیر فتح کرنے کا معاہدہ بھی کیا۔[۲۰۹] یہاں اس بات کا اعادہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معاہدہ الحاق سے چند سال قبل یوسف شاہ نے شیخ صرفی کو تحائف و ہدایا کے ہمراہ دربار اکبری میں اپنا سفیر بنا کر

بھیجا تھا۔ وہ شہنشاہ کے پاس ایک سال تک رہے۔ اس کے بعد جب اکبر کو مھگوانداس وغیرہ کی قیادت میں کشمیر پر پچاس ہزار سپاہیوں کے ساتھ حملہ کیا تو شیخ صرفی دشمن کی کامیابی کے لیے انھیں پہاڑی راستے دکھانے پر مامور ہوئے تھے۔ اب کی انھوں نے اکبر کے ساتھ جو معاہدۂ الحاق کیا اُس کے بارے میں خواجہ اعظم کہتے ہیں کہ

"حضرت جامع الکمالات شیخ یعقوب صرفی باجمعے دیگر از اکابر و روساء و فقراء محرک اکبر بادشاہ شدند و بشارت تصرف و تسخیر با دلیائے دولت بادشاہ دادند و عہد و قرار بمیان آوردند" الخ

یعنی جامع الکملات حضرت شیخ یعقوب صرفی نے اکابر و روسا اور فقراء کی تحریک و ترغیب سے اکبر بادشاہ کو کشمیر فتح کرنے کی بشارت دی اور ان کے ساتھ معاہدہ بھی کیا۔ معاہدہ الحاق کی شرطیں یہ تھیں۔

(۱) عبادت کی پوری آزادی ہوگی۔ اور مذہبی اُمور میں کوئی مداخلت نہ ہوگی۔

(۲) کشمیریوں کو غلام نہیں بنایا جائے گا۔

(۳) کشمیریوں کو تنگ نہیں کیا جائے گا اور نہ ان سے بیگاری لی جائے گی

(۴) سلطنت کے نظم و نسق میں چک خاندان کے افراد کو اقتدار سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔

(۵) جبر و زبردستی سے غلہ (جسے کشمیری اصطلاح میں مجوزہ کہتے ہیں) وصول نہیں کیا جائے گا۔

(۶) تجارت اور خرید و فروخت کے بارے میں کوئی مداخلت نہیں ہوگی

(۷) "آنکہ چکانِ شیعہ را در کشمیر ساکن نہ دارند"۔ یعنی شیعوں کا قلع قمع کر کے انھیں کشمیر میں رہنے کی اجازت نہیں ہوگی

شہنشاہ اکبر کی طرف سے معاہدۂ الحاق میں جو شرط درج کی گئی تھی وہ تاریخ کشمیر میں ان الفاظ میں محفوظ ہے:۔

"از جملہ بیمان اکبر بادشاہ کہ با ارباب شہر و روسائے دہر انعقاد یافتہ

یکے این بود کہ بعد تصرف اولیائے دولتِ قاہرہ از مردمِ کشمیر ہیچ یکے اسلحہ نہ بندد۔ و بہ امورِ سپہ گری نہ پردازد۔ ۲۱۲

یعنی اکبر بادشاہ کی طرف سے معاہدۂ الحاق میں کشمیری وفد نے یہ شرط قبول کی تھی کہ فتح کشمیر کے بعد کسی بھی کشمیری کو ہتھیار رکھنے یا اس کو فوج میں بھرتی کا حق نہیں ہوگا۔

معاہدۂ الحاق کے بعد اکبر بادشاہ کی فوج کثیر جس کی تعداد تیس ہزار بتائی جاتی ہے قاسم خان میر بحر کی کمان میں تسخیر کشمیر کے لیے بغیر کسی اعلان کے بڑے بڑے فوجی افسران مثل فتح خان، گوہر خان، مرزا علی اکبر شاہی، شیخ دولت خنجری، شیخ سکندر، رفیق شاہ محمد، میر عبدالرزاق معموری یادگار حسین، لعل دیو سنار چند، خواجہ ظہیر، ولی بیگ اور ہزارہ بیگ وغیرہ کے ساتھ روانہ ہوئی۔ شیخ یعقوب صرفی نے پہلے ہی شہنشاہ کو فتح کشمیر کی حمایت کا یقین دلایا تھا اور بادشاہ نے کشمیر فتح کرنے کا مصمم ارادہ کیا تھا۔ شیخ صرفی کے سپرد مغل فوج کو راستہ دکھانے اور کشمیریوں کو یعقوب شاہ کے خلاف مغلوں کی طرف اکسانے کا کام تفویض کیا گیا تھا۔ صرفی نے یہ یقین بھی دلایا تھا کہ ہنی درنج میں بہت سے کشمیری سردار مغل فوج کا استقبال کریں گے۔ اس یقین دہانی پر قاسم خان کی ہمت بڑھ گئی اور وہ آگے کی طرف پیش قدمی کرنے لگے۔ اس سلسلے میں بہارستان شاہی کے الفاظ یہ ہیں:۔

"حضرت خلافت پناہ جماعہ مبارزانِ صاحب تکوہ با لشکر انبوہ خلعتہائے شہنشاہی و انعامات بادشاہی سرفراز و ممتاز ساختہ بہ تسخیر ممالک کشمیر ہمراہ قاسم خان میر بحر روانہ گردید و جامع صورت و اسلوب شیخ یعقوب (صرفی) ہمراہِ قاسم خان میر بحر مرخص و مامور فرمود تا در ہر موضع و منزل رہبر شان بود۔ ہر کدام طائفۂ اسمالت و مردانگی می دادہ باشند تا ہیچ اعدی ہراس و رعب بخاطر خود را نہ داد و جلا وطنی اختیار نہ درزد " ۲۱۳

جب یعقوب شاہ کو معلوم ہوا کہ دشمن کی فوج شیخ صرفی کی راہنمائی میں کونہ بل پہنچی تو وہ سری نگر سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ سری نگر میں انھوں نے اپنے وزیر نازک بٹ کو حفاظت کے لیے مقرر کیا تھا۔ ابھی یعقوب شاہ ہیرہ پورہ نہیں پہنچے تھے کہ ان کے فوجی دستوں کے افسران

بہرام نائک، اسماعیل نائک اور شنگی چاڈورہ غداری کر کے دشمن کی فوج سے مل گئے۔ بادشاہ ابھی راستے میں ہی تھے کہ سری نگر میں شمس چک کے بیٹے ظفر چک نے بغاوت کر کے علم شیر ماگرے اور دوسرے سرداروں کے ساتھ سری نگر پر حملہ کیا۔ باغیوں نے محمد بٹ سابقہ وزیر اور شمس چک کیواری کو قید سے رہا کیا۔ یوسف خان بیہقی نے یعقوب شاہ کے وزیر اعظم سے فریب و جعل کے ذریعے سے خلعت، گھوڑا اور اسلحہ لیا۔ اور پھر علم شیر ماگرے اور ظفر چک کے ساتھ کھامہ میں زڈی بل کو نذر آتش کرنے اور شیعوں کے قتل عام کا معاہدہ کیا۔ تاریخ میں مرقوم ہے کہ:

"ظفر خان پسر نامور ملک شمس چک بہ مجرد استماع تسلط پدر بر سر حکومت
در شہر کشمیر از غیرت تعصب کردہ مذہب اہل تشیعہ در شکنجہ ایذا گرفتار نمودہ۔
علی الرغم مخالفان مذہب اہل تشیع در خانقاہ میر شمس الدین عراقی را در محلہ
جڈی بل بیوت با ساکنان گرد و نواح بقہر آتش سوختہ" [۲۱۴]

حسن کے کہنے کے مطابق شیعوں کے اس قتل عام میں ظفر چک کو عوام کا تعاون حاصل تھا۔ تین دن تک شیعوں کی تباہی و بربادی جاری رہی۔ [۲۱۵] ظفر چک شیعوں کا قتل عام کر کے پونچھ کی طرف سے بھاگے اور پھر اکبر کی فوج میں شامل ہو گئے۔

جب یعقوب شاہ کے سپاہیوں کی غداری کا حال مغل افواج کو معلوم ہوا تو قاسم خان میر بحر نے معاہدے کے تحت شیخ صرفی کو پیشقدمی کا حکم دیا اور دشمن کی فوج شیخ یعقوب صرفی کی رہنمائی میں ہستی ونج پہنچی تو یہاں پر کشمیری اور مغل افواج کے درمیان زبردست مقابلہ ہوا۔ مغل فوج کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ شیخ یعقوب صرفی گرفتار کیے گئے اور مغلوں کو شکست دے دی گئی۔ [۲۱۶] نوادر الاخبار کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ

"حسب الامر شیخ یعقوب صرفی در میدان کارزار شجاعت کار فرما شدہ افواج
مخالفان مزبور را از معرکۂ جدال و قتال مانند روباہ گریزانیدند" [۲۱۷]
یعنی میدان جنگ میں شیخ صرفی نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ انھوں نے
کشمیری افواج کو میدان جنگ سے لومڑیوں کی طرح بھگا دیا۔

بقول ابوالفضل ہستی ونج کی لڑائی میں یعقوب صرفی کو دو زخم آئے اور وہ گرنے ہی والے اور مرنے ہی والے تھے کہ ان کے دوستوں نے انھیں بچایا۔ ابوالفضل کے الفاظ یہ ہیں:۔

"شیخ یعقوب بد و زخم از پا در آمد و نزدیک بود کہ قالب تہی کند۔ آشنائے دستمایہ رہائی شد"[۲۱۸]

بہارستانِ شاہی کے مطابق شیخ صرفی گرفتار کیے گئے اور بہ سبب بزرگی و فضیلت ان کو پناہ دے دی گئی۔

"شیخ یعقوب را بہ سبب فضیلت او دشنگی چاڈورہ را بہ سبب خویشی و آشنائی حسین چک باوجود تعدّی و آزار ایشان تعرض نہ رسانندہ، دستگیر نمودہ اماں دادند"[۲۱۹]

اس لڑائی میں قاسم نائیک، ان کے بیٹے ظفر نائیک اور محمد چک دادِ مردانگی دیتے ہوئے مارے گئے۔ اس کے بعد لشکر اکبری نے پیر پنجال کو عبور کر کے یعقوب شاہ کی فوج پر حملہ کیا۔ ان کی فوج بے دلی سے لڑ رہی تھی یعنی کہ دل مغلوں کی طرف اور تلواریں برائے نام یعقوب شاہ کی طرف تھیں۔ یہ دیکھ کر یعقوب شاہ نے کشتواڑ جانے کا فیصلہ کیا اور پرگنہ برنگ پہنچتے پہنچتے ان کے ساتھ معدودے چند آدمی رہ گئے جب کشمیریوں نے ہستی ونج میں مغلوں کو شکست دی تو وہ اپنی فتح کو فیصلہ کن فتح سمجھ کر دوروں کے دفاع کرنے سے غافل رہے۔ اس کے بعد ہیرہ پورہ چلے گئے یہاں انھوں نے حسین خان ولد ابیہ خان کو چار دن کے لیے بادشاہ بنایا۔ انہی دنوں شمس چک کیوائی یعقوب شاہ کی قید سے بھاگ کر کامراج گئے۔ وہاں ملک محمد حسن ولد ملک محمد ناجی نے ان کو مشورہ دیا کہ یہ وقت بھاگنے کا نہیں ہے بلکہ دشمن سے لڑنے کا ہے۔ انھوں نے ان سے اتفاق کیا اور دشمن کے مقابلے میں ہیرہ پور کی طرف چل پڑے۔ ابھی ہیرہ پورہ نہیں پہنچنے پائے تھے کہ شیخ یعقوب صرفی اور حبیب ناجی وغیرہ کی گرفتاری کی اطلاع ملی۔ ہیرہ پورہ پہنچ کر انھوں نے حسین خان کو معزول کیا اور خود ان کی جگہ پر بادشاہ ہوئے۔ شمس چک کے بادشاہ بننے کے سلسلے میں ہی ان کے بیٹے ظفر چک نے زڈی بل کو پھونکا تھا۔[۲۲۰] جب قاسم خان میر بحر نے کشمیریوں کا یہ انتشار دیکھا تو وہ آگے بڑھے اور ۱۷ ذی قعدہ ۹۹۴ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۵۸۶ء کو سری نگر میں داخل ہوئے۔[۲۲۱]

سری نگر میں شہریوں کی ایک جماعت نے مغل افواج کا استقبال کر کے "خیر مقدم" کی تاریخ کہی جس سے ۹۹۴ھ کا سال نکلتا ہے۔ اس موقع پر مغل فوج

کے مخالفوں نے بھی "ظلم بے حد" کی تاریخ کہی جس سے ۹۹۴ھ کا سال نکلتا ہے۔ شیخ عبدالوہاب نوری کبروی کہتے ہیں کہ اکبر کے اس حملے سے سنی خوش اور شیعہ ناراض تھے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"در آخر ماہ ذی الحجہ ۹۹۴ھ ہجری قاسم خان بفتح وفیروزی داخل کشمیر شد۔
دریں سال دو طایفہ دو تاریخ مناسب حال خود یافتند۔ مردم سنتیہ
"خیر مقدم" گفتند واہل تشیع "ظلم بے حد" گفتند[۲۲۲]"

سری نگر میں قاسم خان نے معاہدۂ الحاق کے تحت لوگوں کا قتل عام کرنا شروع کیا۔ بقول خواجہ اعظم:۔

"ہر جا مجمع از دلاوران کشمیری دیدند قتل عام می نمودند"[۲۲۳]

مسکین کہتے ہیں کہ معاہدۂ الحاق کے تحت اکبری فوج نے شیعوں کا صفایا کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

"..... شہر دہلی رفتہ با اکبر پادشاہ عہد نامہ نوشتہ دادہ وہمراہ خود فوج
شاہی آوردہ بر رافضیان وچکان عنان پیکار منعطف ساختند۔ پس بنا بر
یلغار لشکر جرار اکبر بادشاہ جمیع رافضیان وقوم چکان مانند موشان درغارہای
اطراف خزیدند وشکست خوردند ومنہزم ومغلوب شدند[۲۲۴]"

ایک اور مؤرخ نہایت فخر و مباہات اور سر اونچا کر کے اکبر بادشاہ کے ہاتھوں فتح کشمیر کے بارے میں کہتا ہے کہ جب مغل اعظم شہنشاہ اکبر کو کشمیر کی فتح نصیب ہوئی تو جناب شیخ یعقوب صرفی وغیرہ جو مغل فوج کی رہنمائی فرمانے تھے سری نگر شہر میں تشریف لائے۔ بابا داؤد خاکی اہل اللہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ زنگی پورہ گاؤں سے آئے۔ ان بزرگوں نے تمام عرفاء، فضلاء

ح ۔ راقم ۳۰ رجب ۱۴۰۰ھ ہجری مطابق ۱۴ جون ۱۹۸۰ء کو اساتذۂ اردو کے ایک بزرگ کی سازش کا شکار ہوا۔ "ظلم بے حد" کا فائدہ اٹھا کر اس کے ساتھ "نشانۂ" (۴۰۶) کا اضافہ کیا گیا ہے اور اس سازش کی تاریخ "نشانۂ ظلم بے حد" کہی گئی ہے جس سے ۱۴۰۰ کا سال ہجری نکلتا ہے۔ یہ سازش مجھے آپ بیتی لکھنے کی محرک ہوئی۔ کتاب آج کل زیر ترتیب ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی "نشانۂ ظلم بے حد" (۱۴۰۰ھ) کے تاریخی نام سے منظر عام پر آئے گی۔ (اکبر حیدری۔ نشانۂ ظلم بے حد)

اور امرار کو سری نگر میں طلب کیا۔ اور اہلِ سنّت و جماعت کے حوصلے بلند کیے۔ محمد قاسم خان نے سری نگر کی گلی کوچوں میں اکبر بادشاہ کی فتح و ظفر کا نقّارہ بجایا۔ تمام اہلِ سنّت حضرات کے سرکردہ شہریوں نے ایک رائے ہو کر مغلوں کی اطاعت کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالا اور اہلِ تشیع چوہوں اور لومڑیوں کی طرح ذلّت و رسوائی کے بلوں میں گھس گئے۔ قاسم خان نے حرّیت آزادی کے جانباز سپاہیوں کو یہ دھمکی بھی دی تھی کہ ہر وہ شخص جو اپنی گردن میں شہنشاہ اکبر کا حلقۂ اطاعت نہ ڈالے

ح ۔ ملّا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں جو اکبر کے عہدِ حکومت میں لکھی گئی ہے شہنشاہ اکبر کا خاکہ ان الفاظ میں کھینچا ہے " اکبر نے سنہ ہجری کو منسوخ کر کے سنہ جلوس ایجاد کیا۔ اور تمام علمار کو دربار سے خارج کیا تھا۔ اپنا یہ کلمہ اختراع کیا تھا ' لَآ اِلٰہ اِلّا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ '۔ انھوں نے قرآن، حدیث اور فقۂ حنفی کا پڑھنا بھی منسوخ کیا تھا۔ نماز روزہ اور حج بیت اللہ پر پابندی لگائی تھی۔ معراج کے منکر تھے۔ آفتاب پرستی ان کا شعارِ زندگی تھا۔ ہندوستانی راجاؤں کی لڑکیوں کی صحبت میں اپنی جوانی کے زمانے سے ہی ہَون کیا کرتے تھے جو ہندوؤں کی آتش پرستی کی ایک پوجا ہے۔ شراب جائز قرار دی گئی تھی۔ اور خلیفۂ الٰہی نے اس کا نرخ خود مقرر کیا تھا۔ اس شراب میں سور کے گوشت کا عرق بھی شامل تھا۔ شیطان پور کے نام سے ایک نئی بستی بنائی گئی تھی جہاں ملک بھر کی طوائفیں اور فاحشہ عورتیں جمع ہو گئی تھیں۔ امرار بادشاہ کی اجازت سے ان عورتوں کے ساتھ زنا کرتے تھے۔ زناکاری اس حد تک پہنچی تھی کہ راجہ بیربل نے اپنی بیٹیوں تک کو نہیں چھوڑا۔ اکبر نے ملّاؤں کو داڑھی ترشوانے کا حکم دیا تھا۔ جب ان کی والدہ کا انتقال ہوا تو پندرہ ہزار لوگوں کی ریش کا صفایا کیا تھا۔ دینی مسائل کا تمسخر اڑاتے تھے۔ سونا اور ریشم پہننا فرضِ عین قرار دیا گیا تھا۔ جب تخت پر بیٹھتے تھے تو پہلے ٹیکا لگاتے تھے اور پھر ہَون کرتے تھے۔ بتدریج یہ بے دینی اور بد اعتقادی اس انتہا پر پہنچ گئی کہ احکامِ شریعت اور اسلام کی تردید و تنسیخ کے لیے کسی دلیل اور تاویل کی بھی ضرورت نہیں رہی جب جی چاہتا تھا کسی بھی حکم کو اعلانیہ ترک کر دیا جاتا۔ اس بے دینی کی تاریخ " کفر شائع شد " (۹۸۵ھ) اور " فتنہائے امت " (۹۸۶ھ) ہے۔ اکبر اپنے کو انسانِ کامل سمجھتے تھے۔ اور اپنے آپ کو سجدہ کرانا لازمی قرار دیا تھا۔ اس کا نام زمین بوس رکھا گیا۔ شیخ صرفی اکبر اعظم کے دینِ الٰہی کے زبردست حامی تھے۔ عربی پڑھنا اکبر کے عہد میں عیب ہو گیا تھا۔ فقہ، حدیث اور تفسیر پڑھنے والے ملعون کیے جانے لگے۔ عربی کے خاص حروف جیسے ث، ح، ع، ص، ض، ط، ظ کو لغت سے نکال دیا۔ چنانچہ عبداللہ کو ابداللہ، احدی کو اہدی (باقی صفحہ ۲۱۶ پر)

وہ موت کے گھاٹ اتارا جائے گا اور اس کا مال و اسباب نذر آتش کر دیا جائے گا۔ اعلان میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ جاسوسوں کو پہاڑوں اور صحراؤں کے اطراف و اکناف مقرر کیا گیا ہے جو اس بات کی اطلاعات فراہم کریں کہ کون ہمارا دشمن ہے اور کون دوست۔ اس طرح کشمیر کے حالات کما حقہ معلوم ہو جائیں۔ اس مورخ کی اصل عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

"فتح و نصرت نصیب اولیائے دولت قاہرہ اکبر بادشاہ گردیدہ۔ دراں معیار شیخ یعقوب صرفی و خواجہ محمد ناجی یا بہادر چک و ملک ابراہیم بالملک لولانی و سران دیگر در نفس شہر کشمیر نزول جلال فرمودند۔ بابا داؤد با جمعی اہل اللہ سائر الناس ہمراہی از الاق زینہ زنگی پور دعوفار و فضلا و اعیان را از گوشہائے انزوار در شہر طلبانیدہ۔ ارباب تسنن را از ہر جہت اطمنان خاطر افزودہ۔ محمد قاسم را بسرعت ہر چہ تمام تر شتافتہ۔ در نفس شہر کشمیر کوس دورہ دورۂ اکبر شاہ در ہر کوچہ و بازار نواختہ۔ سران اہل سنت و جماعت یکسرہ حلقۂ اطاعت امور محمد قاسم بر گردن خود ہا آویختند و اہل تشیع مثل موش در روباہ در گوشہائے زاویۂ ذلت و خواری در خزیدند۔ و محمد قاسم در گرد شہر منادی کنانیدہ کہ ہر کہ از سران نامدار ہر قوم بپائے خود در دار الامارت حاضر آید۔ و مطاوعت فرمان اکبر بادشاہ پایۂ رفعت او از اوج آسمان درگزرد و ہر کہ در ملازمت و متابعت اِبا در زد خونِ او ہدر شود و خان ماتش بتاراج خواہد رفت و جاسوسان را در اکناف الاق صحاری و جبال فوج فوج در ہر مکان برگماشت کہ کیفیت دوست و دشمن گوش من رسانیدہ باشند تا اخبار ممالک کما حقہ ظاہر گردد[۲۲۹]"

قاسم خاں نے سری نگر میں حیدر[ح] چک کو جو شیخ صرفی کے ساتھ دفد لے کر اکبر کے پاس گئے

کہا اور لکھا جاتا تھا۔ (منتخب التواریخ صفحات ۴۶۹ تا ۴۷۹، ۴۹۶ تا ۵۰۰ اردو ترجمہ از محمود احمد فاروقی) اس طرح اکبر بادشاہ کے مذہبی اعتقادات فاسد ہو گئے تھے (تاریخ حسن ص۲۵۲ جلد دوم)

ح۔ بعض مورخین نے غلطی سے حیدر چک کو یوسف شاہ کا لڑکا بتایا ہے۔ حیدر چک غازی چک کے بیٹے تھے۔

تھے گرفتار کیا۔ ان کے اس طرز عمل سے کشمیری حریت پسند ناراض ہوئے ۔۔۔ جب یعقوب شاہ کو یہ اطلاع ملی تو وہ کشتواڑ سے راجہ بہادر سنگھ سے اجازت لیے بغیر کشمیر واپس آئے ۔ انھوں نے موضع بیروئی میں یوسف خان ولد حسین خان ابراہیم خان ابدال خان ملک محمد حسن چاڈورہ اور دوسرے جنگجو سپاہیوں کی مدد سے اپنی مختصر سی فوج کو از سر نو ترتیب دیا اور مراج کے علاقے کو فتح کیا۔ یہاں انھوں نے مغل کے پرزے اڑائے اور

" داد مردانگی و دلاوری داد ند و دمار از لشکر غنیم بر آوردند و عاجز نمودند " ۲۲۱

اس فتح کے بعد یعقوب شاہ سری نگر آئے ۔ یہاں مغلوں پر ایسا شبخون مارا اور ان کو اتنا جانی نقصان پہنچایا کہ کشتوں کے انبار لگ گئے ۔ جن مکانوں میں مغل سپاہی رہتے تھے ان کو خاکستر بنادیا اور اکبر کے شاہی خزانے کو بھی طرفۃ العین میں غارت کر دیا۔ کشمیری سپاہیوں نے اس جنگ میں شہنشاہ اکبر کے بڑے بڑے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان نامی سرداروں میں پائیندہ قزاق اور علی میر کو کہ قابل ذکر ہیں ۔ یعقوب شاہ کے حملے سے مغل افواج کے حوصلے پست ہوئے اور انھوں نے ہتھیار ڈال دئے ۔ اس طرح مغلوں کو شکست دے کر یعقوب شاہ نے پھر اپنا تخت سنبھالا۔ تخت حکومت پر جلوس کر کے یعقوب شاہ سے یہ غلطی ہوئی کہ انھوں نے ان سپاہیوں کے خلاف بدلہ لینے کا حکم جاری کیا جو ہیرہ پورہ میں قاسم خان مغل سے ملے تھے ۔ یہ سنتے ہی وہ سپاہی ان سے بددل ہو کر دشمن سے مل گئے ۔ قاسم خان نے جب یہ حال دیکھا تو انھوں نے حیدر چک کو قید سے نکال کر قتل کیا ۔ اس تمام واقعے کو مورخین نے اس طرح بیان کیا ہے :۔

" شبانگاہ یعقوب خان بہ مرافقت یوسف خان پسر حسین شاہ و ابراہیم چک و علی ملک ناجی وغیرہ مبارزاں بر سر قاسم خان شبخونی آوردہ قصر یوسف شاہ کہ محل سکونت قاسم خان بود آتش کشیدہ در شب تاریک روز روشن کردند۔ آنگاہ در قتل و خونریزی مغلان حملہ آوردہ سرہائے پردلان بر زمین انداختند و از کشتہ ہا پشتہ ہا افراختند و در کوچہ و بازار مردم عوام ازدحام کردہ بزخم کلوخ و سنگ و چوب مغلاں را بے درنگ مقتول و مجروح ساختند

وخزینہ شاہی کہ دردست میر عبدالرزاق معموری بود، مبارزان کشمیر باتفاق سید ابو المعالی در طرفۃ العین بغارت بردند قاسم خان بوقوع این حادثہ اولاً حیدر خان چک از محبس کشیدہ بہ قتل آورد۔ آنگاہ مبارزان خود پائے ثبات استوار کردہ در محاربہ و مقاتلہ داد مردانگی دادہ بسیارے از مخالفان بہ وادی عدم انداخت و پائندہ قزاق کہ از دلاوران جلادت شعار بود در میدان مبارزت پائے جسارت افشردہ جمعی کثیر از تیغ گذرانید و علی میر کوکہ کہ از بہادران نامی بود بقتل آورد۔ عاقبت الامر سید ابو المعالی بر سر او تاختن آوردہ بیک ضرب نیزہ بے سر ساخت پس دلاوران عسکر شاہی ہفتاد کس ہجوم کردہ او را در محاصرہ گرفتند۔ اما سید ابو المعالی اسپ را جولان دادہ از حلقۂ کارزار بدر جست۔ عاقبت عسکر شاہی ہر سو پریشان گشتہ یعقوب خان بہ نصرت و فیروزی در دولت خانۂ شاہی در آمدہ بر مسند حکومت جلوس نمود۔ و بدل خود خیال نمود کہ از لشکر بادشاہی کسے زندہ نماندہ باشد۔ بنابراں در ہماں مغروری بیان ساخت کہ در معرکہ ہیرہ پورہ ہر کس کہ از محاربہ گریختہ بہ قاسم خاں پیوستہ است او را بقتل رسانم۔ باستماع این سخن تمامی مبارزان و اعیان کہ در معرکۂ ہیرہ پور گریختہ بودند از مجلس او برخاستہ متفرق شدند[۲۲۹]

شکست کے بعد یعقوب شاہ اپنے چند لوگوں کے ساتھ دلر کی طرف چلے گئے۔ قاسم خان شاہی محل میں اطمینان سے بیٹھ گئے۔ شمس چک، سید حسین خان بیہقی اور شمس دونی نے سوپور میں مغلوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ قاسم خان کو جب یہ اطلاع ملی تو انھوں نے گکھڑوں کی ایک جماعت دولت بختیار کی سرکردگی میں سوپور روانہ کی۔ جب مغل فوج ٹپن پہنچی تو شمس چک نے اس پر شبخون مارا اور بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد وہ سوپور چلے گئے۔ وہاں سے کرناہ کا راستہ اختیار کیا۔ اتنے میں جاڑا شروع ہوا اور یعقوب شاہ کشتواڑ چلے گئے۔ اس طرح موسم سرما کے دوران جنگ بند رہی۔ اس اثنا میں یوسف خان اور ابراہیم خان لشکر اکبری میں شامل ہوئے۔ قاسم خان نے اپنے استحکام کے لیے سید مبارک خان بیہقی، بابا مہدی، بابا خلیل اور یوسف خان ولد حسین شاہ کو جلا وطن کرکے ہندوستان بھیجا[۲۳۰]

موسم سرما ختم ہوتے ہی اوائل بہار ۹۹۵ھ ہجری (۱۵۸۶ء) میں یعقوب شاہ اپنے چھوٹے بھائی ابراہیم خان اور ایبہ خان کے ساتھ کشتواڑ سے واپس آ گئے۔ انھوں نے موضع برنگ میں اپنی مختصر سی فوج منظم کی اور پھر موضع ڈگون پرگنہ ولر میں خیمہ زن ہوئے۔ سید ابو المعالی، سید ابراہیم خان بیہقی، بخی رینہ زمیندار برتھل، بہرام نائک، احمد نائک اور یوسف زینی وغیرہ موضع لدہ سے روانہ ہوئے اور غازی نار میں مغلوں کے خلاف صف آرا ہوئے۔ ادھر شمس چک، شمس دونی اور کراج کے لوگوں کے تعاون سے کرناہ سے آ کر کراج میں مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ جب قاسم خان کو....

یعقوب شاہ کی فوجی تیاریوں کی اطلاع ملی تو انھوں نے میرزا زادہ علی خان، سید عبداللہ خان، بگر خان، مرزا علی اکبر شاہی اور جلال الدین مسعود وغیرہ کی قیادت اور علم شیر خان ماگرے کی رہنمائی میں آٹھ ہزار سپاہی یعقوب شاہ کے مقابلے کے لیے بھیجے۔ موضع گاسو میں دونوں فوجوں کے درمیان شدت کی خونریز جنگ ہوئی۔ کشمیریوں نے مغل فوج کو ٹھکانے لگایا اور بھاری جانی نقصان پہنچایا، لڑائی میں شہنشاہ اکبر کے ایک نامور سردار میرزا زادہ علی خان ایک بڑی فوجی جماعت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ ابو الفضل نے مرنے والوں کی تعداد تین سو بتائی ہے۔ یہ حال دیکھ کر قاسم خان دم دبا کر سری نگر آ گئے۔[۲۲۹]

اس فتح کے بعد یعقوب شاہ موضع ڈگون (پرگنہ ولر) سے حملہ آور ہوئے اور انھوں نے سری نگر پہنچ کر کوہ سلیمان کے دامن میں محاذ جنگ قائم کیا۔ اتنے میں سید ابو المعالی اپنی جماعت کے ساتھ بہار سے آ کر یعقوب شاہ کے ساتھ ملحق ہوئے۔ شمس چک اور شمس دونی سوپور سے آ کر قلعہ نائک میں صف آرا ہوئے۔ اس وقت قاسم خان کے قبضے میں سری نگر کے سوا اور کوئی علاقہ نہیں تھا۔ قاسم خان نے اپنی فوج دو حصوں میں تقسیم کی، ایک حصہ پاندریٹھن کی طرف سے اور دوسرا حصہ گوبکار کی جانب سے یعقوب شاہ کے مقابلے میں بھیجا۔ یہاں بھی مغلوں کے چھکے چھڑائے گئے۔ حسن لکھتے ہیں کہ:

"پس مبارزان طرفین دست و بازو کشادہ آتش پیکار اہجناں ہیجان دادند کہ بسیارے از دلاوران کارزار خونبار گشتہ با خاک آمیختند و بعضی از مبارزان روزگار خستہ و افگار بجگر یختند۔ این کشش و کوشش و آویزش از صبح تا پیشین اشتداد یافت نزدیک بود کہ افواج شاہی را تباہی عاید می شد"[۲۳۰]

پورا میدان جنگ قریب قریب یعقوب شاہ کے ہاتھ میں تھا کہ ناگاہ ان کے سپاہ سالار نورنگ

چک کی آنکھ میں کسی نے تیر مارا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ اور یہی یعقوب شاہ کی شکست کا باعث ہوا۔ شکست کے باوجود یعقوب شاہ اپنے مقام پر رہے۔ دوسرے دن انھوں نے ملک محمد حسن ناجی کے ہاتھ شمس چک کیواری کے نام قلعہ ہانجک میں خط لکھا۔

"فیما بین مقرر شدہ بود کہ ہرگاہ غنیم بر سر ما آید شمارفتہ شہر را قبضہ بکنید و اگر بجانب شما فوج متوجہ شود ما یان تصرف شہر می کنیم۔ ایشان برخلاف عہد و عمل می سازند۔ اگر پسند خاطر شما این است کہ ملک از دست برود پس این قدر خون مردم ریختن چہ فائدہ می بخشد "[۲۳۱]

اس کے بعد ملک محمد حسن چاڈورہ کے توسل سے یعقوب شاہ اور شمس چک کے درمیان معاہدہ ہوا۔ پھر دونوں قلعہ ہانجک میں مغلوں کے خلاف صف آرا ہوئے۔ دوسرے دن دشمن کی فوج مقابلے کے لیے قلعہ ہانجک پہنچی۔ یہاں فریقین میں قیامت کی جنگ ہوئی۔ کشمیریوں نے مغلوں کا صفایا کیا۔ اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ لشکر اکبری کے پندرہ سو سپاہی موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ ملک محمد حسن چاڈورہ اور دوسرے بہادر کشمیری سپاہیوں نے داد شجاعت دی اور بقول ملک حیدر:-

"ملک محمد حسن چاڈورہ ہراول لشکر یعقوب خان وغیرہ بود۔ داد مردانگی و دلاوری داد۔ کہ بر صفحۂ روزگار ماند۔ چون شیر ژیاں بہر طرف کہ می تاخت از کشتہ پشتہ می ساخت۔ و از بنان سنان نخل حیات معاندان را از بن می انداخت۔ لشکر غنیم فیل مستے پیش انداختہ بود۔ ملک مسطورے تیرے بر فیل زدہ کہ فیل روگرداں شدہ رو بہ لشکر خود آورد۔ و پامال نمودہ شکست داد۔ دراں معرکہ از لشکر غنیم ہزار و پانصد کس بقتل رسید "[۲۳۲]

یعقوب شاہ کی فوج نے ذالدگر تک دشمن کا تعاقب کیا۔ ڈھائی مہینے تک کشمیریوں نے پریشان و عاجز کیا۔ ان کے حوصلے پست ہوئے۔ اور لڑائی سے خوفزدہ ہوئے۔ کشمیری سپاہی مغلوں کے گھروں میں داخل ہو کر خوب زدوکوب کرتے تھے۔ جو بھی ہاتھ آتا تھا اس کو وہ مال غنیم سمجھ کر لے جاتے تھے۔ مغل سپاہی ڈر کے مارے چھپ جاتے تھے۔ اگر کوئی ہاتھ آجاتا تھا تو اس کو تہہ تیغ کرتے تھے۔ کشمیریوں نے ان کے بہت سے اسلحہ جنگ اور سامان و لباس پر قبضہ کیا۔ مغل افواج کی ابتری اور زبوں حالی سے قاسم خان میر بحر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس صورت حال سے انھوں نے بار بار اکبر کو مطلع کیا۔

قاسم خان کی پے در پے اطلاعات سے شہنشاہ اکبر گھبرا گئے۔ انھوں نے اس معاملے پر اپنے درباریوں سے صلاح مشورہ کیا۔ انھوں نے متفقہ طور پر یہ رائے دی کہ سید مبارک خان بیہقی کے اثرات کشمیریوں پر بہت زیادہ ہیں اس لیے ان کے بغیر اور کوئی شخص کشمیر کے حالات کو درست نہیں کر سکتا۔ پس شہنشاہ نے مبارک خان کو طلب کیا۔ انھیں بھاری رشوتوں سے نوازا اور حکم دیا کہ وہ مرزا یوسف خان اور دوسرے ارکان دولت کے ہمراہ کشمیر جائیں اور وہاں کی بغاوت کو ٹھنڈا کریں۔ سیّد مبارک ج بیہقی نے بادشاہ جلال الدین اکبر کی تمام پیش کشوں کو ٹھکرا دیا اور کشمیر کی سودے بازی کے لیے تیار نہیں ہوئے۔ ان کی اس جرأت و انکار پر بادشاہ بہت ناراض ہوئے اور انھیں شہباز خان کنبوہ کی نگرانی میں بنگال کے قید خانے میں بھیجا۔[۲۳۳]

اس کے بعد شہنشاہ اکبر کا تازہ دم لشکر بے کراں پچیس ہزار جوشن پوش اور خنجر گداز مرزا یوسف خان مشہدی کی قیادت میں بابا خلیل اور محمد بٹ کے ہمراہ کشمیر کے لیے روانہ ہوا۔ بابا خلیل کو شیعوں اور محمد بٹ سابقہ وزیر سلاطین چک کو سنیوں پر دباؤ ڈالنے کے لیے یہ سیاسی حربہ استعمال کیا گیا۔ جب اکبر کی فوج گراں کشمیر میں داخل ہوئی اور اس کی اطلاع یعقوب شاہ کو ہوئی تو سپہ سالار ملک محمد حسن چاڈورہ نے مشورہ دیا کہ شمس چک مرزا یوسف خان کے اور یعقوب شاہ سری نگر میں مرزا قاسم خان کے مقابلے کے لیے جائیں یا یعقوب شاہ مرزا یوسف خان کے مقابلے میں جائیں اور شمس چک تب تک ہانجک میں قیام کریں جب تک کہ مرزا یوسف خان کا صفایا پہاڑی درّوں میں نہ کیا جائے۔ یعقوب شاہ نے اس تجویز کے ساتھ اتفاق نہیں کیا۔ برعکس اس کے شمس چک نے اپنے بھائی لوہر چک کو مرزا یوسف کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ وہ بابا خلیل کے ذریعہ سے ہیرپور میں لشکر مغل میں شامل ہوئے، اس طرح اکبر کی فوج بغیر کسی مزاحمت کے سری نگر پہنچی۔ جب یہ خبر ہانجک کے سپاہیوں کو ملی تو وہ فرار ہو گئے۔ آخر کار یعقوب شاہ، سید ابوالمعالی، ایبہ خان اور دوسرے سپاہی کشتواڑ چلے گئے۔ شمس چک اور شمس دونی نے پونچھ کا راستہ اختیار کیا۔[۲۳۴]

مرزا یوسف خان نے ۹۹۵ھ ہجری میں اقتدار سنبھالا اور مرزا قاسم خان میر بحر کشمیر میں

ج ۔ جلا وطنی کے دوران فیروز پور میں ۹۹۹ھ میں انتقال کیا۔ " شہید رفت " تاریخ وفات ہے ـــ حیدری

گیارہ مہینے حکومت کرکے عالم شیر خان ماگرے اور چند دوسرے حواریوں کو اپنے ساتھ ہندوستان لے گئے۔ یعقوب شاہ کشتواڑ سے واپس آئے اور انھوں نے دچھن پارہ میں اپنے مٹھی بھر سپاہیوں کو منظم کرکے بغاوت کے شعلے بلند کیے۔ ابوالمعالی بھی ان کے ساتھ تھے۔ مرزا یوسف خان نے محمد بٹ اور دربار اکبری کے ایک نامور سپاہی حاجی میرک کو ان کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ محمد بٹ نے اوچھے ہتھیاروں سے یعقوب شاہ اور سید ابوالمعالی کو گرفتار کرنا چاہا تھا۔ محمد بٹ کے ساتھ پانچ سو سپاہی تھے۔ جب وہ ناکام ہوئے تو جنگ شروع کی۔ فوج مغل کے بہت سے سپاہی میدان میں کام آئے۔ خود محمد بٹ بھاگ کر لشکر اکبری میں پناہ گزین ہوئے۔ یعقوب شاہ پھر یہاں سے پرگنہ ڈلر گئے اور تازہ دم مختصر سی فوج ترتیب دی۔ ان میں سے کچھ سپاہی دشمن کے ساتھ شامل ہوئے، یعقوب شاہ کشمیریوں کی یہ غداری دیکھ کر حیران ہوئے اور ڈلر کی پہاڑی کی بلندی پر قیام کیا۔ محمد بٹ فوج شاہی لے کر دوسرے دن وہاں پہنچے۔ دونوں فوجوں میں سخت لڑائی ہوئی۔ یعقوب شاہ کے مزید سپاہی دشمن سے مل گئے۔ آخر کار یہ سالار بے لشکر تن تنہا کہاں تک خلافت پناہ کی مور و ملخ جیسی فوج گراں سے لڑتے۔ اس لیے کشتواڑ چلے گئے۔ سید ابوالمعالی گرفتار کرکے ہندوستان جلاوطن کیے گئے۔[۲۳۵]

اس کے بعد جن کشمیریوں نے مغلوں کا اقتدار اعلیٰ تسلیم نہیں کیا وہ ہندوستان میں جلاوطن کیے گئے۔ وہاں انھیں جاگیریں بطور رشوت دی گئیں۔ کشمیر کی املاک اُن کی ضبط کی گئی۔ یہ سب لوگ حراست میں بھیجے گئے ان میں سید حسین خان بیہقی، علی ڈار، لوہر چک، شمس چک اور اسماعیل دونی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مرزا یوسف خان نے معاہدۂ الحاق کے تحت اکبر کے پاس سامراجی ہتھکنڈوں کا مظاہرہ کرکے کشمیریوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ اس نے کشمیریوں کو جھوٹے اور بے بنیاد مقدموں میں ملوث کرکے بڑی بہیمت اور غیر انسانی حربوں سے موت کے گھاٹ اتارا۔ شہنشاہ اکبر کا یہ ظالم نائندہ روز کسی نہ کسی بہانے سے حریت پسندوں کو ہتہ تیغ کرتا تھا۔ اس نے کشمیری بہادر سپاہی بہرام نائک کو فرزندوں کے ساتھ زہر ہلاہل دلاکر پورے خاندان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ سیف خان بیہقی، علی خان دچھن پارہ اور ابراہیم برادر حیدر چک کی آنکھیں نکلوا کر ان کو اندھا بنا دیا۔ لوہر چک تو رچی کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کیا۔[۲۳۶] تاریخ کشمیر کا یہ جملہ یادگار رہے۔

" ہر روزے فردے از افرادِ روزگار بحیلہ و بہانہ ماخوذ کردہ بقتل رسانیدند۔
تا کہ ایں گل زمیں از خار عدد ان سرکشان پاک گشتہ رتق و فتق انتظام
مملکت بہم رسید "[۲۳۷]

اس قتل عام کی وجہ سے بڑے بڑے کشمیری سپاہی جیسے میر محمد بہادر ولد عیدی رینہ وغیرہ نامعلوم مقامات میں چھپ گئے۔

۹۹۲ھ میں جب اکبر "باغ خاصہ" یعنی ملک کشمیر کی سیر کو آئے تو انھوں نے ڈل جھیل کی سیر و تفریح کے بعد اپنے حامیوں میں انعام و اکرام تقسیم کیے اور آزادی پسند لوگوں کا صفایا کیا۔ اس سلسلے میں حسن کہتے ہیں کہ

" اعیان ملک و امرایان شہر و اہل علم و فضل و بزرگ خاندانہا را مناصب و
جاگیرات مرحمت فرمود و اکثر باغیاں و طاغیاں را قلع قمع کردہ مغلوب و منکوب
ساخت "[۲۳۸]

یوسف خان صوبہ دار کے بعد شہنشاہ اکبر نے رسوائے زمانہ ظالم محمد قلی خان کو ۹۹۶ ہجری میں کشمیر کی حکمرانی کے لیے بھیجا۔ اس نے بھی چکوں کا قتل عام جائز قرار دیا۔ تاریخ میں درج ہے کہ

" در قلع و قمع فرقہ چکاں و طائفۂ مفسداں علم تجبر افراخت۔ ہر اعدی را کہ
دعدغہ شجاعت و خیال مبارزت بخاطر می داد او را بسیاست می رسانید "[۲۳۹]

یوسف خان نے اپنے دورِ اقتدار میں شہنشاہ اکبر کے ایک خاص ملازم محب علی کو دچھن پارہ اور کھاور پارہ میں ایک ظالم فوجی افسر کو مقرر کیا تھا۔ یہ محمد قلی خان کے عہد حکومت میں بھی وہیں مقیم تھا۔ اس نے کشمیری سپاہیوں کی ایک بڑی جماعت کو جاں بخشی کی ضمانت دی تھی اور ان سے معاہدہ کیا تھا کہ تمہارا بال بیکا نہ ہوگا۔ اس نے چہرہ نویسی کے بہانے سے ان تمام سپاہیوں کو چشمۂ مچھ بھون کے کنارے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اس طرح بے گناہ اور مظلوم مسلمانوں کی خون کی ندیاں بہادیں۔ ان کے خون ناحق سے چشمہ میں پانی کے بدلے خون جاری کیا۔ شہنشاہ عالم پناہ اکبر اعظم کے ہاتھوں کشمیریوں کی نسل کشی کے بارے میں یہ جملہ اکبر کے مظالم کی واضح دلیل ہے:

" از خونِ مسلمانان جو یہائے خوں چوں آب مچھ بھون جاری ساختہ "[۲۴۰]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بقول فرشتہ کشمیر کے سپاہی شیعہ مذہب کے پیروکار تھے[۲۴۱]

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ قاسم خان میر بحر نے اپنے ہمراہ لوہر چک، ان کے بھائیوں اور بیٹوں کو جلاوطن کر کے شہنشاہ اکبر کے حضور میں پیش کیا تھا۔ وہ وہاں سے آ کر وطن عزیز کے خاطر دارد میں مقیم ہوئے۔ مرزا یوسف نے انھیں امان دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے عہد و پیماں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ان سب سپاہیوں کو سوپور میں قتل کیا۔ اس واقعہ کے بعد شہنشاہ خلافت پناہ کے حکمراں نے ملا جمیل کے ذریعہ سے شمس چک کے بیٹے حسین چک اور دوسرے سپاہیوں کو دامِ فریب میں پھنسا کر ریگی پور کے مقام پر تہہ تیغ کیا۔[۲۴۲]

مشہور کشمیری بہادر سپاہی شمس چک ولد دولت چک جلا وطنی کی زندگی گزار کر برہان پور دکن میں انتقال کر گئے۔ ان کے دو بیٹے حسین چک اور ظفر چک اپنے عزیزوں کے داغ جدائی سے پریشان حال رہے اور وہ وہاں کی گرم ہوا سے تنگ آ کر کشمیر واپس آ گئے۔ انھوں نے لداخ کے راجہ سے فوجی کمک حاصل کی اور دو مہینوں تک شیر کوٹ میں مغلوں کے خلاف جنگ لڑی۔ چونکہ مغلوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے کشمیری سپاہ پسپا ہو گئے۔ مغلوں نے مقتول کشمیری سپاہیوں کے سر کاٹ کر کشتیوں میں سری نگر لائے۔ جہاں ان سروں کا منارہ مرتب کیا گیا۔ مرزا علی اکبر شاہی نے قاضی صالح کے ذریعے ظفر خان کو قسمیں دے کر اپنے پاس بلایا اور پھر عہد و پیماں توڑ کر انھیں قید خانے میں ڈالا۔ اس کے بعد اس بانیٔ ستم نے کشمیریوں کے قتل عام کا حکم دیا۔ جہاں بھی صبح سے دوپہر تک کوئی سپاہی، رئیس زادہ یا کوئی کاریگر وغیرہ نظر آتا تھا وہ بے دریغ قتل کیا جاتا تھا۔ یہ قتل عام تاریخ میں اس طرح درج ہے۔

"ہر کہ از سپاہ و زمیندار و صنعت گر و جولاہ وغیرہ در می یافتند از صباح تا دوپہر روز بقتل می آوردند"[۲۴۳]

دو دن کے بعد ظفر خان اور سترہ امیر زادوں کو حاتم خان کے ہاتھوں شمشیر آبدار سے شربت مرگ پلایا گیا۔ ان کی لاشوں کے ساتھ توہین کی گئی اور محلہ سورہ ٹینگ۔ رینہ داری کی سڑک پر دھوپ میں بے گور و کفن پھینکی گئیں۔ کسی کو ان کی تجہیز و تکفین کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ جب سڑی ہوئی لاشوں سے عفونت آنے لگی تو محلے کے لوگوں نے کمہاروں کی بستی میں ان لاشوں کو راکھ سے چھپایا۔[۲۴۴]

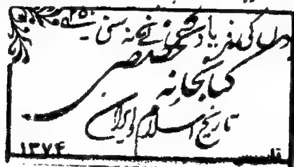
یعقوب شاہ کی المناک موت

جب شہنشاہ اکبر ۹۹۶ھ میں کشمیر آئے تو مرزا یوسف خان نے یعقوب شاہ کو

عہد و پیمان کے ساتھ اکبر کے سامنے پیش کیا۔ اکبر نے انھیں مرزا یوسف خان کے ہمراہ ہندستان بھیج دیا۔ وہاں انھیں رہطاس میں راجہ مان سنگھ کی حراست میں رکھا[۲۴۵]۔ نوادر الاخبار میں لکھا ہے کہ یعقوب شاہ دربار اکبری میں ایک قیدی کی طرح پابند زنجیر پیش کیے گئے تھے۔ تاریخ کے الفاظ یہ ہیں کہ

"جمی غفیر بغل در زنجیر دستگیر کردہ با یعقوب خان چک و ملک شمس چک مسلسل و مغلول در بارگاہ خلائق پناہ حاضر گردانیدند"[۲۴۶]

کشمیری اور ہندوستانی مورّخین نے یعقوب شاہ کے انتقال کے بارے میں غلط واقعات درج کیے ہیں۔ بدایونی کہتے ہیں کہ یعقوب شاہ کا انتقال بہار کے قید میں مالیخولیا کے عارضے میں ہوا[۲۴۷]۔ حسن کہتے ہیں کہ چھوٹے بھائی نے یعقوب شاہ کو زہر دے کر ہلاک کیا اور وہ کشتواڑ میں دفن ہیں[۲۴۸]۔ جبکہ صاحب نوادر الاخبار کہتا ہے کہ شہنشاہ اکبر نے انھیں ایک زہریلا خلعت بھیجا اسے پہنتے ہی ان کی موت واقع ہوئی[۲۴۹]۔ دراصل کشمیر کے اس عظیم ترین سورما اور آخری خود مختار بادشاہ کی موت اکبر کے سیاسی اور سامراجی حربوں سے واقع ہوئی۔ وجوہات یہ ہیں کہ جب یوسف شاہ کا انتقال ہوا تو یعقوب شاہ کو راجہ مان سنگھ نے باپ کا منصب عطا کیا۔ راجہ کو اکبر نے آگرہ بلایا جب وہ جانے لگے تو دو آدمیوں نے راجہ سے کہا کہ یعقوب شاہ کو آزاد کرنا خطر سے خالی نہیں ہے۔ ان کو بند رکھنا چاہیئے۔ تاکہ آپ کی عدم موجودگی میں یہ حکومت کے خلاف سازش نہ کریں۔ راجہ نے انھیں قلعہ رہطاس میں نظر بندہی رکھا جب واپس آگئے تو دو آدمیوں نے قاسم خان کے ساتھ انھیں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ قاسم خان اپنے آپ کو یوسف شاہ کا بیٹا کہتا تھا۔ حالانکہ اس میں ذرہ بھر حقیقت نہ تھی۔ یعقوب شاہ نے راجہ سے جاگیر پر جانے کی اجازت لی اور وہ قاسم خان کے پاس بھی رخصت کی غرض سے گئے۔ اس یزید خصائل نے پان میں زہر ہلاہل ملا کر یعقوب شاہ کو دیا۔ پان کھاتے ہی ان کا بدن نیلا ہو گیا اور بالآخر ۶ محرم ۱۰۰۱ھ ہجری مطابق روز دوشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۵۹۲ء کو ان کا انتقال ہوا۔ سید ابو المعالی نے ان کی لاش بھیرا سے اٹھائی اور بسوک میں اپنے والد کے پہلو میں دفن کیا۔ ان کے انتقال کے بعد یعقوب شاہ کے یتیم بچوں کا گلا رسی سے گھونٹا گیا۔ ان کے پاس جو نقد و جنس اور زیورات تھے وہ سب قاسم خان یزید سیر لے گیا اور ان ...



یعقوب شاہ کے اوصاف حمیدہ اور بہادری

بعض غلط بین مورخین کو یعقوب شاہ میں سوائے برائیوں کے کوئی خوبی نظر نہیں آتی ہے۔ خواجہ اعظم کہتے ہیں کہ

"اوضاع پسندیدہ و اخلاق حمیدہ نہ داشت[۲۵۱]"

برعکس اس کے مصنف بہارستان شاہی نے انھیں بحلیہ عقل و کیاست و فرط تدبیر و فراست آراستہ بود[۲۵۲] قرار دیا ہے۔ مورخین سے قطع نظر بابا داؤد خاکی بھی ان کے اخلاق شائستہ اور اوصاف پسندیدہ جیسے سخاوت، شجاعت اور عقل و فراست کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ چنانچہ قصیدہ غسلیہ یوسف شاہی میں فرماتے ہیں ؎

ہست اولادش کلاں مرزا لقب یعقوب خاں
آنکہ عقل کاملاں دارد بنوعہدے بسال
در دلیری و سخا ممتاز ازاں قرن آمدہ
شہرتے دارد بحسن صورت و جاہ و کمال

کتب تواریخ میں یعقوب شاہ کی بہادری اور شجاعت کے غیر معمولی واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ ایک واقعہ یہ بھی درج ہے کہ فتح کشمیر کے بعد اسیری کی حالت میں جلا وطن کیے گئے تھے تو ایک مرتبہ شہنشاہ اکبر نے یعقوب شاہ سے کہا کہ میں آپ کی بہادری کے کارنامے پہلے تو بہت سن چکا ہوں لیکن اپنی آنکھوں سے آپ کی بہادری نہیں دیکھی ہے۔ اس کے بعد مجمع عام و خاص میں انھوں نے یعقوب شاہ کو ایک مست ہاتھی سے لڑایا۔ اور ایسا لڑایا کہ ہاتھی بے چارہ فریاد کرتا رہا اس واقعہ کو یعقوب شاہ کے مخالف مؤرخین کے الفاظ میں سنیے:۔

"آں نہنگ طیناں بغیر سلاح وحربہ ہر کدام با فیل مقابلۂ خویش در آویختند۔ بعد حملات بسیار و ہنرہائے بے شمار یعقوب خان چک دم فیل مقابلۂ خود را در دست پلنگ توت خویش مضبوط گرفتہ۔ فیل بے چارہ بنالہ و فریاد در آمدہ۔ ہر چند زور زد کہ از دست یعقوب خان چک رہا شود و راہ گریز گیرد۔ غیر از یں اخلاص فیل صورت بہ نسبت کہ دُم از جسد جدا گشتہ در دست یعقوب خاں چک ماند و فیل بہزار حرثقیل نجات یافتہ جوشان و خروشان از حلقۂ معرکہ

بدر رفت ۲۵۳

ایک اور واقعہ بھی سنیے کہ ہندوستان میں بندھیلہ کے مہاراجہ نیلہ کنٹھ نے اکبر بادشاہ سے بغاوت کی تھی۔ اکبر نے اپنے صلاح کاروں سے مشورہ کرکے راجہ پر فوج کشی کے احکامات جاری کیے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اسی وقت یعقوب شاہ بھی دربار میں حاضر ہوئے۔ جب یہ واقعہ سنا کہ اکبر بادشاہ راجہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں تو انھوں نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ اجازت مرحمت فرمادیں تو میں تن تنہا راجہ سے نمٹ لوں۔ اکبر نے اجازت دی۔ یعقوب شاہ بھیس بدل کر ایک فقیر کی طرح راجہ کے لشکر میں داخل ہوئے اور موقعہ کے انتظار میں رہے۔ ایک دن راجہ اپنے چند نوکروں کے ساتھ دریا میں نہانے کے لیے لشکر گاہ سے روانہ ہوئے۔ یعقوب نے تعاقب کیا اور پھر راجہ سے کہا کہ میں کشمیر کا یعقوب خان چک ہوں اور تجھے اکبر کے پاس لے جانے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ اگر میرے ساتھ آؤگے تو میں وعدہ کے مطابق پھر اپنی جگہ پر پہنچا دوں گا۔ ورنہ سر قلم کر دوں گا۔ راجہ کا ایک آدمی فوج بلانے گیا۔ یعقوب خان چک نے راجہ کو گھوڑے پر اٹھا لیا اور اکبر کے پاس پہنچایا۔ اکبر کو اس واقعہ سے بڑی حیرت ہوئی اور یعقوب شاہ کے وعدے کے مطابق راجہ کو واپس بندھیلہ بھیجا۔ ۲۵۴

یہ واقعہ تاریخ ملک حیدر (نمبر مخطوطہ ۵۸۰۶) نسخۂ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں بھی درج ہے اور یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب فتح کشمیر سے قبل یعقوب شاہ دربار اکبری میں موجود تھے۔ تاریخ میں مذکور ہے کہ راجہ بندھیلہ کے پاس پچاس ہزار راجپوت سوار اور ڈیڑھ ہزار ہاتھی کا لشکر گراں موجود تھا۔ تاریخ میں منقول ہے کہ

"چوں پیشتر از آں ہم یعقوب خان در بے معارک خود تنہا فتنہ کارہائے
نمایاں کردہ بود و او را حضرت بادشاہ ازیں جہت بجنوں منسوب می نمودند دریں
ہنگام کہ ہمچو داعیہ از وے سرزد۔ بادشاہ برائے انصرام دادِ مرکبے امتحان
دو دم فنائے خان مذکور برضا جنبانیدہ رخصت نمود"

"فنائے خان مذکور" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ اکبر دربار قاہرہ میں بھی یعقوب شاہ کی موجودگی کو خالی از خطرہ نہیں سمجھتے تھے۔ اسی لیے ان سے چھٹکارا پانے کے لیے انھوں نے اپنی طرف سے یعقوب شاہ کو موت کے منھ میں دھکیل دیا۔ تاریخ میں یعقوب شاہ کا یہ جملہ "من یعقوب خانِ کشمیرم" ان کی خاندانی وجاہت پیش کرتا ہے۔ ایسا ہی جملہ گزشتہ اوراق میں کاجی چک

کی طرف سے بیان کیا گیا ہے جب انھوں نے ایک مغل جوان کو ہا نجی دیرہ ٹین میں نیزہ مارا تھا تو کشمیری زبان میں کہا تھا کہ اسی کا نام کاجی چک ہے ۔

"ظلم بے حد" کی مزید تفصیلات

یعقوب شاہ کی جلاوطنی اور پھر ان کے انتقال کے بعد بھی مجاہدین آزادی کشمیر نے ملک کو مغلوں کے پنجۂ اقتدار سے چھڑانے کے لیے ۱۰۲۱ھ مطابق ۱۶۱۲ء تک اپنی جد وجہد جاری رکھی تھی ۔ خواجہ اعظم کہتے ہیں کہ

" الغرض ہر گوشہ کسے از چکان سر بہ شورش برمی داشت و تشویش مردم
بادشاہی می انداخت تا او سط سلطنت نورالدین جہانگیر بادشاہ ط۱۰۲۱ ہجری
یک بیک ملک بے خلل نہ بود " [۲۵۵]

جہانگیر کے بعد بھی آزادی پسند لوگوں کو شاہجہاں، اورنگ زیب اور ان کے بعد پٹھانوں، سکھوں اور ڈوگروں کے عہد حکومت میں ناقابل برداشت مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔ مذہب کے نام پر انھیں جھوٹے اور بے بنیاد مقدموں میں ملوث کیا جاتا تھا اور پھر صاحبان اقتدار نام نہاد فتویٰ فروش ملاؤں کے فتوے سے ان کو قتل کرتے تھے ۔ مشہور مؤرخ اور سپاہی ملک حیدر چاڈورہ کے بیٹے حسین ملک چاڈورہ کو اورنگ زیب نے قاضی عسکر کے فتوے سے قتل کیا۔ ان کے قتل کا یہ دردناک مرثیہ اب تک کتب تواریخ میں زبان زد خلائق ہے ؂

شد از ظلم بیداد قوم یزید
حسینؓ ابن حیدرؓ دوبارہ شہید [۲۵۶]

کشمیر کے شیعہ سنی فسادات میں ہمیشہ بیرونی حکمرانوں کا ہاتھ تھا ۔ وہ اپنی حکومتوں کے استحکام کے لیے مذہبی منافرت کو سیاسی ہتھکنڈوں کے طور پر استعمال کرتے تھے ۔ ان فسادات میں مذہب کو کوئی دخل نہیں تھا ۔ حسن کا یہ کہنا غلط ہے کہ شیعہ لوگ سنی بزرگان دین کی توہین کرنا اپنے لیے باعث ثواب وعبادت سمجھتے تھے ۔ اس لیے شیعان کشمیر ہر تیس یا چالیس سال کے بعد تعصب کا شکار ہوتے تھے [۲۵۷] ۔ کوئی بھی مذہب بزرگان دین کی گستاخی داخل عبادت قرار نہیں دیتا ہے چونکہ لوگ مذہب کو ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس لیے بے بنیاد الزامات لگا کر بے گناہوں

کا خون بہایا جاتا ہے۔ لوگوں نے سلاطین چک کو محض اس لیے بدنام کیا کہ وہ ظالم تھے۔ اور دوسرے فرقوں کے ساتھ رواداری سے پیش نہیں آتے تھے۔ یہ صرف الزام ہی الزام ہے اور کسی بھی معاصر تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ سلاطین چک کی رواداری اور رعایا پروری کی بنیاد پر ہی مورخوں نے انھیں عادل اور انصاف پرور کہا ہے۔ اگر وہ واقعی ظالم اور متعصب ہوتے تو تاریخ انھیں عادل نہیں بلکہ ظالم ہی لکھتی۔ ان کی رواداری کی نظیر اس سے زیادہ اور کیا پیش کی جاسکتی ہے کہ ان کے عہد میں کوئی شیعہ سنی فساد نہیں ہوا۔ یہ بھی کسی چھوٹی سی چھوٹی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ انھوں نے کسی خانقاہ یا عبادت گاہ کی بے حرمتی کی ہو۔ یا لوگوں کو قتل کر کے ان کی املاک نذر آتش کی ہو۔ شیعوں کی بے گناہی کا ثبوت حسن کے ایک ہی جملے سے ملتا ہے۔ اور یہ جملہ ضخیم تاریخوں کے برابر ہے یعنی شیعوں کے قتل و غارت کے بعد کشمیریوں پر خدا کی طرف سے قحط کی صورت میں قہر نازل ہوتا تھا اور وہ گوناگوں تکلیفوں میں گھر جاتے تھے۔ حسن نے اس بارے میں جو کچھ بھی کہا ہے وہ نہایت ہی وثوق اور تحقیق کے ساتھ کہا ہے۔ شیعوں پر کیے گئے مظالم کے ذیل میں ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

" انتباہ ۔ راقم الحروف غلام حسن معروض می دارد کہ بہ مطالعہ تواریخ کشمیر ہمیں تحقیق شد کہ <u>در ملک کشمیر بعد تاراج مردم شیعہ خواہ مخواہ قحط واقع می شود</u> "[۲۵۸]

ذیل میں "تاراج مردم شیعہ" کے تحت تاریخ حسن میں سے چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔

تاراج اول ــ در ۹۵۵ ہجری مرزا حیدر بہ معاونت امرائے شہر مثل عیدی رینہ و خواجہ حاجی بانڈے وغیرہ اعیان عوام الناس راحکم نافذداد کہ فرقہ شیعہ ہا غارت سازند۔ باشارۂ عوام الناس ہر سو تاختہ، شیعہ ہا را تاخت و تاراج کردہ بیوت آنہا را دردادہ خاکستر نمودند و خانقاہ شمس عراقی کہ در چڈی بل بسوزانیدند۔ لاشۂ شمس عراقی از گور کشیدہ در سرگین سگان لطمۂ آتش کردہ مقبرۂ او را مزبلۂ اہل شہر ساختند۔ و شنگلی ریشی کہ از مریدان بابا علی نجار بود و در نواحی پرسپور رواجے داشت از شالی کوب سرش کوفتہ، جسدش بہ خواری بسوختند و مردم بسیارے از اعیان شیعہ و متابعان شمس عراقی بہ قتل رسانیدند۔

و میر دانیال گرامی فرزند میر شمس عراقی کہ در اسکردو ترویج مذہب خود می ساخت مرزا حیدر او را بہ سرزنش آوردہ یک سال محبوس داشت و بگواہی چند

شاهدان سبّ صحابه بروے ثابت گشته بفتوائے قاضی ابراهیم و قاضی عبدالغفور به قتل رسانید. تاریخ قتلِ او "دشتِ کربلا" گفته اند" [۲۵۹]

"تاراج دوم ـ در ۹۹۳ھ هجری وقتے که مرزا قاسم خان با عساکر اکبرشاه برائے تسخیر کشمیر در هیره پوره رسید و یعقوب خان چک برائے مقابله و مقاتله در هیرپوره پیش قدمی ساخت. سید یوسف خان بیهقی و ناز ک بٹ وزیر یعقوب خان چک خلعت و اسپ و اسلحه به فریب گرفته در کهامه با عالم شیر ماگرے و ظفر خان بچهٔ شمس چک پیوسته با همدیگر عهد و پیمان بسته در شهر آمدند. و بر سیدنِ این جا شمس چک و محمد بٹ که یعقوب خان در زندان داشته بود از محبس کشیده اند و باتفاقِ مردمِ عوام محلهٔ جڈی بل را آتش دادند. و خانقاهِ شمس عراقی که دولت چک دوباره تعمیر کرده بود بسوزانیدند. و خانقاه میر شمس عراقی را مزبله کرده شیعه ها بسیار رنجانیدند و ناموس و مال و جان آنها بباد داده از راهِ پونچھ مفرور شده با فوج اکبرشاه پیوستند" [۲۶۰]

"تاراج سوم ـ در عهد حکومت ظفر خان ۱۰۴۵ھ هجری مردمانِ شهر برائے توت خوری در مایه سومه رفته بودند. در میان شیعه سنّی نزاع افتاد. شیعه ها از روئے بے پروائی سبّ صحابهٔ کبار نمودند. مدّعیان در پیش قاضی ابوالقاسم مرافعه کرده اعلام شرعی بنام سابیان گرفتند. صوبدار که از اهل تشیع بود در احضار آن ها مساهله نمود و مردم عام بشورش آمده، بعضے خانهائے شیعه را غارت کرده بسوزانیدند" [۲۶۱]

"تاراج چهارم ـ در عهد ابراهیم خان ۱۰۹۶ھ هجری در محلهٔ حسن آباد عبدالشکور و پسرِ او صادق نام همراه یک سنّی خصومت و نزاع نموده در حقِ اصحابِ کرام حضرت انام زبانِ شنعت کشودند. و اهل سنت مرافعه به قاضی نمودند. سابیان به اعلام قاضی در پناه ابراهیم خان که شیعه بود ماندند. موجب آن قاضی محمد یوسف به شورش آمده با صوبه دار مکابره فرمود. دراں اثنا مردم عوام حسن آباد را آتش کشیده غارت نمودند. جمعے کثیر مقتول و مجروح نمودند. عبدالشکور و

پسر و داماد وے کہ سابق بودند حوالۂ عوام کردہ بقتل رسانیدند۔ عوام خانہ محمد طاہر مفتی ہم تاخت نمودند و بابا قاسم مقتدائے شیعہ را در راہ گرفتہ بعد خواری و اہانت کشتند و بقایا با فرزند خواجہ حبیب نوشہری شورش برداشتہ خانۂ ابراہیم خان را آتش کشید"[۳۶۲]

"تاراج پنجم ۔ درماہ ذی قعدہ ۱۱۳۲ سنہ ہجری عوام بشورش آمدہ بر سر محلہ جڈی بل ریختند، مردم شیعہ کہ در ایّام فساد با اہل ہنود اتحاد و اتفاق کردہ مورچال عظیمی بستہ مضبوط بودند۔ الحال بکنگاش قتل محتوی خان متہم گشتہ، ہجومیان بر سر آنہا تاختہ، بہر جا نہب و غارت ساختہ، خانمانِ آنہا در ہلکۂ آتش انداختہ از صغیر و کبیر و زن و مرد جمعی کثیر بعدم رسانیدند۔ و بافعال ناشائستہ پردۂ ننگ و ناموس آنہا دریدہ، نامہ ہائے خود سیاہ کردند۔ و در محلہ جڈی بل طفلاں و نسواں بخوف جاں درمیان خانقاہِ میر شمس عراقی پناہ گزین شدہ۔ دروازہ بودند۔ اہل فساد از بازپرس یوم التناد نہ ترسیدہ خانقاہ مذکور را باز روے عناد آتش کشیدہ ماہ رویانِ سیمین بدن را بباد دادہ طفلانِ بے گناہ را خاکستر نمودند۔ العظمۃ للہ! ایں چنیں حادثۂ تباہ و واقعۂ جانکاہ بر مردمانِ شیعہ گاہے بہ عمل نیامدہ بود۔ کہ در عرصۂ یک پہر روز تمامی خانماں و مال و متاع و ننگ و ناموسِ آں ہا تباہ گشت"[۳۶۳]

خاندانی حالات میں یہ المناک واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ بلوائیوں نے اس قتل عام میں اتنا خونِ ناحق بہایا کہ تا زانوئے اسپ خون تھا۔ جس جگہ قتلِ عام کیا گیا تھا وہ خانقاہ میر شمس الدین کے متصل ہی ہے۔ اس کا نام مرگ بل رکھا گیا۔ مرگ بمعنی موت اور "بل" کشمیری زبان میں جگہ کو کہتے ہیں۔ یہ مقام اب بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ اس کے علاوہ زڈی بل میں بطرف شمال ایک غار تھا۔ اس کو کشمیری میں" ہودہ بل" کہتے ہیں۔ یہاں لگ بھگ بارہ سو عورتیں اور بچے پناہ گیر ہوئے تھے۔ فسادیوں نے غار کے دروازے پر لکڑی کا انبار جمع کیا اور پھر اسے جلایا۔ جس کے سبب غار کے تمام لوگ خاکستر ہوئے۔ اس کے بعد پورا زڈی بل نذرِ آتش کیا گیا۔ یہ واقعہ خاندانی حالات کے مطابق ۲ ذی قعدہ یوم جمعہ ۱۱۳۲ سنہ ہجری کو ہوا تھا۔

"**تاراج ششم** ـ در ایام حکومتِ برکات خان باتفاق راجهٔ کوهستان لباس بغاوت پوشیده، شهر و اشاق را به هر جا تاخت تاراج کرده ملک بے چراغ نمودند۔ چند روز در محله زڈی بل همراه اهل شیعه کنگاش داشته علم بغاوت افراخت و فوجِ شاهی را منزه اتر هزیمت داده شهریاں را تاراج ساخت۔ عاقبت ابوالبرکات خان با جمعیت منصب دارانِ شهر و افواج شاهی استقامت کرده بعد جدال و قتالِ بسیار آں باغی طاغی را از شهر بدر کشیده در کامراج منهزم گردانید۔ و در تعاقب پرداخت نه نموده همگی عوام الناس را بر تاراج اهل شیعه محاذ کرد، خانهائے آں ها را از هر محله در داده، مال و دولت بغارت برده، در ننگ و ناموسِ آنها دقیقهٔ فرو نه گذاشتند و چند محله را در یک پهر روز بباد دادند۔ "عام التشویش" (در سنه ۱۱۵۸ هجری) "تاریخ است"[۲۶۴]

"**تاراج هفتم** ـ کریم داد خان اهل تشیعه را زجر و توبیخ نموده امیرآباد هم ویران فرمود"[۲۶۵]

"**تاراج هشتم** ـ در حکومت بلند خان (۱۱۷۵ـ۱۱۷۷ هجری) مردمان برائے صلوٰة استسقا در عیدگاه رفتند و شیعه هائے زڈی بل به نسبتِ خواجه حبیب نوشهری کلام بے ادبانه گفتند۔ مردم عوام بشور آمده، زڈی بل را آتش کشیدند و شیعه ها را غارت نمودند۔ بلند خان تحقیق ایں امر نموده، بعضے شیعه ها را قطع گوش و بینی کرده و مصادره ها گرفته به سزا رسانید"[۲۶۶]

"**تاراج نهم** ـ در عهد جمعه خان (سنه ۱۲۰۱ هجری) در آں ایام مردم شیعه در جڈی بل و حسن آباد ماتم سرا نموده، رواج ماتم داری افزودند و نائب صوبه اسلام خان را برائے تحقیقِ ایں امر مامور فرمود۔ چوں درست بوده، فردا روز جمعه محبت خان به ازدحام عوام سر موقع رفته۔ بنیاد ماتم سرا از پا در انداخته طبقهٔ شیعگان از نهب و غارت و احراق مامون ساخت"[۲۶۷]

"**تاراج دهم** ـ در جور و جفا و ظلم و ایذائے مردم خاص و عام (جمعه خان) علم تجبّر افراخته، ساکنانِ شهر و ده را در ورطهٔ تحسّر انداخت۔ خصوصاً در

حق جنودِ ہنود و اہل تشیع از روئے تعصب و کینہ پروری دست تغلب دراز کرده از اکابرانِ ہنود جمعی کثیر بقتل رسانید و بعضی را در بوریا پیچیده میانِ گرداب ڈل غرق گردانید[268]"

"تاراج یازدہم۔ در عہدِ فرماندہی عبداللہ خان ۱۲۱۶ سنہ ہجری و نیابت عطا محمد خان واقع شد۔ باعث آں ایں است کہ اہل شیعہ بروز عاشورا در ماتم سرا اعلانیہ سبّ و تبرا بہ نام اصحاب کبار ظاہر کردند۔ و در مرثیہ خوانی و جنازه رانی مبادرت نمودند۔ ازیں رو خاطر خاص و عام برآشفتہ و خوانین کابل را آتش غیرت بہ جوش آمد۔ بہ موافقت او باشانِ شہر و قلاّشان دست تطاول دراز کرده مال و مکنت آنہا یہر جا غارت کرده بہ آتش قہر و غضب خانمان آنہا را در طرفۃ العین توده ہائے خاکستر نمودند۔ و در ننگ و ناموس آنہا دست انداختہ از بے شرمی دقیقہ نہ گذاشتند[269]"

"تاراج دوازدہم۔ در نظامت بہان سنگھ ۱۲۴۶ھ بہ ظہور پیوست وجہ آں مورخان چناں بیان سازند کہ در تالابِ خوشحال سر موخ زارے کہ معروف است گیاه۔ آں را بوریا ہا منسوج کرده از عہد ابراہیم خان معمول بود۔ کہ نصفہ آں برائے فرش مسجد جامع می دادند و نصفہ دیگر را بساط ماتم سرائے زڈی بل می کردند۔ دریں سال اہل تشیع را بہ سبب حکومت سنگان خیال دیگر بہ خاطر راه یافتہ بود بنا بر شرارت اندرونی بوریا ہائے حصّہ مسجد جامع عمداً در ماتم سرائے خود فرش کردند۔ سنیّاں را ایں حرکت دشوار آمد۔ تا کہ بروز غرّه ماه عاشورا باہمدیگر گفتگو کرده پیشِ ناظم استغاثہ بردند۔ بہان سنگھ حکم داد کہ بوریا ہائے معمولی مسجد جامع در مسجد جامع رسانیده دہند۔ مردم شیعہ چند روز بہ تغافل گزرانیده بوریہ ہا از دست نہ کشیدند۔ علاوه بر آں تبرا و تقلید تابوت شہدا نمودند۔ و چند کس از سنیّاں در پیش بہان سنگھ از عدم حصول بوریا ہائے مسجد عریضہ گزرانیدند۔ بہان سنگھ دو نفر سپاہاں ہمراه داده فرمود کہ بوریا ہائے مسجد از ماتم سرا کشیده در مسجد جامع برسانند۔ سنیّاں بہ

اعانت سپاہان در ماتم سرا دست انداز بوریا ہا شدہ بودند۔ اہل تشیع بشورش آمدہ آتش جنگ و جدل افروختہ سنیاں را زد و بدل گفتند۔ ہماں وقت تمام باشندگانِ شہر را خبر شد از گریبانِ عناد سر کشیدہ خانہائے شیعہ ہا را بہ آتش افروختند۔ اندوختۂ آں ہا از مال و متاع و اسبابِ تمام بہ غارت بردہ در یک دو پہر با خاکِ فنا آمیختند۔ و پردۂ ننگ و ناموس آنہا دریدہ بعد مباشرتِ فعلِ شنیع شرمگاہِ بعض نسوان را بہ خنجر کشیدہ ریزہ ریزہ گردانیدند[۲۷۰]"

"تاراج سیزدہم۔ در زمانِ ایالت رنبیر سنگھ و انتظام وزیر پنوں در ۱۲۸۹ھ بعمل آمدہ۔ وجہ ایں است کہ دریں سال دو سہ ماہ آتش و با دریں ملک مشتعل بود۔ و خلقتِ بسیار طعمۂ اجل گشت۔ در آں اثنا مردمان در مساجد و خانقاہ برائے دفعِ ایں بلا بہ خدا التجا می کردند۔ اہل شیعہ در محلہ مدین صاحب متصل خانقاہ بر زمینِ مقام (مسجد) بنیاد مسجد امامیاں انداختہ بہ سجود و رکوع در آں جا قیام می کردند۔ و سنیاں را ایں سخن ناگوار می شد۔ ۱۱ ماہ رجب روز عرس سید محمد مدنی خاص و عام بہ ازدحام تمام دراں جا جمع گشتہ دیوارہائے مسجد اہل شیعہ از پا برانداختند۔ امامیاں خروج کردہ با ہمدیگر بہ جدل پیوستند و اہل اسلام را مضروب و مجروح ساختند۔ دوکان داراں را غارت کردند۔ و سنیاں در محکمہ کوتوالی و عدالت و دربار اعلیٰ استغاثہ نمودند و در تاریکیٔ شب ہیچ کسے از حکام پرداختِ ایں امرِ خطیر نہ نمود۔ و مردم مستغیث بوقتِ مراجعت از شیر گڑھ در شہر شہرت افترا انداختند کہ وزیر پنوں مارا بغارتِ شیعہ ہا تجویز داد۔ بہ سمعِ ایں خبر مردم قلاش و اوباش آتش فساد افروختہ بوقت چار بجے صبح خانہائے شیعہ را یکبار آتش کشیدہ بہ غارت پیوستند۔ و تا بہ ہنگام نہ ۹ نواخت (نو بجے) وزیر از خواب نخوت بیدار نہ شدہ تا کہ مال و متاع و خانہائے شیعہ ہا بباد رفت"[۲۷۱]

اس تاراجِ عظیم کی تاریخ یہ ہے ؎

ازیں حسرت جہانے را جگر سوخت
خرد تاریخ آں گفتا "جگر سوخت"[۲۷۲]
۱۲۸۹ھ

شیعوں کے جو مکان جلائے گئے تھے ان کی تعداد تو سو ساٹھ [۹۶۰] تھی[۲۷۳]۔ خاندانی حالات میں یہ جگر سوز واقعہ ۱۲ رجب یوم دوشنبہ ۱۲۸۹ھ ہجری کو رونما ہوا۔ تمام شیعوں کی املاک نذر آتش کی گئی تھی۔ امام باڑہ حسن آباد اور امام باڑہ زڈی بل بھی خاکستر کیے گئے تھے۔ فساد میں میر شمس الدین عراقی کی اولادوں میں سید عبداللہ کے صاحبزادے سید صادق بھی مارے گئے تھے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ نے آتش زدگان کو دو لاکھ اسی ہزار روپیہ اور امام باڑہ زڈی بل کے لئے پچیس [۲۵] ہزار روپیہ کا عطیہ دیا تھا۔ خاندانی حالات میں اس لوٹ مار کی تاریخ "ظلم شدیدا" (۱۲۸۹ھ ہجری) درج ہے۔

★

فہرست مآخذ

مقدمۂ اوّل

(۱) بہارستانِ شاہی ص۱۳، تاریخ کشمیر ملک حیدر قلمی و غیر مطبوعہ سال تصنیف ۱۰۲۹ھ نسخہ سری نگر
(۲) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص۵۵ ڈاکٹر محب الحسن (اردو ترجمہ) کشمیر ص۳۲ جلد دوم ڈاکٹر محی الدین صوفی
(۳) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص۳۰۲ از ڈاکٹر محب الحسن (اردو ترجمہ)
(۴) تاریخ جموں ص۲۹۳
(۵) مجالس المومنین ص۲۱۵ مطبوعہ نولکشور
(۶) خاندانی حالات قلمی، سید حسن صفوی
(۷) مجالس المومنین تہرانی ایڈیشن ص۲۵۶
(۸) دائرہ معارف اسلامیہ ص۵۱-۵۲ جلد ۱۱ مرتبہ: دانش گاہ لاہور، طبع اول ۱۹۷۵ء
(۹) تحفۃ الاحباب قلمی و غیر مطبوعہ (سال تصنیف ۹۵۰ ہجری)
(۱۰) تحفۃ الاحباب
(۱۱) تحفۃ الاحباب ص۲۶، ص۲۹
(۱۲) بہارستانِ شاہی ص۳
(۱۳) مجالس المومنین ص۲۱۰
(۱۴) تاریخ فرشتہ (ص۳۵) اختر درخشاں ص۹ آغا سید باقر
(۱۵) واقعات کشمیر ص۵۴
(۱۶) تاریخ حسن جلد اوّل ص۲۳۴ مطبوعہ حکومت جموں و کشمیر
(۱۷) تحفۃ الاحباب ص۱۸ بہارستان شاہی
(۱۸) بہارستان شاہی ص۹۰-۹۴
(۱۹) تحفۃ الاحباب ص۲۱ تا ص۲۲
(۲۰) بہارستان شاہی ص۹۶
(۲۱) تاریخ فرشتہ ص۴۹۱ اردو ترجمہ از مولوی فدا علی طالب
(۲۲) تاریخ حسن جلد اول
(۲۳) واقعات کشمیر (تاریخ اعظم دیدہ مری) ص۴۳
(۲۴) منتخب التواریخ قلمی و غیر مطبوعہ
(۲۵) آئینِ اکبری ص۳۶۴ انگریزی جرنل
(۲۶) تاریخ فرشتہ ص۶۶۲ (اردو ترجمہ)
(۲۷) اینشنٹ جغرافی آف کشمیر ص۱۳۱
(۲۸) تاریخ حسن ص۳۹۳ جلد اول
(۲۹) اینشنٹ جغرافی آف کشمیر ص۱۵۹
(۳۰) تاریخ کشمیر ملک حیدر قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ ص۱۹۳
(۳۱) تحفۃ الاحباب ص۲۲۴ تا ص۲۳

(۳۲) تحفۃ الاحباب ص ۲۳

(۳۳) تاریخ کشمیر قلمی و غیر مطبوعہ ورق ۲۵ ب نسخہ محکمہ
ریسرچ جموں و کشمیر سری نگر و واقعات کشمیر ص ۶۷ و
تاریخ حسن ص ۳۲۵ جلد دوم

(۳۴) بہارستان شاہی ص ۳۲

(۳۵) تحفۃ الاحباب ص ۶۵-۶۴

(۳۶) تحفۃ الاحباب ص ۲۳۱ ۱۵۶

(۳۷) تحفۃ الاحباب ص ۳۷-۳۵

(۳۸) تحفۃ الاحباب ص ۹۱

(۳۹) تحفۃ ص ۵۳

(۴۰) تحفۃ الاحباب ص ۶۳-۶۲

(۴۱) تحفۃ الاحباب ص ۶۹-۷۷، بہارستان شاہی ص ۶۱

(۴۲) تحفۃ الاحباب ص ۸

(۴۳) بہارستان شاہی ص ۷۴

(۴۴) تحفۃ الاحباب ص ۸

(۴۵) تحفۃ الاحباب ص ۶۰-۵۸

(۴۶) تحفۃ الاحباب ص ۱۲۱

(۴۷) تحفۃ الاحباب ص ۱۳۸-۱۳۷

(۴۸) تحفۃ الاحباب ص ۱۳۸-۱۳۵

(۴۹) تحفۃ الاحباب ص ۱۱۳

(۵۰) تحفۃ الاحباب ص ۱۶۱

(۵۱) تحفۃ الاحباب ص ۹۷

(۵۲) تحفۃ الاحباب ص ۱۳۵

(۵۳) تاریخ کشمیر ورق ۲۵، الف ۲۶، ب

(۵۴) واقعات کشمیر ص ۸۰-۷۹

(۵۵) تاریخ حسن ص ۲۴۷ جلد دوم

(۵۶) تاریخ رشیدی مرزا حیدر کاشغری

(۵۷) تحفۃ الاحباب ص ۶۳

(۵۸) تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۳۳۶ مطبع نولکشور لکھنؤ

(۵۹) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص ۳۲۲ حاشیہ

(۶۰) ہسٹری آف مسلم رول ان کشمیر ص ۲۰۱ (ڈاکٹر پارمو)

(۶۱) تحفۃ الاحباب ص ۱۵۲

(۶۲) تحفۃ الاحباب ص ۱۲۶

(۶۳) تحفۃ الاحباب ص ۸۶

(۶۴) تاریخ کشمیر سید علی ورق ۲۶ ب

(۶۵) واقعات کشمیر ص ۸۰ تاریخ حسن ص ۲۵۴ جلد دوم

(۶۶) تحفۃ الاحباب ص ۱۱۱

(۶۷) تاریخ کشمیر قلمی حسن بیگ ورق ۴۲ الف، قلمی
واقعات کشمیر ص ۱۰۱، تاریخ ملک حیدر ۹۲ ب
(نسخہ سری نگر) تاریخ حشمت کشمیر ورق ۴۷ ب،
قلمی، تاریخ حسن ص ۲۳۳ جلد دوم

(۶۸) تاریخ ملک حیدر ورق ۹۲ ب، واقعات کشمیر ص ۱۲۵
تاریخ شیعان کشمیر ص ۱۲۵ حکیم غلام صفدر ہمدانی

(۶۹) تحفۃ الاحباب و تاریخ ملک حیدر ۳

(۷۰) فتحات کبرویہ قلمی و غیر مطبوعہ ص ۸۵ وہاب الدین نوری

(۷۱) ٹرائبس آف دی ہندوکش ص ۲۶-۲۵ مطبوعہ
کلکتہ سنہ ۱۸۸۰ء

(۷۲) خاندانی حالات قلمی ص ۵۷

(۳) تحفۃ الاحباب ص۴۴

(۴) تحفۃ الاحباب ص۴۴

(۵) تحفۃ الاحباب ص۱۵۲

(۶) تحفۃ الاحباب ص۱۵۴-۵

(۷) تحفۃ الاحباب ص۱۶۲-۶۵

(۸)- تاریخ حسن جلد دوم ص۲۴۷

فہرست مآخذ

مقدمہ دوم

(۱) واقعات کشمیر ص۵۰

(۲) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۷

(۳) سلاطین کشمیر ص۶۲ (اردو ترجمہ) مصنف ڈاکٹر محب الحسن

(۴) بہارستان شاہی

(۵) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۸

(۶) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۹

(۷) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۷

(۸) شیعان کشمیر ص۳

(۹) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۱۸

(۱۰) بہارستان شاہی، تاریخ ملک حیدر، تاریخ

(۱۱) بہارستان شاہی

(۱۲) تاریخ ملک حیدر چاڈورہ ص۱۲۲ نسخہ سرینگر تاریخ حسن ص۲۳۲ جلد دوم۔ بہارستان شاہی

(۱۳) بہارستان شاہی و تاریخ حسن ص۲۳۳ جلد دوم

(۱۴) بہارستان شاہی، تاریخ ملک حیدر ص۱۲۳ (نسخہ ثانی ص۱۶۱) و تاریخ حسن جلد دوم ص۲۳۳

(۱۵) تاریخ حسن (اردو) ص۴۹۵، بہارستان شاہی تاریخ ملک حیدر ص۱۲۴، تاریخ حسن جلد دوم ص۲۳۶

(۱۶) سکہ ص۳۶۲، بہارستان شاہی ص۸۹، تاریخ ملک حیدر ص۱۲۶ طبقات اکبری جلد سوم ص۶۲۳ نظام الدین، تاریخ فرشتہ ص۶۹۷، نوادر الاخبار ص۶۵ ا ب رفیع الدین احمد المغنی کشمیری (فوٹو اسٹیٹ) منتخب التواریخ قلمی نرائن کول عاجز، تاریخ حسن جلد دوم ص۲۳۷

(۱۷) نوادر الاخبار ص۶۵ الف، تاریخ حسن جلد دوم ص۲۳۷

(۱۸) بہارستان شاہی، ملک حیدر ص۱۲۷ واقعات کشمیر ص۵۸، تاریخ فرشتہ ص۶۹۸، تاریخ حسن ص۲۴۰ جلد دوم

(۱۹) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۴۰

(۲۰) بہارستان شاہی ص۹۵

(۲۱) تاریخ رشیدی ص۳۷۳ بہارستان شاہی

(۲۲) تاریخ حسن ص۲۴۳

(۲۳) بہارستان شاہی ص۹۹ تاریخ حسن ص۲۴۳

(۲۴) بہارستان شاہی ص۱۰۳

(۲۵) تاریخ حسن ص۲۴۳، ملک حیدر ص۱۳۱

(۲۶) تاریخ حسن جلد دوم ص۲۴۹ واقعات کشمیر ص۵۹

(۲۷) بہارستان شاہی ص۱۰۵ واقعات کشمیر ص۵۹

تاریخ رشیدی ص۴۸۲

(۲۸) بہارستانِ شاہی ص۱۰۶ اکبر نامہ جلد اول ص۲۰۳

(۲۹) تاریخ سید علی ورق ۵۰، تاریخ حیدر ملک ص۱۴۵

(۲۹) طبقاتِ اکبری ص۴۶۸ جلد دوم، تاریخ حیدر ملک ص۱۴۵

(۳۰) تاریخ حسن ص۲۵۲، بہارستان ص۱۰۸ نوادر الاخبار ص۶۹ ب

(۳۱) بہارستانِ شاہی ص۱۰۶

(۳۲) بہارستانِ شاہی ص۹۹ ملک حیدر ص۵۳

(۳۳) بہارستانِ شاہی ص۱۰۳، تاریخ کشمیر خلیل مرجان پوری قلمی و غیر مطبوعہ ص۶۹ ملک حیدر ص۵۵

(۳۴) تاریخ فرشتہ ص۹۳۰

(۳۵) تاریخ کشمیر ورق ۳۳ الف قلمی و غیر مطبوعہ مخطوطہ نمبر ۳۰، حسن بیگ (نسخۂ سرینگر)

(۳۶) تاریخ حسن ص۲۵۲ جلد دوم، ملک حیدر ص۵۰، تاریخ حسن بیگ ۳۳ الف، منتخب التواریخ ص۸۲ الف از نرائن کول عاجز، تاریخ سید علی ورق ۲۶ ب، واقعات کشمیر ص۸۸

(۳۷) تاریخ ملک حیدر ص۱۳۴، منتخب التواریخ، تاریخ حسن جلد دوم ص۲۵۲، نوادر الاخبار ص۳۲، ۳۰

(۳۸) بہارستانِ شاہی ص۱۰۸-۱۰۹

(۳۹) تاریخ رشیدی ص۴۳۶ انگریزی از ایلیس الیاس

(۴۰) تاریخ فرشتہ ص۵۵۶

(۴۱) بہارستانِ شاہی ص۱۱۶

(۴۲) بہارستانِ شاہی ص۱۱۵

(۴۳) ملک حیدر ص۱۳۶، تاریخ حسن ص۲۶۰

(۴۴) تاریخ حسن ص۲۶۳، ملک حیدر ص۱۳۹

(۴۵) طبقاتِ اکبری ص۶۲۰ مطبوعہ نولکشور، تاریخ فرشتہ ص۳۵۸

(۴۶) تاریخ حسن ص۲۶۲

(۴۷) بہارستانِ شاہی ص۱۱۴

(۴۸) تاریخ حسن ص۲۶۶، بہارستانِ شاہی ص۱۱۴

(۴۹) طبقاتِ اکبری ص۶۲۰

(۵۰) تاریخ ملک حیدر ص۵۹

(۵۱) بہارستانِ شاہی ص۱۱۵-۱۱۸

(۵۲) تاریخ ملک حیدر ۵۹، واقعات کشمیر ص۸۹ تاریخ حسن ص۲۶۷

(۵۳) ملک حیدر ص۵۹ واقعات کشمیر ص۸۹

(۵۴) نوادر الاخبار ص۴۳

(۵۵) ملک حیدر ص۵۹

(۵۶) بہارستانِ شاہی ص۹۱ تاریخ ملک حیدر ص۱۲۷

(۵۷) بہارستانِ شاہی ص۹۰-۹۱

(۵۸) بہارستانِ شاہی ص۱۱۸

(۵۹) ملک حیدر ص۱۴۲، تاریخ حسن ص۲۶۹

(۶۰) ملک حیدر ص۶۰

(۶۱) تاریخ حسن ص۲۷۱

(۶۲) تاریخ ملک حیدر ص۶۰

(۶۳) بہارستانِ شاہی ص۱۱۹ تاریخ ملک حیدر ص۶۱

(۶۴) بہارستانِ شاہی ص۱۲۰، ملک حیدر ص۶۱

منتخب التواریخ ص ۶۲، تاریخ فرشتہ ص ۵۱۶

(۶۵) تاریخ حسن ص ۲۷۶-۲۷۵، اکبرنامہ ص ۱۵۲ انگریزی
جلد دوم، اے ایچ بیورج مطبوعہ کلکتہ ۱۹۰۴ء

(۶۶) ملک حیدر ص ۶۱

(۶۷) اکبرنامہ ص ۱۹۹ جلد دوم، تاریخ فرشتہ ص ۵۱۸
طبقات اکبری ص ۴۳۶ جلد سوم انگریزی برجندر ناتھ
کلکتہ ۱۹۳۱ء، ملک حیدر ص ۶۲، منتخب التواریخ
ورق ۹۲ نرائن کول عاجز، واقعات کشمیر ص ۹۰
تاریخ حسن ص ۲۷۶

(۶۸) بہارستان شاہی ص ۱۲۱

(۶۹) کشمیر از ڈاکٹر صوفی ص ۲۱۸ جلد دوم

(۷۰) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص ۲۳۲

(۷۱) تاریخ باغ سلیمانی قلمی ص ۲۵۵ میر سعد اللہ شاہ آبادی

(۷۲) طبقات اکبری ص ۴۳۶-۴۳۷، تاریخ فرشتہ ص ۵۱۸
ملک حیدر ص ۶۲ واقعات کشمیر ص ۹۰ منتخب التواریخ
ص ۹۲ الف نرائن کول عاجز، تاریخ کشمیر خلیل مرجان
پوری ص ۶۲

(۷۳) نوادر الاخبار ص ۶۷ ب

(۷۴) تاریخ حسن ص ۲۷۷

(۷۵) اردو ترجمہ تاریخ کشمیر (واقعات کشمیر) خواجہ اعظم
ص ۱۰۵ مطبوعہ ۱۸۴۶ء دہلی کالج (نسخہ پٹنہ)
بہارستان شاہی ص ۱۳۰

(۷۶) ملک حیدر ص ۶۱، تاریخ حسن ص ۲۷۵

(۷۷) بہارستان شاہی ص ۱۳۲ ملک حیدر ورق ۶۰

(۷۸) بہارستان شاہی ص ۱۳۲، تاریخ حسن ص ۲۸۱
واقعات کشمیر ص ۹۲

(۷۹) ملک حیدر ص ۶۴، تاریخ حسن ص ۲۸۲

(۸۰) تاریخ فرشتہ ص ۵۲۲، طبقات اکبری ص ۴۹۳
جلد سوم فارسی

(۸۱) بہارستان شاہی ص ۱۳۳

(۸۲) تاریخ کشمیر سید علی ورق ۲۸

(۸۳) واقعات کشمیر ص ۹۱

(۸۴) تاریخ کشمیر ص ۶۸ خلیل مرجان پوری

(۸۵) منتخب التواریخ (بدایونی) ص ۳۹۳ اردو ترجمہ
محمود احمد فاروقی مطبوعہ پاکستان ۱۹۶۲ء

(۸۶) مآثر رحیمی جلد اول ص ۵۴-۲۵۲

(۸۷) تاریخ فرشتہ ص ۵۲۲ (تاریخ فرشتہ ص ۳۶۳ جلد دوم
مطبوعہ نولکشور ۱۲۸۱ھ

(۸۸) تاریخ حسن ص ۸۵-۲۸۳ جلد دوم

(۸۹) طبقات اکبری ص ۴۵ انگریزی، تاریخ فرشتہ
ص ۵۲۲، مآثر رحیمی ص ۵۴-۲۵۳

(۹۰) بہارستان شاہی ص ۲۵-۱۲۳

(۹۱) بہارستان شاہی ص ۱۲۶

(۹۲) تاریخ حسن ص ۲۸۶

(۹۳) بہارستان شاہی ص ۱۲۶ طبقات اکبری ص ۴۴۶
منتخب التواریخ (بدایونی) ص ۱۲۵ انگریزی

(۹۴) منتخب التواریخ اردو ترجمہ ص ۳۶۵ طبقات اکبری
اکبرنامہ ص ۸۱۶ جلد سوم

(۹۵) منتخب التواریخ ص۳۹۳

(۹۶) نوادرالاخبار ورق ۸۰، واقعات کشمیر ص۹۱

تاریخ حسن ص۲۸۳

(۹۷) تاریخ حسن ص۲۸۰

(۹۸) تاریخ حسن ص۲۸۲

(۹۹) ملک حیدر ورق ۶۱ الف، منتخب التواریخ ۹۲

نرائن کول

(۱۰۰) ملک حیدر ۶۱ب

(۱۰۱) کشمیر سلاطین کے عہد میں ص۲۴۳-۲۴۲

(۱۰۲) ملک حیدر ۶۲ الف

(۱۰۳) بہارستان شاہی ص۱۳۱

(۱۰۴) طبقات اکبری ص۴۷۰

(۱۰۵) طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۸ تاریخ حسن ص۲۹۱

(۱۰۶) طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۹، تاریخ حسن ص۲۹۲

(۱۰۷) طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۹

(۱۰۸) تاریخ فرشتہ ص۸۲۷

(۱۰۹) ملک حیدر ورق ۶۲ب ۶۳ الف، واقعات کشمیر

ص۹۲

(۱۱۰) ملک حیدر ۶۳ب ۶۴الف، تاریخ فرشتہ ص۸۲۶

طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۸

(۱۱۱) طبقات اکبری جلد سوم ص۴۹۹، تاریخ فرشتہ ص۸۲۶

واقعات کشمیر ص۹۲، تاریخ حسن بیگ ورق ۴۲ب

(۱۱۲) مآثر رحیمی ص۲۵۲، تاریخ فرشتہ ص۶۲۳ واقعات

کشمیر [illegible] تاریخ حسن ص۲۹۶، منتخب التواریخ

(بدایونی) اردو ترجمہ ص۳۹۳

(۱۱۳) ملک حیدر ص۱۹۹، طبقات اکبری جلد دوم ص۲۰۱

(۱۱۴) بہارستان شاہی ص۱۳۴

(۱۱۵) تاریخ کشمیر ورق ۶۳ب

(۱۱۶) منتخب التواریخ قلمی ورق ۳۹۳ب

(۱۱۷) تاریخ کشمیر ص۹۲ ۴۲ب

(۱۱۸) واقعات کشمیر ص۹۳

(۱۱۹) تاریخ حسن ص۲۹۳ جلد دوم

(۱۲۰) تاریخ کشمیر ص۹۲-۹۳

(۱۲۱) واقعات کشمیر ص۹۳

(۱۲۲) ملک حیدر ورق ۶۴ الف، منتخب التواریخ ورق

۴۳ب نرائن کول عاجز

(۱۲۳) تاریخ فرشتہ ص۸۲۸ مآثر رحیمی ص۲۵۰

(۱۲۴) نوادرالاخبار ورق ۸۰، ۸۸

(۱۲۵) تاریخ حسن ص۲۹۵

(۱۲۶) تاریخ فرشتہ ص۸۲۸ بہارستان شاہی ص۱۳۲

واقعات کشمیر ص۹۳

(۱۲۷) بہارستان شاہی ص۱۲۹-۱۳۶ حیدر ملک ۱۷۱ الف

واقعات کشمیر ص۹۴ تاریخ حسن ص۲۹۵

(۱۲۸) بہارستان شاہی ص۱۳۶-۱۴۰

(۱۲۹) ملک حیدر ۶۵ب ۶۶ الف

(۱۳۰) تاریخ حسن جلد دوم ص۳۱، بہارستان شاہی ص۱۴۷

(۱۳۱) بہارستان شاہی ص۱۴۷

(۱۳۲) بہارستان شاہی ص۱۵۵ تاریخ فرشتہ ص۸۲۹

ملک حیدر ۶۷ ب

(۱۳۳) واقعات کشمیر ص۹۲، تاریخ حسن جلد دوم ص۳۰۶

(۱۳۴) بہارستان شاہی ص۱۵۵

(۱۳۵) تاریخ حسن ص۳۰۶، واقعات کشمیر ص۹۲ ملک حیدر
۶۹ الف، منتخب التواریخ ۹۶ الف

(۱۳۶) تاریخ حسن ص۳۱۳، واقعات کشمیر ص۹۲ منتخب
التواریخ قلمی ۹۶ الف

(۱۳۷) بہارستان شاہی ص۱۵۶

(۱۳۸) تاریخ فرشتہ ص۵۲۹

(۱۳۹) بہارستان شاہی ص۱۵۶

(۱۴۰) تاریخ حسن ص۳۰۹

(۱۴۱) بہارستان شاہی ص۱۵۶

(۱۴۲) ملک حیدر ۶۹ الف تا ۷۱ الف تاریخ فرشتہ
ص۵۳۰ واقعات کشمیر ص۹۵

(۱۴۳) ملک حیدر ۷۱ الف، واقعات کشمیر ص۹۵
تاریخ حسن ص۳۱۳

(۱۴۴) بہارستان شاہی ص۱۶۳، تاریخ حسن ص۳۱۳

(۱۴۵) واقعات کشمیر ص۹۵

(۱۴۶) بہارستان شاہی ص۱۶۴ تاریخ حسن ص۳۱۴
ملک حیدر ۷۱ الف، طبقات اکبری ص۵۰۴
جلد سوم

(۱۴۷) طبقات اکبری جلد سوم ص۵۰۴، تاریخ حسن ص۳۱۶

(۱۴۸) تاریخ حسن ص۳۱۶

(۱۴۹) بہارستان شاہی ص۱۶۹-۱۶۸

(۱۵۰) بہارستان شاہی ص۱۶۱

(۱۵۱) تاریخ حسن ص۳۱۸

(۱۵۲) تاریخ حسن ص۳۱۹

(۱۵۳) ملک حیدر ورق ۷۳ الف

(۱۵۴) اکبرنامہ جلد سوم ص۵۰۶، طبقات اکبری جلد سوم ص۵۰۴
تاریخ فرشتہ ص۵۳۱

(۱۵۵) تاریخ حسن ص۳۲۰

(۱۵۶) بہارستان شاہی ص۱۷۳، تاریخ حسن ص۳۲۰
ملک حیدر ص۷۵ الف، تاریخ فرشتہ ص۵۳۲
طبقات اکبری جلد سوم ص۵۰۹

(۱۵۷) ملک حیدر ۷۴ ب

(۱۵۸) واقعات کشمیر ص۹۶، تاریخ حسن ص۳۲۱

(۱۵۹) تاریخ ملک حیدر ورق ۷۵ ب

(۱۶۰) تاریخ فرشتہ ص۵۳۲، طبقات اکبری ص۵۰۹، جلد سوم
واقعات کشمیر ص۹۷، ملک حیدر ۷۵ ب، منتخب
التواریخ بدایونی ص۵۲۶ اردو ترجمہ

(۱۶۱) اکبرنامہ جلد سوم ص۷۱۵، طبقات اکبری جلد سوم ص۶۱۰

(۱۶۲) بہارستان شاہی ص۱۷۴ حیدر ملک ۷۶ ب

(۱۶۳) تاریخ حسن ص۳۲۳، واقعات کشمیر ص۹۷

(۱۶۴) تاریخ حسن ص۳۲۴، حیدر ملک ۷۶ ب

(۱۶۵) واقعات کشمیر ص۹۷

(۱۶۶) اکبرنامہ ص۲۴۷ جلد سوم، بہارستان شاہی ص۱۷۵

(۱۶۷) واقعات کشمیر ص۹۷، ملک حیدر ۱۹۱

(۱۶۸) تاریخ حسن ص۳۲۵، بہارستان شاہی ص۱۷۶

(۱۶۹) اکبر نامہ ص ۲۸۱ فارسی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

(۱۷۰) بہارستانِ شاہی ص ۱۷۷

(۱۷۱) منتخب التواریخ ص ۵۶۹ اردو، طبقاتِ اکبری ص ۶۱۷ جلد سوم، تاریخِ فرشتہ ص ۳۴۸، تاریخِ حسن ص ۳۲۵، تاریخِ کشمیر حسن بیگ ورق ۳۵ ب

(۱۷۲) بہارستانِ شاہی ص ۱۷۷

(۱۷۳) ملک حیدر ورق ۷۷ ب، بہارستانِ شاہی ص ۱۷۷

(۱۷۴) تاریخِ کشمیر ۸۰ ورق حیدر ملک

(۱۷۵) نوادر الاخبار ورق ۱۰۱ الف

(۱۷۶) مجموعۃ التواریخ ورق ۱۲ب پنڈت بیربل کاچرو

(۱۷۷) تاریخِ حسن ص ۲۹۷

(۱۷۸) تاریخِ کشمیر خلیل مرجان پوری ص ۱۴۹

(۱۷۹) خواتینِ کشمیر ص ۱۰۸، ۱۰۷ مطبوعہ علی محمد جیہ کدل سری نگر۔

(۱۸۰) ہسٹری آف مسلم رول ان کشمیر ص ۲۱۲، ۲۰۴

(۱۸۱) کشمیر انڈر سلاطنز ص ۱۸۰

(۱۸۲) شیعانِ کشمیر ص ۹۰

(۱۸۳) تاریخِ کشمیر ورق ۷۲ الف

(۱۸۴) تاریخِ حسن ص ۳۱۴

(۱۸۵) بہارستانِ شاہی ص ۱۹۹ شیعانِ کشمیر ص ۹۸

(۱۸۶) کلیاتِ توفیق قلمی و غیر مطبوعہ ورق ۹۷ ب

(۱۸۷) تاریخِ حسن ص ۳۱۵

(۱۸۸) سرینگر ٹائمز مطبوعہ ۲ر جون ۱۹۷۸ء

(۱۸۹) واقعاتِ کشمیر ص ۱۴۸، ملک حیدر ص ۶۹

(۱۹۰) تاریخ ملک حیدر ص ۶۹

(۱۹۱) نوادر الاخبار ص ۱۰۳

(۱۹۲) نوادر الاخبار ص ۱۰۳

(۱۹۳) نوادر الاخبار ص ۱۰۵-۱۰۴

(۱۹۴) گلِ رعنا ورق ۵۶ ب از رنگ شفیق آبادی قلمی غیر مطبوعہ (نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ)

(۱۹۵) بہارستانِ شاہی ص ۱۶۶

(۱۹۶) واقعاتِ کشمیر ص ۹۳

(۱۹۷) تاریخِ کشمیر خلیل مرجان پوری

(۱۹۸) بہارستانِ شاہی ص ۱۶۳

(۱۹۹) تاریخِ حسن ص ۳۱۱

(۲۰۰) بہارستانِ شاہی ص ۱۹۹

(۲۰۱) بہارستانِ شاہی ص ۱۸۰

(۲۰۲) ملک حیدر ورق ۹۷ الف، ۹۷ ب، واقعاتِ کشمیر ص ۹۹ فتحاب فکر و دیہ ص ۵۰۶، تاریخِ حسن ص ۳۳۸

(۲۰۳) ملک حیدر ۹۷ ب، واقعاتِ کشمیر ص ۹۹

(۲۰۴) تاریخِ حسن بیگ ورق ۱۴۱ ب، تاریخِ حسن ص ۳۲۹

(۲۰۵) واقعاتِ کشمیر ص ۹۹

(۲۰۶) بہارستانِ شاہی ص ۱۸۰، واقعاتِ کشمیر ص ۹۸، تاریخِ حسن ص ۳۳۱

(۲۰۷) واقعاتِ کشمیر ص ۹۹، تاریخِ حسن ص ۳۳۱

(۲۰۸) بہارستانِ شاہی ص ۱۸۱

(۲۰۹) تاریخِ حسن ص ۳۳۲، بہارستانِ شاہی ص ۱۸۲

(۲۱۰) اکبر نامہ ص۴۸۱ جلد سوم، حیدر ملک ۸۰ الف

(۲۱۱) واقعات کشمیر ص۹۹

(۲۱۲) واقعات کشمیر ص۹۹ نوادر الاخبار ص۱۲۲-۱۲۱
گوہر عالم ص۲۴۵ محمد اسلم منعمی، تاریخ کشمیر خلیل
مرجان پوری ص۳۳۲

(۲۱۳) بہارستان شاہی ص۱۸۱ ملک حیدر ۸۰ الف،
اکبر نامہ ۴۹۶ جلد سوم، تاریخ حسن ص۳۳۲

(۲۱۴) ملک حیدر ورق ۸۱ ب، نوادر الاخبار ص۱۱۳،
گوہر عالم ص۲۲۶، واقعات کشمیر ص۱۰۰

(۲۱۵) تاریخ حسن ص۳۳۲

(۲۱۶) ملک حیدر ۸۱ الف، بہارستان شاہی ص۱۸۲

(۲۱۷) نوادر الاخبار ص۱۱۳

(۲۱۸) اکبر نامہ ص۵۰۳ جلد سوم فارسی

(۲۱۹) بہارستان شاہی ص۱۸۳

(۲۲۰) حیدر ملک ورق ۸۱ الف، ۸۱ ب

(۲۲۱) تاریخ حسن جلد سوم ص۲۱۶

(۲۲۲) فتحات کبرویہ ص۵۰۶، تاریخ حسن ص۲۱۶

(۲۲۳) واقعات کشمیر ص۱۰۱

(۲۲۴) تاریخ کبیر کشمیر ص۱۷۱ (قلمی) محی الدین مسکین

(۲۲۵) نوادر الاخبار ص۱۱۵-۱۱۳

(۲۲۶) ملک حیدر ورق ۸۲ الف

(۲۲۷) حیدر ملک ۸۲ الف، تاریخ حسن بیگ ۴۲ الف
تاریخ حسن ص۲۱۸-۲۱۷

(۲۲۸) بہارستان شاہی ص۱۸۵-۱۸۶، تاریخ حسن ص۲۱۹

(۲۲۹) بہارستان شاہی ص۱۸۶-۱۸۷، تاریخ حسن ص۲۱۹
تاریخ حسن ص۲۲۱ ملک حیدر ۸۳ ب

(۲۳۰) واقعات کشمیر ص۱۰۱ تاریخ حسن ص۲۲۱

(۲۳۱) تاریخ حسن ص۲۲۲

(۲۳۲) ملک حیدر ۸۴ الف تاریخ حسن ص۲۲۳

(۲۳۳) واقعات کشمیر ص۱۰۳، تاریخ حسن ص۲۲۳

(۲۳۴) بہارستان شاہی ص۱۸۹ تاریخ حسن ص۲۲۵

(۲۳۵) تاریخ حسن ص۲۲۶، بہارستان شاہی ص۱۹۰

(۲۳۶) بہارستان شاہی ص۱۹۳

(۲۳۷) تاریخ حسن ص۲۲۰

(۲۳۸) تاریخ حسن ص۲۳۳

(۲۳۹) تاریخ حسن ص۲۳۵

(۲۴۰) بہارستان شاہی ص۲۰۳، تاریخ حسن ص۲۳۶

(۲۴۱) تاریخ فرشتہ ۵۶۰

(۲۴۲) بہارستان شاہی ص۲۰۴ تاریخ حسن ص۲۳۶

(۲۴۳) بہارستان شاہی ص۲۰۶

(۲۴۴) بہارستان شاہی ص۲۰۷

(۲۴۵) منتخب التواریخ بدایونی ص۵۰۳

(۲۴۶) نوادر الاخبار ص۱۳۱

(۲۴۷) منتخب التواریخ بدایونی ص۵۰۳

(۲۴۸) تاریخ حسن ص۲۳۵

(۲۴۹) نوادر الاخبار ص۱۳۵

(۲۵۰) بہارستان شاہی ص۱۳۵-۱۳۴

(۲۵۱) واقعات کشمیر ص۱۴

(۲۵۳) نوادر الاخبار ص ۱۳۲ گوہر عالم ص ۲۳۵

(۲۵۴) تاریخ کشمیر خلیل مرجان پوری ص ۱۰۹-۱۰۸ تاریخ ملک حیدر
ص ۱۵۲ (نسخۂ خدا بخش لائبریری پٹنہ)

(۲۵۵) واقعات کشمیر ص ۹۸

(۲۵۶) تاریخ حسن جلد ص ۵۴ واقعات کشمیر ص ۱۶۳

(۲۵۷) تاریخ حسن جلد اول ص ۴۸۰

(۲۵۸) تاریخ حسن جلد اول ص ۵۴۶

(۲۵۹) تاریخ حسن " ص ۴۸۰

(۲۶۰) تاریخ حسن " ص ۴۸۱

(۲۶۱) تاریخ حسن " ص ۴۶۳

(۲۶۲) تاریخ حسن " ص ۴۸۲

(۲۶۳) تاریخ حسن " ص ۴۸۸

(۲۶۴) تاریخ حسن " ص ۴۸۹

(۲۶۵) تاریخ حسن " ص ۶۹۶

(۲۶۶) تاریخ حسن " ص ۴۹۰

(۲۶۷) تاریخ حسن جلد دوم ص ۴۹۵

(۲۶۸) تاریخ حسن جلد دوم ص ۱۶

(۲۶۹) تاریخ حسن جلد اول ص ۴۹۱

(۲۷۰) تاریخ حسن " ص ۴۹۱

(۲۷۱) تاریخ حسن " ص ۴۹۲

(۲۷۲) تاریخ حسن " ص ۴۹۲

(۲۷۳) تاریخ حسن جلد دوم ص ۸۵۲

کتب لغات

(۱) بہار عجم مرتبہ ٹیک چند بہار مطبع سنہ ۱۸۹۴ء
مطبع نولکشور لکھنؤ جلد دوم

(۲) غیاث اللغات ، مرتبہ مولوی غیاث الدین رامپوری
مطبع رائے صاحب منشی گلاب سنگھ لاہور
(کتب خانہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۳) نفائس اللغات مرتبہ اوحد الدین بلگرامی
مطبع مصطفائی لکھنؤ سنہ ۱۲۵۱ ہجری مملوکہ
کتاب خانہ ڈاکٹر سید نیر مسعود صاحب لکھنؤ

(۴) لغات کشوری ۔ مطبع نول کشور لکھنؤ


تاریخ کشمیر
معروف بہ
بہارستانِ شاہی
(۱۰۲۳م)



پہلا باب

احوالِ ملکِ کشمیر و راجگانِ ہندو

احوالِ کشمیر موّرخانِ اخبارِ سلاطینِ ممالکِ کشمیر کہ از جملہ حالات و واقعاتِ ملوک و احکامِ احوالِ اشراف نام را بقلم کشمیری نوشتند۔ در دفاترِ اخبار و صحائفِ آثار چنیں ثبت نمودند کہ در کشمیر در زمانِ قدیم آب بر زمین مستولی بود۔ تا دو ہزار و دویست سال کہ دراں کشپ سرمی گفتند و در ہمسائگیِ آں کشپ سرمردِ زاہدے متاہل بود، از اہل ہند کشپ نام۔ پس از حضرت عزّت خواست۔ زمینِ خشک را جہتِ عبادت و بودن خود۔ پس حق سبحانہ وتعالیٰ سہ نفر از فرشتگان فرستاد۔ امر کردہ اند اخراجِ آں آب تا خشک شد و آں قدر جائیکہ آں زاہد بہ نشیند و عبادت کند بجہت او تعیّن کردہ اند آں زمین را بہ کشپ سر نام کردہ اند یعنی آں سنگ تراشیدہ است۔

آوردہ اند کہ بعد ازاں باسم ہبکیدرات (کذا) زمین بگلہا کندہ انواع تخم انداختہ وزراعت د امارت بسیار کرد۔ و از طرف ہند جمع کثیر آمدہ خانہ ہا گرفتند و پادشاہِ آنہا راجای والانام۔ آں پادشاہ ترکشل است و معنی ترکشل آں است کہ ہیچکس نمی تواند در بخت و اقبال با او برابری کرد و ایں زمینِ کشمیر نام نہادہ اند و منبع گنگ ہم آنجاست۔ و آنجا راہ نمی توان رفت و در درمان

آں کوہ و مزار عبادز مین ہائے پاکیزہ وخوش و بے نہائت است۔ آں را تا ودنا مند۔ ہمہ آں زمین ہا بقتاد و دو قطعہ است کہ عبارت از صد و ہشت کردہ است۔ درمیان آں زمین ہا شہر کشمیر است۔ در آنجا شصت و چار صنف آدمیان پیدا شد و راجہ یک صنف انسان است۔ ایں ہا ہمہ علما و بزرگان و مجتہدان آں طائفہ اند۔ بعد از ایشان صنف دیگر است کھتریش نام۔ آنہا داد بادشاہان و خدام آنہا اند۔ بعد از ایشان ویش اند۔ آنہا مزارعان محترف اند۔ و بعد از ایشان چنڈال اند آنہا عوام کمترین مردم اند ولولیان امثال ایشانند۔

وسلطان کہ اوّل بنائے شہر کشمیر کرد نام او پرورسین بود۔ بہ تربیت او کلان شدہ بود۔ چوں بمرد مقبرہ اوڈنگات شدہ، بر آسمان رفت نزدیک ماہی شود۔ بعد ازاں پسر او ونتادت بر تخت سلطنت نشست۔ شصت سال پادشاہی کرد۔ بعد ازاں پسر او ونتہ دیو چہل سال پادشاہی کرد چوں بمرد از نسل او للتہ دت پیدا شد۔ پادشاہی ہشتاد سال کرد و اہل کشمیر او را ذوالقرنین میگوئیند۔ و میگوئیند کہ او جمع عالم در تصرف خود آورد و از ابتدا ار چین تا انتہا مغرب۔ و در کشمیر تھانہا دے، للتہ دت بسیار است وللتہ دت شہری بنا کرد نام آں پرسپور معنی آنست کہ ہیچ شہرے مثل آں نیست و بت خانہا در آنجا بنیا و کرد و بناہائے کلان در آنجا نصب کرد ہشتی شصت گز دراز بود۔ بعضی گوئیند کہ در آں زمان قد آدمی ہماں قدر بود عرض جثہ آدمی بقدر درازی بود۔ و ہر چہ آں ذوالقرنین از بت می طلبید میسر می شد۔ و او را در زمان ذوالقرنین پرستش بسیار می کردند۔

و در آں زمان شخصے بود۔ دو سنگ از جواہر داشت و خاصیت یکی آں دو جواہر آں بود کہ ہر گاہ در بحر می انداختند آب خشک می شد ہر کہ میخواست در راہ خشک میگذشت۔ و خاصیت جواہر دیگر آں بود کہ ہر گاہ در برابر بحر میداشتند آں جواہر دیگر پیش او میرسید باز آب بحال خود می آمد و ذوالقرنین میخواست کہ آں دو جواہر را بخرد۔ صاحب جواہر قبول نمی کرد و میگفت کہ از دست من کسے نمی تواند برآورد مگر بصورت شاک موتی۔ معنی شاک موتی آنست کہ جان خود را بقالب دیگرے در آرد۔ چونکہ من از جمیع بلاہا و آفت ہا بواسطۂ آں دو جواہر خلاص شدم۔ بعد از سال ششم باز در کشمیر آمد۔ شہر کشمیر را بہ پسر زادۂ خود سپرد۔ ورتنا تیر نام۔ خود بجہت تسخیر ممالک و ولایت رفت باز گشت و خبر موت او ہیچکس نرسانید کہ چگونہ بود۔ ورتنا تیر پسر زادۂ

او بجهت تسخیر ولایات روان شد و اکثر شهرها گرفت تا آنکه بشهرے رسید از طرف مشرق. پادشاه
شهر را از رتناتیر رسانیدند. باد وزیر و امرا مشورت کرد که دریں امر صلاح ارکان دولت چیست.
وزیر اعظم بعرض رسانید که رتناتیر پادشاهِ عظیم و ایشان را مقاومت بجنگ نتوان کرد و در
مصلحِ خاطر ترا ایمن نیست و دافع او مشکل مگر آنکه پادشاه در مجلس بمن مشورت کند. من بطریق
نصیحت با نقیاد و اطاعت رتناتیر صلاح دهم و سلطان در غضب آمده حکم بینی بریدن اخراج کردن
نماید. چوں مرا از شهر اخراج کند و بینی بِبرند در میان غنیم رفته فکر ہلاکت دشمن بکنم. چوں چنیں
آد از وزیر اعظم در میان دشمن و احوال او به رتناتیر رسید در فتح بلاد او را ہم داستان کرد.
وزیر عاقل که او در مقام ربود فریب است. رتناتیر را دلالت براہی کرد که ده دوازده روز
آب پیدا نبود. اکثر انسان و حیوان آں لشکر ہلاک شدند. چوں رتناتیر مکرِ وزیر معلوم کرد
از و پرسید. سبب مکرِ تو چه بود؟ او در جواب گفت که قصد ہلاکت شما. تا ملک پادشاه من
از شر شما محفوظ ماند. چوں رتناتیر معلوم کرد او را خلعت و انعام فرمود. پادشاه او را نیز نظر
مرحمت التفات کرد. از آنجا ولایت کیش و بحرین رفت. آنجا شکست خورد. اکثر لشکر و
حشم او تلف شد و سلطان با معدودے چند در دست پادشاه بحرین افتاد. او بمادر خود سپرد
که او را نگاه دارد.

روزے رتناتیر بمادر او گفت که پسر تو چنیں و چنیں توانم کرد. او در جواب از رُوے
تعجب گفت که در بندی چنیں و چناں چوں توانی کرد. دریں اثنا بادِ شدید وزیدن گرفت.
خود را و مادر سلطان در کشتی انداخت و کشتی را بطرف معبر برد. در آنجا شیرے بود و مردم
را می کشت. سلطان معبر از ہلاک او عاجز بود. پس رتناتیر دستِ چپ در دہن شیر انداخت
بدست راست او را پاره کرد. چوں سلطان معبر چنیں دید. تعجب کرد و او را بحضور خود طلبید.
خلعت و انعام داد و دختر خود را در عقد او در آورد. لشکرِ بسیار با او ہمراه کرد. و به تسخیر ولایت
فارس فرستاد. و آنجا ممالک را حد تصرف خود در آورد و دُستکان آنجا متّسل ساخت و
از آنجا با زبدیار کشمیر رفت و آنجا سلطنت می کرد. روزے از روزہا سوار شد. مقرعه و
چابک بمن رسان. او گفت که ایں کارِ من نیست. شغل من قاصدے سفر است. آنہا را
بزبان کشمیری "پوتکان" می گفتند. پادشاه از سخن او برآشفت. فرمود عنقریب شغلِ تو

حاضر سازم۔ پس سلطان حکایت نوشت بدست سفیرے داد وگفت ایں نوشتہا را بہ سلطان گنگ برسان و گنگ شہرے عظیم و مشہور بود از بلاد ہند و نام بادشاہ گنگ دادرس بود۔ د فرمان بنام او باین مضمون نوشت کہ یک ہزار و پنج کشتی بمجرد رسیدن فرمان از برائے ساختن قلعہ بفرستند۔ چوں قاصد در کشتی نشست ماہی بزرگ کشتی را باآن مردم فرو برد۔ آں قاصد شمشیر داشت۔ و باآں شمشیر ماہی را پارہ کرد تا ماہی بمرد و کنارۂ دریا افتاد۔ نزدیک شہر کشزندان قاصد از شکم ماہی برآمد۔ چوں مردم کشزندان حال مشاہدہ کردند۔ تعجب نمودند۔ و ماجرا را او استفسار نمودند۔ آں شاہد حال خطوط فرامین کشمیر یافتہ اند۔ پس پیش سلطان گنگ بردند۔ چوں سلطان گنگ از قصہ واقف شد۔ یکہزار و پنج کشتی ہمراہ پونکان فرستاد۔ چوں پونکان در حوالی شہر کشمیر رسید از آمدن دیوان سلطان گنگ بہ پادشاہ کشمیر خبر کرد سلطانِ کشمیر نخود[1] و آہنس[2] و میوہ ہائے خار دار بجہت دیوان فرستاد۔ و در اتبہ دیوان ہر روز از یں نخود دو نوالہ بود تا قلعہ تمام ساختند باندر کوٹ۔ ہفتاد سال در آنجا پادشاہی کرد۔ بعد ازاں سلطنت بہ پسرِ خود داد باسم برداناتنت۔ بعد از وے پادشاہ بکشتل در مرچند منقل شد۔ بعد از وفات او بانت دیو منتقل شد۔ انت دیو پادشاہ بود بخیل و حریصِ جمع مال تا آنکہ امر کرد بدختران خود کہ در کوچہا جہت زنا بنشستند تا زر از مردم بگیرند و در زنا مردی بود عظیم الشان برہمن نام۔ چوں برہمن بمرد۔ از وے یک زن و یک پسر بماند۔ پسر او عاشق شد بدختر سلطان از روے نصیحت گفت کہ ترا از پدر میراث نماند کہ باآں مطلب خود توانی حاصل کرد مگر آں کہ یک دینار از دماندہ بود و در وقت سوختن در دہن او گذشتیم۔ چوں پسر برہمن بریں حال واقف شدہ رفت و جائے کہ ایں برہمن سوختہ بودند۔ آں دینار را پیدا کردہ بدختر سلطان داد تا بمراد خود رسید۔

روزے دیگر دختر با جمیع دختران دیگر دیدار پادشاہ را انبساط روئے داد۔ از ضرب عیار او تعجب نمودند و باُمرائے احضار خود صاحب دینار را حکم کرد۔ چوں صاحب دینار حاضر شد از وصول دینار در کشفِ تعشق او استفسار نمود۔ بعد از وقوف احوال از وزیر صیانت تدبیر پرسید۔ کہ از موت چیزے ہمراہ مردہ بودہ باشد از مال و جاہ دنیائے۔ وزیر گفت بغیر از ذکر جمیل و عدل

---

[1] [2] ایک قسم کا غلہ ہے۔

رعایا دخیر جاری۔ چوں پادشاہ حرف وزیر شنید از کردۂ خود پشیمان شد۔ و امر بنائے مدارس
احادیث بنا بر عمارت مساجد تعمیر پُل و راہ ہا کرد و آنچہ از دنیا داشت بر فقرا و مساکین وقف کرد۔
بعد ازاں استحقاق حقوق کرد و اورانہ نفر از اولاد بود۔ ہمہ یکے بعد از دیگرے سلطنت کردہ اند۔
سیصد و شصت سال و ایام سلطنت۔ آنہا سیصد و شصت گنج جمع شد۔ حکم کرد آنہارا مہر
کنند و دراں زمان دیوانہ بود سنگے در بغل گرفتہ پیش سلطان رفت کہ ایں گنج من درمیان
گنجہائے خود دفن کن۔ سلطان گفت کای دیوانہ ایں سنگ است نہ گنج۔ دیوانہ گفت کہ گنج
بے منفعت و دل بے لہیت و خشم بے وقت کم ازیں سنگ است۔ پس سلطان فریاد باز کشید و
دست بر سر زد و گفت کایں دیوانہ راست گفت۔ بسخن بائد نظر کرد۔ نہ بسخن گویش۔ خزائن را
متفرقہ ساخت و اموال بہ لشکریان و فقرا و مساکین تفرقہ کرد۔ و درحال ایں حال سلطان فوت
شد۔ و درزمان او زاہدے بود چو خبر فوت سلطان شنید بر خیرات حسنات او تاسف خورد و روح
خود را بہ بدن سلطان نقل کرد و در سلطان زندہ شد۔ و شکر خدا کرد و گفت حمد خدا را بعد از
مردن مرا زندہ کرد۔ ایں خبر در بلاد ہند شائع شد۔ خبر بحکما رسید۔ جمع شدہ سلطان عرض
کردند۔ خبر بائد گرفت کہ دریں ایام کسے فوت شدہ باشد۔ چوں تفحص کردند۔ زاہد مردہ را
یافتند۔ درحال بدنِ او را سوختند تا روح او عود نکند۔ پس ازاں سی و شش سال سلطنت
کردہ بمرد۔

بعد ازاں درمیانِ امرا اختلاف نزاع افتاد پس متفق شدند۔ ہر کہ صباح از دروازۂ
شہر اول در آئد او را پادشاہ سازند۔ پس روز دیگر فقیرے از دروازۂ شہر در آمد او را پادشاہ
ساختند۔ فرزندان او تا چہار صد سال پادشاہی کردہ اند۔ آخر پادشاہان آں جماعت ہرشید
نام بود او بتان را از چوب و سنگ و گچ و کلوخ ساختن اختراع کرد و پیش ازاں از طلا و
نقرہ می ساختند۔ در آں زمان پادشاہ دیگر بود۔ دو پسر داشت۔ ہرشید قصدِ کشتن آں دو
پسر کرد از جہت آنکہ اُمرای ہرشید باآں دو پسر میل داشتند پس خبر رسید باآں دو پسر ہر دو گریختند
ہرشید تعاقب کرد۔ آنہارا نیافت والدین آنہارا کشت و برگشت چوں پسران خبر کشتن والدۂ
خود شنیدند۔ و از سلاطین نواحی امداد خواستند جمع کردہ بر سر ہرشید آمدند۔ جنگ در گرفت۔
آخر الامر شکست بر ہرشید افتاد و کشتہ شدہ سلطنت و تاج و تخت بدست برادر کلاں افتاد

عدل و انصاف کرد و دوازده نفر از فرزندان او سلطنت کردند۔ آخر آنها در ہفصد و پنجاہ ہجری بود و نام آخر آنہا شیوه دیو بود۔ و در زمان او پادشاہے در ہند بود۔ عظیم قوی ہیکل نام او شری بس۔ او لشکر کشید به سلطان کشمیر و او را کشت و ملک او را گرفت و صد سال پادشاہی کرد۔

بعد از آں بر سر او سلطان شیراکرمادت بر او لشکر کشید۔ از و شہر کشمیر گرفت و او را کشت۔ از وے دخترے و پسرے خُرد ماند۔ ہر دو گریختند۔ بولائیت تابر در تہ در ختنے فرود آمدند۔ و سال بسیار در آنجا گذرانیدند۔ تناسل و توالد از آنہا در آنجا بسیار شد۔ از ایشان مقوّل بسیار ظہور آمد۔ از ایشان پرسیدند۔ که نسل شما به که میرسد در جواب گفتند که ما فرزندان ایں درختیم و پیشں ازیں سلطانی بود۔ در ہند نام او شرہرشہ دیو۔ ما را او ایں کشمیر داد۔ پس بنائے کشمیر آباداں کردند۔ تا سیصد سال او و فرزندان لشکر منگول آمد۔ بحکم قاآن ترک سر لشکر کر او بود۔ شہر کشمیر را محاصره کرد و اہل او را غارت۔ اما رام دیو گرتخت بر شنگ سوار شده و لشکر در عقب او میرفت۔ تا آنکه او بدریا در آمد و از دریا گذشت۔ منگول در کشمیر شش ماه ماند و غارت کرد۔ پس منگول بازگشت بوطن خود و رام دیو باز آمد۔ به کشمیر و سلطنت گرفت و منگول را شکست داد بعد از آں رام دیو بمرد و برادر او بر تخت سلطنت نشست۔ لکشمه دیو نام بحکم میکوقان و ہلاکوقان و چون لکشمه دیو بمرد۔

در تاریخ پانصد و سی و یک از ہجرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زیه سہم دیو نام حاکم و والی کشمیر بود۔ و در عہد سلطنت وے در تاریخ پانصد و سی و پنجم ہجری رائے نگرکوٹ ملہ چند به کشمیر در آمد۔ و بزیه سہم دیو اتفاق و متابعه نموده سپه سالاری می نمود و مدت ایام سلطنت زیه سہم دیو قریب به بیست و ہفت سال بود و در تاریخ پانصد و پنجاه و ہشت مرغ روحش از قفس بدنش پرید۔ و پسر وے پرمات دیو نام بجائی وے به سلطنت نشست و مدت حکومت وے نه سال و شش ماه بود۔ در تاریخ پانصد و شصت و ہشت از ہجرت وفات یافت و بجائے وے پسرش ونت دیو نشست و ایام دولت وے نه سال و چہار ماه و دو روز بود۔ و در تاریخ پانصد و ہشتاد و شش ازیں دار فنا رخت بربست و بجاے وے پسرش زسه دیو بر تخت نشست و ایام دولت وے ہژده سال سیزده روز بود و در تاریخ ششصد و چہارم ہجری پیک اجلش در رسید و بجاے وے پسر وے زکه دیو حاکم شد و ایام دولتش چہارده سال و دو ماه بود۔ و در تاریخ ششصد و ہژده

سال سلطنت وے بآخر رسید۔ و پسر وے رازہ دیو جانشینِ او شد و در زمان وے از نسل چنداں لگہ چند سپہ سالار بود۔ و والیان متقدم بنفس ولایت کشمیر قناعت کردہ بودند بضبط اطراف و جوانب تردّد نمی کردند و ایں رازہ دیو بتدبیر سپہ سالاری لگہ چند جوانب و اطراف کشمیر را بنیک ضبط نمودند و در تحت تصرف خود آوردند و لگہ چند در پرگنۂ لار قلعۂ لگنہ گیر بنا ساختہ و ایام سلطنت رازہ دیو بیست و سہ سال و سہ ماہ و بیست و ہفت روز بود و در تاریخ ششصد و چہل و یک رخت از عالم بربست و بجائے وے پسرش سنگرام دیو نشست۔ و در ایالت وے بلاد چند پسر لگہ چند سرخیل بود۔ و در شہر محلۂ بردی مر بنا کردۂ اوست و وقتی کہ سنگرام دیو در قصبۂ بنچہ بلا رہ سنگرام اتو بنا ساخت۔ ایں بلاد چند دران قصبہ چند دریا بنا کرد و ایام سلطنت سنگرام دیو شانزدہ سال بود۔ و در ششصد و پنجاہ و ہفت وفات یافت و پسر وے رام دیو جانشینِ او شد۔ مدتِ دولت او بست و یک سال و یک ماہ و دوازدہ روز بود و در ششصد و ہشتاد و ہشت لشکرِ اجل بر مملکتِ حیاتِ او تاخت و حکم قضا پسر وے لچھمہ دیو را قائم مقام او ساخت و ایام حکومت وے سیزدہ سال و سہ ماہ و دوازدہ روز بود و در عہد وے سنگرام چند پسر بلاد سرخیل لشکر بود۔ پس در ششصد و نود و یک لچھمہ دیو ازیں عالم رحلت نمود و پسر وے سہمہ دیو جانشینِ او شد و ایام دولتش چہاردہ سال و شش ماہ بود۔ در ہفصد و پنج ازیں جہاں رخت بربست و پسر وے سہہ دیو بجائے وے نشست و مدت سلطنت نوزدہ سال و سہ ماہ و بیست و پنج روز بود۔ سپہ سالار ایشان رامہ چند پسر سنگرام چند بود۔

سہہ دیو
سنہ ۱۳۰۱ء

در عہد سلطنتِ سہہ دیو شہمیر کہ از اولاد سلاطین سواد کبر بود اکنون بلقب سلطان شمس الدین معروف و مشہور ریست بولائیت کشمیر در آمد۔ باعث آمدنش آں بود کہ جدِ وے وقور شاہ نام مردے با تقویٰ و صلاح تمام بود و پیش پیران طریقت و مشائخ حقیقت سلوک نمودہ و ریاضتہا کشیدہ صنعتی کہ صاحب صفای باطن شدہ۔ مرتبہ مکاشفہ حاصل کردہ و وے از کشفِ باطن و مشاہدۂ عالم معنی خبر داد کہ از فرزند من کہ مسمی است بطاہر پسرے پیدا شود۔ شہمیر نام۔ پادشاہِ ولائیت کشمیر شود۔ و لقب باشد شمس الدین و سلطنتِ آں مملکت و حکومت آں ولائیت مدت مدید و عہد بعید بفرزندانِ او مفوض و مسلّم باشد و چوں ایں شہمیر بحدِ بلوغ رسید و ایں بشارت از زبانِ پدر و افواہ اقارب خود شنید و کرامات و خوارق عاداتِ جد

خود متیقن و معتقد بود با امید این بشارت با اہل و عیال بولایت کشمیر آمد۔ و چون در قصبہ بارہمولہ رسید سہہ دیو کہ حاکم و والی کشمیر بود خبر وصول او بدان موضع شنید۔ محل سکونت دیرا بقریۂ دوار کبیل فرمود و وجہ معاش او ہم از آنجا تعیین نمود۔

لنگر چک

در زمانِ سلطنت ہمیں سہہ دیو لنگر چک کہ جدِ چکان است بواسطۂ مخالفت بنی اعمام از ولایت دارد دبرخاستہ در دارد بنشستہ بود و در عہد سہہ دیو با اہل و عیال بکشمیر در آمد و در قریۂ ترہگام لنگر توطن و اقامت انداخت ایزد تعالیٰ ہمان دہ را منزلِ چکان ساخت۔

در عہدِ سلطنت ہمیں سہہ دیو رینچن از ولایت تبت بملک کشمیر در آمد۔ و سبب آمدنش ہم مخالفت اعادی و دشمنان بود و چون بکشمیر در آمد التجا برامہ چند آورد کہ سپہ سالار سہہ دیو بود۔ رامہ چند محل سکونت وے گگنہ گیر تعیین نمود۔

ذوالجو کا حملہ

و در عہد ہمیں سہہ دیو فتنۂ ذولجو ہم در کشمیر واقع شد و مورخان واقعات کشمیر در ہیچ عہدے واقعہ پُرشور و حادثہ پرفتنہ و آشوب از واقعہ ذوالجو نہ نوشتند و آنچنانست کہ در تاریخ ہفتصد و بیست و چہارم ہجری در اوائل بہار پادشاہے ذولجو نام دا از زبان میرزا حیدر باسم زلاجی متحقق گشتہ با ہفتاد ہزار پیادہ و سوار مغول و ترک از راہِ بارہمولہ در آمد۔ و از ہمانجا لشکر خود را بقتل عام زبان داد۔ از سرحد کمراج تا نہایت مراج ہر کرا می یافتند کشتند۔ قومے کہ از منازل بجرم بختیاری بقلل جبال و جنگلہا در آمدہ بودند۔ ایشان را گرفتہ می آوردند و مردمان را می کشتند و عورات و اطفال ایشان را بردہ اسیری کردند۔ و بہ تجار و سوداگران خطا کہ ہمراہ داشتند فروختند و تمام عمارتہا شہر و دیہہا می سوختند و غلہ و شالی آنچہ می توانستند می خوردند و آنچہ زیادہ ماند سوختہ و تلف میکردند۔ و بہمیں نسق تمام کشمیر را پیر و گذر کردند و سہہ دیو کہ حاکم و والی کشمیر بود بہ سبب پنجۂ ظلم فسادی کہ معتاد او شدہ بود چنان بیدل و نامرد گشتہ کہ معدودے چند از خاصۂ خود ہمراہ گرفتہ بجانب کہتہ وار (کشتواڑ) گریخت و رامہ چند کہ سردار و سرخیل لشکر او بود در پرگنۂ لار بقلعۂ سل متحصن شد و لشکر بیگانہ بہمان طریق قتل مردم و غارت اموال میکردند و ہیچ متنفس را از جنگل ہائی کوہسار و مواضع اختفا از آباد و عوار محال بیرون آمدن نماند چہ جائے آنکہ کسی از دہاتین و مزارعات بکار زراعت می پرداختند۔ الا جرم تمام اراضی کشمیر شتبہ و نامزروعہ

ماند و حاصلات و غلات سال گذشته بعضی خورد و بعضی سوخته و لشکریانش از سبب قحط و گرسنگی چشم بر هلاکت دوخته و تمام آن جماعت کشتیِ حیاتِ خود را در ورطهٔ نومیدی انداخته فرمودهٔ بزرگان منسی ساخته ؎

رعایا چو بیخ اند و سلطان درخت ۰ درخت ای پسر باشد از بیخ سخت
مکن ناتوانی دلِ خلق ریش ۰ دگر میکنی میکنی بیخ خویش

چون لشکرِ بیگانه و جماعت بے ملاحظه قتل و سفک دماء و خونریزیِ مردم رعایا از حد گذرانیدند۔ و قریب هشت ماه در کشمیر گذرانیدند۔ و چون آفتاب بآخر عقرب رسید بواسطه شدت قحط همه لشکریانش بی اختیار شدند۔ و بجهتِ اضطرار قرار بر فرار دادند و تدبیر راه برآمدن ازین دیار میکردند۔ و از اسیران و بندیان که بدست ایشان محبوس بودند۔ می پرسیدند که بجانب هندوستان نزدیک تر کدام راهست؟ ایشان براه رهل دلالت نمودند و همه اسیران همراه گرفته بپهانل[1] راه متوجه هندوستان شدند۔ و چون بر سر کوه رسیدند۔ از قدرتِ الٰهی و غضبِ نامتناهی تیرباران قهرباریدن گرفت و آثار فَاَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ ظهور نمودن پذیرفت و چندان برف و باران بارید که تمام لشکریان و مردم ترک و اسیران را در بحرِ فنا غرق گردانید و هیچکس از ایشان کشتیِ حیاتِ خود را بساحلِ نجات نتوانست رسانید و چون ولایت کشمیر از تاراجِ ترک و غارتِ ذولجو خلاص شد و اهالیِ کشمیر یگان یگان که باقی مانده جا بجا مخزیده بودند و از مکمن اختفا بیرون آمده بمنازل و مساکنِ خود می رفتند، بامید آنکه مگر کسے از خویش قبیلهٔ خود و اصدقا و اقربا را دریابند۔ دیدند که تمام ولایت کشمیر ویران شده و آثار یوم تبدل الارض غیر الارض ظهور نموده۔ هر چند سو بسو شتافتند۔ هیچکس از آشنایان و دوستان و خویشان نیافتند۔ چندان غم و حسرت و اندوه و حیرت بر دلهائے ایشان استیلا یافت که ممات را بر حیات اختیار میکردند و مرگِ خود را زندگانی بهتر میدانستند و از آنحال سالهائے سال اراضی مملکت چنان نامزروع معطل تیه[1] بیکار ماند که از ان باز تا اکنون که دو بیست و هفتاد سال گذشت هر جا که زمینے نامزروع می ماند و تیه می گردد و آں را بزمین آں عهد نسبت نموده۔

---

[1] یعنی بیابانِ دویران ۔

میگویند که اینجا مکرر ذوالجو درمون کشته است و چون مردم کوهستان و متوطنان جبال دیرانی کشمیر دیدند مردم کهیان و دزدان از جوانب و اطراف در آمده مردم باقی مانده کشمیر را الجه[1] و غارت می کردند و اطفال و عورات ایشان را اسیری بردند بنابران در هر پرگنه پنجاه دو اتفاق نموده یکے را سر ساختند و آلات حرب و سلاح جنگ مرتب و مهیا ساخته بوقایه اهل و عیال و محافظة النفس و اموال می پرداختند تا رفته رفته در هر پرگنه قلعه گرفتند و یکے را کوتوال ساخته دم از استقلال می زدند و هیچ کس به هیچ کس سر فرو نمی آورد و از پرگنه لار رینچن نام جمعیتی پیدا کرده به دندغهٔ ولایت به بهانهٔ سوداگری بقلعهٔ رامچند فرستاد و اسلحه و آلات حرب را در بارهاے ایشان پنهان ساخته فرستاد و ایشان را فرمود که چون من آنجا برسم و اظهار مجادله و مقاتله نمایم بشما هم دست بجنگ و قتال از درون قلعه کشاید - کسان وے بموجب فرموده در قلعه رامچند رسیدند - وے هم بعقب ایشان در همان شب آنجا رسید - وے از بیرون قلعه و جماعت وے از درون قلعه بجنگ و قتال رامچند مشغول شدند و رامچند را بقتل رسانیدند و پسرش راون چند و اهل و عیال او را گرفت -

---

[1] سال غنیم -

دوسرا باب

سلاطینِ کشمیر

در تاریخ ہفصد و بست و پنج رینچن حاکم و والی ایں ولایت شد و چوں رینچن از مردم ایں ولایت نبود۔ تدبیر او بران قرار یافت کہ تا مردم کشمیر یار و معاون خود می تواں ساخت بحکومت ایں ولایت نمی تواں پرداخت۔ پس راون چندر را پیش خود مقرب کرد و خواہر او کوتہ رینی[1] بنتِ رام چندر را بعقدِ نکاح و تزویج خود گرفت و پرگنہ لار و ولایت تبت را براون چند تفویض نمود و عرف ایں دیار دراں وقت چناں بود کہ ہر کہ را بتعظیم نام می بردند او را فلاں رینو می گفتند و معنی رینہ مالک و صاحب است۔ پس رینچن بداں سبب راون چندر را رینو خطاب داد۔ تا مدتِ لقبِ آں طائفہ ہمیں رینہ است کہ سہہ دیو حاکم ایں ولایت کہ از ترس خطرات ذوالجو بہ ولائیت کہتہ دار (کشتواڑ) گریختہ بود باز بہ امید تصرف ولایتِ خود آمدہ و بمقابلۂ رینچن کہ از کمینہ خدمت گاران او بود نشست آخر باو بجنگ و مقاتلہ برابر نتوانست شد۔ و منہزم گشتہ باز بجانب ہماں کہتہ وار گریخت و حکومت ولایت بہ رینچو قرار یافت و دے بہیچ دین و ملت مقید

---

[1] کشمیری میں کبوتری کو کہتے ہیں۔

نبود و در ایام سلطنت خود بقدر وسع و طاقت بعدل و انصاف خلق و رعیت می شتافت و به یمنِ عدلش ممالک کشمیر معمور به آبادانی می یافت و دراں وقت کسے نبود که قضایائے خلق را بحسبِ شریعتِ مصطفوی فیصل می داد۔ لاجرم رینچو به عقل و فراست و درایت و کیاست خود گرہ از مشکلاتِ واقعات می کشاد و قصۂ خصومت صاحب کسراق در یک کرہ و در آب ازیل انداختن آں کرہ از جملۂ احکام فراست اوست که در زمانِ ایالت و حکومتِ ایشان یک کرّہ شیر دو کسراق می خورد و بداں سبب نوعے با ہر دو کسراق موافقت و استیناس گرفته بود که تیز دسے از دیدۂ ادراکِ ناظراں بالکل برخاسته بود۔ ناچار صاحب کسراق رضاعی دعویٰ ملکیت کرہ نمود و مالک کرہ را بغایت عاجز گردانید بالضرورت ہر دو متخاصم مرافعه مذکور نزد رینچو بردند۔ قضاتِ زمان و قضاء صاحبِ عرفان بی پنبه در حکم آن متردد ماند سر به جیب تحیّر فرو کشیدند رینچو چوں آں حالت به چشمِ بصیرتِ احساس نموده فراست بجا آورده حکم فرمود که ہر دو کسراق با کرّہ بر جسر نہر شہر برده کرّہ را از زیست آں جسر در آب اندازند و آں دو کسراق بر حال و جائے خویش بمانند۔ بموجب آں کرہ بمجرد صدمه که در آب انداختند مادر حقیقی او بجذبه عرق مادری بے اختیار خود را متعاقب کرۂ خویش در آب انداخته بطرف کناره رہنمون گشته بیرون آورد و آں کسراق را مطلقاً جذبۂ التفات بجانب نشد و بر جائے خویش ایستاده ماند۔ آخر الامر بنور فراست رینچو حق بمرکز خویش قرار و دعویٰ آں باطل گردید۔

رینچن کا اسلام قبول کرنا

در اوائل ہیچ دینی از ادیان متمسک و مقید نبود و یمنِ عدالتش بر آں داشت که به دینے از ادیان درآید و درہ در عبادت حق سبحانه تعالیٰ جد و اہتمام نماید و در آں زمان اہالی کشمیر اندک جماعتے مشرف اسلام بودند۔ و تمام اہالی و رعایا منافق بودند یا کافر۔ چوں رینچو را دغدغه تمسک دین و تردد اعتصام ملتے را پیدا گشت از کافران دانا و اہل عالم آں وقت قواعد و آداب و احکام دین ایشان پرسید و ایشان تلقین می نمودند و از اہل اسلام ہم قواعد و آداب اسلام مسالت نمود۔ ایشان ہم تلقین ارکان و احکام ایمان و اسلام میکردند و بواسطۂ اختلاف مذاہب و طرف فریقین اطمینان خاطر و اقرار دلی او را حاصل نمی شد۔ و به مقتضائی کل حزبٍ بما لدیهم فرحون ہر قومے دین خود و مذہب خویش حق می پنداشتند و ہر گروہے بمذہب و کیش خویش رغبتش میدادند و بدین د

ملّتِ خویشتن میخوانند۔ ودے بواسطۂ کثرتِ اختلافات وتعارض اُولات ہر یک حیران و متفکر ماندہ و از مباحثہ و مناظرہ ایشان او را ہیچ یقینے و اطمنان حاصل نمی شد وچون عنایتِ الٰہی مساعدِ حال او شدہ بود وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا بدر قہ عنایت الٰہی او را راہِ قویم و صراطِ مستقیم ارزانی فرمود و بالہام ربّانی در آئینہ ضمیر او صورت این استخارہ تفاول منعکس گشت کہ فردا صباح پگاہ از خانۂ خود بدر آیم نخستین کسے کہ در نظر من در آید دا او را بہ بنیم دین و ملّت او گزینم و طریقہ و مذہب او بگیرم وچون وقت صباح بایں نیّت از خانۂ خود برآمد لوامع آفتاب ہدایت یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ او را از ظلمت جہالت وضلالت خلاصی بخشید۔

بابا بلبل ناگاہ در حویلی خود درویشے را دید کہ نماز میگذارد و بشوق تمام نزدیک وے رفت وچون آن درویش از نماز خود فارغ شد رینچو دست او را گرفتہ نزدیک خانۂ خود برد و ترجمانی طلب نمود کہ عارف ہر دو زبان باشد واز درویش پرسید نام تو چیست ؟ و دین و ملّت تو کدام است ؟ سلسلہ و مذہب تو چیست ؟ درویش گفت کہ نام من بابا بلبل قلندر است و دین و ملّت من اسلام است و سلسلہ و مذہب من سلسلۂ شاہ نعمت اللہ ولی است و بعضے از معجزاتِ حضرت رسالت پناہی و اُبہت و مناقب حضرت امامت دستگاہی و کرامات و خوارق عادات شاہ نعمت اللہ بیان فرمود ؎

نعمت اللہ ماست پیرِ ولی	یادگارِ محمّد است وعلیؓ
نعمت اللہ ہست بود و بود	نعمتِ لا یزال لم یزلی
نعمت اللہ را مشو منکر	ور شوی کافرے و در خللی

...... چوں آئینۂ دل او از صورِ اعتقادات مِلَل باطلہ سیاہ بود و مرآت ضمیرش از نقوش عقائد مذاہب فاسد۔ ارادہ رقوم سعادت لزوم احکام شریعتِ مصطفوی و اصول عقائد صحیحہ طریقت مرتضویؑ بر صحیفۂ دل او مرقوم و منقش گشت و باعتقاد و اخلاص تمام دین و ملّتِ اسلام را قبول کرد واز ادیان باطلہ و مذاہب فاسدہ تبرّا نمود۔ اول پادشاہے کہ در ممالک کشمیر بشرف اسلام مشرف شد رینچو بود۔ از برائے بابا بلبل قلندر نزدیک حویلیِ خود خانقاہے بنا کرد و جاگیرے برائے دے تعین

لہ کشمیری مورخین نے ان کا نام سیّد شرف الدین لکھا ہے۔

نمودند تا توابع و لواحق و مسافران و قلندران آینده و رونده در همان لنگر بابابلبل اقامت می نمودند۔ و از برکت حسن نیت و خلوص طویت او تا این مدت آں مقام و منزل آباد آنست و قبر بابا بلبل هم در آنجاست که و این رینچو برائے اقامت جمعه و جماعت صلوٰة خمسه نزدیک حویلی مسجدے بنا کرده بود۔ و دائم اقامت جمعه بجامی آورد و خمس اوقات بجماعت حاضر می شد۔ اما مسجدے که بنا کردهٔ او بود۔ سوخته و مسجدے صغیر در آنجا سنگین بنا کرده اند و از نسل چند اول کسے که مسلمان شد همان راون رینه بود که رینچو او را تربیت میکرد که برادر کوته رین بود۔

شاه میر سلطان شمس الدین

این رینچو شهمیر را که مشهور و معروف به سلطان شمس الدین است از جملهٔ امرا و سرداران خاصهٔ خود گردانید و پسر خود حیدرخان نام که از کوته رین متولد شده بود۔ و بابا بلبل او را باسم شریف حیدرخان مسمّیٰ ساختند به شهمیر بطریق رضاعت سپردند و این سلطان شمس الدین بحسن فراست و کیاستی که داشت با همه سران مملکت و سرداران ولایت کشمیر۔ اختلاط نیکو میکرد و دختران بعضے را بنکاح سران خود آورد و دختران خود هم پسران بعضے بتزویج و نکاحی داد۔ با امرا و اکابر اتفاق و اختلاط تمام نمود۔ تا که بعد از اندک مدت رینچو بحکم کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ رخت حیات از محنت آباد دنیا بدار سرور عقبیٰ کشید و مدت سلطنت وی دو سال و شش ماه بود۔ و در تاریخ هفصد و بیست و هفت جهان فانی را پدرود نمود و کوته رانی که زن او بود باتفاق سران آں عهد برادر سهه دیو اودن دیو نام را که در خطرات ذولجو بولایت سواد گیر گریخته بود۔ طلب نموده آورده بر سریر حکومت نشاند۔ و عقد نکاح به وے کرد۔ و این اودن دیو چاکے زبون و نامرد و اوقات خود به رهبانیت صرف میکرد و حکومت کشمیر زن او کوته رین بجامی آورد۔ کوته رین را از وی پسرے متولد شد۔ و او را به بچه بٹ کاکرپوری که از سران آں عهد بود برضاعت سپرد۔ و دران زمان هم لشکرے از ترک براه هیره پور درآمد و این اودن دیو به سبب نامردی و بے دلی به جانب تبت گریخت و زنش کوته رین مردی نموده برادر خود راون رینه و سلطان شمس الدین و بچه بٹ کاکرپوری را مردانه ساخت و مردم قلعه دار و کوتوالان کشمیر را همه با خود متفق گردانید و اسباب جنگ و مقاتله مهیا کرده لشکر ترک را زبون ساختند و آخر الامر ایشان را بصلح ازین دیار اخراج نمودند و مهمات این امور بیشتر به سبب سعی و اهتمام شهمیر سرانجام رسید و حرمت و شوکتے

که به شهمیر داشت در این ممالک مضاعف گشت و بیشتر مملکت در تحت تصرف وی در آمد و کوته رین اودن دیو تا مرد را از تبت باز آورده بحکومت نشاند و در هفصد و چهل و دوم از گردش گردون جام حیات او سرنگون شد. و مدت او پانزده سال و دو ماه و دو روز بود.

و بعد از وفاتش زن او کوته رین مدت پنج ماه پادشاهی کرد و جائے اقامتش در اندر کوٹ بود و چون شهمیر ولایت کشمیر را از حکومت مردان خالی دید بنا بر سخن جد بزرگوارش داعیهٔ پادشاهی و حکومت و دغدغهٔ سلطنت ولایت پیدا کرد و از کوته رین رخصت گرفته در شهر سکونت گرفت و بحسن معاشرات سران و مهتران ممالک را با خود متفق ساخت و بیچه بٹ کاکه پوری که به اتفاق او سر در دنیا درده بود بقتل رسانید. و سران عهد پیش خود جمع ساخته کوته رین را در اندر کوٹ محاصره نمود و شهمیر بر کوته رین غالب شده و او را طوعاً و کرهاً در عقد نکاح خود در آورد. از ابتدار حکومت زیه دیوتا اینجا چندین سنه که دویست و یازده سال باشد گذشت. و از زیه دیوتا اودن دیو سیزده کس پشت به پشت حاکم والی کشمیر شدند. و کوته رین چهاردهم و رینچو پانزدهم بود و در مدت دو بست و یازده سال.

و در هفصد و چهل و دوم هجری شهمیر بر سریر سلطنت کشمیر نشست و خود را به شمس الدین ملقب ساخت و اکنون در این ممالک به همین لقب مشهور و معروف است و مدت سلطنت وی سه سال و پنج ماه بود و در تاریخ هفصد و چهل و ششم ساقی اجل زهر هلاهل ممات در جام حیات وی انداخت و از این دار فانی بسرائے جاودانی ساز رحلت ساخت.

سلطان جمشید

و او را دو پسر بود یکے سلطان جمشید و دیگر سلطان علاء الدین و بعد از شمس الدین پسر مهتر وے سلطان جمشید بجائے پدر خود بر سریر سلطنت نشست و مدت پادشاهی وے یک سال و ده ماه بود. آخر او را با برادر خود علاء الدین مخالفت و منازعت واقع شد و در قریهٔ وتنی پوره مقاتله نمودند و سلطان جمشید شکست یافت.

سلطان علاء الدین

و در تاریخ هفصد و چهل و هشت سلطان علاء الدین بر سریر سلطنت و شهریاری و تخت حکومت و کامگاری نشست و او را دو پسر بود یکے شهاب الدین و دیگر قطب الدین و در ایام سلطنت علاء الدین مهتر او که شهاب الدین بود به یک جنگلے از جنگل هائے کوهستان بشکار رفته بود. و همراه شهاب الدین سه کس بوده و بس

یکے جنڈار دیگراو دشہ راول ویک اختاجی ومردم دیگر از ایشان دور دبعید بودند۔ ناگاہ از جنگل زنے پیدا شد کہ آثار صلاح وتقوی از سیمائی وجہ او ظاہر وپیدا نمود۔ وآں زن کاسۂ شربت پیش شہاب الدین آورد کہ این بنوش۔ شہاب الدین بے توقف کاسہ از دست وے گرفت وبیشتر ازان شربت نوشید واندکے ازان برائے ہمرایان گذاشت وچندار نیم جرعہ ازاں نوشید۔ واو دشہ راول نیم جرعہ خورد وبرائے اختاجی ہیچ ازاں شربت باقی نماند۔ پس ازآں زن بایشان زبان کشاد۔ وگفت کہ از احوال آیندہ بشما خبر دہم از واقعات مستقبل شمارا واقف گردانم۔ کہ سریر سلطنت وفرمان روائی تخت وممالک وکشور کشائی باین شہاب الدین میسّر خواہد شد۔ وبسیار مملکت وولایت بدست وی فتح خواہد یافت۔ ہیچکس از حاکمان کشمیر آنچناں میسّر نشدہ۔ بہ جنڈار واو دشہ راول گفت کہ شمار وزیران او خواہد بود از شما ہم امور عظیمہ بظہور خواہد پیوست ومصداق این سخن کہ بہ شما تقریر کردم آنست کہ این اختاجی کہ اورا ازان شربت چیزے نصیب نشد۔ پیش ازاں کہ بہ منزل خود رسید بہ بیابان عدم خواہد شتافت وچون از شکار بہ منزل خویش توجہ نمودند۔ پیش از انکہ بمنزل رسید آں اختاجی رابیک اجل فرا رسید۔ ودرخت ہستی از سر منزل دنیا بہرائے عقبیٰ کشید۔ پس ایشان را بسخن آں زن تصدیق تمام حاصل شد وبہ بشارت وے امیدوار گشتند۔ ومدّت سلطنت وحکومت سلطان علاء الدین دو از دہ سال دہشت ماہ بود۔ وعلاء الدین پورہ بناکردۂ اوست وموضع سکون ومقام توطن وے ہماں علاء الدین پورہ بود۔ ودر ہفصد وشصت ویک از ہجرت بہ مقتضائے قضائے ربّانی وتقدیر سبحانی از تختِ سلطنت پائے بر تختۂ ہلاکت نہاد ومقبرۂ وے درہمان علاء الدین پورہ است۔

سلطان شہاب الدین

بعد از وفات وے پسر مہتر وے شہاب الدین بجائے پدر بر سریر سلطنت نشست واز امرار ملک جنڈار سردیو واز نسل جنڈان ذنی رینہ سپہ سالاران او بودند۔ واو دشہ راول از اہل رائے وتدبیر او بود و حاصلات کشمیر از باج وخراج وغیر آں مفوض بدو بود۔ ووے بود کہ طایفہائے بانجیاں را "اکی" مقرر کرد یعنی ہر ماہ ہفت روز بے مزد وعلوفہ در خدمت پادشاہان ملازم باشند و بعضے رسوم دیگر مقرر کردۂ است واکثر آں رسوم الا یومنا ہذا باقی وبرجا بود وسلطان مغفرت

پناه محمد علی شاه رسم "اکی" از سر طایفه ما بخیان برطرف ساخت و مدت سلطنت و حکومت سلطان شهاب الدین نوزده سال بود - و در اکثر این مدت گرد و نواحی کشمیر در پے تسخیر ممالک کشمیر واز دیا - ولایت مشغول می بود - وگاه گاه بکشمیر می در آمد - و اکثر اوقات با اطراف و نواحی بضبط ممالک بسر می برد - تاریخ نویسان حکایات بادشاهان و ناقلان اخبار سلاطین عالیشان در صحائف تواریخ ثبت نمودند که هیچ گاهے آنچنان پادشاهے شجاعت پناهی مبارزت دستگاهی در ممالک کشمیر نبوده و در تاریخیکه که بقلم کشمیری مرقوم است و این سخنان منقول شده آورده است که اگر همه قرانها و مرد بهاے ادراے تفصیل بیارم و همت به بیان جمیع شجاعت ها و دلاوری ها ے او گمارم مردم محل مبالغۂ شاعری نموده تکذیب خواهند کرد و تصدیق نه خواهند داشت - پس مجمل احوال او را چنانچه تقریر به تحریر می آید که چون به سبب فتنه و خطرات ذوالجو ولایت کشمیر ویران شده بود و بعد مدتے اندک رو بآبادانی نهاد و در هر پرگنهٔ اهالی قریات اتفاق نموده - قلعهٔ محکم ساخته و یکے را سپر دار خود گرفته دعوائی استقلال و استبداد میکردند - و گردن اطاعت و انقیاد بدیگرے فرو نمی آوردند - اگرچه از بعضے از ایشان حاکم شهر را پیشوائی خود میدانستند - و تحفه و هدایاے فرستادند اما چنانچه شاید و باید - قواعد اطاعت و انقیاد در آنجا نمی آوردند و متابعت دیگرے نمی کردند و چون سلطان شهاب الدین بموجب طغرای عز ائی تؤتی الملک من تشاء بر سریر سلطنت بجاے پدر بنشست اول بضبط و ربط پرگنهاے کشمیر پرداخت - و باندک فرصتے ولایت کشمیر را تمام یک قلم ساخت و بعضے از سران و سرداران پرگنها را بقتل رسانید و بعضے را مطیع و منقاد خود گردانید -

فتوحات

و چون از مهمات نفس کشمیر فارغ گشت به تهیهٔ اسباب تسخیر اطراف و نواحی آن پرداخت و به جمعیتی معدود از راه بارهموله بیرون آمد - اول ولایت پهکلی و سواد گبر را در تصرف آورد و مملکت گکهر را نیز مسخر ساخت بعد از آن بگرفتن ملتان پرداخت و از آن جا بضبط و ربط کابل و غزنین سر برافراخت و بعد از تصرف و ضبط آن ممالک عنان عزیمت به تسخیر نواحی بدخشان را تاخت و ولایت بدخشان را نیک ضبط نموده بجانب کوهستان بلور و گلگت و دارد و شتافت و از آنجا بجانب تبت در تحت تصرف پادشاه کاشغر بود - و چون وے خبر استیلاے سلطان شهاب الدین شنود به جمعیت بسیار و لشکر بے حساب و بے شمار بجانب

تبت توجه نمود ۔ و در تبت مقابل یکدیگر شدند و در راه خلاف و نزاع ایستادند و ابواب مجادله و مقاتله کشادند و داد شجاعت و دلاوری دادند و لشکر پادشاه کاشغر اگرچه تبت بلشکر کشمیر بیشتر بود امّا بموجب کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ سلطان شهاب الدین فتح و ظفر یافت بعنایت الٰہی مظفر و منصور گشت و لشکر کاشغر منهزم شده پراگنده و پریشان شدند و سلطان شهاب الدین با فتح و فیروزی از راه تبت به تسخیر نگرکوٹ و ضبط و ربط اطراف و نواحی آن عنان تافت و آن ولایت را مطیع و منقاد خود گردانید و از انجا ملک چندار را بگرفتن کشتواڑ فرستاده وے هم تمام آن کوهستان را تا جمّوں گرفت و سلطان شهاب الدین هر شهر و ولایت که می گرفت مردمان دلاور و مبارزان نام آور ان شهر را همراه خود می گرفت و اسپان کاری و مردان کارزاری را با خود میداشت ۔

سلطان شهاب الدین بعد از تسخیر نگرکوٹ عزم گرفتن ولایت هندوستان کرد ۔ و بایں غرض لشکر خود را تحقیق نمود که سوار و پیاده ها چند باشد ۔ قریب پنجاه هزار سوار و پنج لک پیاده لشکر وے در شمار در آمد و بایں جمعیت عنان عزیمت بجانب دهلی بر تافت و بعزم تسخیر ممالک هندشتافت و دران وقت پادشاه دهلی فیروز شاه بود ۔ چوں سلطان شهاب الدین با جمعیت و لشکر بموضع ستلدر رسید ۔ فیروز شاه هم به لشکر بیکراں و سپاه بے پایان در هماں جا نزول نمود و چند ماه قبل یکدیگر استادند ۔ هیچ کس بر هیچ کس غالب نتوانست شد ۔ آخرالامر سخن مصالحه و معاودت مسلّم داشتند ...... و باقی به فیروز شاه مسلّم بود ..... سلطان شهاب الدین درمیان انداختند و مضمون الصلح خیر را مطمح نظر خود ساختند و طریقه نزاع و جدال را گذاشتند و از ولایت سرهند تا مملکت کشمیر سلطان شهاب الدین بتائید خالق جهاں آفرین بعد از فتح ممالک هند با رایات نصرت آیات و اعلام ظفر انجام بجانب کشمیر متوجه گشت و از راه هیرپور به مملکت کشمیر در آمد و قصبهٔ شهاب الدین پوره را در عهد سلطان شمس الدین بنیاد مرمّت کرده بود ۔ بعد از فتح ممالک هند آں قصبه را بسیار تعمیر نمود و آں را برائے سیر و گشت مرتب و مهیا کرد و تماشا گاه مردم ساخت و در آنجا مسجد جامع بزرگ عمارت فرمود ۔

و از کشمیر جهت محافظت ممالک نواحی و اطراف و ضبط اکناف بعضی از سرداران و امرا را فرستاد و او ثرنی ریبنه را که از نسل چندان بود موضع جاڈوره جهت توطن و اقامت تفویض

نموده او را برائے ضبط و محافظت کابل و غزنین بحکم کُلُّ نفسٍ ذائقةُ الموت شربت ممات چشید و تابوت او را برداشته آوردند و در جاڈوره دفن کردند۔

و سلطان شهاب الدّین در کشمیر بساختن کارهائے آخرت مشغول گشت و در شهر مزار و لنگر شهاب الدین عمارت نمود۔ مدفن و مقبرهٔ خود در آنجا ساخت و در ایام آخر عمر دغدغهٔ تخریب بت خانها و داعیه ویران ساختن معابدهٔ کفر و اصنام پیدا گشت ۔ و بت خانهٔ عظیم که در و یجه براره بود آن را ویران ساخت و عازم آن بود که تمام بت خانها را ویران سازد و بقلع و قمع طوائف کفره پردازد که ناگاه در تاریخ هفصد و هشتاد از هجرت لشکر اجل به شهرستان حیات سلطان شهاب الدّین زور آورد و در وقت هجوم سپاه اجل آن همه لشکر و حشم و نوکر و خدم هیچ سود نکرد و پادشاه روح که والی شهر بدن او بود در تخت هستی از دار الملک بدن بیرون کشید و بولایت عالم بقا رسید۔

سلطان قطب الدین

پس بجائے او برادرش سلطان قطب الدّین بر سریر سلطنت و تخت حکومت نشست و برائے سکونت و اقامت خود قطب الدین پور بنا نهاد و در آنجا قصرے بزرگ عمارت نمود که سلاطین ما تقدم آن نوع قصر نداشتند بغیر اندر کوٹ و بجانب مشرق شهر مزارے و مقبره نیز عمارت نمود و بسیار درویشان اهل حال و مردم صاحب کمال دران مزار مدفون شدند و مدت سلطنت و حکومت سلطان قطب الدین شانزده سال بود۔

سیّد علی همدانی

و در ایام سلطنت او در هفصد و هشتاد و سه و بعضے گفتند که سنه ثلث و سبعین و سبع مائة آنحضرت به کشمیر رسیده بود والله اعلم ۔ و بعضے چنین گفته اند جناب ولایت پناه هدایت دستگاه خلوت نشین زاویهٔ لی مع الله۔

معتکفِ صومعه فنا فی الله

شاهِ سریر بقا بالله

حضرت علی ثانی امیر علی همدانی قدس الله تعالیٰ روحه، و زاد لنا فتوحه، "بشرف قدوم" شریف خود مملکت کشمیر را مشرف گردانیده و کلاهِ گوشهٔ قدر و منزلتِ اهالی این دیار را با وج عزّت و ذروهٔ کرامت رسانید و سلطان قطب الدین به حضرت ایشان قدس الله سرهٔ العزیز به تعظیم و تکریم هر چه تمام تر پیش آمد و اظهار قواعد اخلاص و اعتقاد نمود۔

اگرچہ سلطان قطب الدین بشرفِ اسلام مشرف بود۔ اما دران زمان در ولایت کشمیر کسے را از علما و فضلاء اہل حق نبود کہ بے مداہنہ تعلیم احکام شریعت میکرد و قضات و قضاۃ آں وقت را ہیچ پروائے امر معروف و نہی منکر نبود۔ و سلطان قطب الدین بہ سبب قلت رونق احکام شرع دو خواہر اعیانی را در عقد نکاح خود گرفتہ بود۔ حضرت امیر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہٗ بر آں حال اطلاع یافت بانواع مواعظ و نصائح بہ منع آں شتافت و قطب الدین بطوع خاطر و خوشی دل امر آنحضرت را تلقی نمود و یکے از آں دو منکوحہ را مطلقہ ساخت و یکے کسوت و لباس خود چون تجدید نکاح کرد و سلطان سکندر بت شکن بعد از تجدید ایں نکاح متولد شد۔

و چون دران زمان بیشتر مردم مشرک و کافر بودند و شعائر کفار میان اہالی ایں دیار شائع و مستعمل بود۔ سلطان قطب الدین کسوت و لباس کافران داشت و بامر فرمودند۔ حضرت ایشان ترک آں کسوت نمود و لباس اہل اسلام اختیار فرمود و حضرت ایشان قطب الدین را ایک کلہ پوشی از بستۂ خاصۂ خود تبرکاً عنایت فرمود۔ و وے آں را موجب سرفرازی خویش دانستہ در تاج خویش میداشت و ہمہ سلاطین کہ از اولاد او بودند آں کلہ پوش در تاجہائے خود می نہادند و آں را سبب سرفرازی دنیا و آخرت می دانستند و تا زمان سلطان فتح شاہ آں کلہ پوش در تاج اوی بود و چون فتح شاہ وفات یافت آں کلہ پوش را داخل کفن او ساختند و درویشے کہ سالہا خدمت و ملازمت درویشان کردہ بود چوں شنید کہ تبرک حضرت امیر سید علی ہمدانی را داخل کفن بادشاہ ساختند فرمود کہ ایں امر نتیجہ بد خواہد داد و ایں کار نشانہ آں است کہ دولت و سلطنت از خانوادۂ ایشان رو خواہد یافت و فی الواقع ہمچنان شد کہ تا آں عہد پادشاہان ایں ولایت سلطنت باستقلال داشتند و آں قدر صاحب قدرت بودند کہ ہر کرامی خواستند از منصب حکومت و دولت معزول میکردند و ہر کرامی خواستند بحکومت و جاہ میرسانیدند و بعد از فتح شاہ پادشاہان را آں اقتدار و اعتبار نماند و ازان باز روز بروز حکومت و سلطنت ایشان در تنزل و تنقص می افتاد و رفتہ رفتہ دولت از ایشان برگشت و سلطنت از خانوادۂ ایشان انتقال نمود بخانوادۂ چکان چنانکہ ببلک تقریر درسمت تحریر خواہد پیوست۔

تأسیس خانقاہ

خانقاہ ہمدانیہ کی بنیاد ایضاً واضح خواہد بود کہ حضرت امیر قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ چند وقت کہ در دیار کشمیر بود، در رباطے کہ در علاء الدین پورہ

بود سکونت داشتند وجائے خانقاه آنحضرت معمور شده بتخانهٔ خرد بود وآں را ویران ساخته آنحضرت صفه بنا کرده بودند واقامت صلوٰة خمسه بران صفه می نمودند واوراد فتحیه وعصریه در آنجا میخواندند وسلطان قطب الدّین هم گاه گاه بجماعت حاضر می شد ودران وقت از طائفهٔ ماگریاں سرداری بود که اورا لدی ماگرے می گفتند باخلاص وارادت آنحضرت نهاده وربقهٔ اوامر ونواهی حضرت ایشان را بر رقبهٔ امتثال وفرمان برداری گرفت وآنحضرت وے را از مهر وشفقت بشرف علمداری مشرف ساخته وطائفهٔ ماگریاں بایں شرف بر جمله سرداران وسرداران کشمیر سر افتخار بر افراخته۔ وچون سلطان قطب الدین رونق اسلام ورواج شریعت برونق مدّعائے آنحضرت نتوانست بجا آورد خاطر مبارک آنحضرت بر سکونت واقامت ایں دیار قرار نیافت بعد از چندگاه به نیّت زیارت بیت الحرام از راه بارهموله بسفر برآمدند وایں لدی ماگرے علم آنحضرت گرفته تا آب پنبه درنگ همراه رفت وآنحضرت سلاطین واحکام آں حدود را تعظیم بسیار نمودند۔ هریکے از ایشان اظهار اخلاص وارادت نمودند ودر ممالک خود التماس توقف آنحضرت نمودند ودر تاریخ سنه هفصد وهشتاد وشش در بیزی از ولایت سوادگیر است وفات در ششم ذی الحجه یافت۔ چنانچه شیخ محمد سرائی علیه الرحمه فرموده

چو شد از گاه احمد خاتم دیں　　زهجرت هفصد وست وثمانین
برفت از عالم فانی بباقی　　امیر هر دو عالم ز آلِ یٰسین

ودر تاریخ وفات آنحضرت دیگرے فرموده۔ قطعه

مرشد سالکان شه همدان　　کز دمش باغ معرفت بشگفت
مظهر نور حق که رویش بود　　آفتاب از جهانیان بنهفت
مخفی تاریخ سال رحلت او　　"سیّد یا علی ثانی" گفت

وبعد ازان مرید ومعتقدان آنحضرت بدن مطهرش از آنجا نقل کرده بختلان بردند ومدفن آنحضرت در آنجا ساختند وکیفیت وفات تمام قصه نقل تابوت آنحضرت در کتاب خلاصة المناقب از تصانیف حضرت مولانا نور الدّین بدخشی مسطور ومشروح است۔

سلطان سکندر

ودر تاریخ سنه هفصد ونود وشش از هجرت آواز "کلّ نفسٍ ذائقة الموت" بگوش سلطان قطب الدین رسید واز این دار فنا بار رحلت بملک

آخرت کشید فرزند دلبند و پسر سعادت مند وے بر سریر سلطنت و تخت حکومت بجائے پدر نشست یعنی پادشاه شریعت شعار و معدلت آثار خسرو دین پناه سعادت دستگاه مخصوص الطاف ذوالمنن سلطان سکندر بت شکن نور اللہ تعالیٰ مضجعه پادشاه ممالک کشمیر شد ؎

شاه عادل سکندر ثانی — که زوے یافت سرفرازی تاج
شد منور ز سعی او اسلام — گرچه بوده ز کفر چوں شب داج
بہر تاریخ سال سلطنتش — عقل گفتا بشرع داده رواج[1]

سید محمد ہمدانی

در عہد سلطنت ایں پادشاه عالی جاه حضرت سیادت پناه ولایت دستگاه مظہر فتوحات سبحانی امیر سید محمد بن امیر علی ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ روحہما و زادہما فتوحہا بدین ممالک تشریف قدوم ارزانی فرموده زنگ ظلام کفر و ضلالت به صیقل ارشاد و ہدایت از مرات ضمیر اہل ایں ولایت آئینہ دل ارباب ایں مملکت زدوده ـ ببرکت حسن نصائح و یمن مواعظ آنحضرت جمال جہاں آرائے ایمان و اسلام و شریعت غرائے حضرت سید انامؐ در مزایائے قلوب ایں دیار منقش و مرقوم گشته و آنحضرت باوجود صغر سن و حداثت عہد بجمال و تقوی آراستہ بود ـ و کمال علوم ظاہری و باطنی پیراستہ و شرح شمسیه در علم منطق تصنیف آنحضرت است و رساله در علم تصوف برائے سلطان سکندر تالیف کرده اوست و در آں رساله تصریح نموده که در اوان وقت در سن بیست و دو ساله بود و بمجرد رسیدن آنحضرت سلطان مرحوم دست انابت بدامن متابعت آنحضرت نہاده و داد خلوص اعتقاد قولاً و فعلاً او و حق امتثال و انقیاد بانجام رسانید و بنیاد رسوم ظلمه و کفره بالکلیه از بیخ بر انداخت و انواع منہیات و نامشروعات از تمام قلمرو خود مندفع و مرتفع ساخت ـ چنانچه در تمام سلطنت آں پادشاه سعادت دستگاه که قریب بیست و شش سال باشد از تمامی انواع خمریات و مسکرات ہیچ اثر موجود نبود و از آلات فسق و فجور و ادوات مزامیر و عود و طنبور نام و نشاں ظاہر نه نموده و از طبل شاہین و صوت دمامه و نفیر در غیر معارک و محاربات گوش ہیچ احدی نشنوده و بعد از عہد آں پادشاه دیندار احکام ظلمه و آلات فسقه که ممد مشرکان و معاون کفره بودند ـ باحیائے آں رسوم پرداختند و روز بروز قواعد فسق و فجور و رسوم اہل بدع و شرور و عقاید ارباب شرک و کفاره عادات فساق و فجار ظاہر و

---

[1] ۷۹۶ ہجری.

هوا پیدامی ساختند و پیشتر از عهد قدیم و زیاده از زمان ماضی رونق کافران و رواج مشرکان دادند۔

سکندر اور اشاعتِ اسلام

و در زمان سلطان سکندر مرحوم ملک سهہ بٹ که سردار و سپہ سالار پادشاه مذکور بود۔ پیش حضرت امیر سید محمد قدس سره بشرف اسلام مشرف شده و بخلوص دل و صمیم قلب از کفر و ضلالت تبرا نموده و شعائر اسلام را شعار خود کرده و حضرت امیر سید محمد قدس سره او را بملک سیف الدین ملقب ساخته بود۔ و جناب سلطان سکندر و ملک سیف الدین رحمہا اللہ باتفاق همگی همت و تمامی نهمت بر قلع و قمع کفر و ضلالت گماشتند و الویه اسلام و اعلام شریعت سید انام علیه صلواة والسلام باوج عزت و ذروهٔ کرامت برافراشتند و به برکت تقویت اسلام و ترویج شرائع و احکام هر کجا لشکر می کشید بمقتضائے اللّٰھمّ انصُر من نَصَرَ دینَ مُحمّدٍ فتح بر فتح و ظفر بر ظفرش می رسید۔

ساداتِ بیہقی

و در زمان وے خاقان صاحب قرآن میرزا تیمور گورگان فتح هندوستان کرده بود و وے سلطان مذکور برنگ محبت و آشنائی پیش آمده دو فیل برائے هدیه فرستاد و در ایام سلطنت وے سادات بیهقی که از سبزوار بسبب خطرات میرزا تیمور گورگان به ممالک هندوستان افتاده بودند بکشمیر در آمدند۔ و در کشمیر قرار و سکونت نیافته اند باز بولایت هند مراجعت نمودند۔ نزدیک دہلی بموضعے جاریه نشستند۔ حقیقت آں حال بوضع خود مذکور خواهد شد در عهد سلطان زین العابدین بار دوم با حشم و خدم در کشمیر در آمدند و در آنجا متوطن شدند و کیفیت احوال ایں طائفهٔ شریفه بسلک تقریر و سمت تحریر بتقلم پیوست که میر سید محمود بیهقی بن سید محمد بن سید جلال در وقت جلوس میرزا تیمور مشورت در حل مشکلات خود نه کرد۔ پائے ثبات در رکاب وَمَن یَتَوَکَّل عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسبُہٗ نهاده با لشکر گران صاحب قرانی ستیزه نموده مقاتله و مجادله نمود ۔ ؎

همه فیل ایشان از آں رستخیز | فتادند در زیر شمشیر تیز
کسے را که جرأت بود بیشتر | شود کشته در معرکه پیشتر

لشکر ایشان هزیمت خورد و عنان عزیمت بجانب هند معطوف گردانید۔ چوں بآستانهٔ مقدس حضرت امام رضا علیه الصّلوٰت والسّلام رسید۔ آداب زیارت بجا آورده بهت طلب علم در کنج آستانه معتکف نشست بعد از پنج روز با دل هشیار و دیدهٔ بیدار آنحضرت را در خواب دید۔ سبز

نهاده تضرّع نیاز تمام نموده گفت که در عهد طفولیت از علم چیزے نخوانده ام و کسب نه کرده ام لکن فی الحال حضرت امام لعاب مبارک خود را بر زبان ایشان مالید و دران دم ضمیر میر سید محمود با طوطیان چمن بلاغت لسان هزار دستان هم آواز می نمود و در سلک اعظم فضلاء انام داخل گشته و مقامات عالیه و کرامات ظاهریه از لعاب آنحضرت حاصل شد ۔ چون ازان خواب خویش بیدار شد پناه بدرگاه عقل و تمیز برد ۔ آثار خرد و تمیز هر علم بر ضمیر خود بنوعی مشاهده نمود که مزید بران ممکن و متصوّر نیست ۔ بعد ازان از مشهد مقدسه در بلدهٔ فاخره دهلی در ایّام سلطنت سلطان غیاث الدین رسیدند ۔ چون خبر آمدن ایشان سلطان غیاث الدین استماع کرد قدم حرمت باستقبال ایشان پیموده در صحبتِ ایشان نشست و لوازم حرمت ایشان کما ینبغی بجا آورد ۔ در علم علما و فضلا و شعرا از ایشان سخن می رسیدند ۔ آن مسند نشین علم لدنی حل مشکلات هر کدام ایشان میکردند ؎

بحر علوم آنکه ز دریائے فضل او — یک قطره ایست آنکه حکایت کند کسے
تثلیش ہمچو علم ثنائی بروزگار — گر صد ہزار سال کنی عمر صرف آن
در منطقش نماند کسے را مجال نطق — طب و کلام ہیئت و حکمت بردخوان
فقه و حدیث او چو ز تفسیر برتر است — هر کس کجا که معنی آن را کند بیان

و سلطان غیاث الدین بعد از چند روز جشنے عظیم ترتیب فرمود ۔ عنقا و قانون، چنگ و ارغنون در ساز شده ۔ تنبور و جغانه[1] و کمانچه[2] و شبانه[3] در کار آمد ۔ و بربط و رباب و سنج خطائی بساختند و عجب رود در مسلکِ زبان عراقی بنواختند ۔ خورشید دف خود گرم کرد و ماه کمانچه خود کشید ۔ مجلس از علماء و فضلاء و شعراء و اکابر و اشراف هر بلاد که در دهلی متوطن بودند منعقد شد ۔ تا آنکه مهر که سپهر جهان پیمائی بی سر و پا سائر است هرگز پرتوے بر چنان مجموعه نه انداخت و تا فلک قدیمے نهاد از ثواب سیاره بصد هزار چشم بر عالم و عالمیان ناظر است ۔ بچشم او چنیں محفلی در نیامد ؎

چه جشنے بزمگاه خسروانه — هزاران ناز و نعمت در میانه
مهیّا کرده خوانهائے ملوّن — به نعمتهائے گوناگوں مزیّن

مشعل و چراغهائے آن محفل را روشن گردانیده اند ۔ میر سید محمود در مدح سلطان

---

[1] ایک قسم کا ساز۔ [2] ساز بجانے کی کمان۔ [3] ساز کی ایک قسم

غیاث الدین در قصیده در بدیهه بعد شمع و چراغ بسلک بیان آورد۔ تاریخ نویسان از طول اندیشیده این چند بیت آن نوشتند ؎

ظلّ حق سلطان غیاث الدّین کہ رائے روشنش
ہست نزد ساکنان نہ کاخ ایوان چو شمع
خلق از تاریکیٔ حسرت بدیں روی نہند
زانکہ شد از نور رویش ملک ہندوستاں چو شمع

واین چند بیت بریں جملا است ؎

شاہ شاہان جہاں سلطان غیاث الدین کہ ہست
از چراغ دولتش روشن بہر کشور چراغ
جائے آن دارد کہ در ایّام عدل پادشاہ
یک نفس پروانۂ دیگر نسوزد در چراغ
پیش ازیں بودے شہا کلبۂ درویش را
از ضعیفی بضاعت ماہ یا آذر چراغ
این زمان ز اقبال شاہم گر نخواہد این فقیر
بر فروزد در وثاقِ خویشتن بے سر چراغ

وآں شب در صحبت میر سیّد محمود سلطان غیاث الدین احوالہائے شگرف و چیزہائے عجیب و غریب می شنید۔ چون آفتاب تاج زرّین بر سر نہادہ از کوہ مشرق مقابلۂ سلطان سر برآورد فی البدیہہ میر سید محمود در تعریف سلطان غیاث الدّین قصیدہ بریں وجہ فرمود ؎

آفتاب داد و دین سلطان غیاث الدّین کہ ہست
با جلالش محتقر ماہ و محقر آفتاب
بو المظفر آں عدوے کہ در شام و صباح
میرود فرمان او کشور بہ کشور آفتاب
جائے آن دارد کہ ز اقبال عدلش روز و شب
از کسوف ایمن شود تا روز محشر آفتاب

و سلطان غیاث الدین در محاکات و مقالات آنحضرت اعتقاد و اخلاص خود بسیار ظاهر ساخته آن بانی مبانی خیرات را بجائے باششش و سرائے آسائش رخصت فرمود۔ چون قصر سلطان از کثرت خلق ماند۔ سلطان مذکور را دخترے بود از رشک چهرهٔ آفتاب و مهتاب می سوخته نخست بفور فهم دختر خود . . . . . مقربان و ندیمان خود پرسید و هر کس از ندیمان متفق اللفظ مصلحت گفتند که سزاوار این نسبت عالی بغیر از گوهر شرف میر سید محمود دیگرے نیست هر که از بنائے جنس خلاف این اندیشه بخاطر آرد محض بهوا بادپیما باشد۔ سلطان غیاث الدین مصلحت ندیمان خود باجابت مقرون کرد و جهت رابطهٔ اتصال یک جهتی آن بندیمان خود اشارت فرمود۔ چون این مژدهٔ مقربان سلطان بسمع شریف آن سید عالی نسب رسانیدند اما جواب داد که در آستانهٔ حضرت امام رضا علیه الصلوٰت والسلام از عالم غیب بر ما خطاب درویشی داند۔ این نسبت پادشاهان در خانهٔ درویشان خالصان صورت پذیر نمی شود۔ واسطه موجب اشارت الیه میر سید حسن ولد میر سید شاه برادر زادهٔ حقیقی منست این نسب عالی با دسلوک دارند۔ و این معنی را از دلائل دولت بے پامال شمرده و می شماریم و بمقابلهٔ این نسبت عقیدهٔ دولت خواهی و اخلاص خیر اندیشی اختصاص عقل و تمیز میر سید حسن بظهور میرسد۔ ازین مقدمات مذکور دغدغه نیز هست که مبادا بخاطر شریف سلطان غبارے رسید تصور فرمائید که غرض ازین سخنان چه بود و معامله آنست که با لشکر گران صاحب قرآنی که در اوراق گذشته ذکر آن کرده شد مقابله و مجادله کرده عنان عزیمت بجانب مشهد مقدسه معطوف داشتیم۔ در آن آستانه از زبان مبارک حضرت امام بر خطاب درویشی ظاهر شد۔ این همه بر همگنان و عالم عالمیان ظاهر است۔ این حکایات بسمع شریف سلطان غیاث الدین مقربان رسانیدند سلطان از همه قبیل دفال برآمده جواب داد که حاجت مومن را برآورم که آن هر دو سید عالی نسب گوهر یک صدف اند۔ بعد از چند روز ندیمان سلطان جاهائے گران بها که لائق منصب هر کدام آنها بتبرک پادشاهانه و تنسوقات[1] خسروانه از اسپان رهوار و شتران باردار اجناس بے قیاس مرتب ساخته جشنے عظیم ترتیب دادند۔ آن روپوش عصمت و طهارت در عقد منعقد به میر سید حسن بیهقی سپردند تمام صوبه سنبل (سنبهل)، در میان دوآب تنخواه جاگیر ایشان مقرر فرمودند در پرگنهٔ مذکور در نواحی

---

[1] نادرات، عجائبات۔

دہلی جہت توطن ایشان دادند۔ و آں جماعت بموضع جارتچہ سکونت ورزیدہ تمام متمردان نواحی را زبون وزیر ساختہ باج وخراج میگرفتند۔

درمیان سنبل (سنبھل) ومیان دوآب جہت ناامنیت محل مخوفہ تا بجائے نشانند اگر کسے درمحل مخوفہ بیک واسطہ باری درراہ افتادہ ازترس وہیبت آں طایفہ آں بار برسرودوش خود گرفتہ متمردان نواحی بقصبۂ جارتچہ رسانیدند وایں حال برعالم وعالمیان معلوم است۔

چون فلک ستیزہ کار ارباب وفا آسودہ وبرقرار نمی گذارد وناگاہ سلطان غیاث الدّین داعیۂ حق را لبیک اجابت گفتہ نقد جان را بقابض ارواح داد۔

بعد از وفات سلطان غیاث الدین قلندرے سیر کشمیر کردہ از لاہور و دہلی گذشتہ بقصبۂ جارتچہ بصحبت میر سید محمود مشرف گشتہ تعریف کشمیر وعدل وداد سلطان سکندر بت شکن بے حد و عدبیان نمود میر سید محمود و میر سید حسن ہوس دیدن آں دیار برضمیر منیر خود پیدا ساختہ۔ فرزندان و عیال و اطفال مبارزان دہلی وجارتچہ نہادہ براہ ہیرہ پور ممالک کشمیر درآمدند۔ وسلطان سکندر قدم حرمت باقبال ایشان پیمودہ در شہر درآوردند۔ صحبت میر سید محمود با سلطان سکندر خوب برآمد کہ ذوق حکومت سبزوار ومیان دوآب فراموش ساختند باقی صحبت ایں جماعت بموضع خود مذکور خواہد گشت۔

سادات علماء و فضلاء شعرا کا مشائخ کا کشمیر آنا

ودر ایّام سلطنت آں پادشاہ دیندار از اقطار و امصار علمائے ذوالاقتدار و فضلائے اخیار بدیں دیار رسیدند۔ جمعی کثیر از سادات عظام واشراف کرام کہ بحلیہ انواع محلّی بودند بتشریف قدوم ایں ولایت را مشرف ساختند۔ از آں جملہ است خدمت فضیلت شعار بلاغت دثار کمالات آثار میر سید احمد بن اصفہانی کہ کتاب تنویر شرح فرائض سراجی از جملہ تصنیفات اوست وکمال نکتہ دانی او از بیان اسرار وحقایق وحل معانی ودقائق آں مفہوم ومعلوم می شود ونیز رسیلے دارند کہ داد فصاحت و بلاغت دراں دادہ از آں جملہ است حقائق مآب معارف آیات سیّد محمد خاوری کہ در اشعار ومنظومات خاوری تخلص داشت وخاورنامہ از وست ودر تصوف شرح لمعات تصنیف اوست وایں ہردو فاضل وعالم از جملہ مریدان باخلاص ومعتقدان خاص حضرت امیر سید محمد ہمدانی بودند۔ ودر بعضے از تصانیف خود اظہار اخلاص وارادت خود بآنحضرت نمودند۔

و از آں جملہ است خدمت سیادت مآب شریعت انتساب فضیلت ایاب قاضی سید حسین شیرازی کہ منصب شریعت قضائے شیرازی متعلق بوے بود۔ و چون در زمان سلطان سکندر مرحوم دریں ممالک رسید حکومت قضائے ایں دیار ہم بادمفوض گشت و بخط خدمت قاضی مذکور رسالہ ایست دریں دیار کہ احادیث زرینہ دراں رسالہ جمع ساختہ اند و خدمت قاضی در آخر رسالہ نوشتہ کہ ایں رسالہ را پیش سیادت پناہ و ولایت دستگاہ مظہر الطاف سبحانی میر سید محمد بن سید علی الہمدانی گذرانیدہ ام و سند آں را پیش آنحضرت درست کردہ ام و مخفی نباشد کہ در احادیث زرینہ اگرچہ بعضے از علماء سخن کردند اما اکثر علماء و اکابر عرفا و اعاظم مشائخ و اولیاء بقبول آں احادیث تلقی نمودہ اند و معلوم باشد کہ ایں قاضی دریں آرائے ہم از جملہ تلامیذہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی بود۔

و ایضاً در عہد سلطنت آں پادشاہ شریعت شعار از مشائخ کبار و سادات بزرگوار کہ از جملہ اہل حال و ارباب کمال بودند۔ دریں ممالک تشریف آوردند و ایں نواحی را بقدوم شریف مشرف ساختند و از آں جملہ است حضرت سیادت پناہ امیر سید محمد مدنی کہ در عہد آں پادشاہ اسلام با اہل و اولاد از مدینۂ طیبہ برخاستہ آمدہ دریں دیار منطوطن و مقیم گشت و از روئے کرامات بسیار و خوارق عادات مشہور و معروف است و بعد از وفات او مقبرۂ آنحضرت مطاف طوائف انام و محل اجابت دعا و تحصیل مرام است۔

و از آں جملہ است شیخ جلال بخاری کہ از بخارا با جمعی تمام سادات عظام ہمراہ گرفتہ دریں ممالک تشریف نمود و مقبرۂ آں بزرگوار در مزار سلاطین دیار است و سادات کرام کہ ہمراہ آں جناب بود۔ مزارات و مدفن ہائے ایشان زیارت گاہ خلائق شدہ۔ مانند میر سید تاج الدین و میر سید برہان کہ ہر دُو در قریۂ اسکندر پورہ کہ احیا کردہ و آبادان ساختۂ سید اسکندر است مدفون و آسودہ اند۔

سید نور الدین کہ در قطب الدین پورۂ شہر مدفون است۔ ہمراہ شیخ جلال الدین بود و از آں جملہ است بابا حاجی ادہم کہ از ولایت بلخ آمدہ بود و جماعتے از مریدان و ملازمان ہمراہ داشت و بابا حسن منطقی کہ پدر پیر درویش بود و در مزار سلاطین مدفونست۔ از جملہ مریدان بابا حاجی ادہم است و جد پدر مسود ایں اوراق کہ ملا حسام الدین نام داشت از غزنی مرید بابا حاجی ادہم شدہ ہمراہش بود۔ و در مطبخ وے جماعت درویشان را خادمی می کرد و ایں بابا حاجی ادہم

تازمان سلطان زین العابدین در قید حیات بود بعد از وفات وے را در باغ که مشهور و معروف بباغ میر ویس است که آں وقف بود۔ در پائے خانقاہ ملا پارسا که در دامن کوہ ماران است دفن نمودند و مقبرۂ وے زیارت گاہی است مشہور۔

و بابا حسن منطقی که مُرید وے درین دیار اگرچه اہل دعیالے داشت۔ تا مآ مجذوب نفس بود و سلطان زین العابدین یکبار از وے التماس تبرکے نمود۔ و بعد از چند روز در آستین پوستین خود چیزے گرفته پیش سلطان زین العابدین آمد و گفت یکبار از وے التماس تبرک میکردی دامان خود را بیار که برائے تو تبرکے آوردم۔ چون سلطان زین العابدین دامان خود بجانب او کشاده واز آستین پوستین یک طفل رضیع که یک ماه باشد بدر آورده در دامان او نہاد و گفت که این تبرک من است۔ باید که این را خوب محافظت و رعائت کنی۔ سلطان آں طفل را بحجرۂ خاص خود برده بدختر سیّدان بیہقی که حرم خاص او بود سپرد و یک مرضعه برائے وے گرفتند و او را می پروردند۔ منقول است که حرم سلطان عقیمه بود و ہیچ فرزندے از وے پیدا نمی شد و چون میرویس را باو سپردند از غائب مہر شفقت مادری از پستانہائے وے شیرے پیدا شُد و این میرویس از دہم شیر میخورد و از مرضعه خود و ہر چه علوم و فضائل پیدا کرد از تربیت سلطان زین العابدین داشت و ہر چه از درویشے و مجذوبیت داشت از ارث پدر و صحبت بابا حاجی ادہم داشت۔

و از آں جمله است ملا پارسا که در عہد پادشاہ شریعت شعار رسیده وے ہم بانواع ورع و تقوی آراسته بود بفضائل و کمالات پیراسته و در دامنه کوه ماران خانقاه عمارت نموده متوطن و مقیم بود و این پادشاه شریعت شعار سعادت آثار برائے تبرک ازین علماء و فضلاء و زہاد و اکابر و اشراف و سادات و قضات فراخور حال ہر کدام دیہها و قریات و مواضع و منزلات بطریق وقف و ادرارات تعیین نموده بود۔ تا وجه معاش و معونت اوقات ایشان باشد و وقف ناہائے مواضع و قریات برائے ایشان و برا اولاد ایشان حتی تناسلوا و توالدوا تفویض نموده بودند و فرزندان اولاد ایشان آں ہمه قریات و قصبات را الی یومنا هذا متصرف و متوالی بودند۔ و ہمین پادشاه سعادت دستگاه منصب شیخ الاسلامی درین ولایت وضع کرده و قریات بسیار و دیہہائے کثیر از ہر پرگنه انتخاب نموده در پئے آں منصب شریعت بطریق وقف تعیین و تشخیص فرمود۔ تا از آں واقفیات وظائف و ادرارات بعلماء و فضلاء و قضات و سادات و مستحقان و حاجیان و مسافران بقدر استعداد



واستحقاق ہر یک برسانند۔

وہمچنیں دریں ممالک دارالشفا وضع کردہ چند جہت خوردن وخوراک بیماران ودیگر حبوبات[1] ادویہ واسباب اہل امراض دارباب استقام تعیین نمودہ واطبار وحکمار این دیار را وظائف و ادرادات مواظف ساختہ خدمت آں مرضے وبیماران تعیین کرد۔ تا ہر روز آں اطباء دران دارالشفا آمدہ تشخیص امراض بیماران نمائند وادویہ وعلاجہائے ہرکار فرمائید وایں خیرات الی یومنا برقرار بود وایں ہمہ از برکت صحبت ونصیحت حضرت امیر سید محمد ہمدانی بود کہ آں پادشاہ دین دار سعادت یار تقویت وتمشیت شریعت مصطفوی ورونق درواج دین وملت نبوی می نمود وتا مادام کہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی دریں دیار مقیم ومتوطن بود جہت مدد معاش آنحضرت پرگنہ مٹن مقرر ومعین بود وآں حضرت بر چشمہ بھون کہ چشمہ ایست بے مثال واز آب صاف مالامال مسجدے دو طبقہ عمارت نمودند۔

مسجد جامع سری نگر پادشاہ شریعت شعار معدلت آثار سلطان سکندر مغفور ومرحوم برائے توطن وسکونت خود محلہ نوہٹہ معمور ساخت ودر آنجا قصرے بزرگ کہ بہ ہیچ عمارت از اں بزرگ تر دریں ولائیت نبود بنا فرمود وہمچنیں درہمان محلہ مسجد جامعی بکمال عظمت وبزرگی برائے اعیاد وجمعات عمارت نمود کہ در ولایت ہند وسند ومملکت ایران و توران مسجدے بدان بزرگی معمور نیست مگر در ولایت مصر وشام کہ در آنجا باین عظمت مساجد معمور اند ومعمار آں مسجد خواجہ صدرالدین بود کہ از ولایت خراسان بدین دیار رسیدہ بود ودر قصبۂ وبجہ برارہ ہم مسجد جامعی وقصرے بنا ساختہ آں پادشاہ ہست۔ وہمچنیں در شہر برلب آب مزارے برائے دفن سلاطین بنا ساخت وعلو ہمت وکمال رتبت آں پادشاہ رفیع المنزلت از عمارات ہائے عالی او معلوم می شود کہ چہ نوع پادشاہ عالی ہمت وصاحب نہمت بود۔

خانقاہ

خانقاہ ہمدانیہ کی تعمیر نو وحضرت ہدایت پناہ ولایت دستگاہ امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الصمدانی صفۂ کہ در محلۂ علاء الدین پورہ برائے اقامت صلوٰۃ جماعات ساختہ بود ولد امجد ارشد آنحضرت امیر سید محمد قدس سرہ خانقاہے

---

[1] گیہوں، چھوہارہ۔

بزرگ طرح انداختند و آں پادشاہ سعادت دستگاہ قریۂ چند برائے مدد معاش مجاوران و معتکفان آں آستان ملائک آشیان گذاشتہ اند و بعضے بیگویند کہ حضرت امیر سید محمد ہمدانی لعلے داشتند آں لعل را بسلطان سکندر مرحوم دادند۔ و قریہ تلال (ترال) و قریۂ وچی را بطریق بیع و شرا گرفتند آں ہر دو قریۂ را بیت المال نمودہ وقف آں خانقاہ ساختند تا مدد معاش مجاوران و اورادخوانان آں آستانہ باشد و بناء عمارت خانقاہ متبرکہ حضرت امیر سید محمدؒ ہمدانی عمارت کردہ خرد و مختصر بود و عمارات مردم و مجاوران و بیوت خانقاہ اہل شہر نزدیک بدیوارہائے خانقاہ و حوالی آں محیط بود۔ چنانچہ اکثر آتشے درآں محلہ افتاد و می سوخت خانقاہ ہمراہ خانہا سوختہ۔ و در زمان سلطان زین العابدین آں را باز عمارت نمود۔

خانقاہ کی عظیم ترین عمارت بدست ملک کاجی چک

و چوں حضرت امیر شمس الدین محمدؒ عراقی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ بتشریف قدوم ایں ممالک را مشرف ساخت آنحضرت در عہد حکومت ملک الملوک ملک کاجی چک مرحوم آں خانقاہ را بایں بزرگی و وسعت و بلندی و عظمت مجدداً بنا نمودند و خانہائے مردم از حوالی او برداشتند و زمین بعضیہا را از زر بسیار و مال بے شمار دادہ خریدند۔ و آنہا بہ زر احتیاج نداشتند مانند قاضی محمد قدسی و فرزندان ملا بابا علی و غیرہم ایشان را از جاہائے دیگر زمینہا عوض دادہ از حوالی خانقاہ دور ساخت تا بقعۂ متبرکہ از حوادث آفات و بلیہ احراق و حادثات محفوظ و مصون باشد و در زمان حضرت امیر شمس الدین محمدؒ عراقی تضیفات خانقاہ زیادہ و مضاعف گشتہ۔ چنانچہ در حیات آنحضرت در مطبخ خانقاہ ہر روز صد بست و پنج ترکؔ[1] برنج می پختند۔ برائے طعام چاشت شصت و پنج ترک برائے طعام شب، شصت ترک مؤظف و مقرر بودہ۔ کم روزہا می بود کہ در مطبخ خانقاہ گوشت نمی پختہ و در خانقاہ مطبخے و آتش خانہ ہم بنا کردہ بود و از حوادث روزگار ہم مطبخ و آتش خانہ سوخت و متولیان دیگر مطبخے و آتش خانہ مختصر بنا کردند و بزرگی عمارت خانقاہ و کلانی صندوق کہ انبار شالی خزینۂ حوائج و مصالح خانقاہ ہست نشانہ و نمونہ ایست باقی از ہمت عالی حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی۔

---

[1] کشمیری وزن کے مطابق ایک ترک برابر ہوتا ہے پانچ سیر تین چھٹانک۔

ومخفی بناشد کہ حضرت امیر سیّد محمدؒ ہمدانی قدس سرہٗ بعد از چندگاہ بواسطۂ اظہار عناد و عداوت ورزیدن سید حصاری از اقامت و سکونت ایں دیار دلگیر گشت و از سلطان سکندر مرحوم رخصت گرفتہ بعزم زیارت بیت اللہ الحرام و ادائے مناسک حج وغیرہ عازم مسافرت گشت۔ بعد از امضاء ایں مرام و زیارت عتبات ائمہ کرام بخطۂ ختلان کہ مولد شریف او و مدفن والد بزرگوارش بود رسید و در ہمان منزل از عالم فانی رحلت نمودہ نزدیک بزرگوار خود بتجہیز و تدفین یافت۔

وایضاً معلوم باشد کہ مدت سلطنت و عہد پادشاہی سلطان سکندر بت شکن بست و پنج سال و نہ ماہ و شش روز بود۔ آخر بہ مقتضائے ربّانی و تقدیر سبحانی شہباز روح سلطان مغفور مرحوم از توشیحی[1] عالم غیب صفیر ولپذیر اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً شنیدہ از قفس تنگ دنیا بہ فسحت فضائے عقبیٰ پرید اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؎

آں شاہ فلک رتبہ سکندر کہ شد است
اوصاف حمیدہ اش ذکر افواہ
رحلت چو نمود بہر تاریخ سروش
گفتا کہ "بخشش بادا ما و آہ[2]"

در دیوان اشعار سید محمد بیہقی کہ در اشعار درویش تخلص میکرد برائے سلطان سکندر مرحوم بسیار قصائد و اشعار وارد تاریخی برائے وفات پادشاہ مذکور فرمود۔ و قطعۂ آں از دیوان او نقل کردہ شد ؎

دوشنبہ ثانی عشرین محرّم ‌‌ میان شام و خفتن نے کم و بیش
ز ہجرت ہشتصد و دہ رفتہ و شش ‌ شد از دار فنا سلطان درویش
سکندر شاہ دادار کہ ہرگز
نکردہ سینۂ بے چارہ ریش

و دیگر از شعرائے آں وقت در تاریخ آں پادشاہ مغفور مرحوم فرمود ؎

---

[1] میر شکار۔

[2] ۸۱۶ہجری۔

سال ضادو واو یا از محرم[1] وکات و بی بود کز عالم

سکندر شاه رحلت کرد و رفت (۸۱۶ھ)

سلطان علی شاه

در تاریخ سنه هشتصد و شانزدهم بجائے سلطان سکندر مرحوم پسر مهتر سلطان علی بر سریر سلطنت و تخت حکومت نشست. و مدت پادشاهی او شش سال و چند ماه بود. صحبت میر سید محمود بیهقی با ایشان راست نیامد. ایشان گلشن کشمیر عرصه آفات دانسته عزم جزم رفتن دهلی تصور میکردند. آنگاه دعوت در نهایت کثرت بخاطر انور شان گذشت تمام امرائے عظام کشمیر و مشائخ کبار و سادات رفیع القدر علماء و فضلاء و اکابر در صحرائے عیدگاه طلبیده جمع ساختند و سلطان علاء الدین ولد سلطان سکندر مرحوم نیز دران مجلس حاضر گشت و بعد از تناول طعام حفاظ بخواندن کلام ملک علام مشغول گشتند و چون ازان فارغ شدند خلعت فاخره لائق منصب هر کدامی را پوشانیده از لباس سوگواری بیرون آورد. آنگاه میر سید محمود بر سر مزار سلطان سکندر فائض الانوار آمده شرائط زیارت بجا آورد. زبان حال در مرثیه پردازی ایشان باین ابیات مترنم گردانید ؎

فراق شاه سکندر مرا بجان آورد
نه آنچنان که چنان برزبان توان آورد

خیال عارض او گر نه آب حیوان بود
چرا بدیدهٔ من حکم جاودان آورد

ز بار رفت او محنتے که در دل ماست
ز صد یکے نتوانیم بر زبان آورد

فرود شادی و غم رفته بود دولت او
قضا بطالع من این بهره آن آورد

مرا ز صحبت او برکناره داشت زغم
فلک ز دست غمش باز در میان آورد

فراق طلعت زیبائے آن بهشتی رو
ز رنج و محنت دوزخ مرا نشان آورد

ز فوت شاه جهاندار چرخ بے تدبیر
هزار گونه خلل پیش در جهان آورد

---

[1] "سکندر شاه رحلت کرد" کے اعداد ۱۵۰۲ ہوتے ہیں۔ ان میں سے "و رفت" کے ۶۸۶ اعداد کم کیجئے تو باقی ۸۱۶ اعداد رہتے ہیں۔ اور یہی تاریخ وفات ہے۔ تاریخ حسن جلد دوم ص۱۸۵ میں سکندر کی تاریخ وفات سنہ ۸۲۰ھ درج ہے جو غلط ہے۔ (اکبر حیدری)

۱۰۰۰

باتفاق بجرئید اے مسلمانان   "ز بہر فوت رشہ اسلام" بادشاہ جہان

آنگاه میر سید محمود بیهقی از راه هر تور متوجه شده بمنزل سابق خود در دهلی آمد و متوطن و مقیم گشت و از شواغل دنیاے دنی اعراض نموده رو به ساختن کارهاے اخروی آورد۔ مسجد و عمارت و مدفن متبرکه تعمیر پرداخته لنگرے عظیم ضائن و هضیم و وارد و صادر در آنجا مقرر فرمود۔ و آنحضرت ظهور کرامات و خوارق عادات در کشمیر و دهلی پیش ارباب عقل و نقل شهرت تمام دارد و مزار آنحضرت مطاف طواف انام و محل اجابت دعا و تحصیل مقاصد خلائق است۔ وفات آنحضرت در ماه ربیع الآخر بود۔

میر سید حسن میر سید حسن برادر زادهٔ میر سید محمود بیهقی بموجب رخصت ایشان در نوشهر هند سکونت و اقامت اختیار ورزیده بکمال شجاعت و سپاه گری موصوف گشته در اندک فرصت بزور شمشیر از متمردان نواحی کوهستان کشمیر باج و خراج گرفته در مرسومات و علوفات[1] سپاهیان خود می دارد۔ و هر جا خبر اهل بغی و فساد استماع می نمود مجاربه آنها پرداخته به تیغ بیدریغ از وجود مفسدان خالی میکرد۔ آن نواحی ناگاه درین اثنا روزے یکے آمده بخدمت ایشان معروض داشت که راجه حسرت با جماعه کفره و فجره بساط غفلت و غرور در قلعهٔ خود گسترده مردم را ضلال و اغوا می کند۔ بمجرد که این خبر بسمع مبارک میر سید حسن رسید فی الحال تیغ یمانی جوهر دار صاعقه کردار حمائل کرده بر مرکب باد پیما از نوشهر هند سوار شد و عنان مبارزت بحرکت آورده کوچ بکوچ بملک لشکر طاغوت حربی عظیم پیوست ؎

خدنگ از دو جانب روا رو گرفت   بروئے زمین چوں دواد و گرفت
چناں آتش فتنه بالا گرفت   کزاں شعله در چرخ والا گرفت
زبس مرده افتاده بیروں زحد   شده کو چلے کشاده لحد

چو شمشیر و نیزه بپایاں رسید
حکایت بدست گریباں کشید

و چون قلعهٔ کفار ناپاک سر بایوان فلک کشیده داشت و اطراف و جوانب آن بجنگل تیره پوشیده بود۔ لاجرم مبارزت مبارزان حیراں سید حسن با جماعهٔ مخالفان بے سرو بن اگرچه بس نمی آمد اما باز

---

[1] یعنی خوراک و روزینه۔

بموجب فرمودهٔ جاهِدوا فی سبیلِ اللّٰہِ حقّ جہادِہٖ محاربه آنجماعه جہاد اکبر دانسته جنگی عظیم پیوسته بتاریخ دویم شہر ربیع الاوّل سنهٔ ہشتصد و سی و ہفتم ہجری بدرجهٔ اعلا شہادت فائز شد و تاریخ رحلت ایشان بدین وجه یافته اند — قطعه

صانع بیچون که حکم لایزالش بر دوام
بر ہمه شاه و گدا و انس و جان یکسان رود
رُبع مسکون از کمال قدرتش یابد سکون
و آسمان از ہیبت قدرتش سراسیمه دود
آن یکی از لطف او یابد بہشتِ جاودان
وان دگر از قہرش اندر درگهٔ اسفل رود
ناگه از زخمِ اجل سید حسن کرده شہید
گور او پر نور بادا رحمتش شامل بود
چون ز سال رحلتش کرد از خرد عاقل سوال
عقل گفتا "پیشوائی اہلِ جنّت او بود"[1]

و قبر آنحضرت در جسروت است. چون خبر شہادت ایشان نزد خویشان و فرزندان در بلدهٔ دہلی شایع گشت. تمام فضلا و اکابر و اہالی و موالی بلدهٔ دہلی مراسم و شرائط تعزیت بجا آوردند و میر سید ناصر ولد مرحومی میر حسن در امرایان و اعیان و سادات و علما و فضلا بلدهٔ مذکور طلبیده اطعمهٔ گوناگون مشروبات از حد افزون طیار ساخته بایشان خورانید و بسیار ختمات قرآن مجید و نیت روح پاک ایشان خوانده باز از سرنو سماط دعوت عظیم گسترده اطعمه و اشربه از ہرچه در حوصلهٔ خیال گنجد افزوده در منازل مشائخ و سادات کبار و اکابر و اشراف علما و بزرگوار و سائر ابنا روزگار متوطنان آن دیار فرستاد. بعد از تمام مراسم آن قدوهٔ ارباب شہادت برخواسته بقصبهٔ جاریه تشریف بود.

و میر سید حسن بیہقی را از مخدره سلطان غیاث الدین ہفت فرزند بود. میر سید زین العابدین

---

[1] ۸۳۷ہ ہجری.

و میر معظم خان و میر موسی و میر سید جلال و میر سید شاه و میر بادشاه و میر سید ناصر و هیچ کدام از جمله
فرزندان ایشان کمر مبارزت بانتقام راجه جسروت نیست الا میر سید ناصر که بسن و سال از همه برادران
خردتر و به علو همت از ایشان بزرگ تر بود. چون میر سید مذکور بانتقام آنجماعه نافرجام عزم مصمم فرمود
و اسباب و آلات حرب مکمل ساخته اراده توجه بصوب کفار نابکار نمود اشراف و اعیان و روسا و کلانتران
کار عاقبت اندیشی ملحوظ داشته باتفاق آن هر شش برادر در ملازمت شریفه ایشان شتافته چنان
مصلحت نمودند که اولیٰ و انسب که درین سال با مضاء این مهم عنان عزیمت بصوب آنجماعه
برنگال معروف نه فرمایند. آن عالی همت بهمت سخنان ایشان شنیده سر اطاعت بحسب
رضاء مصلحت ایشان فرو کشیده در امضاء آن مهم مدت هفت سال توقف واقع شد.

تیسرا باب

سُلطانْ زینُ العَابدینْ

۸۲۸-۷

در تاریخ سنہ ہشتصد و ہفدہم ہجرت نبوی بجائے سلطان سکندر مرحوم پسر مہتر وی سلطان علی بر سریر سلطنت و تخت حکومت نشست و مدت ایام سلطنتش ہشت سال و چند ماہ بود چنانچہ سابقاً ذکر آں بسمت تحریر پیوست و او بتاریخ سنہ ہشت صد و بست و ششم ہجری بعزم مناسک حج وعمرہ بجانب حجاز روان شد و ملک و سلطنت را بہ برادر خود زین العابدین تسلیم نمود و در تاریخ مذکورہ سلطان زین العابدین در مملکت کشمیر بر سریر سلطنت و تخت و ایالت نشستُ مدت سلطنت و حکومت او پنجاہ دو سال بود و در اثناء این میر سید ناصر باز اسباب و آلات حرب مکمل ساختہ متوجہ طرف براجہ جسرت شدند۔ ہر چند برادران و عزیزان و بزرگان آمدہ انواع منت و اضافت معذرت نمودند کہ عزم محاربہ ایشان برطرف فرمائید مناسب رائے عالی ہمت ایشان نیامد ؎

ماکار خویش را بخداوند کارساز
بگذاشتیم تا کرم او چہ میکند

ناچار ازان مقال اعراض نمودہ در پاسخ چنین فرمود کہ دریں سال این سفر ما خطر بار جمع دوستان

بسے مبارک و میمون است ۔ فتح عزیمت آں از جملہ نامناسبات است و چون اسباب آلات آں بعنایت واہب العطایات ہمہ طیار و جود ست ناچار ایں امر را بقوت بفعل آوریم امیدواری از کرم باری جانست کہ بموجب مضمون "اذا اَتَ اَدَ اللّٰہ شیئاً ھیئاً اسبابہ" شاہد فتح و فیروزی از پس پردۂ غیبی جلوہ گر آید و آں جماعۂ بدکردار بقہر قہار گرفتار گردد چون جماعۂ مذکورہ را جرم شد کہ ایشان بفتح عزیمت راضی نیستند ناچار زبان درکام خاموشی کشیدہ کارہائے بعنایت مہیمن[1] کارساز حوالہ نمودہ بمنازل خویش مراجعت نمودہ ۔ القصہ میر سید مشارالیہ متورع و منکسر خاطر گردیدہ در غضب و غیرت در آمدہ پائے عزیمت در رکاب شجاعت نہادہ برمرکب مردانگی سوار شدہ ایں چند بیت غرا بدیہہ بر زبان فصاحت خویش گذرانیدہ ؎

..... آرد گر از فضل خویش	کہ فضل خدائیست از وسع بیش
نداید ترسندہ از کار راز	نبودم مگر مرد مردان کار
بمیدان مردے ز عون خدا	نہ بیند کسم را پس افگندہ پا
نیاید بسیار چون من دلیر	بوقت دلیری نترسم ز شیر
چو من دست بردارم از بہر کار	نہ ترسم مگر از خداوند گار

چو طاہر کمینہ غلام علیست
بہ میراث او از علیؑ ولیست

از روئے کمال و غضب قہر آتش در منازل و مساکن مردم جاریچہ کشیدہ بطرف جسرت متوجہ گشت ۔

نقل است سید قاسم کہ در آں سفر خارج آں جماعہ برادران قدیم کہ کمر تجدید در خدمت میر سید ناصر بیہقی دراں سفر بستہ بودند پنج ہزار سوار جوشن پوش تیرانداز نیزہ گذار ممات بر حیات اختیار کردہ جہت انتقام کشیدن از راجہ جسرت از قصبۂ جاریچہ سوار شدہ متوجہ آں حدود شدند و از منازل مخوذ گذشتہ بمقابلۂ لشکر راجہ جسرت شدہ باہم محاربہ

---

[1] خدا کے ناموں میں سے ہے ۔

توی و مقاتلهٔ عظیم پیوستند و از منازل مردم از طرفین مقتول گشتند آخر بتائید الٰہی عساکر اسلام خوش فرجام بر گرده کفار ند انجام غالب آمده و از کشته پشته انداختہ اکثر ایشان را اسیر کرده آوردند

یارب ایں قافلہ را لطف ازل بدرقہ باد
کہ از و خصم بہ رام آمد و معشوقہ بکام آمد

بعد انہزام احزاب شیطان بزیارت مزار متبرک میران سید حسن بشتافت عنان عزیمت جانب نوشہر ہند معطوف داشتند۔

چون صیت قدوم عساکر نصرت لزوم میر سید ناصر در نوشہر ہند بگوش ہوش سلطان زین العابدین در کشمیر رسید۔ وکیلان کاردان سید مشار الیہ فرستاده آشنائی کہ در زمان سلطان سکندر ہمراه میر سید محمود داشتند مجدد ساختہ از برائے تقویت و تمشیت سلطنت خویش تکلیف ضیافت و لوازم جہان داری بو د بجا آورد۔

حضرت میر سید ناصر راسہ فرزند شجاعت شعار و پسندیدهٔ روزگار بود۔ از آں جملہ میران سید ابراہیم با کفار آں صوب میان دو آب محاربت بدرجهٔ شہادت رسید و قبرش در قصبهٔ جاریچہ است و نسل او تمام منقطع شد و فرزند دویم ایشان میران سید محمود او را جانشین خود ساختہ از نوشہر ہند بوقت رفتن کشمیر بقصبهٔ جاریچہ مرخص ساختند و مدفن میمون او در قصبهٔ مذکوره است و نسل ایشان در آنجا باقیست و فرزند ثالث میرک سید حسن بود و او را ہمراه خود گرفتہ اعتماد بر عود نامحدود و کائنات نامعدود سلطان زین العابدین کرده از راه ہیره پور با حشم و خدم در کشمیر در آمده در اں دیار متوطن و مقیم گشتند۔ دریں حال سلطان زین العابدین صورت علوم بے نہایت و فنون فضائل بے غایت میران سید ناصر در آئینهٔ ادراک و بصیرت خویش معائنہ نموده۔ حکومت و عدالت آں ولایت برائے صواب تمام میران سید مشار الیہ مفوض داشتہ سرائے باشش ایشان مابین باغ میر ویس و نوشہر تعین فرموده۔ جہت افتخار و اعتبار نسبت خویشی با آں طائفہ شریفہ استحکام داده و نزد فضلائے ولایت کشمیر انوار عقل منیره آثار خرد درست تدبیر میران سید مذکور و معروف از آفتاب مشہور تر است۔ چون سلطان زین العابدین ایں طائفہ شریفہ را در مرتبهٔ عظیم الشانی و منزلهٔ بلند مکانی بدرجہ الیق داد مرائے رونق داد دنیا پرستان آں دیار برگشتہ روزگار قصد ہلاکت آں نافع الخلق را مصمم نموده فرصت بدست مفسد زہر ہلاہل دار مردوسے تعبیہ نموده بطریق تحفہ پیش میران سید مشار الیہ فرستادند از آنجا کہ لطف

شامل لطف قادر دوستان صادق و محبان موافق خود را جہت علو مراتب اخروی مرتبۂ شہادت در وقت رحلت کرامت میفرماید۔ ایشان نیز باوجود خوارق عادات دورک و ہمات لختے ازاں امرود تناول فرمودند و آں بلا اگرچہ بحیثیت ظاہرے بود اما در حقیقت زہر جان گزائے دل فرسا بود۔ لاجرم ہمان نفس در باطن مبارک ایشان سرایت تمام نمودہ امعاء و احشاء شکم را جزو جزو پارہ پارہ گردانید ؎

ہست چون مار گزرہ میوۂ دہر
نرم و رنگین اندرون پر زہر

پس معاً سلطان زین العابدین بپیش خود طلب فرمودند۔ حال آگاہ گردیدہ از خدمت میران سید مشارٌ الیہ استفسار نمود کہ اے سر دفتر سادات عالی درجات این قسم معاملہ در حق ملازمان از دست کدام ناپاک بوقوع آمدہ بفرما' تا او را سیاست کنم اکنون دیدار ہمہ دیگر باز بقیامت افتاد۔
سید فرمود کہ ہرگز بہ تہتک[۱] پردہ آں بدکیش نمی پردازم و بہ سبب آزار و علو مرتبہ شہادت خود را در مایۂ الخطاط نمی اندازم۔ ہمیں بس است کہ در روز قیامت بعذاب و نکال[۲] غضب قہار منتقم عیار خواہد گردید۔ و فرزند او میرک سید حسن ہر چند دریں باب مبالغۂ تمام و الحاح لاکلام نمود مطلقاً فایدہ نکرد و بافشائے سر آں ظلم نپرداختہ دوات و قلم احضار فرمودہ این چند بیت درباب سپارش فرزند ارجمند خویش نوشتہ بدست سلطان زین العابدین داد ؎

سپردم ترا بندہ زادہ حسن — زہے خاک محمود محمود من
بجائے کمینہ حسن پیش تست — نگوئیم غلام ترا خویش تست
بہنگام ہیجا چو کوہ گران — چو شیر ژیان و چو پیل دمان
کمر بستہ در خدمت شہریار — نہ بیند کسے پشت شان روزگار
زبس ہست بہتر بدنیا و دین — بلطف الہیٰ شاہی قرین

بتلقین زبانم نباید کشاد
ولے از شرائط بود یاد داد

---

[۱] پردہ دری کرنا۔ رسوائی۔ [۲] عذاب، رنج، دکھ۔

میر سیّد ناصر کی وفات

چون مرض آنحضرت سلطان زین العابدین در غایت صعوبت مشاہدہ نمود، رقت بسیار فرمودہ قرین حزن فراوان و اندوہ بے پایان گشتہ بتقصیر خویش شتافت۔ امّا ہر لحظہ مراسم پرستش و شرائط عبادت بتقدیم رسانیدہ از غایت اضطراب بے تاب شدہ لحہ بفراغت بر بستر استراحت نمی آرمید و ہاتف غیب از عالم لاریب این ندا بگوش ہوش دوستان باصفا میرسانید کہ ؎

ماہ شعبان منہ از دست قدح کاین خورشید
از نظر تا شب عید رمضان خواہد شد[1] (حافظ)

قضاءً روز چہار شنبہ دواز دہم ماہ شعبان المعظم احوال آن ستودہ خصال بدین منوال بود کہ ؎

وقت است کہ وقت در سر آید
سیلاب عدم ز در در آید

روز پنجشنبہ سیزدہم مہٗ سنہ ہشتصد و بست و نہ سال ہجری داعی حق را لبیک اجابت گفتہ بلبل حیات را بریاض عالم علوی پرواز داد و تاریخ رحلت ایشان برین وجہ یافتہ اند ؎

کسے کو ازل گشت نیکو سرشت
نیامد ازو ہیچ گہ فعل زشت

کند کار نیکو باندازِ نغز
جدا دارد از ہر سہ پوستِ مغز

شہادت بباید سر انجام کار
خرامان درآید بہ دارالقرار

دہر زہر شش آخر بضمن سرود
درین باغِ دہقان چرخِ کبود

خصوصاً بسادات ناصر چو داد
بزہر ہلاہل حیاتش بباد

خردمند دانائے دانش پذیر
زمن یاز پرسید تاریخ میر

دل دانش اندوز علوی سرشت
بگفتا بود "سیّد اہل بہشت"[2]

ناچار صیحۂ صبح روز محشر و صوت صور فزع اگر در عالم اصغر ظاہر گشت و نوحہ و نفیر امراء و وزراء رو فریاد

---

[1] ماہ شعبان قدح از دست منہ کیں خورشید — تا عیدی از شب جہان رمضان خواہد شد

[2] ۸۲۹ھ ہجری۔

شان
و فغان فضلا و جہلا و احبا و اعدا از اوج آسمان بایوان کیوان درگذشت و اکثر دولو سراپردهٔ خلافت نشان زمان بمنزل شریف آنحضرت تشریف آورده از مسند عزت بر پلاس ماتم نشسته چندان آغاز گریه و زاری کردند که آه و دود آسای ایشان عیان رایت نخوت لیشان دولت بآسمان رسید و خونابه دل از راه دیدگان چون گوهر اشک کریان روز برگشته دم بدم برخاک غلطید ؎

ز مژگان دم بدم خوناب می ریخت
گلو خوناب خون ناب می ریخت
زبس بالا گرفت آن روز فریاد
صدا در گنبد فیروزه افتاد

بعد از آن مراسم تجہیز و تکفین بر طریقهٔ سنت سید المرسلین ترتیب داده در جوار مزار حضرت شیخ بہار الدین جای باصفای دلکشای و ہوای روح افزای مرتب ساخته سپردند۔ تا حال آن آستانهٔ پرانوار زیارت گاه خلایق و جایگاه حصول مہات و حاجات است و باسم مزارستان سادات دران ولایت مشہور و معروف است۔ سلطان زین العابدین مدت سه روز با کابر و اشراف در مقام عزا نشسته مراسم و شرائط تعزیت آن معدن مغفرت بجا آورده حفاظ و علماء زہاد و فضلاء را از صباح تا شام و از شام و صباح بختمیات کلام ملک علام خوانده بزیارت مزاران فایض الانوار مشرف شده بقصر سلطنت خویش رفته فرزندارجمند ایشان میرک سید حسن و دیگر خویشان و ملازمان آنحضرت را بقصر سلطنت خود طلبیده۔ میرک حسن را بہمان منصب پدر بزرگوار مفوض داشته۔ دیگر خویشان و ملازمان را بنوازشہای گوناگون مخصوص و ممتاز ساخت۔ چون میرک سید حسن به منصب و حکومت پدر بزرگوار خود مخصوص گشت۔

در شہر نوشہر کوکلتاش[1] سلطان زین العابدین شیوهٔ تمرد و عصیان شعار خود ساخته حکومت زمان سوکلان و گماشتگان سلطان زین العابدین و مجال جریان نمی

---

[1] کوکلتاش - برادر رضاعی یعنی دودھ شریک بھائی۔

دادند۔ ازیں نوع حرکات شنیعہ و افعال ذمیمہ خاطر سلطان زین العابدین از ایشان بسیار ناخوشی و گرانی داشت و شہادت سیّد ناصر بہ سبب زہر پیشی اہل کشمیر از دست آں جماعت نابکار اشتہار تمام یافتہ لاجرم سلطان زین العابدین از تقصیرات ایشان متغیر المزاج شدہ میرک سید حسن را با جمعے از مبارزان برائے محاربہ و مقاتلہ ایشان تعین فرمود۔ میرک سید حسن بتائید و نصرت نامتناہی آلہی در احتراز آمدہ رو بروئے ایشان شدہ جنگی عظیم پیوستہ آنجماعہ متمردان بقتل آوردہ

کشاد حشمت او دست عدل در کشمیر

بعد ازاں حکومت و ایالت سلطان زین العابدین در ممالک کشمیر بعد از استیصال دشمنان بے تدبیر باقصی الغایت مستحکم و نافذ گردید۔ و خلائق تمام آں دیار از دست ستم مردم ستمگار چنانچہ جماعۂ کوکل تاش وغیرہ خلاصی یافتہ۔ غاشیہ خدمت گاری و فرمان برداری سلطان زین العابدین بر دوش خویش گرفتہ در سایۂ امن و امان راحت و استراحت نمودہ بدعائے جاندار ایشان اشتغال نمودند بعد ازاں بفراغ بال صرف اوقات سلطان زین العابدین برائے توطن ہمان شہر نوشہر اختیار نمودہ دران مقام پسندیدہ عمارت رفیع بنا نمودہ قصرے بغایت بلند عمارت بنیاد نہاد۔ اکثر سرداران لشکر خود را درگرد نواحی آں شہر نوشہر منازل و مساکین جہت اقامت تعین نمودہ و بعضی از اماجد سادات و اکابر علماء و فضلا مانند سیادت مآب امیر سید محمد مدنی و ملا پارسا وغیرہما را در نوشہر بتوطن اقامت حکم فرمود تا با ایشان مصاحبت و ملاقات بروجہ احسن میسر شود۔

علم دوستی اور لوگوں کی خوشحالی

بعد ازیں فتح برکت کمال رعیت پروری و بیمن نہایت مرحمت گستری سلطان زین العابدین تمام رعایائے این مملکت و اہالی این ولایت فارغ البال و مرفہ الاحوال بودند۔ و در معموری و آبادانی مملکت ترویج ہنرمند و ارباب حرفت اہتمام تمام داشت و بسیار ہنرہای غریبہ و صنعت ہائے عجیبہ بہ برکت او رونق و رواج یافتہ و ہر کسے کہ از اطراف و اکناف بطریق مسافرت بدیں دیار میرسید۔ تفحص و تجسس بسیار نمودہ از وے تحقیق می کرد کہ ہیچ ہنرے و صنعتے دارد۔ اگر ہنرے یا صنعتے می داشت یک دو کس از اہل فطنت و ادراک پیش او می فرستاد تا آں ہنر از وے می آموختند و بدیں طریقہ بسیار ہنرہا و صنعت ہا دریں دیار شائع ساخت و دران وقت ہیچ کس دریں ملک صنعت کاغذگری و جلدی نمی دانست۔ آں پادشاہ فضیلت پناہ دو مرد بزرگ صاحب فہم و ادراک بودند۔ بہ سمرقند

فرستاد۔ و وجہ معاشِ اہل و عیالِ ایشان تعین نمودہ اسبابِ راہ و خرجیاتِ سفر بایشان دادہ تا فاطر جمع بسمرقند رفتند۔ آں ہر دو نفر صاحب فطرت چند سال در آں شہر اقامت نمودہ یکی صنعت کاغذ گری و دیگری مجلدی آموخت۔ بعد از دست کمال در صنعت مذکور ہر دو نفر مراجعت نمودہ ہر دو ہنر را بدیں دیار صنائع مذکور شائع ساختند و فضلا و علما و ہنرمندان را چندان اکرام و احسان می نمود کہ مزید برائے ممکن التصور نبود و در آں وقت دریں دیار کتب معتبرہ و تصانیف غریبہ بسیار کم بود و آں پادشاہ مربی اہل ہنر انواع تحف و ہدایا بسلاطین ولایت فارس و خراسان و حکام عراق و سیستان فرستادہ از ایشان التماس کتب معتبرہ و تصانیف غریبہ نمودہ۔ چندان فراہم آورد کہ در حیطۂ سر و شمار نمی توان آورد و از السنہ و افواہ حاجیان چنان استماع نمود کہ اصل نسخۂ کشاف جار اللہ علامہ بدست خط خود نوشتہ است نزد فضلائے بلدہ طیبہ مکۂ معظمہ یافت در حال کاتب خوش خط طلبیدہ خرچی فراوان و توشۂ بے پایان ارزانی داشتہ بصوب مکۂ معظمہ فرستاد۔ آں کاتب چند سال دراں بلدۂ طیبہ رخت اقامت انداختہ از اصل نسخۂ دیگر نقل نمودہ بمقابلہ و تصحیح آں پرداختہ از اکابر اشراف اُم القریٰ تسکی نویانندہ آورد کہ ایں کاتب ایں کتاب اصل جار اللہ انتساب نمودہ و مقابلہ و تصحیح ساختہ بآں حدودِ فاخرہ کاتب مذکور را ممتاز گردانیدہ کتاب بسرکار خویش سپرد و ایں نسخہ در فترات اول مرزا حیدر در حین استیلا، غارت بدست قاضی میرزا حیدر افتاد آنرا غنیمت دانستہ بولایت خود برد۔

زین العابدین کی رواداری

سلطان زین العابدین علما را و فضلا را تعظیم و تکریم کما ینبغی می نمود و انعام و ارادات بسیار باین طائفہ می داد و در عہد سلطنت او ہمہ علما و فضلائے عظام از ولایت آمدند مثل مولانا میر محمد رومی و مولانا احمد رومی کہ ہر دو برادر یکدیگر بودند و بحلیۂ انواع و اصنافِ فنون محلّی و آراستہ از ممالک روم بدیں دیار رسیدند و از سلطان زین العابدین انعامات و افر و احساناتِ متکاثر یافتہ دریں مملکت مقیم شدند و ہمچنیں بسبب استماعِ انعام و اکرام او بسیار فضلا، در عہد او بولایت کشمیر رسیدند و بانظار لطف و مرحمت مخصوص گشتند و ایں پادشاہ چنانچہ بعلمائے اسلام و اکابر و اشرافِ امت حضرت سید انام می پرداخت ہمچنیں بہ ضاد بد کفرہ و طوائف مشرکان ہم می ساخت و قواعد کفر و ضلالات و رسوم عبدۂ اصنام و ارباب جہالات را رونق و رواج می داد و تمام بت خانہ ہا و معبدۂ کفرہ کہ در عہد سلطان سکندر مغفور

انہدام و ویرانی یافتہ بود۔ باز آنہا را معمور و آبادان ساخت و اکثر کفار و مشرکان کہ بہ سببِ تقویت اسلام بجانب جموں و کشتواڑ گریختہ بودند ایشان را استمالت نمودہ باز آوردہ و دفاترِ کفرہ و صحائف شرک کہ ایں دیار بدر بردہ بودند آں را طلبیدہ باز آورد علومِ کافران و رسومِ مشرکان را باز احیاء ساخت و بر دنق و رواج طوائف آں قوم بر ضلال می پرداخت و در ہر دہ و قریہ بر سر دیر و چشمہ کہ اسمِ بتے و یا رسم کفرے بود جلہ آں را برپا ساخت و در ہر بلدے و محلّے در ایام مخصوص جشنہائی کفارہ و بدعت ہائے فساق و فجار کہ در عہد سالف و ایامِ قدیم مرسوم و معتاد بود براوج رونق و احیاء آں نسق امر می کرد و دران جشن ہائے نو بہار خود ہم حاضر می شد و بمردم رقّاص و لولیان و زنانِ تماشہ و مغنیاں را چنداں انعامات می کرد کہ تمام مردم ایں دیار از صغار و کبار از وے راضی و خوشحالی می شدند۔

زین العابدین کا ملکی انتظام

و ایں سلطان زین العابدین در مدت سلطنت و پادشاہی خود در ضبط و ربط امور مملکت و انفاذِ حکومت اہتمام داشت و اطراف و نواحیِ ولایتِ کشمیر را از تغلب و استیلائے بیگانہ وقایہ و محافظت کما ینبغی می نمود و چناں ضبط ممالک می کرد کہ در اقصائے ولایت تبت موضع است کہ آنرا "لی شی" می گویند در آنجا مزارعی چند داشتہ زراعت خاصہ برائے خود می کرد و بطرفِ ہندوستان آنچہ بہ ہمت و شجاعت سلطان شہاب الدین مسخر و متصرف شدہ بود از ماورائے آب بہلول پور و از سرحدِ معدنِ نمک و از سرحدِ سواد گیر۔ آنچہ بطرفِ ہندوستان بود و سلاطین ہندوستان در تصرف خود آوردہ بودند۔ و آنچہ بجوانب کشمیر بود در تحتِ تصرف سلاطین کشمیر بود۔ سلطان زین العابدین مجموع ایں جوانب و اطراف و نواحہا را محافظت می کرد و بجانبِ کشمیر باج و خراج می دادند۔ اگر کسے از پادشاہانِ جوانب و اطراف تغلب و استیلاء بریں نواحی نمود سلطان زین العابدین سپہ سالار و امرائے لشکر خود کشیدہ با ایشان جنگہا می کرد۔ و حدود و ولایت خود را از استیلائے بیگانہ نگاہ می داشت و گاہ گاہ خود بہ لشکرہا بر می آمد و در عہد وے یکبار در ممالک ایں دیار دلولہ افتاد کہ پادشاہِ کاشغر بگرفتنِ ولایت تبت و ملتی متوجہ شد و سلطان زین العابدین ہمہ تمام امرایان و سردارانِ مملکتِ خود جمع نمودہ در پرگنہ لار عساکرِ نصرت مآثر خود را بار دادہ با بیست[۲۰] ہزار سوار جرار و یک لک پیادہ

غرض بجنگ آزموده از مردم این دیار محمد ماگرے و ملک مسعود ٹکر از نسل جندان ہلمت رینه و احمد رینه و از مردم ولایت که میرک سید حسن به منصب سرداری لشکر خویش اختیار نموده، در ولایت تبت تشریف شریف ارزانی فرمودند. اگرچه جمعیت لشکر کشمیر به نسبت لشکر کاشغر اندک و کمتر بود اما جرأت مبارزانه و همت مردانه ورزیده در مقابلهٔ ایشان ایستادند. در موضع لشتیه از ولایت تبت میان لشکر جنگی سخت و حربی عظیم واقع شد. دران اثنا مبارزان کشمیر جنگ ترکان با تدبیر دیده نهادن ذکاسل بخاطر خویش راه داده اند که ملاحظه کرده ایستادند. آن سر سرداران سادات بیهقی میرک سید حسن شجاعت طائفه هاشمیه بکار برده بحرب ترکان گرائیده

کشیدند شمشیرها بے دریغ
بدشمن نمودند بازوئے تیغ
زخارستان آتش فتنه تیز
زمین فتنه خیز آسمان فتنه ریز
ز هر دو طرف ماجرا شد دراز
نمی شد گره هائے آن رشته باز

میسرهٔ لشکر ترکان به میمنه زد و میمنه در قلب گاه آن روز هر دو گروه با خسکوه از فرط محاربه ستوده گردید. شبانگاه هر کدام بلشکرگاه خود مراجعت نمود. فردا چون آفتاب عالمتاب علم مبارزت و دلاوری از کوه مشرق برافروخت. امرایان و سرداران ممالک کشمیر از رشک جنگ دی روزه میرک سید حسن غیرت مردان غیور ورزیده داد مردانگی و شجاعت داده با لشکر ترکان نوعی محاربه و مقاتله پیوستند که مهر سپهر عالمگیر بصد زبان تحسین و آفرین خوان ایشان شد

کشیدند کشمیریان بار صف
بهم جمع گشتند از هر طرف
غضبناک هر یک چو شیر ژیان
گرفتند بدخواه را در میان
کمانهاز بازو در آمد بدست
کشیدند تا گوش بگشاد دست
ز پیکان چنان آتش افروختند
که هر ملک را بر فلک سوختند

خدنگی پیاپی زدند آنچناں | کہ پیکانِ ایں سفت سوفار آں
کسے گرز تیرے شدہ بے خبر | خبردار کردیش بہ تیرِ دگر
برآمد چکا چاک شمشیرہا | کشید آں چکاچاک تا دیرہا
دلے عاقبت آسمانِ بلند | رسانیدہ بہ ترکان ازایشاں گزند

بہ آں سدِ آہن درآمد شکست
زبردست ہنگامہ شد زیردست

ناچار از طرفین مردمِ بسیار بقتل رسیدہ بعونِ عنایتِ الٰہی و بہ مقتضائے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ نسیمِ فتح و ظفر بر اعلامِ لشکرِ ممالکِ کشمیر وزیدہ و بسمع سلطان زین العابدین مژدہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا رسید و چوں سلطان مذکور بفتح و فیروزی از نواحیِ تبت بولایت کشمیر مراجعت نمود بر سریرِ سلطنت خوش جمعیتِ خاطر و فراغِ دل نشست۔

رفاہِ عام کا کام

در عہدِ سلطان مذکور ببرکتِ کمالِ رعیت پروری و دشمن نہایت مرحمت گستری او تمام رعایائے ایں مملکت و اہالی ایں ولایت اوقاتِ خود با منت درفاہیت می گزرانیدند و فراخیِ اغذیہ و ماکولات و ارزانیِ غلہ و حبوبات[1] در عہدِ وے چنداں بود کہ در ہیچ زمانے آں چناں نشاں نمی دہند در معماریِ ملک و آبادانیِ مملکت مساعیِ جمیلہ بجا می آورد و اکثر قریات و مواضع عظیمہ و بسیار آراضی نامزروع و معطلہ کہ بہ سبب خطرات زوال خراب و ویران شدہ بود بواسطۂ اہتمام و مساعیِ او معمور و آباداں گشت۔ از آں جملہ است زینہ پور و زینہ ڈب و زینہ گیر۔ ہرجا کہ مزرع و آباداں می ساخت در آنجا قصرے بزرگ و باعمارتی لطیف بنا می فرمود و در محلے کہ زمین زینہ گیر را خواست کہ احیا کند و مزرع سازد و نہرے را از گزرِ قدیم بر لبِ بنگہائی عظیم از راہ قدیم مسدود ساخت و آبِ آن را از زمین زینہ گیر رسانیدہ دہاقین و اہلِ قریات را زراعت شالی فرمود و تمامی اخراجات و محصولاتِ آں را بعلماء و فضلاء و اربابِ صلاح و اہلِ تقویٰ عطا نمود و جملہ آں را وقفِ اربابِ استحقاق ساخت و در آنجا قصرے بزرگ و عمارتی بلند بنا فرمود و چوں آں قصر باتمام رسید بادشاہ در حوالیِ آں باغِ پُر از اشجارِ فواکہ و درختانِ میوہ دار

---

[1] حبوب کی جمع الجمع۔ حَب یعنی گیہوں، چنا، جَو وغیرہ۔

مرتب فرمود۔

پانڈو چک کی بغاوت

و در آں وقت از نسل لنگر چک در طائفۂ چکاں پانڈو چک رئیس و سرخیل ایشان بود وے با خویشان و اقربائے خود اتفاق نمود کہ اگر ایں سلطان زین العابدین در پرگنۂ کمراج متوطن و مقیم شود و قبیلۂ ما را جہت بیگار بسیار جفا کنند و بارکش و مزدوری سازند در وقتیکہ پادشاہ بشہر آمدہ بود و در آنجا بغیر از نجاران و بنایان[1] و کارکنان کسے نبود۔ ایں پانڈو چک جماعتے از قوم و قبیلۂ خود ہمراہ گرفتہ آمد۔ آں قصر را آتش نمودہ و تمام عمارتہا را سوختہ بکوہ ترہگام نشست و زنان و عورات خود کہ بطرف دراؤ فرستاد و چون پادشاہ ایں خبر شنید۔ جماعتے کثیر از سپاہان فرستاد و تمام خانہائے او را در ترہگام سوختہ و پانڈو چک بطرف دراؤ گریختہ و سلطان زین العابدین بار دیگر آں قصر را عمارت نمود و ایں پانڈو چک بعد از چندگاہ فرصت طلبیدہ و جماعتے از دراؤ ہمراہ آوردہ بار دیگر آں عمارتہا را سوخت و باز بطرفِ دراؤ گریخت۔ بعد از سلطان زین العابدین مردم دراؤ او را استمالت نمودہ و انعام و احسان بسیار وعدہ کردہ مطیع و منقاد امر خود ساخت تا پانڈو چک گرفتہ با تمام اہل و عیال و اولاد صغار و کبار آوردہ بسلطان مذکور دادند و سلطان مذکور پانڈو چک را بر سیاہا کشید۔ و کشت و فرزند و اقربائے او کہ لایق جنگ محاربہ بودند۔ تمام ایشان را بقتل رسانید و زنان و کودکان ایشان را بقریہ کوارل کہ نہایت طرف دیگر کشمیر بود بفرستاد تا در آنجا زنان و عورتانِ ایشان کودکانِ صغار خود گرفتہ سکونت نمائید و بعد از چندگاہ کہ اطفال شیرخوارہائے ایشان بحد بلوغ و تمیز رسیدند و با اطفال و اہالی آں قریہ آشنا شدند و مردم رعایا حوالی و جوانب آں حدود با ایشان آشنائیہا و شفقتہا می ورزیدند تا کہ طائفہ نایکان کہ سران و سرورانِ مردم آں حدود بودند و دختر کانِ چکان را بعقدِ نکاح فرزند خود گرفتند و دختران خود را بفرزندان چکان بتزوج نکاح دادند و اکثر بزرگان و کلان تران آں نواحی با ایشان مواصلت کردند و جملہ فرزندانِ ایشان یک پسر پانڈو چک حسین چک نام داشت۔ حضرت ایزد تعالیٰ در بارۂ وے لطفی ارزانی فرمود کہ قریب نہ یادہ پسر از وے متولد شد و قوم و قبیلۂ چکانِ ترہگام اکثر از ہمیں حسین چک منشعب و متفرع

---

[1] بہت سے معمار۔

شدند و اغلب طائفہ از پسران وے انتشار یافتند۔ چنانچہ در محل خود تفصیل ایشان انتمامی کردہ شود۔

زین العابدین اور تعمیرات

و ایں سلطان زین العابدین در عہد سلطنت خود ہر جا کہ موضعی خوش و ہوائے دلکش یافت در آنجا عمارتی خوب و چبوترۂ مرغوب عمارت می کرد و در کولا بہائے کہ آب ہائے صاف و باصفا و وسیع و با ہوا می داشت مانند کول ڈل کہ در شہر است و کول مہ دکول اولر در میان آں کولہا بنگ و خاک جزیرہا برآوردہ و دراں جزیرہ ہا عمارتہائے لطیف بنا نمودہ و در میان کول اولر جزیرۂ بزرگ برآوردہ در آنجا قصرے و مسجدے و عمارتے چند بنا نمودہ۔ آں لنگ نام نہادہ می گویند کہ آں کول در زمان قدیم خالی از آب بود۔ در آنجا شہرے بزرگ با جمعیت تمام معمور بود و دراں شہر سودرشوتن نام پادشاہے بود و اہالی و رعایائے آں شہر مناہی[1] و ملاہی[2] مشغول بودند و در میان مردم انواع فسق و فجور شائع و ظاہر۔ پادشاہ و امرا بظلم و جور مائل و کلالے در آں شہر بود فی الجملہ ورع و تقویٰ داشت و از فسق و فجور مردم ناخوش کارہ بود۔ آں کلال شبے درخواب دید کہ قائلے می گفت کہ بمردم ایں بگو کہ از افعال قبیحہ و کردار شنیعہ خود باز آئید و ترک اعمال ناپسندیدہ کنید۔ و الّا ایں زمین شما خسف[3] خواہد شد و تمام در تحت آب غرق خواہد گشت چوں آں کلال ایں اخبار با اہل آں دیار رسانید مردم اورا دیوانہ و مجنون پنداشتند و سخن اورا ہرزہ و ہذیان انگاشتند و ہیچ اتفاق بوے نکردند۔ و قول اورا ہیچ اعتبار و تصدیق نہ نمودند تا آنکہ کلال شبے دیگر ملہم شد کہ امروز باید کہ رخت و اسباب خود از یں شہر بدر بری کہ امشب ایں شہر خسف خواہد شد و تمام در زیر آب غرق و نابود خواہند گشت۔ آں کلال تا نیم روز بمردم منادیہائے کرد۔ و اورا قبول نکردند و آں کلال بعد از نماز پیشین اسباب و اشیاء خود را گرفتہ بجانب کراج گریخت و صبح دیگر از بلندی کوہی بجانب آں شہر نظر کرد۔ دید کہ تمام شہر تحت آب غرق گشتہ و عمارتہائے

---

[1] مناہی جمع ہے منہی کی۔ غیر مشروع اور ناجائز۔ [2] ملاہی جمع ہے لہو کی یعنی کھیل کود اور بازی
[3] خسف یعنی زمین میں دھنس جانا۔

آں ہمہ ناپیدا شده۔ در آں شہر بتخانۂ بزرگ و دیرے سنگین بود۔ آں بت خانہ ہم در آب غرق شده در محل کہ سلطان زین العابدین خواست کہ درمیانِ او جزیره برائے عمارت لنگ بر آرد۔ ملاحان و غواصان را فرمود کہ در تمام اولر جائے طلبند کہ از ہمہ جاہا بلند تر باشد کہ در آں جا جزیره بسہولت توانیم برآورد جملۂ ملاحان و غواصان ہمان عمارتِ سنگین نمودند کہ دریں جا عمارت آنست کہ سنگین کہ در ایامِ زمستان و ہنگامِ کمی آب بعد امعان نظر در زیر آب سنگہار آں عمارت می نمائید و سلطان زین العابدین خود بکشتی در آں جا ایستاده غواصان را فرمود کہ اندرونِ ایں بت خانہ تفحص نمایند کہ چیزے باشد۔ غواصان باحتیاطِ تمام در آں بتخانہ در آمدند و دو بتِ رو ئین ازاں بت خانہ کشیدند و بالا برآوردند بعد ازاں سلطانِ مذکور ہمانجا برآوردن جزیره اختیار نمود و ایں سلطان مذکور پیش ازاں وقت در کول اولر کشتی ساخته بود و طرح کشتیہائے نجارے[1] وردٔ دگرے کہ استاد آں فن بود از گجرات آمده بود و آں کشتی را تمام ساخته، سلطان مذکور در وقت سیر و ہنگام گشت در آں کشتی را برروئے آب برابر ہمان عمارت سنگین بدارند و از سنگہا پر ساخته در آب غرق کردند بعد ازاں در جوانب و اطراف و آں سنگہا ریختند و کشتیہائے پر خاک آورده ہمراه سنگہا ریختند تا جزیره را بروئے آب رسانیدند۔ و از آب آں مقدار بلند و مرتفع ساختند کہ در ایام طغیانِ آب و ہنگامِ سیلاب آب بالائے آں نتواں رسید تا عمارتہائے آں خراب و ویران نہ شوند۔ و بہ حسب وضع آں جزیره از مشرق بہ مغرب طولانی واقع شده۔ بشکل مربع مستطیل ضلع شمالی از مشرق۔ گز ست و ضلع جنوبی و ضلع شرقی از جنوب شمال۔ گز ست و ضلع غربی از شمال بجنوب۔ گز ست و سلطان مذکور در آں جزیره دو عمارت فرموده یک قصرے کہ طبقۂ اسفلش بتمام سنگین است و دو طبقۂ دیگر از خشت پختہ و چوب بہارست و دیگر مسجد سنگین باستحکام تمام درمیان جزیره بنا نمود و یکے از شعرا آں وقت تاریخ بنائے لنگ لفظ "خرّم آباد"[2] یافتہ و در سلک نظم کشیده بر پیشانی در مسجد نوشتہ اند۔ قطعہ آنچنیں است ؎

---

[1] نجار، بڑھئی۔

[2] ۸۴۸ ہجری۔

"تا زین عبادا اندران جشن کند
پیوستہ چو تاریخ خودش "خرم آباد"

وسلطان مذکور بآں جزیرہ درختہائے شہ توت واشجار میوہ دار بسیار نہال کردہ گلہائے رنگا رنگ کاشتہ والحق درمیان کولے بزرگ وموضعی باصفا ودلکش ومنزلے پُرہوا وخوش معمور گشت کہ در تمام کشمیر ہیچ گشتگاہ مانند ونظیر ندارد وپادشاہان دیگر کہ صاحب سلطنت وحکومت میشوند بعضے از عمارات قدیم برداشت ۔ بنام خود عمارتہا می کنند وقصر ومسجد سلطان مذکور را تغیر وتبدیل نمی توانند کرد وسلطان مذکور بعد از بنائے لنگ وعمارت آں باحیاء زمین زینہ گیر وکندن جوئے بُہرہ مشغول گشت چنانچہ از تاریخ ہردو عمارت معلوم می شود وزبراکہ تاریخ عمارت لنگ "خرم آباد" گفتہ اند وتاریخ کندن جوئے بُہرہ "جوئے خرم" [1] گفتہ اند ۔ (زین العابدین)

علماء اور شعراء کا ورود

در عہد سلطنت آں پادشاہ جماعتے بسیار از درویشان صاحب حال معروف ومشہور بودند چوں شیخ بہاء الدین کشمیری وشیخ سلطان کری وشیخ نورالدین ومولانا عثمان مجذوب وشیخ زین الدین ریشی ومیر ویس مجذوب ومولانا نورالدین ومیر سید محمد مدنی وسید حسن بلاد روم وغیرہم کہ بعضے از ایشان از عہد سلطان سکندر بت شکن تا بعہد زین العابدین درحیات بودند وبعضے از ایشان سلطنت وے پیدا وظاہر شدند وہمچنیں علماء وفضلاء در سلطنت وے بسیار بودند مانند ملا محمد رومی وملا احمد رومی کہ مذکور شدند ومثل قاضی سید علی شیرازی وقاضی جمال ومولانا کبیر وسید محمد لورستانی وسید محمد سیستانی وغیرہم ہمچنیں تمام ندماء وفضلاء عہد وے ہمہ خوش طبع وشاعرے ودر فن نکتہ دانی وسخن گستری ماہر بودند مانند مولانا احمد کشمیری ومولانا رومی ومولانا ضیائی ومولانا فاتحی وغیرہ ہم کہ فضل ایشان از اشعار بلاغت آثار ایشان معلوم می شود ۔ وایں سلطان زین العابدین خود ہم مایۂ شاعری وقوت سخن پروری داشت ودر اشعار خود قطب تخلص می کرد واز اشعار وے دیوانے مشہور است وایں مطلع از دست ہ

اے بگرد شمع رویت عالمے پروانۂ
وز لب شیرین تو شوریست در ہر خانۂ

---

[1] ۸۵۹ ہجری ۔

تعصبِ مسکین گو گناہی می کند عیبش مکن
عیب نبود گو گناہی می کند دیوانہ

مسجد جامع کی تعمیرِ نو

دنی الجملہ پادشاہے بود کہ در رعایت و رفاہیت برایا مساعی جمیلہ بجا می آورد و در معماری مملکت و آبادانی ولایت اہتمام تمام می نمود و بدولت رعیت پروری و مرحمت گستری وے بسیار ہنرمندان و حرفہ داران ہنرہائے خود زیادہ کردند۔ و در عہد پادشاہی سلطان زین العابدین مسجد جامع شہر سوختہ بود و آں پادشاہ طرف قبلہ آں را معمور و آباد ساخت تا مردم صلوٰت جمعات برپا دارند و در جمعات و عبادت نماز گذارند و سہ طرف مسجد ہمچنان سوختہ ماند و سقف و بام آں طرف ہمہ سوخت و بغیر از دیوارہا چیزے دیگر باو نماندہ بود تا بوقت حکومت و وزارت ملک موسی رینہ و ابراہیم ماگرے ہمچنان ویران بود۔ و ملک ابراہیم ماگرے در ایام وزارت ملک موسی رینہ سہ طرفِ مسجدِ جامع عمارت نمود و چوبہا و ستونہا و جملہ اسباب از کوہ ہا مہ دکراج آوردہ و معمورہ و مرتب ساخت پس ایں کار بزرگست از کارہائی ابراہیم ماگرے۔

غیر شرعی رسومات و بدعات کا فروغ

عیب کل و قصور تمام وے ایں بود کہ کفرہ کازی و بت پرستی و بت گری کہ بدولت سکندر بت شکن مغفور معدوم شدہ بود و در ممالک کشمیر ہیچ اثرے از آں باقی نماندہ بود۔ زین العابدین باز قواعد کفر و بت پرستیہا را برپا ساخت و مراسم مشرکان و ملحدان را رونق نو و رواج جدید پیدا کرد و در ہر دہے و قریہ در ایام مخصوص جشنہا و دیوہا مقرر ساخت کہ صد ہزار فسق و فجور دران جشنہا بظہور میرسید و در شریعتِ نبوی و اسلامِ مصطفوی بسبب آں از ہزار قصور و فتور واقع می شد۔ و طوائف کفرہ و اقوام فجرہ بسبب ایں رونقہا او را پادشاہِ کلان نام کردند و در مملکت او را باین اسم میخواندند و رفتہ رفتہ مراسم ہنود و کفار و لوازم فساق و فجار چنان رونق و رواج یافتہ کہ علماء و فضلاء و سادات و قضات ایں دیار ہم آں رسوم بجا می آوردند و از ان ہیچ کراہیت نمی دانستند چہ جا آنکہ کسے ایشان را منع و اجتناب می کرد و ہمچنیں ضعف اسلام و زبونی شرائع و احکام و قوت کفر عبدۂ اصنام و رونق فجور تا اتمام شایع و غالب بود تا تشریف قدوم حضرت امیر شمس الدین عراقی قدس اللہ سرہٗ و بہ برکت مساعی جمیلہ و اہتمام جزیلہ آں حضرت آں کفرہا برطرف شدہ و رونقِ دینِ اسلام و رواج شریعتِ حضرت سید انام بیمنِ اہتمام آں مرشد ایام بظہور رسید چنانچہ شمۂ از ان

احوال بوضع خود بیان خواهد یافت.

وفات

و این سلطان زین العابدین سلطنت و حکومت در ولایت کشمیر پادشاهی کرد و احکام سلطنت در ممالک این دیار نافذ و جاری ساخت و از سرپنجهٔ اجل جان شیرین خود را هیچ محافظت نتوانست نمود و بعد از پنجاه و دو سال از جلوس بسریر سلطنت بحکم اِذا جاءَ اَجَلُهُم فلا یستاخِرونَ ساعةً ولا یستقدمُونَ لشکر اجل بر شهرستانِ بدن سلطان زین العابدین دستِ تغلب پیش آورد و متاع نفیس روح و روانش بغارت و یغما برد و در تاریخ هشتصد و هفتاد و هشت سنه هجری که بحساب اهل کشمیر چهل و ششم زی دت یازدهم بود جان عزیز بقابض ارواح سپرد و نزد پدر خود سلطان سکندر مغفور مرحوم مدفون گشت ؎

جمالش برفت از رخ دل فروز — خورش زرد شد آخر آمد چو روز
رهیدند ز زانگان دستِ فوت — که در طب ندیدند داروی موت

همه تخت ملکی پذیرد زوال
بجز ملک فرمان دهِ لایزال

چوتھا باب

خانہ جنگیاں، بغاوتیں اور سازشیں

حیدر شاہ پس چوں سلطان زین العابدین ازیں منزل رحلت گزین شد۔ پسر وے سلطان حیدر شاہ در تاریخ مذکور بر سریر سلطنت بجاے پدر بنشست و دمِ فرصتِ بقا دریں عالم فنا چندان نہ یافت و مدتِ سلطنت وے بیش از دو سال زیادہ نبود و در تاریخ سنہ ہشتصد و ہشتاد صرصر اجل از باغستانِ حیاتش گرد فنا برانگیخت و نو بادۂ وجودش بر خاک ہلاکت ریخت۔

حسن شاہ و در تاریخ مذکور کہ بحساب اہل کشمیر چہل و ہشتم و بی وت پنجم بود کہ پسر وے سلطان حسن شاہ بر سریر سلطنت جانشین گشت و در تمامی ایام سلطنت خود بعیش و طرب اشتغال می شود و ہزار و دو بست قوال ہندوستان از زنان و مردان در خدمت و ملازمت او می بودند۔ و علیٰ ہذا القیاس سازندہا و مطربان و دف زنان کشمیر و غیر آں در خانۂ وے ملازم می بودند و در تمامی عہد خود بہ لشکر بیرون نیامد۔ امّا امرا و سرداران خود را بہ لشکری فرستاد و سپہ سالار لشکر وے ملک احمد یتو بود داز نسل چندان سنجر رینہ وا ز ماگریان احمد ماگرے از امرائے وے بودند۔ و تا عہد

سلطنتِ وے اہالی بہلول پور و اطراف و نواحی آں حدود بجانب کشمیر باج و خراج می دادند و گردنِ اطاعت و انقیاد بفرمان کشمیر می نہاد۔ و یکے از امرائے او کہ تازی بٹ بود در بہلول پور جہت اخذ خراج و جمیع اموال لشکری ہمراہ گرفتہ رفتہ بود۔ در آں وقت حاکم لاہور و پنجاب تاتار خان بود۔ و وے بجائی بہ لشکر رفتہ بود و جمعیت سپاہان کہ در سیالکوٹ و نواحی آن بود ہمراہ تاتار خان بہ لشکر رفتہ بودند در ولایت سیالکوٹ بغیر از دہاقین و اہل حرفہ و مردم بازاری کسے نہ بود۔ تازی بٹ با جمعیت لشکر داشت بہ شہر سیالکوٹ تاخت و بتاراج و غارت مردم آں ولایت پرداخت و اکثر آں ولایت خراب و ویران ساخت و چوں تاتار خان باز بہ لاہور مراجعت نمود و بمنزل خود رسید خبر ویرانی و تاراج ولایت خود شنید با لشکر و حشمی کہ داشت بجانب ولایت کشمیر متوجہ گشت۔ اما اگرچہ در آں وقت گرفتن کشمیر بسہولت میسر می شد۔ بواسطہ آنکہ سلاطین و ملوک و سائر الامراء و مردم سپاہی ہم ناز پرورشدہ بودند و بخوردن و انواع انواع مکیفات مبتلا بودند۔ فاما چوں نام و ناموس پادشاہان قدیم و ہیبتِ سلاطینِ سابق در مملکتِ ہند بسیار بود۔ از کوہ کاجداری و سرحد گکھران آں طرف بود۔ از تصرف سلاطینِ کشمیر کشیدند و در تحتِ تصرف ہند آوردہ و باوجود ایں حال ہر سال اموالِ ولایت و نواحی کشمیر از کاجداری ایں طرف بود۔ و از دہ کرور و ہزار اسپ پیادہ شاہ می آوردند۔ و بعد ازاں صنادید دیار کشمیر طریقہ مخالفات و معاندات بایکدیگر پیشہ خود ساختند و امراء و حکام ہمیشہ بمقاتلہ و مجادلہ یکدیگر پرداختند۔ بنابراں ہمت بہ ضبط و اطراف نواحی کشمیر نتوانستند برگماشت و قدم بتسخیر مملکت و محافظت ولایت نتوانستند برداشت۔ لاجرم اطراف و نواحی ولایت از تصرف والیان کشمیر بدر رفت و بغیر از نفس کشمیر در تحت تصرف حکام کشمیر چیزے نماند چوں دوستان بایکدیگر طریقہ مخالفت و منازعت آغاز دشمنان بکام دل بعیش و طرب پردازند۔

میر شمس الدین عراقی

و در عہد سلطنت حسن شاہ حضرت قدوۃ المحققین امیر شمس الحق و الدین بتشریف قدوم شریف خویش حدود ایں ممالک را نوبت اول مشرف ساختہ و از سلطان حسین مرزا مفاوضہ مشفقانہ برائے سلطان شاہ آوردہ بودند۔ کہ سلطان حسن شاہ دراں مکاتبہ فرزند ارجمند نوشتہ سرافراز ساختند و براں تحفہ حسن شاہ یک پوستین کیشی کہ از البسۂ خاصہ سلطان مذکور بود فرستادہ بودند و فرزند خواندن و تحفہ فرستادن پادشاہ

خراسان بموجب سرافرازی پادشاهان این ممالک گشته۔

وبعد از وفات حسن شاه بواسطهٔ خطرات و مخالفات امرا و حکام حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی را قریب هشت سال درین ممالک مکث و درنگ افتاد و در عهد سلطان فتح شاه آنحضرت را با تحفه و هدایا مراجعت دادند و نوبت دوم بعد از دوازده سال در عهد سلطان محمد شاه نمودند و دیگر در عهد سلطنت همین سلطان حسن شاه شیخ شهاب الدین هندی بدین ممالک آمده بودند و دخترے همراه خود آورده بود۔ که مرا در مدینه طیبه بر سر روضه رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم در عالم رویا حکم نمودند که این دختر زوجهٔ سلطان حسن شاه کشمیری خواهد بود و از مدینهٔ مبارک برخاسته آمدم۔ تا این دختر را بعقد سلطان حسن شاه بدهم۔ و این شیخ شهاب الدین علوم بسیار داشت۔ و بدین ممالک او را واسطه پایهٔ رسیده بود و سلطان حسن شاه چند ماه جهت دفع کوفت راه ایشان تزویج توقف نمود۔ و در اوائل بهار می خواست که عقد نکاح و تزویج کند۔ فاما قضائی ربانی و تقدیر سبحانی پیش از عقد تزویج پیغام رحلت از منزل فانی بگوش هوش او فرستاد و عقد نکاح کرده قدر منزل ممات نهاد و مدت سلطنت سلطان حسن شاه دوازده سال و پنج روز بود۔ عاقبت الامر در تاریخ سنه هشتصد و نود و سه که بحساب کشمیری ششم ذی وت دهم بود عجوزهٔ دنیا زهر هلاهل ممات در جام حیات او انداخت و در جوار آبا و اجداد خود منزل و مادیٰ ساخت۔

سلطان محمد شاه در تاریخ مذکور پسر وے سلطان محمد شاه در سن هفت سالگی علم دولت و لوائے سلطنت افراخت ؎

چنین است رسم سرائے نشیب	پدر رفت و پائے پسر در رکیب
چو دیرینه روزی برآورد عهد	جوان دولتے سر برآورد عهد
منه بر جهان دل که بیگانه است	چو مطرب که هر روز در خانه است
نه لائق بود عیش با دلبرے	که هر شب دگر باشدش شوهرے

بکوئی کن امسال چون ده تراست
که سال دگر دیگرے ده خداست

سازشیں در آن وقت زمام حکومت و اختیار ایالت بدست سادات بیهقی بود۔ سردفتر طائفهٔ شریفهٔ شان میرک سید حسن ولد میر سید ناصر بود۔ و ایشان امور مهات

سلطنت برامرایانِ دیگر به عدالت و کامرانی می کرد۔ میران و سرداران کشمیر قدم و غلام خود پنداشته می گفت کہ تجاوز در مہات از حد شریعہ نخواہم کرد۔ مداہنہ و محابا از من واقع نخواہد شد و بطریق ظلم یکدام برائے تصرف نہ کنم۔ و بموافقت کتاب اللہ یکدم ہمیشہ مہاتِ این ممالک امضا و جریان کنم کہ عدل شہنہ ایست۔ ملک آرای و لمعہ ایست نورافزون و ظلمت زد۔ بدین صفت کہ میرک سید حسن حکایت می گفت و داد مظلوماں می داد۔ و مرہم راحت جگر مجروحان می نہاد ؎

داد مظلومان بدہ مقصود محرمان بر آر

دین و دنیا را بدین داد و دہش معمور دار

ضابطۂ شرعیہ بدان و بدفعلان را بد آمدہ از وے ہراسان و ترسان شدند چون امرایان کشمیر از صفت سیاستِ شرعیہ بے خبر بودند۔ تاب حکومت میر سید حسن نیاوردند و مخفیہ و مادہ شیوۂ عذر پیش آوردہ مصلحت برائے کشتن او می کردند و حیلہ و مکر در ہلاکت ایشان اندیشیدند کہ سی صد تیم جرار نیزہ گذار خونخوار شب در قصر سلطان سلاح جنگ پوشیدہ پنہان باشند چون میرک سید حسن از ادائے فریضۂ صبح فارغ می شدہ بدارالعدالت بنشیند آں جماعہ بیک اتفاق از موضع اخفا برآمدہ او را بقتل رسانید و ازین مصلحت ہیچ کس واقف نبودہ بقلم کشمیر مشہور است کہ در آن شب میر حسن بعادت معہودۂ خود در منام بود۔ پدر او میر سید ناصر در خواب او آمدہ۔ از ین حالتش اطلاع داد کہ چون دشمنان جہت قتل تو باہم مصلحت و اتفاق نمودند صلاح آنست کہ فردا از خانہ بیرون نیائی و در رکاب مرکب پا نہی چون از خواب بیدار شدہ اغماز از تعبیر این واقعہ نمودہ متوجہ دارالعدالت گشت ہرچند دوستانِ خالص و محبانِ مخلص عنانِ عزیمتِ ایشان واپس می داشتند میرک سید حسن خواب رحمانی وسوسہ شیطانی دانستہ در منزل خود آرام و قرار نگرفت ؎

بسے بکامِ دلِ دشمنان بود آں کس

کہ نہ شنود سخن دوستانِ نیک اندیش

قضا چون نازل شد دیدۂ عقل دوراندیش خیرہ و چشم خوردبین تیرہ گردد و بہ ہیچ مطلب مقتضائے تدر منافع نہ گردد و ز دران محل عقل را بصیرت ماند و نہ عارف را بصر نفع رساند۔ این ہمہ از بہر آنکہ تا تفقد[1] امر الٰہی در ضمن آں حاصل آید ؎

---

[1] باہم الفت کرنا، محبت، دوستی۔

گر کار نیک است بتدبیر تو نیست
ور نیز بد است هم بتقصیر تو نیست
تسلیم و رضا پیشه کن و شاد بزی
کین نیک و بد جهان بتدبیر تو نیست

چون میرک سید حسن بے خرم و هابا بدار العدالت بنشست آں جماعۂ خونخوار برگشتۂ روزگار از جائے اخفا برآمده بر سر میرک سید حسن و برادرزاده ہائے او حمله آوردند۔ در آں وقت میرک سید حسن تیر گزی و کمان بود علی الفور سوفار تیر گز بر روے حمله نهاده چناں بر سینۂ یکی از اعادی زد که از صدر سینۂ او برآمده بجان دیگرے نیز کفایت کردے

چو شاهین بر کبوتر حمله آرد　　بجز افتادگی کاری ندارد

بواسطۂ قربت یکدیگر تیر و نیزه را مجال اعمال نبود بضرب سیوف و خناجر دان احد چوب خناجر میرک سید حسن و برادرزاده ہای او با جماعۂ مخالفان او نبی شد و مقتلۂ عظیم کرده با چهار ده برادر و برادرزاده بدرجۂ شهادت رسیدند و تاریخ وفات او بدیں وجه یافته اند

میرک حسن که خلق حسن داشت چون حسین
ناگه ز دست زخم زمانه شهید شد
خورشید عدل بود بر آفاق سربسر
زاں زود در زمین عدم ناپدید شد
سیلاب خون ز چشم عزیزان شده روان
آں درد دل گداز که در جهان پدید شد
تاریخ فوت او ز خرد جست مرشدی
دانائی عقل گفت که "میرک شهید شد" [1]

القصه از آں قتل گاه یکے از خدمتگاران ایشان مجروح و خون آلود خلاصی یافته از نادان قلعۂ نوشهر بروں برآمده از یں واقعۂ ہائله بفرزند او میر محمد خبر داد و میر محمد با وجود آنکه بسال

---

[1] ۹۹۳ هجری۔

هفدہم پا نہادہ بود از یں واقعۂ صعب ذرّہ نیندیشیدہ با برادر حقیقی خود میر سید ہاشم گفت کہ اگر ہمیں ساعت بحرب دشمنان مشغول نہ گردیم فردا رگ جان دوستان از دست ایشان بریدہ خواہد شد ؎

رقیب را کہ بر افساد می ہند بنیاد
بدفع کوش کہ تا مار اژدہا نہ شود

تا کہ معاملۂ محاربہ بتعلیل نہ انجامد و سرہائی دلیران و شجاعان از جانبین بہ تیغ بید ریغ بران نشود و جوبہائے خون در میانِ نفر سلطان و صحرا ہامون روان نہ گردد این ہمہ ملاامرایان کشمیر صورت نہ گیرد ؎

ہر کہ بے تدبیر کاری کرد ملک از دست داد
ملک خواہی تو بنائے ملک بر تدبیر نہ

بہر تسخیر ممالک لشکر و خیل و حشم حیلہ درکار است لیکن از ہمہ تدبیرہ چون این مصلحت را جمیع پیشوایانِ ایشان پسند یدند با سہ ہزار سوار جوشن پوش تیرہ گذار تکیہ بر عنائت پروردگار کردہ شوار شدہ بر سر قلعہ نوشہر رسیدند۔ امرایان کشمیر از استماع استعداد ایشان دروازہ ہائے قلعہ مسدود کردہ تیر اندازان و فلاخن اندازان بر در قلعہ نشاندند و خود کمل و مسلح شدہ بر سر دروازہ ہا استادند ؎

بہ بستند دروازہ ہائے حصار	کشادند برخود درِ کارزار
رسیدہ شتابندہ چون سیل تیز	بر اطراف آں قلعہ شد موج ریز
نہ کردند اندیشہ از تیر و سنگ	گرفتند آں قلعہ را بید رنگ
اجل چوں درآید ز دیوار و بام	بدروازہ بستن چہ سود اہتمام

فرود آید از آسمان چو گزند
چہ حاصل کہ دیوار باشد بلند

مردم این از صغار و کبار بجہت تماشا محاربہ پیادہ و سوار بر شفق سقف و بام برآمدند و میر محمد با مبارزان مقابلِ دروازہ کہ نوبت پادشاہی در آنجا می نواختند بجنگ ایشان ایستاد۔ امیر سید ہاشم با دلاوران و شجاعان بطرف دروازہ آں مُجرّب ایشان استوار گشت این ہر دو

برادر بانگ شجاعت بر مبارزان خود میزدند که شرم در آید. از مردم نظارگیان که چشم بر مردانگی و دلاوری دوخته ایستاده‌اند. مبارزان از گفتن ایشان تهور نموده. چنان بر مخالفان حمله آوردند که شیر شرزه گرسنه بر شکار و بتائید عنایت الٰهی بیکدست بر دو مار آن مردم ناپیدار بر آوردند. جمعی از مبارزان کشمیر کشته گشتند و باقی دانستند که طاقت مقاومت جنگ ندارم از دروازهٔ طرف پرگنهٔ پهاگ بر آمده پلهای نهر شهر بریده بمیدان زال‌الدگر قیام داشته مردم نواحی ابمدد و کومک خود طلبیدند چون میر محمد علم نصرت بر آسمان رفعت افراشته بقتل‌گاه پدر خود قدم نهاده دید که آن مولای سپاه چون شهیدان کربلا با خویش و اقربا با زخمهای گران در میان خاک و خون غلطان افتاده اند ؎

هر آنکه زاد بناچار بایدش نوشید
ز جام دهر می کل من علیها فان

چون شوکت و غلبهٔ این گروه باشکوه ساعتی از قبضهٔ اختیار او بیرون بود ناچار چنین قصور و فتور باحوال ایشان راه یافت در حال پدر بزرگوار از آن گرد و غبار برداشته در مزار آبا و اجداد خود منزل و ماوی ساخته از جام تاسف شراب تلهف[1] کشیده. زبان حال بمضمون این مقال مترنم ساختند که ؎

بی روی تو زنده می توان بود ولی
این زندگی از هزار مردن تبراست

متعاقب این کوس حرب دنا ضرب در پی کشمیریان کشیده جوق جوق سواران مکمل و مسلح از زین طرف شهر بر کنار دریا بصلابت تمام ایستادند. چون عبور آب بغیر از کشتی و دواب سواران مسلح را مشکل دید. با حشم و خدم در میدان عیدگاه نزول فرموده تمام خزانهٔ معمور حاکمان کشمیر از قلعهٔ نوشهر بیرون آورده دست عاملان خود سپردن زر و نقره سیاه نه کرده با شارت تبرک زدان و سرا سر مردم سپاهی انعام داده ترغیب و تحریص محاربه با مخالفان خود میکرد ؎

همه گنج شاهان بتاراج داد — به لشکر بسی بدره و تاج داد

---

[1] افسوس،

و بسبب قتل میرک سید حسن درمیان امرایان و سرداران کشمیر تفرقهٔ عظیم و فترات جسیم واقع شد و هرج و مرج بأهالی و موالی این دیار روداد کسانی که عقل و تمیز نزدیک بودند۔ مصلحت فرمودند که چون رفع فتنه و فساد بغیر سلاح و بیداد ممکن اصلاح نیست لهذا گروهی از علماء و فضلا و اکابر و نقرار برسم رسالت نزدیک میر محمدؐ روانه سازند۔ تا بهر نوعی که دانند و توانند تسکین این فتنه دهند و سخنانِ مرغوب که موجب استمالتِ قلوبِ ایشان باشد از زبان امرایانِ فرقه تقریر کنند کلماتِ رفق آمیز و نصائح صلح انگیز بگویند که خطا از فرزندانِ آدم دور نیست و ایشان از جملهٔ بشر اند ؎

فرستاده باید که دانا بود   بگفتن دلیر و توانا بود
از و هرچه پرسند گوید جواب   بنوعی که باشد طریق صواب
بسا کس که از یک حدیث درشت   بهم زد جهانی و خلقی بکشت
یکی دیگر از گفت و شد دلپسند
میانِ دو صد طرح یاری فگند

چون مصلحت برین نوع قرار یافته آن جماعه نزد میر محمدؐ فرستادند و بملازمت فیض آثار او مشرف گشته مراسم تعزیت بجا آورده تحف دعا و ثنا بتقدیم رسانیده گفتند که امرایانِ فرقه از تقصیری که از ایشان بوقوع آمده سر حسرت بزانو نهاده، انگشتِ ملامت بدندان ندامت می کردند ؎

می کشند از حسرتِ آهِ سرد   کانچه ما کردیم در عالم نه کرد

همواره متحیرند که چرا درین کار شتاب زدگی نمودیم و پیوسته متاسف که چرا بتأنی و تامل کاری نه پرداختیم ؎

عنانِ نفس بدست هوا رها کردیم
خلاف عقل و خرد گفتیم و خطا کردیم
کنون که دانم دانستم ندارد
چه سود گفتن بسیار کین چرا کردیم

الغرض تا حکومتِ این دیار بر یک بزرگوار قرار نخواهد یافت۔ اکثر خلایق طعمهٔ احسام انتقام خواهد شد۔ و مانند میر ویس که بزرگ صاحب حال و درویش خداوند متعال بود بی گناه درین فترات بقتل رسیده و هرجا که عمارت بلند و محله ارجمند ملوک و امرا بود تباه و ویران شده ؎

ز ویرانهٔ درویش تا قصر شاه　　شده جمله تاراج و مردم تباه

چیزے کہ تو دوست میداشتی آں ظفر است چیزے خدائے تعالی دوست می دارد آں عفو است آں را تو بجا آر ؎

دوست دارد عفو را پروردگار
آنچه ایزد دوست دارد دوست دار

شفقت بر عامهٔ رعایا و مرحمت در حق کافهٔ برایا بر ملوک عظیم الشان و سلاطین رفیع المکان واجب و لازم است ؎

خستگان را چو طلب باشد و قوت نبود　　گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود
ما جفا از تو نه بینیم تو خود نه پسندی　　آنچه در مذهب ارباب مروت نبود

القصه اکابر برفق تمام و رفت لا کلام نهال محبت بآب ملائمت در باغ صلح پرورش داده تا دو روز مجلس آرام گرفته در باب صلح شروط چند متمنی گردانیده میر محمد را در وادی صلح در آوردند و از صلح این حال امرایان کشمیر ممنون گشته و میر محمد با حشم و خدم از راه هیره پور بطرف هند عنان عزیمت معطوف گردانید ؎

مهمی که بسیار مشکل بود　　برفق و مدارا توان ساختن
توان ساخت کاری به نرمی چنان　　که نتوان به تیغ و سنان ساختن

سلطان فتح شاه

بعد از قرار صلح و صلاح اختیار حکومت و زمام وزارت محمد شاه بدست اقتدار جهانگیر احمد ماگرے قرار یافت و میر سید محمد در نوشهره هند با سلطان فتح شاه ابن ادهم خان بن سلطان زین العابدین ملحق گشت و پیش از آن ملک سیف ڈار در همان کوهستان گریخته بود. بعد از سه سال فتح شاه و میر سید محمد بیهقی ملک سیف ڈار همراه گرفته بجانب کشمیر توجه نمودند و لایت کشمیر را حاکم و والی شدند. چون میر سید محمد بیهقی با سلطان محمد شاه نسبت قرابت و خویشی داشت بعد از چندگاه به محمد شاه ملحق شده جماعه همراه گرفته باز مملکت کشمیر را متصرف شدند و سلطان فتح شاه باز بجانب هند گریخت در سال شصت و چهارم کشمیری جهانگیر ماگرے فوت شد. باز ملک سیف ڈار و فتح شاه بولایت کشمیر استیلا یافتند و درین نوبت از نسل چندان ملک موسی رینه و سرهنگ رینه همراه ملک سیف ڈار و فتح شاه بودند و از قبیلهٔ چکان ملک شمس چک

از جملهٔ امرایان وقت بود این شمس چک پسر بلت چک است۔ و جماعت ایشان از جانب گلگت آمده بودند و در قریهٔ کوپواره سکونت گرفتند و قرابت تا چکان ترہگام چندان بعید شده بود که در میان طائفین مخالفان و منازعات واقع بود۔

شمس چک کی بغاوت

این شمس چک اول ملازم میر سید محمد مذکور بود۔ چون با ایشان صحبت راست نیامد بعد ازان پیش ملک نوروز تیو ابن احمد تیو ملازم شد۔ و بواسطهٔ شجاعت و جلادت خود شهرتی و اعتباری تمام یافت۔ چون شجاعت ذاتی در جبلت او بود۔ در بسیار جنگها مبارزت ها و دلاوریها نمود۔ بعد ازان پیش ملک سیف ڈار اقتدار یافت و حسین چک پسر پانڈو چک در قریهٔ کوآرل ساکن بود دختر خود به شمس چک بعقد نکاح در آورد و قرابت قدیم ایشان تجدید یافت۔ جماعتے از فرزندان حسین چک در سپاہگری با شمس چک همراه شدند۔ چون قوت شجاعت و دلاوری و شکوه مبارزت و سپاہگری در ذات طائفهٔ چکان اصلی و جبلی بود۔ ملک شمس چک بتقویت و تمشیت جماعت چکان اقتدار و اعتبار تمام یافت بعد از چندگاه داعیهٔ سلطان فتح شاه چنان مستدعی شد که عنان حکومت و زمام وزارت از دست ملک سیف ڈار بدر کشد۔ جهت اهتمام این مرام جماعتی از سران و سرداران مملکت مانند شمس چک، ملک موسیٰ رینه و سرسنگ رینه با خود متفق ساخت و پلهای نهر شهر را بریده بطریق منازعت و معاندت ملک سیف ڈار استادند۔ بعد از چند روز فتح شاه با جمعیت خود از پایان شهر آب گذشتند در موضع زالمنه هر دو لشکر جنگ در پیوستند۔ بعد از کوشش بسیار و کشش بیشمار ملک سیف ڈار دران محاربه در سال هفتاد و دوم کشمیری کشته شده و از لشکر فتح شاه سرسنگ رینه دران معرکه بقتل رسید و فتح شاه بعد از فتح و ظفر منصب وزارت و حکومت به شمس چک مقرر فرمود و جهت کینه پروری سابقه صحبت میر سید محمد با شمس چک محاربه و مقاتله نمود۔ چنانچه در حکایت مذکور است ؎

زاحوال پیشینیان گوش دار چنین گفت راوی این کارزار
ملک شمس چک رستم نامدار وزارت نشین بود صاحب مدار
چگویم بر دوش آن پهلوان که از رستم زال دادی نشان

چگویم کسے مدح آں شیر گیر   که در جنگ او سام بودی اسیر
ز سیّد محمدؒ بدل کینه داشت   کمین خواه ایشان نظر برگماشت
بزور جوانی چو مغرور شد   دلش از مدارائے او دور شد
ملک چون بدینگو نه تندی نمود   در فتنه بر روئے گیتی کشود
بدیں مژده آں سیّد سرفراز   به جنگش بصد حشم آراست ساز
جهان از دو سو فتنه آغاز کرد   در دشمنی یکدگر باز کرد
چوں تندی شد از هر دو سو آشکار   براندند بر حرب میدان زار
در آمد بهنگام هنگامه گیر   جهانی بنظاره برنا و پیر
ز سیّد محمدؒ چگویم که او   دلیر جهاں بود و بس نامجو
گهی رزم بوده چو شیر ژیان   گهی بزم هر دو کفش زرفشاں
ز جائے خود آمد بروں با سپاه   رواں کرد موکب سوئے رزمگاه
شد آراسته هر دو صف پر مصاف   همه نیزه داران خارا شگاف
ملک خود بروں شد بمیدان مرد   که تا هم نبرد اندر آرد بگرد
دلیران سیّد محمد بجنگ   کشیده همه تیغ الماس رنگ
ازان ها برون آمده یک سوار   که بد نام او هاشم نامدار
بدست یکے گرز بد هفت جوش   کز و مغز بیننده می شد ز هوش
ازاں سو ملک جلوه گر شد بجنگ   در آمد بمیدان او بے درنگ
شدند روبرو هر دو آں نامور   دو رویه سپه بود نظاره گر
بزد گرز آں هاشم جنگجو   بفرق سر رخش آں تند خو
چو اسپش شد از زخم سر بیقرار   عنان شجاعت نه شد استوار
سه گرز دگر زد بران شیر جنگ   که دستش شد از کار و از روئے رنگ
بصد حیله بیروں شد از حرب گاه   سوئے ملک گراج بگرفت راه
ملک کاج چک کرد جنگے پسند   که زد گشت ناموس چکان بلند
بسے حرب بنمود در رزمگاه   ولے عاقبت راند مرکب براه

چو بر جسر گردان رسانید رخش ‌‌‌‌ ‌‌ جهانید آں رخش چوں برق بخش
بساحل رسید آں یل تیز هوش ‌‌‌‌ ‌‌ برآمد ز مردان کار ایں خروش
شکست آمده لشکر شمس چک ‌‌‌‌ ‌‌ شده رایت سیدان بر فلک
سر راستی نقل کردن رواست ‌‌‌‌ ‌‌ بناراستی یک سخن صد خطاست
چنیں نقل آرند از راویان ‌‌‌‌ ‌‌ که اکثر بیان هائے آں پهلوان
که از زخم آں هاشم نیک بخت ‌‌‌‌ ‌‌ ز سر تا بپا قامتم شد کرخت
بسے جهد کردم دران ترک وتاز ‌‌‌‌ ‌‌ نه شد دست زور آورمن دراز
ز هر زخم آں شکش بر هفت جوش ‌‌‌‌ ‌‌ همیں آمد آواز مرگم بگوش

خدایا چنیں پور پاینده دار
بحق شهنشاهِ دلدل سوار

چوں شمس چک دران معرکه مجال محاربه دید - و از پل نهر که از پایان لنگر بابا بلبل بود بجانب ذال ڈگر رفت و در آنجا ایستاده شد - ملک کاجی چک از عقب ایشان بر سر پل رسیده دید که کشتی آں پل که برائے جریان کشتی هائے پربار عبور سفینه هائے بزرگ و غرابهائے کبار بر مجرائے انهار می سازند گشاده بودند و از تخت هائے آں مقدار مسافت بعید و دور شده بود که اسپ جهانیدن و بر سر آں کشتی رسیدن در مظنهٔ خیال محال می نمود - اما ملک کاجی چک از کمال شجاعت و دلاوری و غایت قوت شهسواری تازیانهٔ سخت در بغل و کفل اسپ خود کوفته اسپ را چناں جهانید که بیک جست بر سر تختهٔ آں کشتی گردان رسید و باعادی متعاقب خود نگاهی کرد و بروئے ایشان خنده نموده به لشکر شمس چک پیوست و از عقب ملک مذکور سوار چند از متعلقان ملک شمس چک بر سر پل رسیدند و بتقلید ملک کاجی چک ایشان هم اسپان خود را جهانیدند - و حملهٔ ایشان بساحل مقصود نارسیده در آب افتادند و غرق گشتند و بواسطهٔ برهم زدگی لشکر ناچار شمس چک عنان عزیمت بجانب کراج شتافت -

سلطان محمد شاه بار دوم

در سریر سلطنت و کامگاری و پایهٔ بادشاهی و بختیاری به محمد شاه قرار یافت و مسند حکومت و زینهٔ عدالت بسیادت پناه سیر سید محمد

بیهقی بار دوم متقرر گشت - پس محمد شاه میر سید محمد بیهقی و موسیٰ رینه و ابراهیم ماگرے و سرداران
دیگر همراه گرفته بقصد انتقام و استیصالِ ملک شمس چک بولایت کراج توجه نمودند - چون بقریهٔ
ترهگام نزول فرمودند ملک شمس چک بجانب داردگیر رفت و محمد شاه و میر سید محمد تمام ولایت
ویران و خراب ساخته منازل و مقامات او را سوخته با سائر امرایان و لشکر خود بجانبِ قصبهٔ
سوپور مراجعت بستند و در آنجا با خیل و حشم برلبِ آب بجانبِ کراج نشستند - چون ملک شمس
چک خبرِ مراجعت بستند شنید او هم از دارد بجانب ترهگام با سرداران لشکرِ خود چون ملک
بهرام ڈار و ملک عثمان و دتی ملک و سائر جماعتِ ڈانگران مشورت نمود و بعد از مشورتِ مردان
کار آزموده گفتند که اکثر جمعیت امرا و سرداران داریم - امّا پیادگان و سپاهی لشکر ما کثر است
و در روز روشن مقابله و مقاومت محاربه ایشان شدن مناسب نیست و مصلحت آنست که
بر سر ایشان شبخون آریم - چون خبرِ شبخون آوردنِ شمس چک در لشکر محمد شاه نه رسیده بود -
ملک موسیٰ رینه با فرزندان و متعلقانِ خود به جمعیت قلیل همانجا سکونت و اقامت نمود و در وقت
سحری ملک شمس چک به قصبهٔ سوپور رسید و ملک موسیٰ رینه خبر آمدن شمس چک شنیده و جماعت
خود بآن جانب بجنگ او ایستاد و اکثر مردم شمس چک بالچه و غارت اسباب ایشان مشغول
شدن و ملک شمس چک با جماعت از مبارزان و دلاورانِ خود همراه گرفته و لشکر موسیٰ رینه ریخت
در میان هر دو لشکر جنگی عظیم و حربی سخت واقع شد و مردم بسیار از جانبین بقتل رسیدند
و ملک کاجی چک در آن محاربه مبارزتے نمود که اگر رستم دستان و سام نریمان آن شجاعت و
مبارزت می دیدند بر هفتاد پشت او تحسین و آفرین میکردند و بر سر و روئے و تمام وجود او چندان
جراحتها و زخمها رسید که جمله آشنا و بیگانه از حیات وے مایوس و ناامید گشتند و بعضے اقربا او را از
معرکه برداشته به مرهم و علاج وے اشتغال نمودند - چون حق تعالیٰ حکومت این ممالک و
سعادت هاے دینی و دنیوی با و متقرر کرده بود بلطف عمیم خود او را باز حیات بخشیده بصحت و
سلامت رسید و ملک شمس چک بعد از مقاتله بسیار باز بجانب ترهگام مراجعت نمود و بعد
ازان بنوشهر پند رفته با فتح شاه ملحق شد و میر سید محمد بیهقی با فتح و ظفر بشهر در آمدند و باتفاق ملک
موسیٰ رینه ولایت کشمیر را تصرّف می کردند -
دران وقت حضرت امیر شمس الدین عراقی بنوبت دوم به ممالک کشمیر آمده بود - ملک موسیٰ رینه

معتقد و مرید آنحضرت شده بود و صحبت با میر سید محمد بیهقی خوب نیامد۔ یکبار میان ایشان مناقشه و مناظرتی واقع شد و آنحضرت بدان سبب بجانب تبت مسافرت نمود. لاجرم ملک موسیٰ رینه از مصاحبت و ملازمت میر سید محمد بیهقی دلگیر و متغیر گشت و با ابراهیم ماگرے و حاجی پڈر عهد و پیمان مستحکم ساخته۔ ارباب غرض بکیدم آں فتنه کنندگان را بهمه عمر تدارک نتوان کرد۔ با فتح شاه و شمس چک که در نوشهر هند بودند طرح مراسلات و مکاتبات انداخت و آشنائی کهنه و محبت قدیم را نو ساخت۔ ایشان بر عهود و کتابت اعتماد نموده از کوهستان هند بجانب کشمیر متوجه شدند۔ چون به هیره پور رسیدند ملک موسی رینه و ابراهیم ماگرے و حاجی پڈر و غیرهما با جمعیت بسیار با ایشان رفته ملحق شدند۔

محمد شاہ اور فتح شاہ کی لڑائی

سلطان محمد شاه و میر سید محمد بیهقی با لشکر و حشم که داشتند بقصد محاربه و مقاتله ایشان رفتند و درمیان زتنی کوچی هر دو لشکر مقابله شدند۔ اگرچه لشکر محمد شاه نسبت به لشکر فتح شاه اندک بود و لیکن میر محمد بیهقی از روے جرأت چنان مبارزی بود که اگر شیر شرزه پیش آمدی جگر وے را بسر پنجهٔ مردی دریدی و اگر بسر پنجهٔ مردی با پلنگ جنگ پاکستی کرد او را بے درنگ بجنگ آوردی و این میر محمد مبارزی مردانه و دلاوری فرزانه بود و در بزمها اقداح راح ظفر نوشیده بود و در مجالس حرب از طعن ضرب شربت نصرت چشیده بود و فرزندان مبارزان و خاص خیلان خود در جنگ ایشان حریص کرده چنان جنگے با مبارزان فتح شاه در همان روز بپیوست که فلک دوّار حیران شد و مریخ خنجر گذار انگشت حیرت در دندان مانده

گر این جنگ رستم بدیدی بخواب
شدے از نهیبے دلش زهره آب

چون قبل ازیں آوازِ جنگ شجاعت و دبدبهٔ ابهت او بسمع مردم این دیار رسیده بود همه سر در پیش افگنده از محاربهٔ او ترسیدند۔ دران محل فتح شاه شمس چک را گفت که اے شهسوار مغازی محاربت و اے نامدار میدان مبارزت نگاه در را پیش صف برانگیز و بقوت مبارزت سران مردانِ معرکهٔ محاربه در عرصهٔ میدان بنید از و کینه خویشان از این

بد اندیشان بازخواه- ملک مذکور عنان شجاعت بدان صوب معطوف نه گردانیده گفت اگر در تاخت اعادی تعجیل ورزیم-

اگرچه در لشکر ما پیاده سوار بسیار است اما شیر را از هجوم روباه اندیشه در خاطر نیاید و شهباز را از بسیاری کبک ترسے در دل رونه نماید- الحال اگر با دو سه هزار سوار جرار خونخوار نیزه گذار که در میدان مردانگی با هم عنان به یکبار در صف مصاف ما در آئیند و لشکر ما را بقوت و صولت از پیش بربایند- هر آئینه به یک چشم زدن دمار از سران سواران قلب گاه ما بر می آورند- شمس چک را این مصلحت صواب و دلپذیر نیامد- ابا و امتناع پیش آورد- چون وقت هم بیگه شده بود از محاربه پهلوتهی ساخت- طبل بازگشت کوفته جیشش بمقام قیام قرار و آرام گرفتند-

شه روز تیغ از میان برکشید
شب تیره گشت از جهان ناپدید

چون آفتاب عالمتاب از کوه شرق علم مبارزت به میدان محاربت برافراخت- شمس چک و موسی رینه و حاجی بدر و عنبر هم لشکرے مانند مور و ملخ جمع ساخته بمقابله و محاربه مجادلهٔ مخالفان ایستادند-

خروش آمد از نالهٔ کرنائے
که هم کوه را دل برآمد زجائے

و میر محمد نیز به شجاعت تمام مبارزان و دلیران را وعدهٔ منصب و خلعت در روز به نیت داده دست توکل در حبل المتین حسبی الله المتین استوار کرده دل از دنیا و مافیها برداشته عنان اختیار به ید ارادهٔ پروردگار بازگذاشته رو به قلب گاه لشکر سلطان فتح شاه نهادند-

یکی حمله کردند برسان شیر | سواران و گردان شیران دلیر
شفاشاف تیر و چکاچاک تیغ | زده آتش سهم در جان میغ
سران حمله کردند همچون پلنگ | اجل باز کرده دهان چون نهنگ
ز سهم دلیران فولاد چنگ | شکسته دل شیر و پشت پلنگ
پر از کاسهٔ سر همه صحن خاک | طبق های گردون پر از جان پاک

و درمیان مبارزت درآمد نه خروش و دلولهٔ بزرگ درمیان لشکر فتح شاه افتاد و درمیان جیشین جنگے عظیم و حرب جسیم قائم گردید - چنانچه از وقت ظهور آفتاب بر دائرهٔ افق تا زمان وصول او بخط نصف النهار بساط محاربه و شماط[1] متقاتل گسترده صولات مردافگن و حملات صف شکن می نمودند بعد ازان چون قلب گاه لشکر فتح شاه را مجال محاربه با مخالفان نماند فی الحال فوج میمنه و میسره را باهم اتصال نموده باز بمقابلهٔ لشکر میر سید محمدؒ ایستادند - چون فتح مبارزان میر سید محمد به یک حملهٔ دیگر موقوف بود از تیغ انتقام شعلهٔ قهر آشکار ساخته بگفت ؎

بکوشیم دریں حرب مردانه وار
چه اندیشیم از لشکر بے شمار

و مرکب برانگیخت و بر قلب سپاه دشمن ریخت - قضاءً دران میدان کهنه چاہے که از خس و خاشاک پوشیده بود و دوران او چون شکم بے نوایان خالی مانده بود - در اثنائے جولا پائے مرکب تازان میر سید محمدؒ دران چاه افتاد و به جهت برآوردن او اکثر مبارزان پیاده دوان بر سر چاه آمدند ؎

دلیران ز اسپان بزیر آمدند	چو شیران بمیدان دلیر آمدند
دلیران ستادند پاکرده سخت	ستادن درآموخت ز ایشان درخت

چون گروه باشکوه مخالفان را آں حال معائنه افتاد فرصت وقت غنیمت شمرده جوق سپاه مکمل و مسلح دست محاربه کشوده بر سر ایشان دویدند ؎

باہنگ خون ریختن تاختند	بکف تیغ براں برافراختند
ہیونان[2] کف افگن و بادپائے	بجستند برسان آتش ز جائے

و جمعی از اشرار دائرهٔ گرداگرد وے درآمده بزخمهائے متوالی و حربهائے متعاقب اعضا و اجزائے مجتمع ایشان متفرق ساختند - چون سلطان محمد شاه دید که دشمنان احاطه کردند و دوستان را در دفع ایشان قدرت نماند آنا چون شیران مرغزار در صف کارزار پا استوار نموده خود از درجهٔ حیات بعرصهٔ ممات می رسانند ؎

---

[1] بمعنی صف   [2] جمع ہیون بمعنی گھوڑا ، اونٹ -

بجائے کہ کار اندر آمد بہ تنگ — جگر بائد آنجا ولختے درنگ
ولادر بهان بہ کہ در کار جنگ — در آئد بمیدان کیں بے درنگ

محمد شاہ آمرزش آں جماعہ از درگاہ واہب العطیہ مسئلت نمودہ عنانِ ہزیمت بجانب نوشہرِ ہند معطوف گردانید و تاریخ وفات او بریں صورت یافتہ اند۔

آں خردمند محمدؒ سید وحیدر خوئے — کہ ایزدش از کرم ولطف سراپائے سرشت
عیشِ فردوسِ بریں در دل او غالب شد — زاں سبب عکدہ دارِ دنی زود بهشت
کس نیارد کہ بتدبیر کند حرفی محو — زآں چہ در روز ازل خامۂ تقدیر نوشت
کرد تاریخ وفاتش چوں خردمند سوال
گفت پیر خرد من کہ "سزاوارِ بهشت"[1]

ایں واقعہ در اقلیم کشمیر مشہور است و در سال هشتاد یکم آشوب نهم واقع شد و دراں محاربۂ مقاتلہ ہمراہ میر سید محمدؒ یک ہزار و ہفصد و نوزدہ نفر از خویش و ابنا و ملازم بقتل رسید۔ از آں جملہ یکہزار و دویست نفر در پا موزہ زعفرانی داشتند و دراں زمان رسم چناں بود کہ بغیر از مرد شجاع موزہ زعفرانی بدیگری پوشیدن روانمی داشتند بعد ازاں نعش میر سید محمدؒ و اقربار ایشان قلب گاہ برداشتہ در محلہ مزارات آبا و اجداد او سپردند۔ تا حال خاک مزار متبرک ایشان ارباب حاجات را کعبۂ حصول مقاصد و مراد است۔

فتح شاہ بار دوم

سلطنت ملک کشمیر بسلطان فتح شاہ مسلم گشت و منصبِ حکومت و مسندِ وزارت ملک شمس چک نوبت دویم قرار یافت و از نسل میر سید محمدؒ سہ فرزند جہت صغر سن بوضع سوی تگ در خانۂ بہرام ڈار باقی ماندہ بود۔ یکی میر سید مرتضیٰ دویم میر سید ابراہیم خان وسیم میر سید یعقوب۔ از آں جملہ میر سید مرتضیٰ را در راہ تبت از بالائے کوہ انداختہ بقتل رسانیدند۔ و سید ابراہیم خان مدتِ دو سال و شش ماہ در قید حاکم تبت بود۔ و بعد از فراتِ لشکر کاشغر بہ عنایت کردگار بمنتِ مخلوق از قید حبس خلاص گشتہ با محمدؒ شاہ در نوشہرِ ہند ملحق شد و

---

[1] "سزاوارِ بهشت" مادۂ تاریخ ہے۔ اس کے اعداد ۹۸۲ ہوتے ہیں۔ جبکہ سید محمد کا انتقال سنہ ۹۰۷ھ میں ہوا۔ (اکبر حیدری)

باقی دیگر حالاتِ ایشان در موضع خود مذکور خواهد شد۔ و میر سید یعقوب در نفسِ شهر بواسطهٔ صغرسنی سلامت ماند و سلطان فتح شاه خانهٔ میر سید محمد که بعد از چند سال اتمام یافته بود و طاقها و درها منقوش اسامی و خطاطی مطلا و محلا بود و صفات صفائی پر صفائیش بوفور تکلفات غریبه و کثرتِ اختراعاتِ عجیبه از سائر عمارات بدیگر امتیاز داشت و سقف و گنبد های بلندش مانندِ صنعتگران دل نکوکاران صفت صفائی و روشنی گرفته ؎

چو آفتاب در آمد به گنبدش گوئی که درمیان فانوس شد نگس طیار

و از خصائص عمارت که رشک نگارستانِ نقش ارژنگ و پری خانهٔ تصاویر چین است آن بود که کنیزانِ گل اندامِ سیمبر بادستان مضمار بلورین نمائے از اقطاس ابلق نیلگون با دستهای زرین مرصع ساخته دراں قصر جاروب می کردند و سلطان فتح شاه آں عمارات از روئے حسد چناں تباه و ویران ساخت که کشاورزان آں دیار بدان زمینِ طیبه کلبه می راندند و پنبه می کاشتند در مشاهدِ انقلاب احداث فلکی مطربانِ آں دیار دف زنان دیای کوبان این مضمون بزبان کشمیری اشعار ریته بلحن داؤدی عندلیب وار مترنم می بودند۔ چنانچه از استماع آں مردم اہل حال و صاحب کمال یاد حالت و جاه و دولت صاحب قصر می کرده رقتِ قلب پیدا ساخته می گریستند و وجد و سماع می کردند و آں اشعار این است ؎

شنو این قصه اندر ملک کشمیر	نه از من از زبان کودک و پیر
که قصرے بود همچوں قصرِ قیصر	ز صورت خانهٔ چیں کلک و تصویر
دراں قصرے دل افروزی خوش آئین	به بزم و رزم همچوں شاه کشمیر
سپهدارِ جهاں سید محمد	که بودے در شکارش شیر نخچیر
نشسته با هزاران حور و غلماں	بخوبی هریکے ماه جهانگیر
ز اقطاس دو رنگی ابر جاروب	نه کردندی کنیزاں هیچ تقصیر
بدیدم من بچشم خویش کانجا	که بودی .... (کرم خورده)
کشاورزان هم از بهرِ زراعت	بهم آمیخته چوں شکر و شیر
بدیدم من تو هم ردّیں خردمند	که چوں شد .... (کرم خورده)

و بعد از وقوع این واقعه یکے از مریدانِ میر شمس الدین خبر کشتن میر محمد در ملازمت ایشان

اظہار نمودند کہ دشمن شما کہ از ملک کشمیر آنحضرت را اخراج ساختہ بہ تبت فرستادہ بود۔ آں را مریدان آنحضرت روز سیاہ در پیش آوردہ بقتل رسانیدند۔ پیداست کہ از تسامع این اخبار فرحناک خواہد شد۔ چوں میر شمس الدین مرد موحد و مجیب الدعوات بود رسانندۂ این خبر را تشلان داد و خود از روئے تاسف و حسرت متالم وار افسوس میخورد و میگفت ؎

او نیز گذشت ازیں گذرگاہ   آں کیست کہ نگذرد ازیں راہ

کہ حیف آں چشمۂ حیات کہ منبع رشحات جود و جلال بود بخاشاک چاہ مکدر و اہلاک مُبتر شد۔ آب در دیدہ کنان فاتحہ جہت رستگاری ایشان خواند و دعائے خیر فرزندان ایشان و آبادانی محلۂ مرحوم میر محمدؐ از درگاہ واہب آلائے طلب نمود و بواسطہ دم کرم میر شمس الدین در عرص چند سال آبادانی و معموری دراں مکان بسیار شد۔

القصہ در اول بہار ہمیں دو از دہم دے شست زلزلۂ عظیم واقع شد و ملک شمس چک بعد ازیں واقعہ چار ماہ حکومت ولایت مجرا ساخت و از گشت ملک موسی رینہ و ابراہیم ماگرے باتفاق فتح شاہ ملک شمس چک را گرفتند و در زندان خانہ بہ عقائب بند و زنجیر بقتل رسانیدند۔ چوں در کشتن ملک سیف ڈار و ویران ساختن دولت ڈانگران باعث و صاحب حکومت ملک شمس چک بود لاجرم ملک موسی رینہ کشتن شمس چک بہرام ڈار و دتی ملک امر نمود و ایشان جماعت ہمراہ گرفتہ بعد از نماز خفتن بزندان خانہ جہت کشتن ملک شمس چک رفتند و در یک پائے او زنجیر بود چوں یقین نمود کہ بکشتن من آمدہ اند از سلاح بغیر از کارد خورد چیزے نداشت ہماں کارد بدست گرفتہ بر سر قاصدان خود حملہ می آورد تا بدر دروازۂ زندان خانہ سی کس را مقتول می ساخت و بسیاری را مجروح و زخمی می کرد۔ و چند مرتبہ بہ ہمیں طریق بر سر ایشان حملہ می کرد و تہور می نمود و آخر تمام آں جماعت عاجز آمدند۔ از آنکہ کسے شمشیر کشیدہ نزدیک او نمی رفت بہماں کارد خورد بہ خشت و سنگ با آں جماعت جنگ می کرد و ہیچ کس از مردم تیغ و تیر دار مجال پیش قدم نہادن نہ داشت آخر از دور بروے تیر باران کردند و بر سر تیرہا او را و پسر او را بتاریخ ہشتاد و نہم کشمیری مارکاشوب بقتل رسانیدند ؎

ملک شمس چک شصت کس را بکشت   بچوب و بسنگ و بخشت و بمشت

ملک موسیٰ رینہ اور اشاعتِ اسلام۔ بعد از کشتن شمس چک و پسرش منصب وزارت

حکومت کشمیر در سنه نهصد و هفتم هجری بملک موسی رینه مفوض گشت و باتفاق و اشتراک
ملک ابراهیم ماگرے مملکت کشمیر را تصرف می کرد و حکومت می نمود و جماعت ڈانگران را در بعضے
امور مخالف خود یافت و دانست که قصد ایقادِ نائرهٔ فتنه دارند - ایشان را هم بجانب کوهستان
هند کشیدند و قریب نه سال زمام حکومت و عنان امور مملکت بدست ملک موسی رینه بود و در
نه سال بیرکت و ارشاد و هدایت و یمن آثار ولایت حضرت قدوة المحققین هادی المرشدین امیر
شمس الحق والدین شیخ محمد عراقی قدس الله سره قواعد دین اسلام و شرائط شرائع و احکام کمال
ارتفاع یافت و ترویج شریعت مطهره محمدی و رونقِ ملت باهرهٔ احمدی بدرجات کمال و
منتظرات استکمال رسید و ملک موسی رینه سعادت یار همگی همت و تمامی نهمت و تقویت
و تمشیت حضرت ارشاد پناهی و تائیدِ تنفید هدایت دستگاهی مصروف می داشت و بت
خانهائے که پادشاهِ شریعت شعار و معدلت شعار سلطان سکندر مغفور نور الله مرقده ویران
و خراب ساخته بود و سلطان زین العابدین باز آں بت خانها را معمور و برپا ساخته و جماعت
کفار و مشرکان را رخصت احیای کفر و بت پرستی ها داده و مشرکان در رهبانان بترویج کفر و
دین باطل روئے آورده بتقویت پادشاهان دیگر روز بروز رونقِ کافران زیاده گشته و
حضرت امیر شمس الدین محمد قدس سره بدولت و حمایتِ ملک موسی سعادت یار بویران ساختنِ
تمام آں بت خانها توجه نمود و دستِ همت بدولت به قلع و قمع بنیان کفر و ضلالت کشود و
بجائی هر بت خانه که ویران می کرد مسجدے برائے اقامتِ نماز جماعت می فرمود و هر جا
که پیش از زمان آنحضرت طریق بت پرستی و قاعدهٔ فسق و فجور قائم و برپا می بود در ایام
دولت ارشاد و هدایت آنحضرت شعائر اسلام و احکام شریعت حضرت سید انام
علیه الصلوٰة والسلام کمال ظهور می نمود و تمام مردم کفره و زنادقه کشمیر را بشرف اسلام
مشرف ساخت و ایشان را بانواع انعام و اکرام می نواخت - چنانچه معروف و مشهور
است که در ایام حیات آنحضرت بمساعیِ جمیله و اهتمام جزیلهٔ ملک سعادتمند ملک موسی
رینه بست و چهار هزار خانواده از کفره صرف و مشرکان محض بشرف اسلام مشرف
گشتند و آنچه از اهل فسق و فجور و ارباب نفاق و تزندق بیمن هدایت آنحضرت براه هدی
و طریق مستقیم یافتند در قید حیات و تحت تعداد در نمی آید -

با تش پرستان درآورد دست | هم آتش بکشت و هم آتش پرست
بنا کرد مسجد بجائے کنشت | برابو انش انّا فتحنا نوشت

زد آتش چلیپا و زنّار را
برانداخت آئینِ کفّار را

و فی الواقع نصرتِ ایں ہمہ سعادت امداد و ایں ہمہ دولت ہا حضرت واہب العطایا نصیب روزگار ملک سعادت یار ملک موسیٰ رینہ دیندار گردانید۔ زہی سعادت آں بختیار کہ منظور انظار سعادت آثار و مقبول خاطر پر انوار آنچناں بزرگوار بود و بعد از سلطان سکندر مغفور طاب ثراہ ہیچ کس را از حکام اہلِ اسلام ایں ولائت ترویج دین اسلام و رونق ملّت مصطفویؐ علیہ الصلٰوۃ والسّلام بمقدار وے حاصل و واصل نہ شد و سعی و اہتمام نتوانست نمود و افعال ابواب تصرّف شریعت محمدی و امدادِ ملّتِ احمدیؐ بکلیدِ جد و جہد برابر وے نتوانست کشود۔ و مدّت ایّامِ دولت و اہل شوکت و حشمت شدند و طائفہ چکان بعد از کشتن ملک شمس چک در غائت پریشانی و نہائت پراگندگی افتادہ و در تنزل و زبونی بدان مرتبہ رسیدند کہ ملک کاجی چک و میر چک و سرہنگ چک بخدمت و ملازمت ملک علی رینہ پسر ملک موسیٰ رینہ در آمدہ بودند و خیدگاہ بطریق پیادگی ملازمت می نمودند ؎

چنیں است رسمِ سرائے درشت | گہی پشت برزین و گہ زیں بہ پشت

ملک کاجی چک

و با وجود چنین پریشانی یکبار ملک موسیٰ خواست کہ پسرِ خود ملک علی را بہ لشکر تبت بفرستد و مردم سپاہی با ستعدادِ اسبابِ لشکر مشغول شدند و ایں طائفہ چکان ہیچ وجہی نداشتند کہ سامان و تہیا لشکر سازند پیشِ حضرت میر شمس الدّین محمدؐ عراقی جہت التماس خرچ راہی آمدند و سرہنگ چک را ہمراہ آوردند کہ ایں پسر ملک شمس چک است باشد کہ حضرت میر شمس الدّین بطفیل او خرچی عنائت کند و چون آنحضرت آمدہ عرضِ احوال خود کردند۔ با وجود آنکہ از پنج شش کس زیادہ نبود و امیدواری ایشان ہم بیش ازان نبود کہ مقدار یک اشرفی عنائت بشود۔ تا لشکر تبت بفراغت ادا می شد و آنحضرت جماعت ایشان را

صد ترک برنج و پنجاہ ترک آرد و مبلغ دو لک پُلِ نقد عطا نمود و از جماعت ایشان ملک کاجی چک را بنظر شفقت مخصوص فرمود و گفت کہ این ملک زادہ گوش بریدہ را پیش بیارید و ملک کاجی چک را در جنگ سوپور ہنگام شبخون شمس چک گوش بریدہ شدہ بود و آنحضرت او را پیش خود آوردہ فرمود کہ حضرت قادر باقدرت حکومت این ولایت و تصرفِ این مملکت بتو مسلّم خواہد ساخت می باید کہ طریقِ معدلت و رعیت پروری و قاعدۂ نصفت و مرحمت گستری شعار خود سازی ۔ و ہمگی ہمتِ تمامی و ہمتِ خود بترویج دین اسلام و رونق ملت سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام مصروف داری ۔ ملک کاجی چک ازین سخن ترسید کہ کسے بگوش ملک موسیٰ رینہ این سخن نہ رساند ترسان و ہراسان پیش آنحضرت سجدۂ تعظیم بجا آورد و گفت کہ محلا ہمیں سوگند می خوریم کہ ہرچہ حضرت میر مرا فرمائید ۔ بجان و دل قبول کردم اگر حق تعالیٰ مراد دولتے رساند از فرمان حضرت ایشان تخلف و تجاوز نورزم و قدم از دائرۂ حکم بیرون نہ نہم ۔ چون این سخن ادا کرد حضرت میر شمس الدین قدس سرہٗ دستار بزرگی کہ برسر داشتند آن را برسر ملک کاجی چک نہاد کہ این تاجِ دولت و افسر حکومت تو دادم بروید کہ عنقریب بدولت خواہید رسید ۔

ملک موسیٰ رینہ کے خلاف سازشیں

بعد از چندگاہ فرزندان ملک ابراہیم ماگرے کہ مدد دولت و مکنت خود قوی یافتند و قوت و شوکتِ خود غالب ایشان را وعدۂ حکم رانی و از دیاد دولت و کامرانی پیدا گشت ۔ بعضی از سرانِ عہد با خود ملحق ساختند و با فتح شاہ اتفاق نمودہ بویران کردن ملک موسیٰ پرداختند و در تاریخ سنہ نہصد و شانزدہم کہ بحساب کشمیری ہشتاد و نہم بود و پلہار نہر شہر را بریدند و بطرف دارالامارۂ سلاطین (سکندرپورہ) بجنگ و محاربہ ایستادند ۔ ملک موسیٰ رینہ در میدان زالڈگر نشست ۔ آخر چون دید کہ یاران و دوستان طریق عہود و مواثق را برہم دادند و راہ مخالفت و بیوفائی سلوک دارند لاجرم بعد از چند روز قرار برفرار داد و ملک عثمانؔ و دیگر ملک جماعت و دانگران کہ در کوہستان باقی ماندہ بود با عتماد خطوط و عہود ماگریان متوجہ کشمیر شدند ۔ و نزدیک بہ ہیرہ پور رسیدہ بودند ۔ ملک موسیٰ رینہ بنا برآن گریختن از راہ ہیرہ پور مناسب ندید و می خواست کہ از راہ چیرہ ہار یا از راہِ شانز ۔ بجانب ہند رود ۔ بقضاء سبحانی و تقدیر ربانی

در اثنای راه از اسپ در افتاد و قدم از منزل دنیا بدار العقبی نهاد و عجوزهٔ دنیا که هر روز شوهر دیگر خواهد و هر شب بکنار دیگری در آید آخر بخون وے دست را نگار بسته در دامن شوهری ابراهیم ماگرے زد و بعشوهٔ عروسی ماگریان در آمده و بیش از چهل روز بر مسند وزارت و صدارت حکم رانی کرد و بعد از ان جماعت ڈانگران که برائے امداد و نصرت خود آورده بودند بر ماگریان استیلا یافتند و در ارتفاع قدر و منزلت خود شتافتند و اکثر سرداران عهد را با خود ملحق ساختند به منازعت و مخالفت ملک ابراهیم ماگرے پرداختند و آخر او را مغلوب و منهزم ساخته علم دولت خود افراختند و منصب حکومت و مسند وزارت بملک عثمان قرار یافت۔ ایشان جهت انعقاد حکومت و ازدیاد جاگیر و دولت در گرفتن بعضی از سرداران عهد دست گشادند۔ بعد از دو ماه ملک کاجی چک، جهانگیر پڈر و گدائی ملک با فتح شاه اتفاق نموده و در دیوان خانهٔ دار الاماره دنی ملک و غازی خان که بداد خواه پرسی نشسته بود به خنجر و کارد بقتل رسانیدند و ملک عثمان پیش فتح شاه به حجرهٔ خاص بود۔ او را از آنجا گرفته در بند انداختند و ملک جهانگیر پڈر لوائے حکومت و علم ایالت افراختند و بعد یک ماه ملک ابراهیم ماگرے به جمعیتی مستعد با سلاح معدود و عنان عزیمت بجانب کشمیر معطوف ساخت و بعضی از سرداران عهد به وے ملحق شدند۔ و ملک جهانگیر پڈر و فتح شاه رو به هزیمت نهادند۔ پچون، به هیره پور رسیدند۔ ابراهیم ماگرے کس فرستاده فتح شاه را باز آورد۔ ملک جهانگیر پڈر و جماعت چکان بجانب هند رفتند و ابراهیم ماگرے فتح شاه را بر سریر سلطنت نشاند و ملک کاجی چک و عثمان هم از بند خلاص یافته با ماگریان پیوست و منصب وزارت نوبت دوم بملک ابراهیم ماگرے رسید۔

در آن زمان از نوشهره نزد سلطان فتح شاه خبر رسید که محمد شاه حشم گذشته بشت همراه گرفته جهت کدخدائی در کوهستان ملرپال رفت و نزد متعلقان و فرزندان ایشان بغیر از ابراهیم خان که در اوراق گذشته ذکر مذکور شد کس دیگر نیست و در استماع این حال نقار[1] و غبارے که از ان خانواده که در دل سلطان فتح شاه داشت مستدعی آن شد که

---

[1] نقار۔ کینه، عناد

لشکر انبوہ با شوکت و شکوہ ترتیب فرمودہ بدان جانب شتابد۔ فی الفور شتافت۔ چون خبر آمدنِ لشکرِ متعلقان و فرزندانِ سلطان محمد شاہ شنیدند از حیرتِ جامۂ جان دریدند و راہِ فرار نمودند خود نہ دیدند۔ سید ابراہیم خان تیغ انتقام کشیدہ رد بہ مبارزت سلطان فتح شاہ نہاد۔ بموضع غاری کوٹ مقاتلہ و محاربہ انجامید و مبارزان و دلیرانِ سلطان فتح شاہ چہرۂ دلکشای فتح در آئینہ این تدبیر نہ دیدند دست از محاربہ پرداختہ از فتح پہلو تہی ساختہ عنانِ عزیمت و پایۂ سریرِ خلافت بازگردانیدند و مبارزان سید ابراہیم خان بیہقی عقبِ ایشان تاراج روشدند بہ ہرکس رسیدہ اند سرش بزخم حسام انتقام بریدہ باز بہ عسکر خویش در نوشہر ہند مراجعت نمودند ؎

هنوزش تیغ نصرت در نیام است هنوزش نافۂ امید خام است
هنوزش می رسد ہر گل صبا ہا هنوزش چرخ می دوزد قبا ہا

هنوزش فتنہ ہائے غیب پیش است
هنوزش مژدہ ہا ز اندازہ بیش است

دیگر از ان روز دولت و مکنت خود را قوی یافت و بقوت و شوکت خود روز بروز بر امرایان دیگر غالب آمد۔ چنانچہ تفصیل آن بموضع خود مذکور می شود۔ و حقیقت این حال قاصد فرخندہ فال بگوش ہوش سلطان محمد شاہ رسانید کہ سید ابراہیم خان محاربہ کردہ بحال آمدند در محال نوشہر لشکرِ فتح شاہ را نہ داد بلکہ اکثر گلۂ مبارزانِ لشکرِ غنیم را بباد فنا در داد و سلطان محمد شاہ در نوشہر ہند رسیدہ اختلاط نیکو کردہ با ہمہ سران مملکت و سرداران ولائت کشمیر خاصہ گردانیدہ و شفقت ہائے پدرانہ می ورزید و بعد ازین واقعہ مدت یک سال ملک عثمان و ملک شنکر رینہ بیکدیگر اتفاق نمودہ با ملک ابراہیم ماگرے ابواب مخالفت منازعت کشودند و باتفاق فتح شاہ در بہ معاندت او پرداختند و دو پسر ابراہیم ماگرے ملک ابدال و ملک فیروز را بند ساختند و ملک ابراہیم بار اقامت بولائیت پونچ کشید و ملک عثمان نوبت دوم بر منصب وزارت نشست و ملک شنکر رینہ با جماعت خود با او متفق بود۔ بعد از پنج ماہ ابراہیم ماگرے از پونچ با جماعت چکان و ڈاران کہ در ہند بودند۔ اتفاق نمود و محمد شاہ بباد شاہی برداشتہ از راہ بارہ مولہ متوجہ کشمیر شدند و از قصبۂ

سوی پور نشستند و ملک عثمان و شنکر رینه فتح شاه را همراه گرفته به جمعیتی تمام بمقابله ایشان
رفتند و نزدیک لب آب چندان که تیر کاری بدانجا نمی رسید نشستند. دران وقت در
کشمیر تفنگ و آتش کاری نبود و میر احدی که داماد حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی بود از
پیش ملک عثمان گریخته به لشکر ماگریان پیوست و ملک عثمان بحضرت امیر شمس الدین تخویف
و تهدید ها فرستاد که انشاء الله فتح کرده بشهر برسیم - اول میر شمس را در آتش بسوزیم بعد
ازان در شهر در آییم - آنحضرت بسیار ازدے متنفر گشت - بعد از چندگاه عثمان دانست
که بواسطه مانع آب ازاین جانب هیچ کاری نمی کشاید فتح شاه و ملک شنکر رینه وغیره با جمعیتی
تمام بمقابله ایشان گذاشته و خود بغرور شجاعت و مردانگی از راه کهویهامه بر سر ایشان رفت
و لوهر ماگرے و ریگی چک جماعت کثیر همراه گرفته از سر عقب بونگری راه برو گرفتند - چون عثمان
نزدیک ایشان رسید بقوت مردانگی بدایشان تاخت بزور مردی جماعت ایشان را ویران
و منهزم ساخته و آن جماعت شکست یافته در لشکر خود رسیدند - ملک عثمان شب بر سر همان بونگری
نشست و چون خبر گرفتن بونگری و شکستن لشکر ماگریان بشهر رسید - ملا محمد گنائی که معلم و استاد
فتح شاه بود پیش حضرت امیر شمس الدین آمده - آنحضرت پرسید که خبر فتح شاه تو چیست - گفت
که عقبه بونگری گرفت و لشکر مخالفان را شکست و بالائے بونگری برآمد - آنحضرت فرمود که اگر
بالائے فلک برآید حق تعالی اورا بر زمین خواهد رسانید و توفیق آزار فقیران نخواهد یافت -
دران وقت با جماعت ملک کاجی چک ملک علی سرخیل اهل فطن و عاقل هر فن بود - دانست
که فردا ملک عثمان بجنگ و مقابله بر ما غالب خواهد آمد - نماز شام برلب آب آمده و مردم این جانب
را ندا کرد که من ملک علی پسر ملا حسین شهنکم و یک دو معتمدے از مقربان و خواصان فتح شاه آمده تا
این جا بیاید که به ایشان سخنی دارم - چون این سخن بفتح شاه رسید دو سه مردے که از مقربان و معتمدان
بادشاه بودند برلب آب فرستاد و ملک علی با ایشان آهسته گفت که پروردهٔ نعمت پادشاهم و از
خاک برداشتهٔ آن جنابم من دولتخواهی او می کنم که ملک عثمان را کشتند و تمام لشکر او را خراب و
ویران ساختند و فردا پگاه ازین آب خواهند گذشت و شما را گرفته بدست محمد شاه خواهند داد زنهار
که فتح شاه تا شب بجانب پرد و پنج برود - از راه حویل بگریزد و الا نه گرفتار خواهد شد - چون از
خانوادهٔ آنجناب پرورده شده ام این دولتخواهی می کنم چون خواصان فتح شاه این سخن گفتند

فتح شاہ بعضی اسباب خود گرفتہ و بعضی را گذاشتہ شبا شب از راہ حویل بجانب ہند گریخت و ملک علی بر این مکر در دیاہ بازی لشکر ایشان را شکست و بسجر د تدبیر عقل جمعیت ایشان را برہم زد چنانچہ بزرگان فرمودند ؎

بعد شمشیر تا دہ می توان کشت
بتدبیرے جہانی می دہد پشت

لاجرم روز دیگر ملک عثمان چون شنید کہ فتح شاہ و شنکر رینہ و سائر لشکر ایشان بر دیاہ بازی ملک علی برہم خوردہ ۔ وے از بوسنگری رو بہزیمت نہادہ جانب شہر عزیمت نمود شبانگاہ بر سر آب لار رسید و از آب گذشتہ شب ہمانجا گذرانید و صباح برخواستہ تا بقریۂ نیلا گریخت ۔ و ملک ابراہیم ماگرے بدنبال او بود و او را ازین سو آوردہ و بزندان خانہ در حبس انداختند و ہا بجا بقتل و کشتن او پرداختند و شعلۂ آتش قہر در دیشان ظاہر و ہویدا ساختند و لفظ "ترکش"[1] تاریخ او یافتند ۔

محمد شاہ بار سوم
دوسر بر سلطنت محمد شاہ رسید و منصب حکومت بملک ابراہیم ماگرے نوبت سیوم رسید تا مدت نہ ماہ سلطنت محمد شاہ و حکومت ملک ابراہیم ماگرے بود ۔ بعد ازان فتح شاہ از ہند بجانب نواحی کشمیر توجہ نمود و پیش از در آمدن بکشمیر پسر خود حبیب خان را در منکسار فرستادہ و ملک جہانگیر پدر را از پسر گریختہ با ایشان ملحق شد و چون فتح شاہ بکشمیر در آمد اکثر مردمان با در جوع نمودند ۔ ملک کاجی چک ہم جماعت خود را گرفتہ با ایشان پیوست و محمد شاہ و ابراہیم خان و میر محمد خان ہیتی و ابراہیم ماگرے بجانب ہند گریخت ۔

---

[1] سنہ ۹۲۰ ہجری

پانچواں باب

چکوں کا اقتدار

فتح شاہ بار سوم

سلطنت کشمیر بفتح شاہ قرار یافت و حکومت این دیار بملک جہانگیر
پدر نوبت دوم شتافت. کشمیر را درائے خالصۂ بادشاہ سہ حصّہ کردند.
یک حصہ بہ جہانگیر پدر و یک حصہ بملک شنکر رینہ و یک حصہ بملک کاجی چک در ایام ربیع الناس
مشترکہ درویشان در زید و شجرۂ مثمرۂ دولت چکان بالا کشید و بعد یک سال ملک ابراہیم ماگرے
محمد شاہ را ہمراہ گرفتہ بکشمیر در آمد و در بانگل میانِ ایشان جنگی سخت واقع شد و ابراہیم ماگرے
با دو پسر بقتل رسید و محمد شاہ بجانب پونچ گریخت۔ بعد دو سال محمد شاہ پیش سلطان سکندر شاہ
بہ جہت استمداد رفت۔ سلطان مذکور وے را تعظیم و تکریم کہ پادشاہان بہ پادشاہان کنند نمودہ
سپاہی بے شمار بامداد و کمک او ارزانی فرمود۔ چون لشکر ہند گرفتہ براج دیر رسیدند و بمیدان
دانورہ نزول نمودند۔ ملک جہانگیر پدر و ملک شنکر رینہ متعاقب قاصدان فرستادند و عہود و اطاعت و
مواثیق انقیاد و امتثال درمیان دادند و نامہائے متعدد و متواتر مرسل داشتند کہ با خلاص و اعتقاد
قاعدۂ اطاعت و انقیادِ حکم آنجناب بجا آریم و طریق امتثال و فرمان برداری آنحضرت را سلوک داریم.
پس ملک کاجی چک و شنکر رینہ و نصرت رینہ از فتح شاہ جدا شدہ در قلعہ سرشن متحصن و حرب شدند

ملک جهانگیر پڈر با فتح شاه متفق شده بجنگ و حرب ایشان بر آمدند آخر منهزم شده بکوهستان گریختند.
و چون این خبر به محمد شاه رسید خلوص عقیده و انقیاد ایشان پسندید و تدبیر و رائے او بران قرار
یافت که این قدر لشکر بیگانه دران ولایت در آوردن موجب ویرانی مملکت و خرابی ولایت خواهد
گشت قریب سی هزار سوار همراه او بود بعضی را از دانوره رخصت مراجعت کرد و بعضی را از راج
دیر دانوره گذاشت و دو هزار سوار همراه گرفته بکشمیر توجه نمود.

ملک کاجی چک

ملک کاجی چک و ملک نصرت رینه تا بد انکه باستقبال
محمد شاه رفتند و چون به کشمیر رسید مناسب چنان دیدند که
ملک کاجی را بحکومت این ولایت سرفراز سازد و خاطر از غیر دی به پرداز د پس منصب حکومت و
مسند وزارت را بملک کاجی چک تفویض و تسلیم نمودند و ملک تنکر رینه را بند ساخت و لشکر
هند دغدغهٔ مراجعت نمودند سلطان محمد شاه برائے محافظت خاطر سلطان سکندر باز بنوشهره
با ایشان همراهی نمود. در نوشهره ایشان را رخصت مراجعت داد چون آخر سرما و وقت تا رسیدن
ایشان بنوشهره از عقب برف بارید و راه آمدن کوهها را بسته کرد. لاجرم محمد شاه زمستان در نو
شهره مانده و در آنجا ملک لوهر ماگرے و ملک نصرت رینه جمعیتی بهم رسانیده در فصل لتاد شدت
برودت و سرما فرصت یافتند و در قلعهٔ ناگام به منازعت و مجادله ملک کاجی چک ایستادند
و ملک جهانگیر پڈر از کوهستان بر آمده بملک کاجی چک ملحق شد. پس ملک لوهر ماگرے و
ملک نصرت رینه مصلحت چنان دیدند. که روز روشن جنگ با ایشان نمی توانم کرد. بهتر آنست
که بشب خون برایشان زدیم که اگر در حالت نوم و غفلت برایشان دست یابیم و چون از قلعهٔ
ناگام بر سر شبخون زدند و پیش ازان ملک کاجی چک واقف شده مستعد و مسلح گشته منتظر
رسیدن ایشان بود و چون غوغائی آه و فغان پیدا شد از خانها و منزلها خود بر آمده ایستادند
در میدان زالدگر میان ایشان جنگی عظیم سخت مقاتله بزرگ واقع شد. و جماعتی کثیر از جانبین
بزخم سنانهائے بے جان بجان گشتند و بسیار مبارزان دلیر بضرب گرز و طعنهٔ شمشیر مقتول و مجروح
شدند و ملک نصرت رینه دران معرکه بقتل رسید و ملک کاجی چک دران جنگ زخمی و مجروح گشت
انگشت سبابهٔ او در همان محاربه بریده شد. آخر ملک لوهر ماگرے چون دید که اکثر یاران هم
عنان او مقتول و مجروح گشتند ناچار پائے عزیمت در راهِ هزیمت نهاده و عنایت الهی الطاف

رب العالمین گلہائے فتح وظفر از گلشن مراد توم قبیلۂ چکان بشگافید و نفحاتِ انفاس متبرکہ کہ حضرت امیر شمس الدین دماغ وجان ومشام چنان طائفہ ایشان را معطر گردانید۔

ملک کاجی چک اور اشاعت اسلام

وچون موسم شتا و شدت سرما سر آمد سلطان مہر بر سریر صفر حمل برآمد۔ محمد شاہ وسید ابراہیم خان باخیل وسپاہ در مملکت کشمیر درآمدند۔ وملک کاجی چک بمین نفس مبارک حضرت امیر شمس الدین صاحب بمنصب وحکومت ووالی مسند وزارت گشت و در تمام دولت خود منتظر فرمان وتیرقب احکام وقتل او امر آنحضرت می بود و در اثنائے آں دولت حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی ملک مذکور را بتجدید بنائے خانقاہ امیر فرمود۔ وران وقت درین مملکت فتح شاہ برسریر سلطنت بود و در روز ابتدائی بنا کہ جہت عمارت آں رنگ می ریختند۔ و بنای آں را طرح می دادند میان شمس الدین محمد عراقی و فتح شاہ گفت وگوئے ومباحثہ واقع شد۔ بنابران مناقشہ بعد از چند روز فتح شاہ از سلطنت معزول ساختہ از ملک خراج نمودند ومحمد شاہ اورا باز آوردہ برسریر سلطنت نشاندند وفتح شاہ را باردیگر بکشمیر درآمدن میسر نشد و دران وقت ملک شنکر رینہ ہم در ہمان کوہستان ہند بود و در تاریخ سنہ نہ صد وبست وپنج از ہجرت ہم فتح شاہ وہم شنکر رینہ در ہمان کوہستان ہند از دار دنیا گذشتند۔

وحضرت امیر شمس الدین محمد در ایام سلطنت محمد شاہ در دولت ملک کاجی چک خانقاہ حضرت ہمدانیہ بتاریخ سنہ ...... عمارت نمودند ...... کارہائے بزرگ واوامر عظام کہ ملک کاجی چک بحکم فرمان حضرت شمس الدین محمد عراقی بجا آورد قتل بکار وکشتن مشرکان این دیار است وآں چنان بود کہ در عہد حکومت ملک موسیٰ رینہ جملہ کفرہ وفجرہ این دیار طریق ارتداد پیش گرفتند وبرسوم کفر وشرک رجوع نمودند ومرتد شدہ باز بہ بت پرستیہا درآمدند وبعضی دیہ کفرہ نقل می کردند کہ در وقت عبادت اصنام وبت پرستیہا قرآن مجید وفرقان حمید را کرسی ساختہ زیر سرین گرفتند وبرسر کلام ربانی تنزیل سبحانی نشستہ عبادت اصنام بجا آوردہ اند۔ وچوں اخبار واوضاع این احوال بسمع مبارک حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی رسید آنحضرت ملک کاجی چک را پیش خود طلبیدہ وہمراہ وے ملک علی وخواجہ احمد کہ ہر دو مدیر و

مشیرانِ ملک مذکور بودند بحضور فائز السرور حاضر آمدند. آنحضرت بایشان فرمود که این جماعت کفره که بعد از اسلام و انقیاد از سر انکار و عناد طریق ارتداد می نمائند. اگر ایشان را حدِ شرعی و تعذیرِ حکمی بجا نمی توانید آورد ما را واجب و لازم است که این دیار جلای وطن نمائیم و در وقت نهفت مانع و مزاحم نشوید. چون ملک مذکور پیش از یافتن دولت و حکومت بیایم از حکم و فرمان حضرت امیر شمس الدین تخلف و تجاوز نورزم جهت امتثال فرمان آنحضرت با مدیران و مشیران خود مشورت و تدبیر نموده و قرار بر قتل کفار دادند و دران وقت عاشور را نزدیک بود و ایام همان عاشورا موعدِ کشتن ایشان ساختند و در تاریخ سنه نهصد و بیست و چهار که بحساب کشمیری نوده چهارم بود در عاشورا قریب هفصد و هشتصد کافر مرتد را کشتند و دران وقت از جمله کفره این دیار آنجماعت بزرگ و صاحب دولت و ارباب حکومت بودند و هر یکے از ایشان صاحب اختیار و اهل تصرف صد خانواده دیگر از کفر و مشرکان بودند و کافران و مشرکانِ تمام کشمیر را بضرب شمشیر مطیع و منقاد اسلام ساختند و این یک کار محو مست. از کارهای ملک کاجی چک.

در تاریخ سنه نهصد و بیست و ششم ملک کاجی چک پسر خود مسعود چک را به جمعیت بسیار بگرفتن ملک جهانگیر ماگرے فرستاد و ملک جهانگیر پیش از رسیدن ملک مسعود واقف و خبردار گشته از خانه خود گریخته بجانب کمراج رفت و از آنجا گدائی ملک و مردم گریز همراه گرفتند.

و در تاریخ سنه نهصد و بست و هفت ملک ابدال و لوهر ماگرے و ملک عیدی رینه با اسکندر خان بن فتح شاه جمعیتی بهم رسانیده آمدند. و در قلعهٔ ناگام جهت منازعتِ ملک کاجی چک نشستند و جهانگیر ماگرے گدا ملک هم از کمراج و دارد و آمدند تا با اسکندر خان ملحق شوند. چون پرگنهٔ لار رسیدند ملک کاجی چک پسر مسعود چک را بجنگ ایشان فرستاد و خود بمقابله اسکندر خان استاد و نزدیک شهاب الدین پور میانِ مسعود چک بود و از وے اندک پیشتر می رفت و او را با گدائی ملک مقابله افتاد و گدائی ملک بدست ملک دولت بقتل رسید و مسعود چک را با جهانگیر ماگرے مقابله واقع شد و تیرِ قضا بچشم مسعود چک رسید و پیش وے از اسپ در افتاد و کشته شد و ملک دولت بعد از قتل گدائی ملک با فتح و ظفر بطرف لار روانه شد و هر دو طائفه بحکم "کل حزبٍ بما لدیهم فرحون" شادمان و خوشحال شده هر طرف روانه شدند

ایشان را از کشته شدن این ها خبرے نه و نه اینها را از هزیمت ایشان وقوفی. چون جماعت
ملک دولت بشهاب الدین پور رسیدند از کشته شدن ملک مسعود خبر یافتند و لشکر جهانگیر پدر به
کرهمو رسیدند از قتل گدائی ملک مطلع شدند. و ملک دولت از آب شهاب الدین پور گذشته
بهمراه سید ابراهیم خان و ملک تازی چک که هر دو بمدد ملک مسعود آمده بودند ملحق شدند. و
همراه ایشان ملک حسین رینه در دست پسر سرسنگ رینه در بند بود او را کشتند و بجانب شهر
متوجه شدند. جهانگیر پدر هم از راه لار بشهر رفت بعزم آنکه از آب گذشته بلشکر اسکندر خان ملحق
کرد و از هر جا که عزم گذشتن از آب می کرد. ابراهیم خان و ملک تازی چک و ملک دولت
از طرف دیگر مقابله او شده مانع می آمدند و بعد از چند روز اسکندر خان و کسانے که با وے بودند
با ملک کاجی چک طرح مصالحه پیش انداختند و قرار بر قرار بجانب هند دادند و ملک جهانگیر پدر هم
بطرف هند گریخت و ملک کاجی چک علم دولت بر اوج رفعت افراخت و ملک دولت را بانواع
الطاف و عنایات بنواخت و منصب و جاگیر ملک مسعود چک و ازدواج توابع و لواحق او بدو
مسلم و مفوض ساخت.

بابر کی شکست کاجی چک کے ہاتھ

و در تاریخ سنه نهصد و سی ملک علی و ملک ابدال
و ملک لوهر ماگرے و ملک ریگی چک اینا دند و محمد شاه
و نوروز چک به موافقت ماگریان از شهر بر خاسته بجانب لار گریختند چون ملک کاجی چک دید
که اکثر مردم رشتهٔ عهد و پیمان بریدند و طریقهٔ مخالفت گزیدند. با جمعیت احباب و براق اسباب
رو بکوهستان هند آوردند و نوشهره هند منزل و سکونت گرفت. دران وقت از لشکر بابر
پادشاه توچک بیگ و شیخ علی بیگ با جمعیتی از ترکان و سپاهی گران بعزم کشمیر متوجه نوشهر
برخاسته و مردم کوهی و جوانب اطراف جمع کرده بر سر کوه کاجداری نشسته راه بر ایشان گرفت.
تازی چک و غازی خان جماعتی همراه گرفته اندکی از ملک کاجی چک پیشتر رفته بودند و ایشان را
لشکر مغل مقابله افتاد و میان ایشان جنگ و محاربه واقع شد و ملک تازی چک چند مبارزی
در لشکر مغل رساند و غازی خان هم یکے از مبارزان ایشان نیزه زده از اسپ در افتاد و در وقت
افتادن به مغل دیگر که از و نشیب تر بود که او رسید و هر دو از اسپ در افتادند و هر دو را هما
نجا کشتند و دوران وقت غازی خان از هفده و هژده سالگی پیش نبود و شهرت تمام یافت که

بیک نیزه دو مغل را بقتل رسانید و آخر لشکر ترک و مغل هزیمت یافت و مردم کوهی تا پایان کوه بسیاری از ایشان کشتند۔

ملک کاجی چک بعد چند ماه اسکندر خان را که باعث آوردن لشکر مغل بود در بند کرد و محمد شاه به سبب گرفتن او بملک کاجی چک محبت و اتحاد قدیم را بنای تجدید نهاد و بساطِ عداوت و کینه را در نوشت و او را خطهای عهد و پیمان فرستاده بجانب کشمیر استدعا نمود و ملک کاجی چک اسکندر خان را گرفته بجانب کشمیر متوجه گشت۔ اسکندر خان را به محمد شاه سپرد و محمد شاه سکندر خان را چشمهائی کند و جماعتِ ماگریان و ملک علی در قریه کچه هامه با لشکر و حشم به مخالفت و منازعت ایستادند و ابوابِ مخاصمت و معاندت کشادند و محمد شاه و ملک کاجی چک و سید ابراهیم خان بیهقی به محاربه ایشان شتافتند و بالآخر ماگریان شکست یافتند و ملک علی بدست ملک کاجی چک در بند افتاد و لشکرِ ماگریان رو به هزیمت نهاد۔ بعد از چند ماه ملک علی که در خانهٔ ملک تازی چک محبوس بود بد رقهٔ توفیق وے راه راهِ خلاصی و مناص نمود و بجانب هند راه گریز پیمود۔

سلطان ابراهیم شاه

و بعد از چندگاه ملک کاجی محمد شاه را از سلطنت معزول ساخته وے را با چند سرداران دیگر در موضع لدکه که کوهستانی است سخت در بند انداخت و پسر وے ابراهیم شاه را بتاج و تخت افراخت و تربیت خدمت وے پرداخت و دران وقت ملک علی و ملک ریگی چک با جماعهٔ ماگریان باز در نوشهر جمع شدند۔ بعد از مشورت و اتفاق ملک ابدال ماگرے جهتِ استمداد پیش بابر شاه رفت و به مجرد رسیدن او را بابر بادشاه بانواع التفات بنواخت و بعنایت بے غائتِ خسروانه و التفات بے نهائتِ بادشاهانه او را مشرف ساخت۔ شیخ علی بیگ و محمد خان را با مداد و کمک او حکم فرمود و ایشان در حال بجانب کشمیر عنان عزیمت کشودند۔

بابر کا حمله اور ملک کاجی چک کی بهادری

در تاریخ نهصد و سی و پنجم هجری جماعت ماگریان و ملک علی ریگی چک کمک بابر بادشاه گرفته از راه جونیل بکشمیر در آمدند۔ چون ملک کاجی چک از آمدن ایشان خبر یافت با جمله سپاه و حشم خود به محاربهٔ ایشان شتافت و در موضع نانگل از پرگنهٔ بانگل مقابله یک دیگر

شدند. و ملک نازی چک که پشت پناه لشکر بود پیشتر رفته محاربهٔ ایشان مبادرت نمود. بتقدیر الهی شکست و انهزام یافت و دست اجل پنجهٔ اقبال او را برتافت پس جماعت ترکان بملک کاجی چک ملاقات واقع شده در لشکر مغل جوانی بود از جملهٔ دلاوران زمان و مبارزانِ دوران که بارها در مجالس معارک اقداح وطعنای راح و کاساتِ ضروبِ سیوف نوشیده در محافلِ حرب معاملات خلعتهای فتح والبسهٔ ظفر پوشیده از حین نهضت مملکت آگره تا رسیدن بولایت کشمیر همیشه پرسان وخواهان بود که دریں محاربه ملک کاجی چک را بمن بنمائید و از صورت و شمائل او بمن نشان دهید که تا با او جنگی مردانه کنیم و محاربهٔ مبارزان بنمائیم تا ببینیم که در هنر مبارزت و شجاعت چه مقدار مایه و پیشهٔ دلاوری و شهامت چه قدر قوت داشته و این سخن پیش از وقوعِ جنگ و محاربه بگوش ملک کاجی چک رسیده بود در وقت هزیمت لشکر ملک کاجی چک مبارزِ دلاور لشکر مغل پیشتر رفته نزدیک به فوج ملک کاجی چک آمده نعره های زد و فریاد هامی کرد که کاجی کیست و کجاست که به او جنگی خواهیم کرد. باید که از فوج خود بیرون برآید و بیک دیگر تیغی بگردیم و یکدیگر را بهیا زمائیم ؎

بیا آن نبرد یا دلیران کنیم | دریں رزمگه جنگ شیران کنیم
ببینیم تا خود بلندی کراست | دریں جنگ فیروزمندی کراست

چون ملک کاجی چک آواز او شنید جماعتی که در هزیمت همراه بودند از حوالی خود دور ساخته متوجه او شد و آهسته بجانب او روان گشت و آن مبارز هم بجانب ملک اسپ را تاخت و از گرمی راه تیغی چون برق درخشان بر سر ملک انداخت و ملک مذکور سپرِ خود را پیشِ سر و روئے خود برآورده برده آن زخم پرداخت و ضربِ طعنِ شمشیر از سر خود مندفع ساخت و بجواب او ایستاده چنان نیزه بر سینهٔ او زد که با وجود جیبهٔ و سلاح مقدار یک وجب از پشت او برآمد و بهمان زخم از پشت زینش در ربوده بر روئے زمین افگند و بزبانِ کشمیریش گفت که همیں است کاجی چک که از آگره تا به کشمیر برائے جان خود می طلبیدی این بگفت و بجانب شهر روان شد و چون لشکرِ مغل نزد آن مبارز رسیدند اندک رمقی از و مانده بود و بآن لشکر گفت که هر که در عقب آن مرد تازد جان خود را در ورطهٔ مهلک اندازد و سرِ خود را در میدانِ مرگ بازد و چون ترکان آن مبارز را دیده و آن زخمِ نیزه ملاحظه نمودند عنان از دیدن و تاختن باز کشیدند و آهسته آهسته در عقب

ادمی رفتند ۔

دولت چک کی شجاعت

ودریں جنگ ملک دولت چک اول بشمشیر جنگ ومحاربہ می کرد تا کہ شمشیر شکست بعد ازاں گرز گراں از جلاد خود کشید مقاتلہ می نمود تا کہ یک جوانی از دو ترک ایستاد و ملک دولت دست خود را دراز کرده گرز بر سر او زد ۔ چناں کہ آں از اسپ در افتاد و از دست ملک دولت گرز بر افتاد و یک مغلے چوں دید کہ ایں مرد بے سلاح ماند شمشیر بالائے او انداخت ۔ ملک دولت دست دراز کرده شمشیر را از مو اگرفت و بہر دو دست زور کرده شمشیر از دست او در ربود چوں دست راست او مجروح شده بود شمشیر بدست چپ گرفته زخمی بران مغل زد و بے زخم کاری با ذریبہ وچوں ملک دولت دران جنگ زخمہا بسیار خورده بود بضرورت در خانہ یکے از سپاہیان در آمد و از آنجا ملک دربند کرد ۔ دران جنگ چند کس کہ از لشکر ملک کاجی چک کہ مردان کاری وشہسواران میدان نامداری بودند ۔ چوں ملک تازی چک و ملک سرہنگ چک و ملک تہہ چک با توابع ولواحق کہ ہمعنان وہمگنان ایشان بودند بقتل رسیدند و رخت ہستی از سرائے دنیا بدار عقبیٰ کشیدند ۔ دران جنگ جماعت سادات بیہقی کہ سردار ایشان امیران سید ابراہیم خاں چوں شیر شکاری و پلنگ کوہساری از لشکر گاہ ملک کاجی بعد از ہزیمت بار دوم برگشتہ از روئے شجاعت و دلیری خاک میدان را باوج کیوان می رسانیده آتش شمشیر آبدار غرور از سر دشمنان بیروں می بردند با چک توت از طعن نیزه از مرکب فرود آورد ؂

بکوشید در حرب مردانہ وار چہ اندیشم از دشمن بے شمار

دل ز دست و پا زد بگا دریم در سپاه مخالفان از دو تفنگ آمده تیر باران کردند ۔ اسپ از زخم تیر ترکان نات بر خاک مبارزت نہاد و سید ابراہیم خاں در قید ایشان افتاد ۔ چوں ملک دولت غازی خاں کہ مردان کاری وشہسواران میدان نامداری بودند در بند ترکان افتادند ملک کاجی چک با جماعت اندک از اں معرکہ خلاصی یافتہ بجانب کوہستان کہ آں را گکیفرچی گویند عنان تافت ۔ ابراہیم خاں و ملک دولت چک بجانب شہر فرستاده بودند ۔ وجماعتی جہت محافظت ونگاہبانی ہمراه کرده دراثنائی راه ملک با وجود زخمہائے بسیار بعد از نماز شام از کشتی برکنار برجستہ دیگر بخت ودر آب یک کولابے کہ نزدیک بود رفتہ ونگاہبانان از جوانب واطراف آں

کول چہل دنیچ و کشتیہا جمع کردہ تا نیم شب درآں کول طلب نمودند و نصف شب جست و جو کردند۔ ملک دولت چک خود را درمیان آب پنہان کردہ بود و یک برگ نیلوفر بر سرخود نہادہ خود را دراں مخفی می ساخت و دہن از آب بیرون داشتہ نفس می کشید۔ چون کشتیہا بعد از نیم شب نایافتہ بجائی خود رفتند۔ ملک دولت از آب برآمدہ گریخت و ابراہیم خان در قید ایشان ماند و جماعت علم فتح و ظفر بر اوج رفعت برافراختہ بشہر درآمدند و مملکت کشمیر را چہار حصہ ساختند و بایکدیگر قسمت نمودند

محمّد شاہ بار پنجم

محمد شاہ را از کوہستان آوردہ بر سریر سلطنت نشاندند و منصب حکومت و وزارت بملک ابدال مقرر ساختند و شیخ علی بیگ را با جملہ ترکان درا وائل پائیز بجانب ہندوستان رخصت دادند و ملک علی تا نوشہر ہمراہ با یشان بدرقی و ہمراہی نمود بلشکر مغل را وداع نمودہ مراجعت فرمود و ملک ابدال و ملک توہر ماگرے و ملک کاجی چک و آوارہ ملک علی چہار کس ملک کشمیر را چہار بخش نمودہ دو سال می خوردند۔

مرزا کامران کا حملہ

و در تاریخ سنہ نہصد و سی و ہشت از ہجرت کہ بحساب کشمیری ہفدہم بود۔ مرزا کامران بجانب کشمیر توجہ نمود و خود در شہر نوشہر ہند توقف نمود و محرم بیگ و شیخ علی بیگ را قریب سی ہزار سوار جرار نامدار و جوشن پوش و زیرہ گذار ہمراہ دادہ بکشمیر فرستاد و امرائے کشمیر فرصت نیافتند کہ در کوہستان ہند ایشان را مانع می آمدند و در راہ ہائے اٹک بایشان مقابلہ و جنگ می نمودند۔ لشکر ترک بے ممانعت و منازعت بسواد کشمیر درآمدند و رخت اقامت در شہر کشیدند و امرائے کشمیر قلعۂ چیرہ او ڈر جمع شدند و ملک کاجی چک ہم از کوہستان گکھر برآمدہ و فرزندان و جماعت خود ہمراہ گرفتہ با امرائے کشمیر ملحق شد و دراں وقت محرم بیگ ایں تاریخ گفتہ با کامران مرزا در نوشہر ہندوستان فرستاد ۔

بحکم پادشاہی کز حریمش بفہم آسان شود تفہیم فردوس
سفر کردم بسوئے ملک کشمیر کہ از خوبی دہد تعلیم فردوس
چو کردم فتح نیم او بتاریخ خرد گفتا کہ "فتح نیم فردوس"[1]

---

[1] سنہ ۹۳۸ ہجری

وچون این فتح نامه پیش کامران مرزا رسید خاطر جمع ساخته بجانب لاهور عنان مراجعت تاخت
و امرائے کشمیر تمام جهت بهم رسانیده بموضع "اتوجه" (اتھواجن) آمدند و بر سر کوه آنجا مقام
ساختند. و محرم بیگ به جمعیتی که داشت از آب گذشته بجنگ ایشان متوجه گشت و در موضع "اتوجه" بایکدیگر جنگی
سخت نمودند و از هر دو جانب کشاکشی بسیار و قتل بے شمار واقع شد و آخر بحکم تقدیر الٰهی لشکر مغل زبون شدند و باز
از نهر شهر گذشته بجانب مغرب شهر که آنجا مقیم بودند رجوع نمودند و لشکر کشمیریان برکوه سلیمان
برآمدند و از آنجا فرو آمده بجانب مشرق شهر اقامت نمودند و چند گاه با لشکر مغل مقاتلات و
محاربات نمودند. آخر محرم بیگ تنگ آمده با امرائے کشمیر طرح صلح پیش انداخت و عهد پیمان
به آشتی مستحکم ساخت. در وقت ملاقات در خانقاه حضرت امیر سید علی همدانی تمام امرا جمع
شده ملک کاجی چک بیک کشتی طناب کرده فرود آمد و از طرف ترکان محرم بیگ هم بیک کشتی
طنابها بربسته در میان نهر شهر ملاقات کردند و چون هر دو کشتی باهم رسیدند ملک کاجی چک از کشتی
خود برخواسته در کشتی محرم بیگ درآمد و همانجا بنشست و محرم بیگ ازاں کار ملک کاجی چک بسیار
محظوظ و منت دار شده یک ساعتی مکالمات و محاورات نمودند و بعد از ساعتی بایکدیگر وداع نموده
بطرف خود رفتند. چون ملک چک پیش امرائے کشمیر رسیدند از ومی پرسیدند که چرا از کشتی خود برآمده
بکشتی محرم بیگ گفت دیدم و تحقیق کردم که برمن عذر و قصد نمی تواند کرد و از من زبردستی و حیت
چالاک نخواهند بود. لاجرم بے باک و مردانه در کشتی او نشستم و بعد از چند روز برائے کامران مرزا تحفه ز
هدایا مرتب مهیا کرده لشکر ترکان را رخصت کردند و از راه باره موله ملک دولت چک و جهانگیر ماگرے
همراه ایشان رفت تا به کهکلی رسانیدند و تمام کشمیر را برائے محمد شاه جاگیر یا خالصه گذاشتند و درمیان
خالصه محمد شاه میرزا سید ابراهیم خان را جاگیر و تنخواه داده پنج بخش کردند یک بخش بملک کاجی چک
مخصوص ساختند جائے اقامتش بزینه پور تعین کردند و یک بخش مع منصب وزارت بملک
ابدال ماگرے تعین نموده جائے توطن او با تنگل قرار یافت و یک بخش بملک ریگی چک مخصوص
کرده در کمراج مقیم گشت و یک بخش بملک علی تعین یافته. گاهے به پرگنه ادلر گاهی بموضع ترش
ابه یاموی گذرانید بهمین اتفاق و قرار مدة یکسال گذارند و بے مخالفت بایکدیگر.

چھٹا باب

مرزا حیدر کاشغری کا حملہ اور کشمیریوں کا قتلِ عام

در تاریخ سنہ نہصد و سی و نہ سلطان سید خان از کاشغر بہ تبت رسیدہ بود و در تاختن و یغما کردن موضع آں مدتے برکشیدہ و راہ رفتن بکاشغر بند شدہ۔ لاجرم او را در تبت زمستان گذاردن ضرورت شدہ و چوں تبت گنجائش تمام لشکر او نداشت پسر خود اسکندر خان را چند امرا از لشکر خود ہمراہ کردہ مرزا حیدر را سردار لشکر ساختہ بجانب کشمیر فرستاد و ایشان از راہ لار بسواد کشمیر اقامت نمودند۔ چون محکم قلعۂ ہانجک ملاحظہ نمودند بجانب کمراج عزیمت کردند۔ تمام شہر را سوختہ و آتش زدہ بولائت مراج دیدہ و جا بجا میرفتند و امرائے کشمیر ہم جمعیت خویش گرفتہ بدنبال می رفتند و جائے کہ لشکر ترکان منزل می کردند۔ امرائے کشمیر ہم گرد و نواحی ایشان نزول می نمودند و اہل شہر و مردم مملکت ہمہ جلائے اوطان کردہ شواہق جبال و جزائر بحار ملجا و ماوا گرفتند و لشکر مغل بہر جا کہ می رسیدند مردم را قتل می کردند و کشا کشی و خوں ریزی بے نہایت می نمودند و اسباب و اشیاء و املاک مردم را غارت می کردند و عورات و اطفال را اسیری و غلامی می بردند و از بے باکی و نہایت بے دینی شہر اسلام را دار الحرب مے پنداشتند و خون مسلمانان در شیر مادر خود می دانستند۔ جملہ قضاۃ و علماء و فقہا و فضلاء جلائے وطن نمودہ بجزیرۂ لنگ پناہ گرفتہ بودند و امراء

و حکام و ملوک اہل اسلام از علماء و قضاة و فقہا و سادات استفتا و استفسار نموده پرسیدند که ہر مومنے و مسلمانے که از جانب اہل کشمیر کشته می شود بحکم شریعت غرّای نبوی و ملت بیضای مصطفوی حال او چه نوع خواهد بود و ہر که از جانب مغل کشته می شود حکم او چه باشد. جمله علماء و فضلا و اکابر و فقہاء اتفاق نموده فتویہا نوشته اند که بقول علماء دین و فتوای ائمه مجتہدین مقتول این دیار از صغار و کبار بحکم مَن قُتل دون ماله و عیاله فهو شهیدٌ عند الله و عند الناس شهیدٌ و مظلوم باشد و ہر که از اہل شوکت و ارباب حشمت بر بلاد اہل اسلام تغلب و استیلاء نمایند و اموال و اولاد مسلمان را نہب و غارت کنند علماء انام و مجتہدان اسلام ایشان را به نصوص متغلبه گفتند و در شریعت محمدی قتل ایشان را مباح بلکه از واجبات دانسته اند و خونِ ایشان حلال بلکه کشتن ایشان صواب گفته اند و امرای کشمیر ہمین فتویہا بدست گرفته مردانه و دلیرانه دنبال ایشان بوده منزل به منزل در پای ایشان می رفتند و بہمین طریق فصل زمستان گذاردند و در اوائل بہار نزدیک صحرای پایل سپاه کشمیر و لشکر مغل با یکدیگر مقابله شدند و دست به تیر کمان کشادند و قدم در رکاب مقاتله و محاربه نہادند و کمانداران شہامت آثار گلہای سرخ و لالہای نعمانی از باغستان وجود بیرد برنا میده دوم شعبان ریاحِ دلاوران نیزه گذار جانہای صغار و کبار درکشیده ؎

دو دریای آتش علم برکشید — زمانه به صحت قلم در کشید
به شیر چنگال پولاد دست — بسینه کشادند بازو و دست
کمانِ کیانی درآمد بزه — ز قبضه میان دو ابرو گره
دو لشکر همه اژدها و نهنگ
بهم برکشادند بازو به جنگ

و از امرای کشمیر کسانے که به سپاهِ ترکان مقابله شد جماعت ملک علی بود و از لشکر مغل یا سرق مرزا قریب پانصد سوار همه جوشن پوش شمشیر گذار بر یکدیگر حمله کردند و بمحاربه و مجادله آوردند. ملک چون دانست که درین جنگ خون بسیار مردم ریخته شود. آن فتوی که از علماء و فضلاء و قضاة برای حکم شهادت گرفته بودند آن را بمردم نمود و گفت که گواه باشید که من برین فتوی با لشکر مغل محاربه میکنم. این بگفت و آن فتوی را در بغل خود گرفته بسم الله الرحمن الرحیم گفته بجنگ در آمد. و متوجه بفوج مغل گشت و از جماعت ملک علی ملک حسین پسر ملک موسی رینه و ملک شیخ

علی بٹ و جمعی کثیر از دلاوران شجاعت شعار دست بمقاتلۂ ترکان کشادند و از داد شجاعت
و مردانگی دادند و بسیارے از لشکرِ مغل مجروح ساختند و بعضی را سر بر زمین انداختند و یکے از
دلاوران زمان بضربِ سنان اسپ سرق مرزا را چنان مجروح ساخت که بیک دم زدن روح
عقبیٰ تاخت. بس بر اسپ دیگر سوار شده رو بهزیمت نهاد و چون لشکر مغل فوج بر آن تول را منهزم
دیدند از جناح و یمین ایشان دایم علی بیگ قریب هزار سوار گرفته و از جانب یسار مرزا حیدر بمقابلۂ
هم قریب هزار سوار گرفته با دو هزار بمقاتله و محاربه درآمدند و ملک علی و ملک حسین رینه بن موسیٰ رینه و
ملک شیخ علی بٹ دست به محاربه ایشان هم کشادند و سعی و اهتمام و کوشش و جهد تمام مبارزت
و شجاعت می نمودند و هر چند که مبارزانِ جماعت ملک علی و شجاعانِ لشکر کشمیر مبارزت و دلاوری
ها می نمودند - اما چون تائید عنایت ربانی و توفیق الطاف سبحانی مساعدت و موافقت نه نمود
از سعی و کوشش مبارزان چیزے نه کشود و جد و جهد ایشان را هیچ فائده نبود و اگرچه ملک علی و
ملک حسین رینه و ملک شیخ علی بٹ و سائر مبارزان و دلاوران داد شجاعت و مردانگی دادند
اما آخر از دست برد - قضا از پا در افتادند و چون ایشان که سرداران سپاه و لشکر را پشت و پناه
بودند. شربت شهادت چشیدند. باقی لشکر از آن معرکه عنان عزیمت بجانب هزیمت کشیدند
و در وادی لیدر که رود خانه "کهادر پاره" بود قریب هزار و پانصد مرد بقتل رسیدند. و باقی
امرا و لشکریان راه گریز گزیدند و ملک کاجی چک با جمعی از فرزندان و سپاهیان همراه گرفته
بر بلندی که نزدیک صحرا بابل بود بر آمدند ابراهیم خان دیر مانند شیر غرین و حمله هائے مردانه
بر تن تنها می نموده - ناچار جماعۂ مخالفت وے را دائره کرد از احاطه نموده مانند مرکز در میان
گرفتند. چون حال بر این سوال معائنه نموده بزور شمشیر مردانگی سد صف مخالفان خراب کرده
به ملک کاجی چک پیوستند. ملک کاجی چک بالائے کوه چاهِ بابل مع فرزندان برآمد و سید
ابراهیم خان را لشکر ترکان .... راه فرار مسدود ساخته جوانان. ..... آبدار و شمشیر
شعشعه شعار بدست. ..... جمگاه قزلباشان حمله نمودند که بزخم شمشیر از قرار شش نیام حسام سازند
...... به تیغ بلی صف ترکان دریده چند مبارزان. .... با مر محاربه با مخالف می کوشید
و حملهائے نمود - حربه جرار آتشین کردار بدست داشته نگاه در هر طرف می انگیخت و حرب دلیرانه
نموده بشمشیر قضا و قدر قوت را [illegible] می ریخت ـــه

دمادم بدان حربهٔ مرد کش   بمردم کشی دست می کرد خوش

چون طرف لشکر مخالف آن آتش جهان سوز دیدند که آن جماعه در عین هزیمت است و این تنها مبارزت می نماید - فی الفور رایت شرارت قتال بر افراخته شجاعت شعاری ابراهیم خان را در میان گرفتند. چون واقف گشت که جمیع مردم کشمیر هزیمت خورده بصحرائے بابل در آمده اند بشمشیر صف قوم آن مخالف بدرانیده بلشکر ملک کاجی چک پیوست و باقی منهزمان هم در همان بلندی جمع شدند و چند روز در همانجا اقامت استقامت نمودند تا از جوانب و اطراف مردم رم کرده هزیمت خورده جمع شدند و باز در پی مجادله و انتقام مغل ایستادند و در راه مجاربه و مخاصمت پای مصابرت نهادند و دران وقت میرزا حیدر بسلطان سعید خان که در تبت بود فتح نامهٔ خود نوشته فرستاد که چهارم ماه شعبان نزدیک صحرائے بابل با لشکر کشمیریان محاربهٔ سخت دست داد و از جانبین جنگی عظیم افتاد و حضرت ایزد تعالی ابواب فتح و درهائے نصرت بر روئے عساکر منصور کشاد و در اردوئے سلطان سعید خان قاضی بود او همان روز چهارم از ماه شعبان تاریخ یافته در اشعار خود درج ساخته نوشته فرستاد بدین وجه

الحمد لله کان شاه عادل	سلطان سکندر خاقان دوران
کز مقدم او سر سبز و خرم	صحرائے بابل و تخت سلیمان
بر کسر اعدا در روز هیجا	قادر شد آن دم از لطف یزدان
از لطف ایزد فتح و ظفر یافت	بر شهر کشمیر از ملک ایران
تاریخ فتحش الحق همین است	روز چهارم از ماه شعبان

و میرزا حیدر تاسفها می خورد که این تاریخ من نوشته فرستادم و بجواب آن مشغول نشدم

مرزا حیدر کی شکست اور کشمیر سے واپسی

و ملک کاجی چک و سائر امرائے کشمیر با وجود آن شکست و هزیمت که بر ایشان واقع شد باز در پی انتقام ترکان و پیکار مغل می بودند و هر جا که لشکر مغل بار اقامت می کشودند امرائے کشمیر هم با جمعیت خود نزدیک ایشان نزول می نمودند و در کمین ایشان می بودند. آخر مغل بے اختیار گشته و میان مرزا حیدر و وائم علی بیگ مخالفت و مناقشه واقع شده و وائم علی بیگ با امرائے کشمیر سخن مصالحه و طرح مجادله پیش انداخت و میرزا حیدر به جبر و اکراه موافقت نمودند و دختر برادر

محمد شاہ را در عقد نکاح و تزویج اسکندر خان گرفتہ و تحفہ و ہدایا برائے سلطان سعید خان مرتب و مہیا ساختند و از راہ لار کہ آمدہ بودند مراجعت و معاودت پرداختند۔

قحط عظیم وچون ملک کشمیر در آخر بہار کہ آفتاب بثور رسیدہ بود از مراجعت و تاراج مغل تخلیص یافت. دہاقین و مزارعان با وجود بیگاہی وقت بطریق ضرورت بکار حراثت و زراعت اشتغال نمودند وچون فصل تیرہ ماہ رسید مزروعات و محروثات نارسیدہ ماند و تمام غلات و مطعومات تلف و فاسد گشت لاجرم در سال چہل و کم کہ بحساب کشمیری دہم بود چنان قحط عظیم واقع شد کہ ہیچکس از اہل این دیار آنچنان قحط و غلا نشان ندارند واز شامت قدوم مغل آنچہ از ضرب شمشیر سفاک و بیباک ایشان از مردم و اہالی این دیار باقی ماندہ بودند بہ سبب آن قحط غلہ بعوض ہلاکت رسیدند و یک ترک غلہ بیک ہزار و یک خر وار بدہ ہزار یافتہ نمی شد۔ لاجرم اکثر مردم این دیار و اہالی این مملکت از صغار و کبار معدوم و مفقود گشتند۔

مخفی و پوشیدہ نماند کہ بعد از رفتن لشکر مغل امرائے کشمیر یان با یکدیگر اتحاد و موافقت نمودند و طریق مخالفت و معاندت کہ پیش ازان می ورزیدند برطرف کردند۔ و پائے استقامت بر جادۂ محبت و یگانگی ثابت داشتند و منزل و موطن ملک کاجی چک در زینہ پور مقرر کردند و ملک ابدال ماگرے گاہے بشہر و گاہی در پرگنہا می گشت و چند سال بہمین طریق گذاردند۔

سلطان شمس در تاریخ سنہ نہصد و چہل و چہار محمد شاہ از عالم رحلت نمود و مدت سلطنتش قریب پنجاہ و یک سال بود در تاریخ مذکور پسرش سلطان شمس شاہ بر مسند حکومت بنشست و بیش از یک سال برجا نماند۔

اسماعیل شاہ و در سنہ نہصد و چہل و پنج برادرش اسماعیل شاہ بر تخت حکومت نشست و در تاریخ ہفدہم سنہ نہصد و چہل و چہار بود ملک کاجی چک بعضی از امرائے خود متفق ساختہ بمنازعت و مخالفت ماگریان در شہر نزدیک زمود و ماگریان و ملک ریگی چک در بارہ مولہ جمع شدند و ملک کاجی چک ہم از نہضت نمودہ در بارہ مولہ بمقابلۂ ایشان نشست و بعد از چند روز ملک دولت و ملک زنگو چک کہ پیش ملک ابدال ماگرے آمدہ بودند باز بجانب ماگریان رجوع نمودند و ملک کاجی چک چون مخالفت ایشان دید و بے اتفاقی ایشان ملاحظہ نمود از شہر نہضت نمودہ با جمعیت راہ کوہستان ہندگزید و زمستان در آنجا گذارد و در اول بہار از سلطان گکھر کمک طلبیدہ و درہمان

بهار ملک رنگی چک جهت تزویج و نکاح دختر رائے جموں از راه بانهال بجموں رفت و ملک کاجی چک جمعیتی از گکهر کمک گرفته بکشمیر درآمد و ماگریان جمعیت خود و جمعیتِ ملک رنگی چک و امرائے چاڈوره و امرائے دونه همراه گرفته در قصبهٔ سوپور متحصن شدند و ملک کاجی چک هم به مقابلهٔ ایشان رفته در موضع گیسو نزول فرمود و بعد یک ماه ملک رنگی چک از جموں مراجعت نموده بکشمیر رسید و در شهر نزول نموده به مخالفت ملک کاجی ایستاد و چون ملک کاجی چک دید که از یک طرف لشکر عظیم ماگریان و امرائے کشمیر به محاربه و مقاتله مستعد و مهیا را ایستاده اند و از طرف دیگر ملک رنگی چک به جنگ و نزاع ایستاده با ابراهیم خان و ملک دولت و سائر امراء و فرزندان خود مشورت نموده بعد اللتیا و التی رائے ایشان بران قرار یافت که ملک کاجی چک بر سر رنگی چک رود. ابراهیم خان و ملک دولت چک جماعتی از امرا همراه گرفته بمقابلهٔ ماگریان باشند و ملک کاجی چک از ابراهیم خان این مصلحت پرسید که اگر با لشکر گران ماگریان مقابله واقع می شود چه خواهی کرد. ابراهیم خان در جواب گفت چون اعتبار من داری گرد میدان را باوج کیوان رسانیده بشمشیر کینه مغز سر دشمنان بیرون برآریم یا سر خود در میدان مبارزت گذاریم. بیت ؎

در بحر محیط غوطه خواهم خوردن	یا غرق شدن یا گهری آوردن
این کار مخاطرست خواهم کردن	یا روے بدین سرخ کنم یا گردن

کاجی چک اور ماگریوں کی جنگ

ملک کاجی چک از مقدمات سید ابراهیم خان دلیر و دل خوش شده بعد از نماز شام بحکم اذا عزمت فَتَوَکَّلْ عَلَی اللهِ قدم همت در رکاب توکل مستحکم کرده بر سر ملک رنگی چک تاخت و ملک رنگی چک در شب خبر یافت که ملک کاجی چک تمام لشکر خود گرفته بر سر تو آمد - صباح پگاه از عید برخاسته در محلهٔ علاء الدین پور متحصن شده ایستاد و آفتاب بیک دو نیزه بلند شده بود که ملک کاجی چک از راه نوشهره بشهر درآمد و چون نزدیک علاء الدین پور رسید جماعت از امرایان خود مانند درویش هستکر و ملک کاجی رینه و خواجه ابراهیم با جمع کثیر از مبارزان و دلاوران بر گذر رنگین ملک رنگی چک گماشت و خود جمعی همراه گرفته براه قلاشپوره رفت و خود به خانقاه نشسته و مردم را همراه پسر خود محمد چک پیشتر بجنگ فرستاد و ملک رنگی چک سر قلاش پوره را بریده بود و در راه گذشتن را خراب ساخته و حمزه نایک و دیگی نایک را ملک کاجی چک از راه مونیه دار فرستاده بود و نخست ملک

رنگی چک بطرف ایشان رفت و از آنجا مردم شهر بتصور خود گفتند که ازین طرف سید ابراهیم خان و ملک دولت چک و زیتو چک آمدند و ملک رنگی چک رفتن بر سر ایشان مصلحت نه دید. ناچار ازان طرف برگشت تا مدت رفتن و برگشتن مردم ملک رنگی چک و مردم جموں که بر گذر گنگن ایستاده بودند زبون شدند و پیادها ملک کاجی چک بر سر ایشان زور آورده و ایشان را شکسته و ویران ساختند و از عقب پیادگان و سواران هم گذشتند و نزدیک بخانقاه سید علی همدانی رسیدند چون ملک رنگی چک نام سید ابراهیم خان و ملک دولت چک و زیتو چک شنیده مراجعت نمود. چون نزدیک خانقاه درویش تهکر و دوچار شده او را بقتل رسانیدند و از آنجا پیشتر آمده نزدیک دروازهٔ خانقاه خواجه ابراهیم را هم کشت و باقی مردم بجوانب و اطراف در کوچها و حریمها مخفی و پنهان شدند تا نزدیک بگذر گنگن رسید و در آنجا پرسید و تحقیق کرد که ملک کاجی چک از راه قلاشپوره آمد و از راه گنگن برگشت براه تلاشپوره متوجه شد و چون بدان موضع رسید که سد را بریده بودند در آنجا محمد چک پسر ملک کاجی چک را ایستاده دید او را تهدید نموده برگردانید تا کسے او را نکشد ملک کاجی چک چون شنید که ازهمین راه می آید ملک هم سوار شده تا مسجد قلاشپوره پیشتر رفت و در حریم مسجد نو لی گنائی منتظر و مترقب ایستاده و ملک رنگی چک از موضع سد بریده شنید که از راه مونیه وار سید ابراهیم خان، و حمزه نایک و نجی نایک آمدند و آمدن ملک دولت دروغ گفتند. گفت که از طرف ایشان رفتن بهتر است و از آنجا برگشته بهمان راه متوجه شد و چون بایشان رسید ملک حمزه نایک در حریم خانه گریخت و ملک نجی نایک را گرفته پیش وے آوردند و او را سرزنش بسیار و توبیخ بے شمار نموده رها کرد و خود را از راه بهاگ بطرف لار گریخت و ملک کاجی چک از آنجا برگشته و او را منهزم ساخته بجانب گیسو روان شد و شب آنگاه در میدان برتهنه منزل کرد و در سوی پور چون ماگریان خبر رفتن ملک کاجی چک شنیدند صباح پلهائے شهر که بر راه بریده بودند از پائیان سوپور راست کردند و بقصد جنگ سید ابراهیم خان و ملک دولت چک و غازی خان از آب گذشتند و جماعت سادات بیهقی و جماعت چکان نسبت بجماعت ماگریان اندک بود و بعضی از امرائے لشکر گفتند که ازین جا برخیزیم و پلهائے نهرها نجی دیره بریده و آب آنجا در میان گرفته بنشینیم ابراهیم خان و دولت چک از کمال شجاعت گذاشتن این رائے رکیک را نه پسندیدند و فرمودند ازینجا برخاستن ما سبب انهزام و موجب شکستن لشکر ما می شود. کمال همت و تمام شجاعت خود را کار فرمودند و قدم مصابرت در

میدان مبارزت ثابت و مستحکم نہادہ دست شجاعت و شہادت بہ محاربہ و مقاتلۂ مخالفان کشادہ

ماگریوں کی شکست

جماعت ملک کاجی چک چون شیر ژیان بحرب و قتال لشکر ماگریان شتافتند و بمقتضای فحوای کریمہ کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ فتح و ظفر یافتند و در ان جنگ ملک مسعود چک برادر ملک ریگی چک بود بدست سید یعقوب بیہقی ولد میر سید محمد بقتل رسید و باقی جمعیت ماگریان ہزیمت خوردہ بجانب ہندوستان گریختند و در ان محاربہ این طائفہ سادات بیہقی چنان دست برد بر جماعت ماگریان کشودند کہ اگر سام نریمان می دید زبان ثنائے بر مبارزت ایشان می کشود و این جنگ در سال نہصد و چہل و پنجم ہجری بود و سنہ کہ بحساب کشمیری چہاردہم باشد۔

و بعد ازین فتح ممالک کشمیر را سہ حصہ کردند۔ از آن جملہ اسماعیل شاہ و ملک کاجی چک دو حصہ قسمت یافتند و میران سید ابراہیم خان یک حصہ متصرف شد و قریب دو نیم سال ملک کاجی چک حاکم این ولایت و والی این مملکت باستقلال و استعداد تمام بود و اعلام شرعیہ و اسلام و رعایت دین انام بر اوج عزت و ذروۂ کرامت می افراخت و بالتحقیق باحکام سلطنت و پادشاہی این ولایت می پرداخت و اسماعیل شاہ را چون نسبت دامادی بملک مذکور بود اسم بی مسمی شاہی بروے جاری می نمود۔ بغیر از سکہ و خطبہ چیزی دیگر را مالک نبود و ملک کاجی چک در ہمہ آوان و اوقات حاکم غالب می بود و بعضی سران و سرداران قبائل و طوائف کہ داعیۂ فساد و فتنہ انگیزی داشتہ علم مخالفت و معاندت می افراشتند بندمی ساخت و حبس و قید ہا می انداخت و بقتل و کشتن کسے از ایشان نمی پرداخت۔ بعد از چند مدت از گناہان ایشان میگذشت و باز جاگیر بقدر ایشان مسلم وارزانی می داشت و ہرچند یقین خاطر دریا مقاطرش می شد کہ قصد جان وے دارند۔ اما وے کسے را بقتل نمی رسانید و اولاد و احفاد او کہ اکنون بر سریر سلطنت و تخت و حکومت دم استقلال و استبداد او می زنند خواہ دانند یا نہ دانند ہمہ بیمن و سعادت و احسان و اکرام اوست۔

ماگریوں کی ترغیب پر مرزا حیدر کاشغری کا حملہ

مخفی نباشد کہ ماگریان از گیسو منہزم شدہ بکوہستان ہند گریختہ بودند۔ بعد از چندگاہ ملک ریگی چک باہم ایشان رسید در ہمان اوقات ہمایون بادشاہ از ولایت آگرہ شکست یافتہ در لاہور

نشسته بود. بر مسند حکومت هندوستان شیرشاه حاکم و مستولی شد و ملک ابدال ماگرے و ملک ریگی چک فرزندان خود را بلاهور فرستادند و میرزا حیدر که در هندوستان پیش همایون بادشاه ملازم بود بوساطت خواجه حاجی و استمداد خود آورده بجانب کشمیر متوجه شدند و ملک کاجی چک و سید ابراهیم خان جمعیت و لشکر خود گرفته بغیر از مقاتله و مقاتله راه هیره پور را گرفتند و ماگریلن ورپت ذیکم شهر رجب المرجب از سال نهصد و چهل و هفتم هجری سنه که بحساب کشمیری شانزدهم بود لشکر مغل گرفته از راه چیره هار بکشمیر در آمدند و ملک کاجی چک و ابراهیم خان با جمیع فرزندان از راه هیره پور باپاه و اصحاب و املاک و اسباب بجانب هندوستان از موضع هیره پور توجه نمودند و مرزا حیدر با مرائے کشمیر اختلاط و آشنائی علی احسن الوجوه ورزید و کشمیر در سه حصه قسمت نمودند و یک حصه بمرزا حیدر تعین فرمودند و یک حصه بملک ابدال ماگرے مع وزارت و حکومت مخصوص ساختند و یک حصه بملک ریگی چک مسلم داشتند و بدین قرار زمستان گذرانیدند و در اول بهار در روز نوروز کشمیریان ملک ابدال ماگرے بحکم "کل نفس ذائقة الموت" از دار فنا بسرائے بقا انتقال و ارتحال نمود و مرزا حیدر پسر کلان ملک ابدال ماگرے ملک حسین ماگرے را بر مسند ملک ابدال ماگرے مع جاگیر و استقامت او نصب نمود و در جاگیر او هیچ طمع و تنقص نه فرمود.

ملک کاجی چک از کوهستان هند پیش شیرشاه جهت طلب کمک و امداد رفت و شیرشاه او را بتعظیم و تکریم تمام پیش آمد و از سرتا پا آثار جراحت و نشان زخمها رسیده باشد یا در جنگهائے کشمیر. ملک کاجی چک گفت که در جنگها متعدده حربهاء کثیره و این جراحت بمن رسید و او را حرمت بسیار و نوازش بے شمار نمود و لقب خان خانانی با وعطا فرمود و او را افتخار ساخت که هر چند خاطر شما خواهد کمک و مدد بدهید و ملک کاجی چک باعتقاد خطوط و عهود امرائے پنجاب حسین خان شروانی و لال خان با جمعیت اندک همراه آورد و در وقت کشادن راه بکشمیر از راه میرپور در آمد و مرزا حیدر خواجه حاجی را همراه سید ابراهیم خان پیش ملک ریگی چک فرستاد و استمالت و عهود بسیار نموده آورد و داهل و عیال و زنان و عورتان را در اندرکوٹ داشت و هر دو لشکر در موضع و نهنار مقابل یکدیگر شدند. قریب یک ماه با یکدیگر جنگها و حربها می کردند. بعد از یک ماه بواسطهٔ طغیان آب و کثرت سیلاب از آنجا برخواستند و ملک کاجی چک بموضع گریو از نشست و مرزا حیدر و ملک ریگی چک بموضع کهتر نشست مابین و متوره. میان هر دو لشکر جنگ سلطان واقع شد. ملا یوسف خطیب

تاریخ این جنگ «فتح مکرر» گفته بود ۹۴۳ھ و دران جنگ ملک نوروز چک بقتل رسید. بتقدیر الهی بر لشکر ملک کاجی چک شکست و هزیمت واقع شد. ملک کاجی چک و میر سید ابراهیم خان و ملک دولت چک با جمعیتِ امرا و سپاه از راه چیره هاره بروج رفتند و غازی خان جمعیت افغانان همراه گرفته از راه هیره پور بهند گریخت و ملک ریگی چک بعد از فتح از میرزا حیدر رخصت گرفته به کمراج رفته قرار گرفت.

مرزا حیدر اور خانقاہ زڈی بل کی زیارت

مادام که ملک ریگی چک بر مسند حکومت و دولت قائم بود مرزا حیدر من کل وجوه منقادِ حکم و متفق رائے تدبیر او بود از سخن او تخلف و تجاوز نمی توانست نمود و در امور و احکام چنان مطیع و منقاد او بود که چون حضرت شاه سید احمد مجذوب قدس سره ممالک کشمیر را بشرف قدوم مشرف ساخت. ملک مذکور به مرزا حیدر گفتند که حضرت شاه احمد نوربخشی به منزل زڈی بل رسیدند میخواهیم که بدیدن ایشان برویم شما چه مصلحت دارید. مرزا حیدر گفتند که بسر و چشم ما هم همراه شما می آئیم اما حالا نیمروز نزدیک است و پیش ایشان مدتی باید نشست بسبب گرما جفائے ایشان می شود شما بمنزل خود قیلوله کنید و ما هم بمنزل خود خواب کنیم و بعد از نماز پیشین بهم برویم ملک مذکور بخانهٔ خود آمده و بخواب رفت و اول پیشین بیدار نشد و مرزا حیدر اول وقت نماز ادا کرده کسے پیش ملک فرستاد که هم طیار شوند که بملاقات حضرت شاه سید احمد نوربخشی رویم. ملک ریگی چک برخواسته بنماز ظهر مشغول شد و هنوز تمام نکرده بود که میرزا حیدر سوار شده بخانهٔ ملک ریگی چک رسید و ملک مذکور هم فرود آمده بمنزل زڈی بل آمدند و چون بمقبرهٔ منور حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی قدس سره رسیدند مرزا حیدر فی الحال بتواضع تمام و نیاز و شکستگی لا کلام بر روضهٔ آنحضرت در آمد و اول در قدم گاهِ آنحضرت استاده فاتحه خواند و بعد از فاتحه بقبله گاهِ روضهٔ آنحضرت نشست و حافظے را طلب نمود تا چیزے از قرآنِ مجید تلاوت نماید. و دران وقت خواجه اسماعیل از هند تصحیح و تجوید قرأت نموده آمده بود. او را طلبیده آوردند تا نزدیکِ مقبرهٔ آنحضرت نشسته آیة الکرسی را تلاوت فرمود و بعد از تلاوت باز فاتحه ثانیه خواند و از آنحضرت بخضوع و خشوع بیرون آمد و هر که از آشنا و بیگانه دید تعجب نموده گفت که مریدان و مخلصان این جا را آداب زیارت و قواعد اخلاص و ارادت ازین کس می باید آموخت و بعد ازان بطبقهٔ بالائی خانقاه با حضرت شاه ملاقات نموده

در محاکات و مکالمات آنحضرت اعتقاد و اخلاص خود بسلسلهٔ شریف نوربخشیه بسیار اظهار نمود و در اثنائی حکایات بصوفیان زڈی بل بطریق وعظ و نصیحت سخن بنیاد کرد و ملک ریگی چک بجانب نزدیکان خود سخن عتاب آمیز گفت که ما در اینجا برائے ہمیں گفتگوئے شما آمده ایم؟ چوں مرزا حیدر ناخوشی ملک ملاحظہ نمود سخن خود را ناتمام گذاشتہ بحکایت دیگر رفت و بسخن دیگر مشغول گشت و بحضرت شاه وداع نموده تمام صحن خانقاه را تا رسیدن راه نردبان بطریق رجع قہری رفت و پشت با آنحضرت نکرد و از آنجا فرود آمد۔ خانقاه را از اندرون و بیرون تماشا کرد و فرش صحن خانقاه و سنگ ستونہائے آں را دید و بکار دست حضرت امیر شمس الدین را تحسین ہائی کرد و آفرین ہامی گفت۔

و ایں ہمہ برائے خوش آمد ملک ریگی چک و جہت مخالفت خاطر او اظہار نمود و الا آنہ در باطن خباثت و عناد کہ باآں سلسلہ پنہاں داشت کہ در وقت حرمت دسترس خود ظاہر نمود چوں دید کہ نفاذ امور و احکام در وقف خاطر او بجرا نمی کرد و لاجرم سال دیگر در دغدغهٔ ویران کردن ملک ریگی چک افتاد و ملک عیدی رینہ و حسین ماگرے را با خود متفق ساخت و لوتوت خواجہ حاجی بوثوق عہد و پیمان ایشان پرداخت و بگرفتن ملک ریگی چک بجانب کمراج تاخت و ریگی چک گریختہ از راه و کرنا بجانب ہند رفت و در پرونچ نشستہ با ملک کاجی چک رشتهٔ اتحاد و موافقت مستحکم ساخت و مرزا حیدر در پرگنہ کامراج منزلہا و مساکین ریگی چک را غارت و تاراج نموده باز بشہر اندرکوٹ مراجعت فرمود۔

میر دانیال اور مرزا حیدر کی ملاقات

و دراں وقت کہ مرزا حیدر در کمراج بود و حضرت شیخ دانیال خبر قدوم حضرت شاه سید احمد نوربخشی استماع نموده از تبت بجانب کشمیر متوجہ شده بود و در وقت رسیدن بموضع کمراج خبر ویران ساختن ریگی چک شنید بالضرورت در رنگ کھویہامہ نزول نمود و اسباب و یراق خود را در رنگ گذاشتہ بلشکر مرزا حیدر متوجہ شد۔ و در اردوئے ملک عیدی رینہ وسیلہ گرفتہ بمرزا حیدر ملاقات نمود و مرزا حیدر بخاطر ملک عیدی رینہ بتعظیم و تکریم تمام بحضرت شیخ صحبت پیش برد و دراں وقت ملک عیدی رینہ در حمایت و امداد و اعجاز حضرت شیخ تقصیر نہ نمود۔ اما در آخر کار ازاں برگشت و مرزا حیدر سستی حمایت ملک عیدی رینہ ملاحظہ نموده بارتکاب شہادت حضرت شیخ جرأت و جسارت نمود۔

و چون ملک ریگی چک شکست یافتہ در پرونچ نشست۔ سال دیگر با ملک کاجی چک اتفاق نموده از راه حویل (چوپل) بکشمیر در آمدند و در کوه گوری مرگ (گلمرگ) نشستند و مرزا حیدر

جمعیت مغل و کشمیریان همراه گرفته ایشان را محاصره نمود و بعد از چندگاه جماعت ترکان بطریق شبخون بر ایشان ریختند و ملک کاجی چک و میر سید ابراهیم خان از آنجا شکست یافته باز بکوهستان هند گریختند۔

سلطان نازک شاه — و مرزا حیدر بعد از فتح گوری مرگ با ملک عیدی رینه و حسین اگرے اتفاق کلی و اتحاد کما ینبغی نمود. با وجودِ تغلبِ حکومت و تسلطِ دولت مرزا حیدر در مدتِ ایالت او نام شاهی و اسم سلطانی بنازک شاه مشهور و مجرا بود و چندگاه روئے دراهم و دینار نیز بنام سکه او مضروب می داشتند و مرزا حیدر نتوانست که دراهم و دینار بنام خود مضروب سازد۔

و در تاریخ سنه نهصد و پنجاه یکم هجری روز جمعه بیست و سیوم جمادی الآخر ملک کاجی چک در هند نزدیک دانه کله بمرض تب لرزه وفات یافت و لفظ "فوت سردار" تاریخ وفات او یافتند

مرزا حیدر کا قتل عام اور میر دانیال کی شہادت

و بسبب فوت این سردار سرکش که بحقیقت بادشاه طائفه چکان بود در قوم و قبیلهٔ ایشان تفرقه و پریشانی واقع شد و مرزا حیدر دست تغلب از آستین تعدی بدر کشید جماعتِ محبانِ اهل بیتِ رسول الله و زمرهٔ موالیان عَلِیٌّ وَلِیُّ الله اظهارِ عداوتِ بنیاد و غائتِ بغض و نهایت تعصب کار بدان مرتبه رسانید که بتخریب و تهدیم خانقاه متبرکه حضرت امیر شمس الدین امر نمود و دست طغیان بر قتل اهل اسلام و ایمان و سفک دماء ارباب ایقان کشود و در تاریخ سنه نهصد و پنجاه و پنجم هجری حضرت ریشی را شهید ساختند در هشتم ذی الحجه سنه مذکور که روز ترویه باشد۔

و در نهصد و پنجاه و ششم هجری به تتبع رفته حضرت شیخ دانیال را گرفته آوردند و آنحضرت را قریب یک سال در قید و زنجیر محبوس داشته بانواع تعذیب و ایذا ها. قریب هزار و پانصد اشرفی طلا از وگرفته. آخر از جهتِ دفع مطاعن و رفع ملاعن عبدالرشید خان در تصدیق کشتن و صدد قتل آنحضرت افتاد. و شیخ فتح الله بیشیِ خود آورده گواهانِ دروغ و شهود کاذبه از وے طلب نمود و آن مردِ ناخدا ترس خبث و جو نموده رشوتها داده جماعتی فساق و ملاحده آورد که نه در احکام شریعت گواهی ایشان مقبول و نه قواعدِ مروتِ اقوالِ ایشان مسموع می بود. ایشان را حاضر ساخته بعضے از ایشان بر سببِ رفض آنحضرت گواه شدند و بعض بر تزکیه و تنقیهٔ گواهان شاهد شدند و آنحضرت را در بیست و چهارم ماه صفر سنه نهصد و پنجاه و هفتم هجری بحکم قضاة

وقت قاضی حبیب و قاضی ابراہیم و قاضی عبدالغفور شہید ساختند و بعضے از مخلصان "دشت کربلا" تاریخ شہادتِ آنحضرت یافتند و شبانگاہ مخلص آنحضرت سرِ مبارکِ آں شہیدِ مظلوم را برداشتہ پنہاں کردہ در روزِ دوم مخلصِ دیگر بہ کشتی آمدہ جسدِ آنحضرت را برداشتہ جائے مدفون ساخت بعد از کشتنِ مرزا حیدر ہم بدنِ مطہر و سرِ مبارکِ آنحضرت جمع ساختہ در قبلہ گاہِ روضۂ حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی آنحضرت را دفن نمودند و عجب آنکہ مرزا حیدر بمصلحتِ ملکِ خود رادر کشتنِ آنحضرت نہ دیدہ بود و در ایام گفتگوئے قتلِ آنحضرت ملا عبداللہ بطریقِ تدبیر مانع کشتن شدہ بود۔ مرزا حیدر در جواب او گفتند کہ ما مصلحتِ مملکت و بقاءِ دولت و سلطنتِ خویش در کشتن او می بینیم و دفع تہمت و رفع بدنامی ما کہ بسبب طعنِ عبدالرشید خان گشتہ در قتل و کشتن او یابیم۔ فی الواقع خون ناحق و قتل بے گناہ آنحضرت سبب زوالِ دولت و موجب ویرانی مملکت و سلطنت مرزا حیدر گشت۔

کشمیریوں کی بغاوت اور قرا بہادر کی شکست

و باندک مدت دغدغۂ لشکر کشیدن و باعثِ فرستادن جماعتِ مغل بجانب محمد کوٹ در باطن او پیدا گشتہ و قرابہادر کہ مرزا را سردار لشکر ساختہ قریب ہزار سوار مغل و مجموع کشمیریاں ہمراہ دادہ۔ آخر رمضان سال مذکور از راہِ بارہمولہ بجانب محمد کوٹ رواں ساخت۔ ملک عیدی رینہ با نازک شاہ و خواجہ حاجی اتفاق نمودہ و برادران و جماعت حسین ماگرے را با خود موافقت ساختہ برائے ویران ساختن مغل و کشتن لشکر ایشان کمین گاہ می طلبیدند و جہت خواب کردن جماعت ترکان موضع تنگ سخت می جست۔ چوں محمد کوٹ رسیدند تنگی ہائی آں موضع و سختیِ آں راہ ہا برائے ویران ساختن لشکرِ مغل غنیمت دانستند و در ہمانجا سیزدہم شوال سال مذکور تمام امراؤ خواص و عوام کشمیر بر سر کوہ ہا و مواضع بلند گریختند و بعضے از ملک زادہ ہا مردم کوہی ہمراہ دادہ بر سر راہ ہائی کشمیر فرستادند تا راہ ہا آمدنِ کشمیر گرفتہ باشند۔ علی الصباح جماعت ہائی مردم کاری و مردان کارزاری از بلندیہا فرود آمدہ با لشکر مغل طریقِ جدال و راہ قتال پیش گرفتند و از ہر دو طرف دستِ محاربہ و بازوئے مقاتلہ کشادہ در جنگ تیر و تفنگ دادِ مردانگی دادند لشکر مغل تا نیمروز بہمان مردانگی بطریقِ قتال و جدال استادند و چون کمالِ دلاوری و شجاعت و نہایت مردانگی و مبارزتِ مردم کشمیری ملاحظہ نمودند۔ ناچار وقتِ اول پیشین راہی ہزیمت پیش گرفتہ بجانب برپل گریختند و وقت زوالِ آفتاب دولتِ مغل

زوال نموده و مردم کشمیری تا یک فرسخ راه دنبال ایشان می رفتند و در راه هزیمت جمعیتی
کثیر از مغل مقتول و مجروح شدند و از یک فرسخ راه امرائے کشمیر برگشتند و کیچم خان جمله کوهیان
همراه گرفته تا برپل دنبال ایشان می رفت تا جمعیت ایشان را پریشان سازد و اسپ و یراق
ایشان را بیارد جماعت مغل چون برپل رسیدند جهت استحکام جمعیت قلعه را پناه گرفته متحصن
شدند و کیچم خان با جمله کوهیان گرد آن قلعه نتوانست گشت. لاجرم ملک عیدی رینه و امرایان
کشمیر اعلام نمودند که قریب چهار پانصد سوار جرار همه اهل شمشیر و نیزه گذار برپل رسیدند و جمعیت خود
را بسلامت بآن سرمنزل رسانیدند. و اگر شما بجانب پرونچ میروید آن جماعت مغل ناچار راه کشمیر
پیش گرفته بخدمت مرزا حیدر خواهند رسید و ملک عیدی رینه از محمد کوٹ بجانب پرونچ متوجه
شده بود که این خبر باو رسید و تمام لشکر کشمیری مضطرب و بے قرار گشتند که اگر آن جماعت پیش
میرزا حیدر برسر برسد کار و بار ما مشکل خواهد شد. ناچار تدبیر و اتفاق نموده شمس الدین ملک
نجی ملک جماعت خود همراه گرفته محمد خان و حسین ماگرے و جماعت ماگریان با خود گرفته و
پسران خواجه حاجی با جماعت خود برپل روان شدند و ملک عیدی رینه و امرایان کشمیر با سائر
لشکر بطرف پرونچ متوجه شدند و آن جماعت که بجانب برپل رفته بود. چون برپل رسیدند جماعت
مغل متحصن بودند. محاصره قرابهادر مرزا و قطب علی کوکه و محمد لنظر بیدل گشتند و تدبیر نمودند که
با کشمیریان طریق مصالحه پیش گیریم و بعضی از ایشان مانند سید مرزا و مرزا علی کوکه و دولت علی کوکه
و قطب علی دیوانه و غیرهم مصالحه قبول نه کردند و گفتند که کشمیریان چندین سال تدبیر کشتن ما کرده
بیکدیگر اتفاق نمودند و قصد خون ما ورزیدند و بسبب تملق و ازرائے ما بر ما مشفق نخواهند شد و هر
که از جماعت مغل شجاعت و مبارزت داشته باشد همراه ما بیاید که فردا بجانب ولائت گکهر روان
شویم و هر که بے دل و نامرد باشد همراه قرابهادر مرزا برود. و صباح روز دیگر قرابهادر جماعتی
از مغل همراه گرفته بطریق مصالحه و تملق بجانب کشمیریان روان شدند. چون نزدیک لشکر کشمیر
رسیدند تمام مردم کوهی و پیادهائے کشمیر برسر ایشان ریختند و با اسباب و یراق ایشان آویختند
و دست بر قتل و کشتن ایشان کشادند و روئے بغارت و تاراج ایشان نهادند و سید مرزا جماعتی
همراه خود گرفته در هنگام غارت مغل از قلعه برآمد و شمشیرها علم کرده بجانب ولائت گکهران روان
شدند و تاراج کردند. مغل یک میل راه گریختند و از عقب ایشان کشمیریان نتوانستند رفت

و جمعی از مردم کوهی بدنبالِ ایشان فرستادند و بگرد ایشان هم نرسیدند. و آنجماعت بصحت و سلامت خود را در پیش آدم سلطان رسانیدند. و از آنجا بجوانب و اطراف رفتند و لشکر کشمیریان جماعتِ قرابهادر را بعضی را کشتند و بعضی اسیر گرفته متوجه پرونچ شدند و چون در اردوی ملک عیدی رینه رسیدند با مردم امرا اتفاق نموده سر کس را از آن جماعت نگاه داشتند. قرابهادر و قطب علی کوکه و محمد نظر و باقی مغل قریب شصت کس را دستها بریدند و بعضی از ایشان در همان نجا مردند و بعضی بجوانب و اطراف متفرق شدند و ملک عیدی رینه از راهِ هیره پور عازم کشمیر شد و میر سید ابراهیم خان و غازی خان را با خود ملحق ساخته و رسولان و ایلچیان بملک دولت چاک فرستاده تا او هم از ولایت نوشهره بتعجیل تمام بیاید و خود را از راهِ هیره پور بکشمیر در آمد. و بعد از یک روز ملک دولت چاک نیز رسید و جمعی کثیر از مردم کشمیر جمع شده. میر سید تبالی و تدبیر متوجه شهر شدند و دران وقت مرزا حیدر با مداد مدبران و مشیرانِ خود مشورت نمود و جماعتی از مغل در اندرکوٹ جهتِ محافظتِ عوراتِ خود گذاشته قریب هزار سوار با خود جمع ساخته و جمعی کشمیریان هم همراه گرفته متوجه لشکر کشمیر شد.

کشمیریوں کا اتحاد عمل اور مرزا حیدر کا قتل

و مخفی نخواهد بود که چون به مقتضائے قضائے ربانی و تقدیر سبحانی دولت و اقبال مرزا حیدر دران وقت روئے تافته بود و لشکر وے هر جا که در نواحی کشمیر بود شکست و انهزام یافت و از آں جمله ملا قاسم و ملا باقی که از امرائے عظام او بودند و ضبط ولایتِ تبت می نمودند و در هنگام صولت سرما مردم تبت اتفاق نموده. ملا قاسم را با جمیع کثیر بقتل رسانیدند و ملا باقی گریخته پیش مرزا حیدر وقتی رسید که مرزا از اندرکوٹ بر آمده بود و این خبر هم داغی بر داغی فزود و مولانا عبدالله سمرقندی که او هم از امرائے معتمد الیه مرزا حیدر بود بضبط ولایت پکهلی رفته بود. او هم از آنجا شکست خورده باستماع خبر محمد کوٹ بدل گشت و بجانب کشمیر هزیمت نمود و چون نزدیک قصبهٔ بارهموله رسید کار او هم بدست ناخداترسی چند افتاد و آں هم بقتل انجامید و مرزا حیدر در شهر رسیده خبر کشتن او شنید و آں هم علاوه داغهائے گردید ؎

فریاد ز جور و ستم چرخ کبود ۔۔۔ هرگز گره بسته را کس نه کشود
هر جا که دل یافت که داغی دارد ۔۔۔ صد داغ دگر بر سر آں داغ فزود

مرزا حیدر با وجودِ طلاطم این چنین احزان و تراکم این نوع غموم آهسته آهسته بجنگ کشمیریان نزدیک
می شد تا که در قریهٔ دتھوره نشست و لشکر کشمیریان هم نزدیک آمده قریب قصبهٔ خانپور قلعهٔ ما نر
مقام کردند و مرزا حیدر با امرایان کار دیده که بعقل داری پسندیده بودند در باب محاربه و مقاتلهٔ
کشمیریان مشورت نمود و کنگاش و تدبیر ایشان چنان قرار یافت که بر سر کشمیریان شبخون باید شتافت
که بگر و در حالت غفلت کاری برایشان توان ساخت. آخر در همان شب که لشکر کشمیریان در قلعهٔ
مذکور منزل کرده بود مرزا حیدر قریب هفتصد هشتصد سوار مکمل همراه گرفته بر سر ایشان تاخت و چون
بپایان قلعه رسیدند تمام مردم مغل در همانجا استادند و همراه مرزا زیاده از سی سوار بالا بر نیامدند و
آن جماعت هم در اثنای راه ماندند و مرزا حیدر هفت و هشت کس همراه گرفته بمعرکهٔ مقاتله و محاربه
درآمد بقضائے الٰہی در همان شب که شب هشتم ذی القعده بود سنه نهصد و پنجاه و هفتم هجری مرزا
حیدر بزخم نیزهٔ کمال دونی بقتل رسید و باقی تمام لشکر ایشان گریخته باندرکوٹ رسیدند و مدت
حکومت مرزا حیدر در کشمیر ده سال کامل بود.

دولت چک کے ہاتھوں افغانوں کی شکست

و بعد از مرزا حیدر ملک عیدی رینه در سال مذکور حاکم
کشمیر شد و برسم پادشاهی سلطان نازک شاه را در قصر
سلاطین نشاند. اما حکومت مملکت عیدی رینه می کرد
و در مدت حکومت وے هیبت خان نیازی با برادرانِ شجاعت شعار از کوهستان جموں بعزم
گرفتن کشمیر متوجه شد و ملک دولت چک در حین استماع این خبر به تعجیل تمام جماعت امرایان
خود و خواجه حاجی همراه گرفته عازم جنگ ایشان شد و بکوهستان بانہال درآمد و ملک عیدی
رینه و حسین ماگری تعلل نموده آهسته میرفتند و ملک دولت بسرعت تمام تر پیش رفته عقبهٔ با
کرسکو نشست و سرِ راهِ ایشان گرفت و هیبت خان از راه تربل گذشته بر عقبه که مقابله با کرتنکو
(کذا) خود منزل کرد. چنانچه علادها آتش یکدیگر میدیدند و ملک دولت چک لشکر خود از دو راه[۵]
بجنگ ایشان فرستادند تا در روز دیگر از صبح تا نماز پیشین جنگی سخت و محاربهٔ عظیم نمودند و دادِ مردانگی
دادند و هر چند در وادیِ شجاعت و مبارزت و پیشهٔ مهارت و شهامت در تمام ملک هند مانند و
نظیر نداشتند اما از دست بردِ قضا و قدر دست از حیات خود برداشتند با وجود آنکه معدود وے
چند بیش نبودند با قریب ده هزار از مردم کشمیری و کوهی محاربه و مقاتله نمودند و از صبح تا پیشین بکمال

شجاعت و شهامت بمقابلهٔ آں جماعت استادند و آخر از کثرت زخمهائی تیر و تفنگ بشدت منازعت و جنگ از پا در افتادند. تمام جماعت ایشان در همان معرکه بقتل رسیدند و بغیر از دو کس از ایشان زنده بیرون نیامدند و امرائے کشمیر سرہائے ہیبت خان و سعید خان و شهباز خان گرفته پیش ملک دولت چک رسیدند و ملک دولت چک آں سرہا را پیش سلیم شاه در هند فرستاد و در وقت ارسال و حین کتابت قاصد را عرضداشتِ خود بنام نازک شاه شمس ملک و نجی ملک که از قبل ملک عیدی رینه همراه ملک دولت چک بودند. هیچ اتفاق نه کردند و ملک ایشان را در دادی مشورت آں دخل هم ندادند و نائیره حسد و کینه ایشان که بسبب مخالفت و منازعت سابقه افروخته بود و ایں بے اتفاقی علاوه اشتعال فساد و عناد نمود.

ساتواں باب

سلاطین چک

و طائفهٔ چکان بسبب این فتح و ظفر سر تکبّر و گردن تجبّر افراخته متوجّه کشمیر شدند و چون
به کشمیر درآمدند در پرگنهٔ ویرناگ با ملک عیدی رینه ملاقات کردند و حسین ماگرے بداں جا هم نه
رسیده بود۔ ملک عیدی رینه از آنجا فرود آمده در فکر و تدبیر ویران ساختن چکان افتاد تا
آنکه جمیع طوائف کشمیر از مردم کوپواره و ماگریان و سیدان بیهقی وغیرهم که اهل دولت و صاحب
مکنت بودند با خود ملحق ساخت و در ماه رمضان سنه نهصد و پنجاه و هشتم هجری نبوی ویران
کردن چکان پرداخت تا یک شبی شمس ملک دنجی ملک و خواجه حاجی با بهرام چک و یوسف
چک اتفاق نموده جماعتی از فرزندان چکان همراه خود گرفته پلهائے شهر را بریدن و ملک
دولت چک و غازی خان مبارزت نموده میر سید ابراهیم خان و حسین ماگرے گرفتند و
باقی جماعت ایشان همه بجانب ملک عیدی رینه گریختند و ملک دولت چک و غازی خان
به آن جمعیت اندک در مقابلهٔ جماعت کثیر ایشان ثبات قدمی نمودند۔ و میر سید ابراهیم
خان و حسین ماگرے را محبوس ساخته باستمالت و استمداد بعضی از مردم عیدی رینه پرداختند
و بعد از روز چند فتح ملک دلسی ملک دلو هر ملک و یوسف چک را با خود متفق ساخته بجانب

ملک دولت چک آمدند و ملک دولت روز دیگر از آب گذشته بر سر ایشان رفتند و ملک عیدی رینه منهزم شده رو بگریز نهاد و به جنگل شمه ناگ در آمد و همان جا بیمار گشته بعد از چند روز او را بشهر آوردند و در شهر رسیده بعد از چند روز فوت کرد۔

زہے بے وفائی دنیائے غدار که مرزا حیدر ناخدا ترس خون حضرت شیخ دانیال را در عهده احوال او را مصلحت ملک گویا بگردن خود گرفت و گواهان دروغ را رشوتها داده بفریب ملا فتح الله را اغوا و گمراه ساخته آنحضرت را بدرجهٔ شهادت رسانیدند و خون آنچنان بزرگے دیده و دانسته بگردن خود گرفت بطمع آنکه دولت دنیا باو باقی و پاینده باشد و بعد از شهادت آنحضرت بحکم الدم لاینام زیاده از نه ماه نتوانست زیست و ملک عیدی رینه همچنین در خون و سفک دما مغل کوشید بامید آنکه چندگاه سلطنت ممالک کشمیر حکومت و ولایت باو مسلم باشد و بعد از قتل مرزا تمام یکسال نتوانست بود ؎

کنج بقا نیست درین خاکدان مغز وفا نیست درین استخوان

هرچه درین مائدهٔ خرمیست کاسهٔ آلوده دوستی تهیست

هرکه ازو خورد دهانش بسوخت
وآنکه ازو گفت زبانش بسوخت

دولت چک

القصه بعد از ملک عیدی رینه در تاریخ سنه نهصد و پنجاه و هشتم هجری ملک دولت چک حاکم این ولایت و والی مملکت گشت و میر سید ابراهیم خان را استمالت نموده جهت تقویت و تمثیت سلطنت خود نسبت خویشی با فرزند ایشان درست ساخته آن جماعت را از خود ساخت و حسین ماگرے را نیز از قید و حبس خلاص ساخت۔

و در عهد حکومت وے از دست اهتمام و مساعی جمیله آن ملک نیک نفس کارے چند ساخت و دو سه بقعهٔ متبرکه شریفه پرداخته شد که در دنیا موجب نیکنامی و در آخرت مستلزم سعادت و مغفرت او خواهد بود۔

میرزا انیال شہید کا تابوت زڈی بل میں

یکے از آن جمله آنست که باوجود شرکت ملک عیدی رینه در مملکت کشمیر تابوتِ

منوّرِ حضرت شیخ دانیالِ شهید را بشهر آوردن رخصت داد و چون تابوتِ آنحضرت نزدیک شهر رسید، خبرِ آن پیشتر فرستادند تا مخلصان و محبان باستقبالِ تابوتِ منور بیایند۔ چون خبرِ آن رسیدن در آن وقت ملک دولت سعادت یار با ملک عیدی رینه و غازی خان در عیدگاه بودند و چون خبرِ تابوت رسانیدند ملک عیدی رینه برخاسته شکایت کنان بخانهٔ خود رفت و غازی خان از ترسِ عداوت و بیمِ مخالفت ملک عیدی رینه بملک دولت چک مخالفت نموده به منزل خود رفت و ملک دولت چک سعادت یار بعزّتِ تمام از عیدگاه برخاسته متوجهٔ تابوتِ آنحضرت شد و از نهرِ شهر به کشتیها سوار شده باستقبالِ تابوتِ آنحضرت شده تابوتِ منوّر آنحضرت بشهر در آورده در مرقدِ منوّرِ پدرِ بزرگوارش دفن کردند و زیارتگاهِ محبّان و مخلصان ساختند۔

خانقاہِ زڈی بل کی تعمیرِ نو

و دیگر از آن جمله آنست که مرزا حیدر گورگان بسببِ تعصب خانقاهِ متبرکه بلکه تمام بقعهٔ شریفهٔ حضرت امیر شمس الدین محمد عراقی را منهدم و ویران ساخته بود و ملک دولت عالی همت آن خانقاهِ متبرکه را بمساعیِ جمیله عمارت نمود و به مرمت و آبادیِ ساختنِ آن اهتمام فرمود و در تاریخ سنه نهصد و پنجاه و نهم هجری که بقعهٔ متبرکه را با تمام رسانید و برائے مددِ معاشِ فرزندان و اولاد و احفادِ حضرت شمس الدین محمد عراقی چند دهی از وقفیاتِ قدیمه مخلّص ساخت و مجاوران و عاکفانِ آستانِ ملائک آشیان را بوظائف و ادرارات بنواخت تا آن خانقاهِ متبرکه باز بطریقهٔ قدیمه بجلوسِ اهلِ اربعین و احیارِ احکامِ اسلام و قواعدِ دین و آداب و ارکانِ عبادات اربابِ یقین معمور گشت و به مواظبتِ اوراد و اوقاتِ جمعه و جماعت در خمسِ صلوات و سائرِ وظائف و اذکار و طاعاتِ لیل و نهار بدستِ اهتمامِ آن ملک سعادت یار آباداں شد۔

سلسلۂ ہمدانیہ کا احیاءِ نو اور مذہبی رواداری

و دیگر از آں جمله است که چوں مرزا حیدر از غایتِ انکارِ طریقِ مستقیمهٔ نوربخشیه بلکه سلسلهٔ قدیمهٔ همدانیه را ازین ممالک بکلّیه محو و معدوم ساخته بود چنانچه در تمام این ممالک از آں سلسلهٔ شریفه هیچ اثری باقی نمانده بود و قریب هشت سال هیچ کس از اهالی و موالیِ این ممالک دم از آں سلسلهٔ علیه نتوانستند زد بلکه از کمالِ تعصّبِ خود مذهبِ شافعی که

کہ تمام اہل عالم از شرق تا بغرب انکار آں مذہب نتوانند کرد۔ مردم ایں ممالک را منع می کرد کہ ہیچ کس شافعی المذہب ہرگز نباشند وماسوی مذہب حنفیہ تمام مذاہب را محو ومنسوخ ساختہ وملک دولت سعادتمند بہمت بلند خود باز سلسلہ علیہ ہمدانیہ را برپا ساختہ وتقویت وتمشیت حضرت بابا حسن پرداختہ تا کہ آنحضرت خانقاہی وچلہ خانہ عمارت نمودہ در تربیت وترویج سلسلہ ہمدانیہ اہتمام تمام ومساعی لاکلام فرمود وجمیع از درویشان وصوفیان عالیشان آں سلسلہ علیہ کہ دریں مملکت زندہ بودند ہمہ را حج کردہ باربعین نشاندو رسوم وقواعد سلسلہ ہمدانیہ وشرائط آداب طریقہ سنیہ نوربخشیہ باز زندہ واحیا ساخت۔ وآں ملک سعادتمند در تمام ممالک خود حکم فرمود کہ ہر کس از اہالی و موالی بہر مذہب کہ خواہد باشند وہیچ کس بر دیگری تحکم وتکلیف نہ کنند ومزاحم باکدیگر نشوند۔

خانقاہ حسن آباد کی تعمیر

ودیگر ازاں جملہ آنست کہ حضرت بابا حسن خوبی مواضع ونیکوئی بسیار منازل ملاحظہ نمودہ منزل حسن آباد را برائی مرقد ومزار حضرت بابا اختیار فرمودند۔ وملک سعادتمند اموال خود خرج کردہ زمین ہا وباغات آں مواضع از دست صاحبان ومالکان آں اراضی بزرہا خریدہ وتابوت حضرت بابا آوردہ ودر ہمانجا تدفین نمودند ومرمت وترتیب آں مواضع پرداختہ وتعمیرات وتحدیات جاہا را ہموار ومصفا ساختہ آں منزل را زیارت گاہ محبان ومطاف زائران ساختند وبعمارات مشغول شدہ۔ خانقاہی بآں وسعت وبلندی افراختند وہر یکے از فرزندان ارجمند حضرت بابا بعمارت منازل وبیوتات پرداختند وہر کدام از اولاد واحفاد ونبایر ونواسی آں حضرت در ہماں منزل رخت استعامت ولنگر اقامت انداختند۔

مسجد جامع میں دوازدہ معصومینؑ کے نام خطبہ

ودیگر ازآں جملہ آنست کہ از ترس تہدیدات وتخویفات مرزا حیدر ہیچ کس از مردم ایں ممالک نام ائمہ معصومین بر زبان نمی توانستند گرفت واز اغوا واضلال ملایان اینجا ذکر دوازدہ امام نمیکردند واطلاق امام برایشان گناہ ونامشروع میدانستند و اہالی وموالی ایں ممالک از نام ونشان ائمہ معصومین واسماء شریفہ ائمہ اہل بیت رسول رب العالمین چناں اجنبی وبیگانہ بودند کہ یک روز در مجلس حسین شاہ از قاضی حبیب اسمائے شریفہ معصومین پرسیدند وآنچناں بیگانہ بود کہ بعد از اسامی شریفہ حضرت امیر المومنین

امام حسنؑ و امام حسینؑ بغیر از نام حضرت امام جعفر صادق نام کسے نمیدانست و ہیچ یکے از آئمہ باقی بنام نگرفته چه جائے آنکه ترتیب نسب و تعظیم منصب ایشان. می دانست و تمام اہل مجلس از نادانی و بیگانگی او حیران ماندند و ایں ملک دولت چک سعادتمند در عہد حکومت خود در مسجد جامع فرمود تا خطبه دوازده امام بخوانند و ازاں باز بطریقی که در زمان حیات حضرت امیر شمس الدین محمدؒ عراقی می خواندند ہم در مسجد جامع و ہم جا ہائے دیگر خطبه دوازده امام میخواندند و ذکر ائمه معصومین میکنند و نمے ترسند و امید صادق است که شوارع ایں اعمال و نتائج ایں افعال یوم لا ینفع مال و لا بنون سبب نجات و وسیله درجات آں حمیده صفات خواہد بود۔

دیگر بباید دانست که تا عہد حکومت ملک دولت دریں ولایت برسم شاہی و رسم سلطانی سلطان نازک شاه قائم و برپا بود و در عہد ملک مشارالیه او را از سلطنت عزل نموده بجانب کوہستان ہند فرستادند و سلطان اسماعیل شاه را بجائے وے بپادشاہی نشاندند۔

و مدت حکومت ملک دولت چک زیاده از چار سال نبوده دریں چهار سال چند نوبت میان وے و میانِ غازی خان کار به مخالفات و منازعات کشید و آخر آں مخالفات را بمصالحه و مداہنه انجامید و بعد از چهار سال بعضی ازیں اعمام و اقارب و جماعتی از اغیار اجانب اتفاق نموده میانِ ملک دولت چک و غازی خان آتش فتنه و نائرهٔ عناد افروختند و غازی خان و برادرش حسین ملک را انواع عذر و حیلها آموختند که در غرهٔ ذی الحجه سنه نهصد و شصت و دوم ہجری ملک دولت را قصد کردند تا در کوه بهاگ بگیرند و ملک دولت چک بشکار مشغول بود که بر عذر و قصد ایشان مطلع شد و از کشتی برآمده بجوه بهاگ بالا رفت و غازی خان لشکر خود را در تمام بهاگ بجست و جوئی وے فرستاد و ملک مذکور را از کوه گرفته آوردند و آنجماعت که موقد ایں نائره و باعث ایں فتنه بودند دو روز در پی حسین چک افتادند تا غازی خان ملک دولت را زنده و سالم نگاه نه دارد۔ بعد از دو روز غازی خان را غول و غوی[1] ساخته۔ ملک دولت چک را چشمها کندند و آنچناں سعادت

---

[1] گمراه۔

مندے را درہا ویۂ ہلاکت واعمی انگندند و آں چناں میر سید ابراہیم خان از حشم و خدم معزول کرده پسر وے میر سید مبارک خان را بجائی وے نشاندند۔

غازی شاہ

و در تاریخ مذکور غازی خان حاکم ایں ولایت و والی ایں مملکت شد و در اوائل بہار باز ہماں جماعت اقارب وا جانب کہ کار ایشان جز فتنہ انگیزی و شیوۂ ایشان بغیر از خونریزی نہ بود۔ بایکدیگر اتفاق نمودہ می خواستند کہ غازی خان و ملک حسین را بکشند و والی ایں دیار شوند۔ اما تدبیر ایشان موافق تقدیر نیفتاد و غازی خان بر عذر و قصد ایشان واقف گشتہ مردم بہ طلب ایشان فرستاد و نصرت چک و یوسف چک پسر ریگی چک و شنکر ملک را بپیش خود طلبید و سخن ایں فتنہ بر ایشان اظہار نمود و بہ سخن ہائی ملائم ایشان را دلاسا می داد تا برادران و جماعت ایشان رسیدہ نشوند و ایشان را بپیش خود موقوف داشت و رخصت نہ کرد کہ بجا بہاء خود مراجعت کند و صباح برادران نصرت چک و جماعت وے بلہاء شہر بریدہ بیک طرف شہر بمنازعت و مخالفت استادند و صباح غازی خان بر سر ایشان رفت و از آب شہر بکشتی ہا گذشتہ ایشان را منہزم و مقہور ساخت و برادران نصرت چک و بعضی از جماعت ایشان بقتل رسانید و نصرت چک را محبوس ساخت و بعد از چندگاہ یوسف چک پسر ریگی چک را ہم گرفتہ در حبس و زنجیر انداخت۔

و بعد از مدتی جماعتی اتفاق نمودہ مثل شنکر چک و بہرام چک وغیرہ ہم جمع شدہ در قصبۂ سوی پور بجنگ محاربہ استادند و غازی خان بر سر ایشان رفتہ آں جماعت را منہزم و مقہور ساخت و بہرام چک را از کوہ بہامہ گرفتہ آورد و بقتل رسانید و یوسف چک را چشمانش میل کرد۔ اما بقدرت ایزد متعال چشمہار یوسف چک درست و سالم ماندند و بعد از چند روز از بند گریختہ بہندستان و برادرش ابراہیم چک را ہم مقتول ساخت و مملکت کشمیر را با برادران خود ملک حسین چک و علی چک یک قلعہ ساخت۔

مغل افواج کی شکست

و در عہد خود از کمال جرأت و مردی لشکر ہائے مغل را کہ با جمعیت جماعت کشمیریان متفق شدہ بر سر وے آمدہ بودند۔ چناں منہزم و ویران کرد کہ صیت شجاعت و نام دلاوری وے در لکہ ہند افتاد۔ یکے از آں جملہ آنست کہ

میران سید شاہ ابوالمعالی کہ خیال گرفتن ہند در سر داشت و با جلال الدین اکبر و بیرم خان مخالفت و منازعت می ورزید جماعتی کثیر از امرای کشمیر اتفاق نموده او را ہمراہ آوردند و از راہ بارہمولہ درآمدہ متوجہ شہر شدند لیکن با وجود آنکہ جمیع طوائف کشمیر از صغیر و کبیر در ان لشکر متفق و جمع بودند و ہمراہ غازی خان بغیر از دو برادرانش و فرزندان و جمعیت وے کسے دیگر نبود و نصرت چک را در بند زنجیر ہمراہ گرفتہ و میر سید ابراہیم خان را بملائمت و دلاسا درآمدہ۔ بنت خود را بہ برادر زادۂ ایشان نامزد فرمودہ عہود استمالت نمودہ باستقبال جنگ ایشان رفت و در قریۂ ہانجی ویرہ ہر دو لشکر بہم رسیدند و از کمال شجاعت جنگے بزرگ نمودہ ایشان را مغلوب و منہزم ساخت و دران جنگ لسی چک و ہسی چک پسران زینی چک و جمعی کثیر از اہل کشمیر بقتل رسیدند و جماعتی بزرگ از مغل بقتل رسانید کہ سالہا ترس و ہراس آن جنگ در دلہائے مغل ماندہ بود۔ و شمس رینہ پسر عیدی رینہ را از جنگل گرفتہ آوردند و او را ہم مقتول ساخت و بحکومت کشمیر باستقلال و استبداد پرداخت و جمیع سپاہان خود را بانعامات بنواخت۔

قرا بہادر اور مغلوں کی شکستِ فاش

و دیگر از آن ست کہ بعد از چند سال خواجہ حاجی و نجی ملک و یوسف چک اتفاق نمودہ قرا بہادر را با جماعتی از مغل ہمراہ گرفتہ از راہ نوشہر بقصد کشمیر درآمدند و این غازی خان برادران و میر سید ابراہیم خان و جمعیت خود ہمراہ گرفتہ از راہ ہیرہ پور متوجہ جنگ ایشان شد و از بہرام گلہ تا سوپل ہمہ سرکوہ ہا را احاطہ نمود و دران وقت فتح و لوہر چک در کوہستان پرونچ بودند و ایشان باشیران خود تدبیر نمودہ با غازی خان ملحق شدند و بہ لشکر مغل نرفتند و نصرت چک ہم دران محل در ہند بود۔ وے ہم بہ غازی خان پیام و پیغام فرستاد کہ من پیش غازی خان بیایم و بقتل و بہ مغل ہمراہ نشویم باین و بسبب لشکر مغل بیدل گشتہ در راجوری درماندند و مجال پیش آمدن نیافتند و غازی خان بر سر ایشان فرود آمدہ جنگ بزرگ انداخت و در لشکر مغل ہم جوانان خوب و مبارزان دلاور مانند کوچک بہادر و غیرہ بسیار بودند۔ از چاشت تا نماز پیشین جنگ عظیم کردند و از ہر دو طرف مردم بسیار بقتل رسیدند و آخر بعد از نماز پیشین ہزیمت در لشکر مغل افتاد و مردم بسیار از ایشان کشتہ شدند و سرداران ایشان بصد حیلہ از ان معرکہ خود را بہ ہند رسانیدند و غازی خان با لشکر برادران بفتح و فیروزی بکشمیر درآمدند و این ہر دو جنگ با لشکر مغل از کارہائی حسابی غازی خان

واقع شدند و باقی در ظلم و تعدی رعایا و دمار و خون ریزیها و بنیاد رسوم چشم کندی و قطع اعضاء مردم و کشتن اجانب و اقارب هیچ احدی در عهدی معلوم دیاد ندارد که مثل او دیگری بوده باشد۔

حبیب شاه

و دیگر معلوم باشد که در عهد غازی خان تا با دوام که سلطان اسماعیل شاه در حیات بود برسم و اسم پادشاهی در قصر سلاطین ماضی نشسته بود۔ چون او وفات یافت حبیب شاه پسر شمس شاه به سبب خواهرزادگی غازی خان او را بجائے اسماعیل شاه نشاندند و آخر چون دانست که وے لیاقت مجرد اسم شاهی هم ندارد و دغدغهٔ اطلاق این رسم بر خود دید اگر دو خواست که بر سریر سلطنت و تخت حکومت باستقلال بنشیند با برادران و مشیران خود مشورت نموده بتاریخ سنه نهصد و شصت بر سریر سلطنت و حکومت نشست و از طائفهٔ چکان او بود که رسم سلطانی و اسم پادشاهی بقول و تبیله خود رسانید و از اولاد و احفاد سلطان شمس الدین بعد از دویست و هشت سال سلطنت کشمیر بطائفه اولاد لنگر چک انتقال نمود و مدت تمام حکومت و پادشاهی غازی شاه نه سال بود و بعد از نه سال علت جذام بر وے غالب گشت و بسبب غلبهٔ آن مرض بینائی چشمش خلل پذیرفت و تخت سلطنت و امر حکومت را به برادر مادری خود حسین شاه تفویض نمود۔ بعضے از امرایان و مقربان او را از آن کار پشیمان ساختند و خواست که تصرف حکومت از وے باز ستاند تا کارهائے ایشان بمنازعت کشید۔

نوشیروانِ عادل سلطان حسین شاه

حسین شاه بعضی از امرایانِ او با خود ملحق ساخته بتاریخ سنه نهصد هفتاد و یک امر حکومت و تخت سلطنت از وے بزور کشید۔ و او را معزول ساخته بخانهٔ خود نشاند و این حسین شاه در اوائل سلطنت خود طریقهٔ رعیت پروری و قواعد معدلت گستری چنان مرعی داشته که اهالی و موالی این مملکت بسبب تظلم و بیدادی بهار غازی شاه او را "نوشیروانِ عادل" پنداشتند و بعضی از شعرا بعدل و احسان او را دیده۔ تاریخ جلوس بر سریر سلطنت "خسروِ عادل"[1] گفته اند۔ بعد از چندگاه بعضے از آن جماعت که میانِ غازی شاه و ملک و دولت نائرهٔ فتنه و عداوت افروخته بودند و از دستِ غازی شاه زنده و سلامت مانده بودند۔ و با یکدیگر متفق شده

---

[1] سنه ۹۷۱ هجری۔

در تدبیرِ فکرِ دیران ساختنِ حسین شاه افتادند و حسین شاه بر مافی الضمیر ایشان اطلاع یافته۔ بعضے از ایشان را مواخذه نمود۔ واحمد خان پسرِ غازی شاه ومحمد خان پسر ابدال ماگرے را کندن چشمها حکم فرمود و بعد از چندگاه بعضے از سخن چینان که شیوهٔ ایشان فتنه انگیزی بود فتح خواجه که پروردهٔ نعمت و سرفرازِ دولت حسین شاه بودند ومخاطب بخطاب خانِ زمان گشته او را با نواعِ سخن چینی ترسان و هراسان ساختند تا آنکه از ضرورت ترس جان خود بعضے از امرایانِ کشمیر مانند فتح ملک پسرِ زینی چک وشمس دونی، وحیدر خان ولد ابراهیم خان وغیرهم با خود متفق ساخته۔ روزے فرصت طلبیده قصدِ کشتنِ بعض از معاندان ومخالفانِ خود کرد۔ روزی که حسین شاه بشکار رفته بود ومخالفان وخان زمان در دار الاماره بودند۔ وخان زمان فرصت یافته بر سر ایشان ریختند وایشان در حویلی بادشاه متحصن شدند وفتح چک وبهادر خان از بعضے گذرها کشاده در حویلی حسین شاه در آمدن وایزدِ تبارک وتعالیٰ ایشان را توفیق ظفر نه داده وهر دو مبارزان در همان جا بقتل رسیدند وخان زمان وشمس دونی منهزم شده رو بگریز نهادند و جماعتی که از دنبال ایشان تاخته بودند۔ خان زمان وحیدر خان را از اثناءِ راه گرفته آوردند وحسین شاه بقطع اعضاءِ او حکم نمود ومبارز خان را به منصب ومسند او نشاند۔ او بعد از چندگاه لسبب تعصب مذهب در صددِ عذر وقصدِ حسین شاه افتاد وچون حسین شاه بر کیفیت عذر وعزم او اطلاع یافت او را گرفته دست وپائش را قطع کردن فرمود وهمراه وے لوهر ملک را هم دست وپا بریده ونصرت چک که پیش از وے در بند وحبس بود همان روز فرمود تا چشمهایش کنند وآن جماعت که غازی خان را فریب داده در گرفتن وچشم کندنِ ملک ودولت چک اهتمام نموده بودند حضرت ایزد متعال جمله ایشان را با نواع بلا مبتلا گردانید وسر کلام من حفر بئراً لاخیه فقد وقع فیه اعلم بظهور رسانید۔

یوسف میرکا المناک قتل وبعد از چندگاه که لوی ملک را از مسند وزارت ومرتبهٔ حکومت عزل نموده۔ منصب حکومت را به علی کوکه تفویض نمودند وے به سببِ تعصبِ ملت وحمیتِ دین بطایفهٔ محبان وزمرهٔ موالیان نیک نه بوده در عهد حکومت او یکے از محبان که معروف ومشهور یوسف ایندر بود در اثناء راه به قاضی حبیب که در تعصب اهل بیت مشهور بود دوچار شد وقاضی حبیب از سر تعصب دشنامی برافضیان کشته

تیغے بر جانب او انداخت و یوسف میر ایند رہم از سر سادگی بقاضی دشنامی چند داد و قاضی از سر غضب تازیانہ بر سر او زد۔ یوسف میر چوں سپاہی پر غیرت بود۔ از سر غیرت خود شمشیر کشیدہ یک دو زخمی بر قاضی زد۔ چنانچہ قاضی مجروح و زخمی گشتہ از اسپ در افتاد۔ یوسف میر ایندر رو بگریز نہاد۔ این علی کوکہ بنا بر تعصب مردم بسیار در طلب او گماشت تا کہ او را از جائے گرفتہ آوردند۔ علی کوکہ و دتی کوکہ باہم اتفاق کردہ از حسین شاہ در حالِ مستی و چنین کیفیت و بیخودی رخصت گرفتند کہ ہر چہ قضات و مفتیان حکم کنند بامضاء رسانید۔ علی کوکہ و دتی کوکہ اہتمام نمودہ۔ قاضی موسیٰ و ملّا فیروز گنائی و ملّا یوسف الماس را حاضر ساختہ۔ از ایشان بکشتنِ او فتویٰ گرفتند و بقتل آں فقیر حکم کردند۔ مردمِ شہر آں فقیرِ بے گناہ را چناں بہ تعصب کشتند کہ پارچہائے گوشتِ او را مردم بہ خانہائے خود تحفۂ زنان و ہدیۂ عورتانِ خود بردہ اند و بسیار کسان خون آں فقیر را بجائے شربت نوشیدند۔ و قتل و کشتن آں فقیر موجب فتنۂ کثیر شدہ۔ ایں علی کوکہ و دتی کوکہ باتفاق جمع قضات و فقہا فتنۂ در خواب شدہ را بیدار ساختند۔ و جمعی کثیر را از مسلمانان در ورطۂ ہلاکِ دمار انداختند و جانہائے بسیار مردم را از جانبین در معرض تلف در باختند و حسین شاہ از جملہ ایں کارہا بے خبر و بے وقوف بودہ و بعد از قتلِ آں فقیر جماعتی از ملایانِ اہلِ سنت و جماعت برخاستند و خدمتِ قاضی زین و ملا رضی و لد ملّا سلیمان مفتی را پیش انداختند کہ ما با ایں جماعت ملّایان مباحثہ و مناظرہ کنیم کہ ایشاں بجہت شرعی یوسف میر ایندر را بکشتن دادہ اند و بہ ہیچ مذہب کشتنِ او جائز نہ بود۔ و ایں قضات و مفتیان بہ تعصب و عناد فتویٰ بکشتنِ او دادہ اند۔ او را بے موجب و بے جہت بقتل رسانیدند۔

شافعی و حنفی علماء کا احتجاج

ایں قاضی زین و ملّا رضی بجملہ امراء و خواص و مقربان حسین شاہ را خانہ بخانہ رفتہ ایں مقولات را خاطر نشان ساختند تا جملہ مقربان و ندمار و خواص و امرار ایں معنی را بسمع حسین شاہ رسانیدند۔ در حین ایں گفتگو میرزا مقیم از جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بطریق ایلچی گری دریں ممالک رسید و درہمین ایام فرزند ارجمند حسین شاہ کہ مسمّٰی باسم ابراہیم خان بود و در حسن و جمال بے مانند و بے مثال بود و در ہنرِ تیر اندازی و سواری و سپاہگری شبیہ و نظیر نہ داشت بمرض آبلہ جوچگی مریض شد و ہر چند کہ حکمار و اطبار بہ معالجات و مداوات او اہتمام نمودہ اند ہیچ علاجی او را مفید د

سودمند نیفتاد۔ تا بقضائی الٰہی از تنگنای دار الغفار رحلت نمود و فوت او ہم علاوہ ہمین گفتگوہا شدہ بہ حسین شاہ خاطر نشان کردند کہ سبب ریختن خون بے گناہ یوسف میرزر ندعزیز شما ضائع شدہ و حسین شاہ ہم از کشتن یوسف میر پشیمان گشتہ و ایں مباحثہ ملایان را بانصاف میرزا مقیم سپردہ کہ ایشان ایلچی و رسول حضرت جلال الدین اکبر بادشاہ عالم پناہ اند۔ ایشان منصف مباحثہ ایں ملایان باشند۔ تا مباحثہ ایشان بکجا خواہد انجامید۔

چوں ملایان اہل سنت و جماعت بحضور میرزا مقیم مباحثہ کردہ اند از اں جماعت کہ بکشتن یوسف میر فتویٰ دادہ بودند بقتل و حکم نمودہ دو کس حاضر بود۔ یکے ملا بچہ گنائی و دوم ملا یوسف الماس و باقی قضات مقضیات گریختہ پنہاں شدند۔ و چوں قاضی زین و ملا رضی بحضور مرزا مقیم و جماعتی کثیر از علماء و فضلاء و اعیان مملکت و امراء و ارباب شہر و از فقہا ملا بچہ گنائی و ملا یوسف الماس پرسیدند کہ شما حکم بکشتن یوسف میر و امر بقتل آں فقیر از کدام کتاب و بکدام مذہب کردید۔ بتقدیر آنکہ دو سہ زخم شمشیر بقاضی حبیب زدہ باشد۔ باوجود آنکہ قاضی حبیب بسبب آں زخم و جراحت نہ مردہ نخواہد مرد۔ شما حکم بقتل آں فقیر بمذہب حنفی کردید۔ اینک کتب حنفیہ حاضر اند۔ اگر بمذہب شافعی حکم کردید اینک کتب شافعی ہم حاضر ند۔ بیائید کہ بکدام مذہب حکم بکشتن او کردید۔ و بقول کدام مجتہد فتویٰ بقتل آں بیگناہ نوشتید باآنکہ در ملت مصطفوی و شریعت نبوی باتفاق ارباب اجتہاد و باجماع مجتہدان امصار و علماء بلاد و ولائت ہر جراحتی معین و قصاص ہر زخم مقرر و در کتب ہر مدرسے مسطور و در تصانیف ہر مجتہدے محرر است و شما بکدام مذہب آں فقیر را بے تقریب بکشتن دادید۔ ایشان ہر دو در جواب عاجز شدہ رجوع بحکم حسین شاہ کردند کہ منہی[1] علی کوکہ دوتی کوکہ با آمدہ اعلام کردند کہ حسین شاہ او را بہ جہت سیاست می کشند و شما ہم حکم بکشتن او بنویسید ما او را نکشتیم بلکہ بادشاہ او را بجہت سیاست کشتہ۔

حسین شاہ سوگندہا خوردہ کہ قصد کشتن او من نداشتم و قضیہ او را بقضات و علماء برائے آں حوالہ کردہ بودم کہ تا او را کسے نتواند کشت۔ چوں ایں نوع جواب حسین شاہ در آں محضر رسید آں ہر دو ملا لاجواب گشتند و علماء اہل سنت و جماعت کہ در آں مجلس حاضر بودند اتفاق نمودہ و

---

[1] یعنی خبر دینے والا۔

فتویٰ بمذہب امام شافعی نوشتند کہ بادشاہ ایں مملکت و قاضی عہد و مقتول ہمہ مذہب امام شافعی داشتند و بنا بر قصاصِ مذکور بنست ہمہ ملّایان اہل سنت و جماعت توقیعہا کشیدند و ایں فتویٰ را ہمہ صحیح الجواب نوشتند کہ ایں ہر دو ملّا بسبب حکم باطل و امر بقتل ناحق و بسبب ایشان کشتنِ مردِ بے گناہ مستوجبِ قصاص و مستحق قَوَد[1] شدند و قاضی عبدالغفور حنفی المذہب و قاضی زین الدین شافعی المذہب ہر دو باتفاق بوقعت ایں فتویٰ بقصاصِ ایشان حکم کردند و حسین شاہ آں ہر دو ملّا را بحکم قضات و فقہا، باولیائے خون یوسف میر سپردند۔ و الیان خون و طالبان قصاص آں ہر دو ملّا را بقصاص رسانیدند و باقی ملّایانِ بعضے بطرف لاہور و ہند رفتند و بعضے از آن باستشفاع شفیعان و حمایتِ ملوک و امراء باز بہ مناصب خود نشستند۔

شہنشاہ اکبر کا ارتکاب جرم

و ایں علی کوکہ و دتی کوکہ از یں قدر سنگ و مناہ ہیسر شدند و از ریختن ایں نوع خونہا تشنگی ایشان برطرف نہ گشتہ و بعلتِ چندیں خونہا صفرائی ایشان نہ شکستہ و منتظر فرصت و مترقب ہنگام استادند تا از کدام جا نائرۂ فتنہ و آتش آشوب توانند افراخت تا بعد از چندگاہ حسین شاہ تحفہ و تحیات و ہدایا و سوغات برائے پیش کش حضرت جلال الدین اکبر بادشاہ مرتب ساختہ۔ مرزا مقیم را رخصت و معاودت و مراجعت نمودند۔ و یعقوب میر را بطریق ایلچی گری از جانب خود ہمراہ ایشان کردند و علی کوکہ و دتی کوکہ ایں فرصت را غنیمت پنداشتہ از حسین شاہ رخصت گرفتند و خواجہ حاجی گنائی از جملہ اربابِ شہر و معتمد علیہ علی کوکہ و دتی کوکہ بود ہمراہ ایشان ساختند بہ بہانہ آنکہ خرجیات و بعضے از مایحتاج و سوغات از لاہو با ایشان بدہد و از عقب ایشان جماعتی از اراذل ایں دیار فرستاد برائے گواہیائے دروغ و شہادت ہائے زور برائے عبداللہ و شیخ عبدالنبی و قضات و ملّایان دیگر کہ در تعصب مذہب اہتمام داشتند کنا بہا و تحفہا فرستادند تا در کشتن مرزا مقیم و یعقوب میر اہمال و تقصیر نہ کنند و ملّا عبداللہ جماعتی از ملّایان ہمراہ گرفتہ جہت ہمیں مُہم باگرہ رفت و از جلال الدین اکبر بادشاہ رخصت گرفت و گواہان دروغ را تعلیم گواہی دادہ ہم مرزا مقیم و ہم یعقوب میر را

---

[1] قاتل کو قتل کرنا۔ مقتول کے عوض میں قصاص۔

بقتل رسانیدند خیال ایقادِ نائرۂ فتنہ کردہ اند و آتش شور و فساد انگیختہ اند کہ میر سید حسینی کہ از سادات صحیح النسب حسینی بود در ہمان فتنہ و غوغا بشہادت رسانیدند۔

آخر جلال الدین اکبر بادشاہ چون بسرحد کمال تعقل و فطانت رسید و بر کیفیت فتنہ انگیزی ہائے ملّا عبد اللہ و برحقیقت شور و فساد ملّایان وقوف و اطلاع یافت۔ تمام ملّایان را از لکہ[1] ہند اخراج کرد و بعضی را قتل و کشتن فرمود و ملّا عبد اللہ را ہم بجانب گجرات فرستاد و جملہ اہل فتنہ و فساد را از قلم رو خود بدر کشید و تمام ممالک ہند و گجرات از شر آن مفتیان و مفسدان پاک و بیغش ساختہ بانواع عدالت و آثار رفاہیت معمور و آبادان ساختہ کہ تمام فرقہ و اقوام و طوائف و اصناف انام از ارباب ملل و ادیان و عبدۂ اصنام و ارباب مذاہبِ اہل اسلام و اصحاب شرائع و احکام خواص و عوام بیکدیگر ملاقات و معاقدات می کنند و با یکدیگر تمدن و تعاون می نمایند و ہیچکس معترض کسے نمی تواند شد و کسے مجال نہ دارد کہ با کسے سخن مذہب و ملت یا اعتراضِ دین و شریعت کند۔

علی کوکہ کی متعصبانہ سازشیں

و این علی کوکہ و دنی کوکہ از این فتنہ و شر انگیزی تسکین و قرار نیافتہ بعد از چندگاہ کہ بر حسین شاہ مرضِ فلیج آغاز کرد۔ او را بانواع مکر و حیلہ بران رسانید کہ علی شاہ کہ برادر عزیز او بود و یوسف شاہ فرزند ارجمند آن سعادت مند بود و سید مبارک خان کہ یکی از مبارزان بکان پیوند او بود بگیریم و در بند و زنجیر اندازیم و یک فرزندے از فرزندان حسین شاہ بمسند سلطنت بنشانیم و مملکت کشمیر را ما ہر دو باتفاق یکی ملک متصرف و حاکم شویم۔ بعضی از ندیمانِ حسین شاہ این معنی بسمع علی شاہ رسانیدند و علی شاہ از ترس و حراسِ مکرِ ایشان گاہے بطرف مراج و گاہے بطرف کمراج بہانۂ سیر و شکار می رفت بعد از روزے چند بہ مصلحت و تدبیر میران سید مبارک خان بہانہ شکار از شہر برآمدہ در قصبۂ سوپور نشست و میران سید مبارک خان در شہر از روئے تدبیر و مصلحت ملکی بہ علی خان و ایبہ شاہ و لولی ملک بوند عہد و پیمان استوار کردہ محمد بٹ را جہت برآوردن آنہا گماشتہ خود از حسین شاہ مرخص شدہ عنان عزیمت بطرف سوپور معطوف نمود و علی کوکہ ازین معانی شعوری یافتہ دو سہ

---

[1] یعنی حصّہ

۱۸۷ / ۳۷۸۵

معتمد خود بطلب علی خان فرستاد تا او را بدرین خانہ آورده بند کند. علی خان از خانۂ خود برآمده بمردانگی
تمام متوجہ سوپور شد۔ کسانیکہ بطلب او آمده بودند واین خبر بہ علی کوکہ رسانید وعلی کوکہ مردم بسیار
بدنبال ایشان فرستاد کہ تا در اثنا رراه بایشان رسیدند و برادر علی خان ودولت چک چند کس
ہمراه خود گرفتہ بجنگ ایشان روئے نہادند۔ بمردانگی خود مردم متعصب را از خود دفع می کردند
تا کہ این دولت چک مردم بسیار از جانبین مجروح وزخمی شدند وعلی خان با جمعیت خود بہ سوپور
رسید۔ وایبہ شاه ہم درہمان روز از سیر ڈسکار گریختہ پیش علی شاه رسید وبعد از روزے
چند ابدال خان کہ در کوہستان پرو پخ بود واین خبر شنیده بہ تعجیل آمده بہ علی شاه ملحق شد ولولی
ملک ہم از شہر گریختہ با جمعیت و پسران از راه شہاب الدین پور پیش علی شاه رسید چون لشکر
بسیار پیش علی شاه جمع شد از قصبۂ سوپور برخواستہ متوجہ بجانب شہر شد ودران روز در موضع فتح
یاری علی شاه نزول فرمود وگنگاش وتدبیر علی کوکہ ودتی کوکہ باتفاق نجی ملک بران قرار یافت کہ بر سر
علی شاه شبخون باید شتافت مگر در حالت غفلت قوم کارے بر ایشان توان ساخت۔ دتی کوکہ مذکور
خبر این تدبیر فی الحال بموضع فتح یاری نزدیک علی شاه فرستاد وداؤد بٹ بلوکہ یکے از ملازمان
میران سید مبارک خان بود طلب نموده ازین حال اطلاع فرمود ؎

مبادا کہ رسم شبخون بود — خردمند داند کہ چون بود
یزکدار[1] بگذار امشب چنان — کہ یکدم نخسپد چو تیا رگان
اگر چشم برہم زنی بہر نوم — دران نوم برہم خورد جملہ قوم
ہمیں پند در گوش داری وبس — رہی خویشتن گیر واز کس ترس

داؤد بٹ با مبارزان لشکر خود در موضع ہانجی دیره رفتہ منتظر بآمدن لشکر مخالفان نشست۔
چون دران شب لشکر مخالفان شبخون تاخت بر سر لشکر علی شاه آوردند وخبر آن حال نزدیک
علی شاه فرستاد وخود بمحاربہ ومقاتلۂ مخالفان در آمد وجانبین مردم مجروح وزخمی شدند و
مبارزان حسین شاه را مجال قدم پیش آمدن نماند۔ آخر تیر باران کرده۔ چند مبارز میران سید
مبارک خان بقتل رسانیده طبل بازگشت کوفتہ بعسکر خویش رفتند ؎

---

[1] فوج کا سردار۔

کنون نیست این جای جای درنگ — جهان گشت بر مرد بیدار تنگ
چنین است کردار گردنده دهر — گهی نوش پیش آورد گاه زهر

وعلی شاه علی الصباح پیش رو لشکر خود سید مشار الیه سید مبارک خان ساخته بطرف شهر روان شد و بموضع زین کوٹ نزول فرمود۔ بجی ملک وعلی کوکه و بعضی اشراف این دیار هر آئینه حساب مبارزت را ملاحظه گفتند که هرکه این تمام جماعت مغلان بیک داود بٹ میران سید مبارک خان را بمبارزت خود بکار پیش برد نه۔ فرد ا کدام جرأت مبارزت با امرایان و سرداران علی شاه می کند مصلحت این معنی ادا کرده گفتند که قبائے زیبائی خلافت بر قد و قدر هیچ مردے جز علی شاه چست و درست نمی آید ما نه دئے تامل و تدبیر کار پرداخته چتر و تاج شاهی و قطاس شاهنشاهی بدست مطلع الانوار و منبع الاسرار بابا خلیل الله نزد علی شاه فرستادند از خدشهٔ خاطر و هراس برهم زدگی لشکر فرزندان و بجی ملک و دولت خان و بعضی مبارزان این دیار بجانب خانهٔ سید مبارک خان عنان عزیمت معطوف گردانیدند۔

علی شاه

بتاریخ سنه نهصد و هفتاد و هشتم هجری حسین شاه از سلطنت معزول شد و علی شاه ظفر قرین بتاریخ مذکور بسریر سلطنت نشست و در زمان غازی شاه علی شاه سید مبارک خان را برخود متفق ساخته برائے تقویت و تمشیت سلطنت خود عهد و پیمانے مستحکم ساخته بود و در حین جلوس بر سریر سلطنت بجهت وفائے عهود خود تمام مدار حکومت بر ذات سید مشار الیه قائم داشته دختر خود بعقد نکاح فرزند او شاه ابو المعالی داد و در خلال این حال علی شاه بر مواثیق عهد استوار خویش ثابت قدمی ورزیده۔ بجی ملک وغیره که با شوکت و شکوه بخانهٔ میران سید مبارک خان پناه آورده بودند و در واقع علی شاه بغض و عداوت ایشان باقصی الغایة داشت و بجهت صحت این دعوی علی شاه و ثبوت این مدعی قلم خجسته رقم بتحریر حکایت چند موید آن اقدام نماید۔ این حکایت بران جمله است که در اول جلوس سلطنت علی شاه تمام خویشان و اقارب حسین شاه و مشیران و معتبران به یک اتفاق شده در چشم کندن و اسیر نمودن حسین شاه مصلحت فرمودند۔ چون سید مشار الیه سید مبارک خان ازین مشورت اطلاع یافت بر سبیل ترحم کرده علی شاه را گفت که ازین مصلحت درگذرید که تصرف ولایت کشمیر و بلند مکانی سلطنت او رو بویرانی کشیده الا تجدید تعمیرش بسعی و اجتهاد مبارزان ایشان زیب و زینت

نه پذیرد ــه

هر که آمد عمارت نو ساخت　　رفت منزل بدیگرے پرداخت
وان دگر پخت همچنان هوسے　　این عمارت بسر بزد کسے
یار نا پائدار دوست مدار　　دوستی را نشاید این غدار

علی شاه این سخنِ سنجیده و مصلحت پسندیده به طبیعتِ مبارزت او خوش آمد واز مصلحت چشم کندن و اسیر کردن او برگشت - فی الحال بصورت دلجوئی که عین حیات حسین شاه بود در آمد و خزانه و حشم را که از آں جمله نزدیک او مانده بود همراه او داده بمنزل مقصود او که موضع زینه پور بود بدان طرف رخصت فرمود ــه

سخن بمدحِ تو آراستن غرض آنست
که نزد اہل خرد رونقی بود ما را
دگر نه منفعتِ آفتاب معلوم است
چه حاجت است بمشاطه روئے زیبا را

بعد از یک سال و چند روز در موضع مذکور حسین شاه عالی جاه داعی حق را لبیکِ اجابت فرمود ــه

گیتی که نشیمنِ زوال است　　که نزد اہل در محال است
ماتم کده ایست تیره و تنگ　　در روئے نه وفا بود و نه رنگ

اندرونی سازشیں

و این فلک ستیزه کار اربابِ وفا را آسوده حال نمی گذارد - درین خراب آبادِ بے بنیاد تعریف وسعت همت علی شاه و حسن تدبیر مبارزت سید مشارٌ الیه سید مبارک خان تا قیام قیامت درین دیار باقی باند و این حکایت نیز برین جمله است که بعد ازین فتنه دو سال دیگر علی خان ولد نوروز چک با امرایان طایفه جهت مخالفت علی شاه عهود و پیمان استوار می کرد که درین مملکت حاکم و والی شویم ارباب احتیاج مملکت شعور بر قصد ایشان یافته درین کار علی شاه را مطلع گردانیدند که درین کار هزار هزار چشم مردم مخالفت با تعاقب علی خان شب و روز درین قصد بیدارند - چون شکوهٔ مخالفت او بگوش علی شاه رسانیدند

ومبالغه کرده این معنی او را کردند. اشارت بکشتن او فرمودند. چون سید مشارٌالیه ازین حال اطلاع یافت خیال کشتن او به مبالغه و الحاح[1] از ضمیر علی شاه دیندار بازگردانیده او را از سلطنت و حکومت وزارت که به از امارت بود معزول گردانیده بوطن مالوف او بکمراج فرستادند و علی خان در آن جا خود را بصبر نتوانست نگهداشت و احسان علی شاه و شفاعت سید مشارٌالیه در سر خود انداخته از موضع مذکور فراهم نموده جهت طلب کومک و مدد در لاهور بپیش حسن قلی خان رفت و در سلطنت علی شاه مردم فتنه جو روزے خدمت بطرف او نهاده و تهمت این قضیه در صحبت علی شاه مردم مخالف سید مشارٌالیه سید مبارک خان مذکور کردند. درین حال از بلدهٔ لاهور خبر به کشمیر رسید که علی خان از ملازمت حسن قلی خان واسطه تکبّر صحبت او خوب نه بر آمد از آنجا فرار نموده بکوهستان محمد کوٹ در آمد و فی الحال لشکر علی شاه بموضع مذکور رفته او را محاصره کرده گرفتند و نزدیک علی شاه آوردند ؎

از کبر مدار هیچ در سر هوسے — از بجاے نه رسیده ست کسے
چون زلف بتان شکستگی عادت کن — تا صید کنی هزار دل هر نفسے

او را چندگاه در خانهٔ زمین وارجتی در حبس نگاه داشتند. بعد از یکسال و چند ماه غازی او سید مشارٌالیه نزدیک علی شاه کرده و از کینه وری او گذشته از قید زنجیر خلاص گردانیدند و برسم انعام صد دینار زر سرخ برهانیدند ؎

هر طرح که انگنی چون مردان — جهدے بکن و تمام گردان
یعنی مسلّم که برفرازی — باید که دیگر نگون نسازی

و در سلطنت علی شاه سید مشارٌالیه بر سریر عمارت و مسند حکومت حاجت محتاجان بدین نوع زیب و زینت داد. این حکایت برین جمله است که ابه شاه ولد غازی شاه که اکثر از خیال ایالت و حکومت این ولایت در سر داشت. زبان عیب و غیبت در شان یوسف شاه کشود. چون ازین حال یوسف شاه اطلاع یافت در د شاق او رفته با حسین جیو[2] او را گرفته بضرب سیوف بقتل رسانیده بطرف سوپور رُو کرد. اکثر امرا زادهاے این دیار عقب ایشان مراجعت نمودند و خرابی در سلطنت علی شاه پدید آمد و ابدال خان درین باب بسیار مبالغه کرد که با آن کس من عهد باخدائی

---

[1] منت کونا [2] عجیب

بستہ بودم کہ من ہم او نزد علی شاہ بسازم و نقد جانِ او در خزانۂ حیاتِ او محافظت نمایم۔ او در ین باب تصدیق نمودہ تا ایں زمان ہمہ اتفاق راضی بود۔ حالا ہم او بقتل و کشتن بکفایت رسید ؎

وفا وار آئینِ شاہنشہی است

غم عہد خوردن ز کار آگہی است

چون ابدال خان مبالغہ در یں قضیہ بسیار نمود علی شاہ لشکر با شوکت و شکوہ ہمراہ ابدال خان جہت قمع و قلع تعین فرمودہ۔ گفت کہ نقصان عہد و خلاف عہد مکن کہ شامت آں زود بر تو میرسد ؎

نیست بریں مردم صاحب نظر   خدمت از عہد پسندیدہ تر

سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان ازان سخن رو بر تافتہ با ابدال خان گفت کہ بعہد خود وفا گری واز دم عیسوی خود او را زندہ نخواہید کرد و ہر چہ بروئے نیکوئی خواہی بر فرزندان او بکن و درمیان ایں قضیہ سید مشارٌ الیہ بطرف یوسف شاہ امر نصیحتی نوشت او امر نصائح ایشان دریافتہ دست از محاربہ قاصدان خود باز داشتہ۔ طبل بازگشت خود بطرف شہر کوفت۔ و ایں نوع غبار فتنہ بغیر از تیغ آبدار مبارزان ایں دیار فرونمی نشست۔ آخر بیک رشحۂ قلم آبدار خجستہ شمار غبار فتنہ و فساد فرونشانید۔ و علی شاہ را منت دار و ممنون گردانید۔ خدشۂ ایں معاملہ از یوسف خان بخاطر ابدال خان ماندہ آں را شرحاً بیشتر مذکور حواشی کردہ ؎

صحبت آنکس کہ بصدق و صفاست   دامن او گیر کہ اہل وفاست

و ایں حکایت نیز بریں جملہ است در صفت کرم علی شاہ و شفاعت سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان چنین آوردہ اند۔ روایان اخبار و ناقلانِ آثار شمس دونی و محمد مراج کہ امرایان طائفین ایں دیار بودند باتفاق میران و سرداران کشمیر داعیہ فتنہ انگیزی در سلطنت علی شاہ می کردند۔ ایں اخبار ارباب احتیاط ممالک متواتر باستادگان پایہ سریر سلطنت او رسانیدند۔ در استماع آں حال علی شاہ بلا توقف مبارزان ستودہ در گرفتن ایشان فرستادند۔ چون از یں حال جماعت فتنہ انگیزان اطلاع یافتند۔ علی الفور سوار شدہ پناہ بخانۂ سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان آوردند۔ چون ایں حال بو توقف عرض علی شاہ دیں پناہ رسید و عفو کردن آں گناہ از برائے خاطر سید مشارٌ الیہ تقویت و حمایت میران سید مشارٌ الیہ بدین منوال یوسف شاہ منظور نداشت۔ چنانچہ دست

فتنہ دریں دیار دراز شد کہ تدارک آں تا امروز اصلاح پذیر نیست و شرح آں واقعہ انشاءاللہ تعالیٰ بیشتر مذکور خواہد شد و سید مشارٌالیہ مرید میر لائی رضوی بود و ایشان را مقامات عالیہ و کرامات ظاہریہ بسیار داشت و تاریخ وفات او روز جمعہ اوّل وقت نماز۔ بسبب صحبت و تعلیم آداب او سید مشارٌالیہ را ہمیشہ پائے رفتن در مساجد و مزارات اولیاء اللہ و درویشان خالصاً للہ داشت و باقی صحبت ایشان بیشتر سمت تحریر خواہد پیوست ؎

در مسند نازکی نشیند براد　　آنکس کہ در نیاز بر دل بکشاد

علی شاہ کی انصاف پروری

رسوم چشم کندن و مردم کشی و اعضا بریدن کہ در سلاطین ماضی و حکام سابقہ معیار شدہ بود۔ این علی شاہ در سلطنت خود برطرف نمودہ و قواعد عدالت گستری و مراسم رعیت پروری کما ینبغی مرعی می داشت و در ہیچ دقیقہ از دقائق معدلت و نصفت و حقائق احسان و شفقت بر رعایا و برایا نمی گذاشت و تمام طوائف و قبائل امرار و حکام افتادہ را برپا ساخت و مدت حکومت او در تمام نہ سال بود و ہمیشہ در امر حکومت خود پرستش حق سبحانہ و تعالیٰ و بہ ادائے فرائض و واجبات و ترک قبائح و محرمات و انقیاد امر و نہی و اتباع سنت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم می کرد ؎

چوں بندگان حق ہمہ فرمان تو برند　　تو نیز بندگی کن و فرمان حق ببر
ہر بادشاہ کہ خدمت سلطان کمر ببست　　بندند خلق ہم ز پئی خدمتش کمر

انتقال

دیگر در سلطنت حکومت یوسف شاہ بر قلوب ظاہرہٗ احباب و صدور صافیہ استحقاق روشن تواند بود۔ کہ علی شاہ در ایام حکومت و سلطنت خود چنان مقرر نمودہ بود کہ ہر روز صباح و مسا در میدان عیدگاہ بسیر و چوگان بازی حاضر می شد۔ بابا خلیل اللہ از اسرار عالم غیب واقف شدہ نزد علی شاہ بمبالغہ و الحاح گفتہ فرستاد کہ ازین بیشتر در چوگان بازی با خطر و ضرر دارد۔ چوں روز دوم فراموش آن حال کردہ بچوگان بازی در آمد۔ ناگاہ بتقدیر الٰہی سنہ نہصد و ہشتاد و ششم ہجری با ہمہ امرا و سپاہ حاضر شد۔ و در استاد چوگان بازی قاصد اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ و لا یستقدمون از درگاہ حضرت بوے رسید۔ پیش

از بردنِ گوئے از میدانِ عیدگاه صولجانِ قضا گوئی جانش از میدانِ زندگانی بجوارِ سبحانی برد۔ شاه عدالت شعار خواست که بضرب چوگان گوئی از میدان ببُرد از زخم گردن پشت شکش بر پشک زین خورد در دوه آتش پاره شد و جگرش برهم خورد و عنانِ اسپ بگردانید۔ بمنزل مراجعت نمود۔ اول چاشت بود که بخانۂ خود رسید۔ بمحرد رسیدن جان بجانِ آفرین تسلیم کرد ؎

اگر صد سال مانی یا یکی روز
بباید رفت ازیں کاخ دل افروز

ابدال خان کی بغاوت

چوں ابدال خان از وفات علی شاه مغفرت پناه اطلاع یافت بخیال سلطنت و حکومت ایں دیار با جمع مبارزانِ خود فوج را ترتیب داد بصلابتِ تمام بخیال جنگ و محاربۂ یوسف خان بموضع نوٹ (نوہٹہ) افتاد۔ چوں ازیں قضیہ یوسف خان مطلع شد۔ جهت دفع آں حضرت از مبارزان و شیرانِ بدر خود مصلحت طلب نمود۔ علاجِ آں فتنہ کسے نمی توانست کرد۔ بازیِ آں هردو حریف در بساطِ جنگ چون بازیِ شطرنج قائم ماند۔ چوں شرحِ ایں حال سید مشارٌالیه سید مبارک خان شنید و جمعی مبارزان با فرزندانِ خود تربیت داده بطرف قصر علی شاه شتافت۔ در خلل ایں حال با یوسف خان مقدماتِ صلاح انگیز و براهین محبت آمیز در باب ابدال خان مرتب نموده با شرائط چند مرتب ساخته بدست مشائخ کشمیر بابا خلیل الله نزد او گفته فرستاد۔ چوں قضیہ هائلہ قتل ایبه خان با وجود وساطت خود از دست یوسف خان معائنه و مشاهده نموده بود بر قول و فعل ایشان اعتماد نه نموده۔ مواعظ و نصایح آنها چون باد در مشت و آب در غربال انگاشته مطلقاً التفاتی بطرف ایشان نه نموده۔ نهال در زمین سینه آبِ مخالفت پرورش داد۔ آخر آں شجرۂ بغض و عداوت بار آورد و سخن از حد اعتدال بخصومت و جدال کشید۔ از نصائح بابا خلیل الله دفع و رفع آں فتنه و فساد نشد و باز بمصلحت یوسف خان بابا خلیل و محمد بٹ همراه گرفته۔ سید مشارٌالیه بجانب ایشان نهضت نموده۔ نصیحتی که لائقِ آں حال بود تمام گفت۔ که قبائے دیبائے زیبائی بر قدِ قدر هیچ مردی جز یوسف شاه چست و درست نمی آید۔ زیرا که خلاصۂ اولادِ علی شاه او ست و نظرِ رحمت و عاطفت علی شاه که در بارۂ او داشت ملاحظه نموده۔ وزارت او به از امارت ایشان دانسته در کار شتاب زدگی مکن و نصائح دوستان عین صلاح و سواد حال خود دانسته در

در دائرهٔ محبت و اتحاد نقطه وار با استوار نموده - ہیچ وجہ تجاوز تخالف بر خود جایز ندارند و طوعاً و رغبۃً بگوش ہوش اصغا[1] نمائید والا بر آئینۂ غبار مضرت و جفا بردامن ہمت و وفا لاحق و طاری خواہد گشت ـــہ

کاری مکن که وحشت زشکم فزون شود   صیدی چو من زدام وفائت برون شود
کاری مکن که دل بگریزد ز بند تو   رفتی بعنکر آنکه دگر صید چون شود

و ابدال خان در مصلحت پیران سید مشارٌ الیه درنیامد و تقضا کار خود کرد که آن ہمائی اوج سعادت که در دام او افتاده بود بکار او از روی تامل رائے پرداخت و باز آن دولت مند بطرف یوسف شاه ولد ساخت و بعضی اشراف این دیار سستی رائے تدبیر نا صائب او دیده زبان عیب و غیب در شان او کشوده سید مشارٌ الیه را محاربۂ او آوردند و تعجیل دران کار نمودند - چون شیوهٔ خردمندان دوربین و شیمه روشن دلان بنور یقین چنین است که اول متقدم صلح را بموجب "الصلح خیر" تمہید می نمایند و تا امکان مصالح باشد در جنگ و جدل و مبادرت و پیشدستی نمی نمایند - مثنوی ـــہ

چو کاری بر آید بلطف و خوشی   چه حاجت به تندی و گردن کشی
طریق خصومت بسے ناخوش است   چه ناخوش سراسر ہمه آتش است
بسی رفت سر در سر دشمنی   نباید کشادن در دشمنی

اگر پیل زوری دگر شیر جنگ
به نزدیک من صلح بهتر ز جنگ

چون سید مشارٌ الیه پیغام خیر انجام صلاح باز به ابدال خان رسانید بگوش رضا نه شنید بلکه موجب ازدیاد مواد عنادش گردید ـــہ

جوانان شائسته بخت در   زگفتار پیران نه پیچند سر

---

[1] توجہ سے سننا۔

آٹھواں باب

سلطان یوسف شاہ

ازمعائنۂ این حال آتش غضب سید مشارٌالیہ اشتعال پذیر رفت فی الحال قبای دیبای خلافت برقد قدر یوسف شاہ چست و درست گردانیدہ۔ تاج شاہنشہی برفرق ہمایوں آثار یوسف شاہ نہادہ برسم شاہان ذوی الاقتدار نطاس برسر مبارک ایشان راندہ سایۂ چتر سلطنتِ بادشاہی برسرآں سرور کشیدہ۔ داعیۂ محاربۂ او مصمم گردہ جمعی از مبارزان این دیار ہمراہ محمد خان ولد حسی چک ہراول لشکرِ یوسف شاہ گردانیدہ۔ خود بسعادت واقبال با فرزندان ومبارزانِ خود علم مبارزت برقلب لشکرگاہ برافراختہ طبل محاربہ ومجادلہ کوفتہ بطرف ابدال خان مراجعت فرمود ؎

بقصدش کرم سعی سستی کند
مبادا کہ او پیش دستی کند

ولشکری ہمراہ یوسف شاہ ترتیب دادہ جہت تقویت وتائید افواجِ نصرت شعارِ خویش دراثر لشکر خود متعین ساختہ بدان جانب نہضت نمود۔ اتفاقاً پیش از وصولِ لشکرِ سید مشارٌالیہ را محاربہ ومقاتلہ با محمد خان انجامید بشرح آنکہ شمس چک ولد دولت چک ومیر محمد ولد عیدی رینہ ومیر حسن

ولد یحیی ملک وغیرہ حملۂ مبارزانہ بر فوج او آوردہ او را زبون ساختہ و از محاربۂ او پہلو تہی کردہ بمقابلۂ فوج سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان جنگ پیوستند۔ اول کسے کہ بر سر آن جماعتِ مبارزان مرکبِ شجاعت تاخت میران سید جلال خان ولد سید شاہ ابوالمعالی ولدان سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان بودند و حربی مردانہ و جنگی مبارزانہ در پیوستند و نصرت چک ولد شمس چک بدستِ جلال خان بمیدان مبارزت بقتل رسید ؎

درین باغ سروے نیامد بلند
کہ باد اجل بیخش از بن بکند

دوران محل شاہ ابوالمعالی بقوتِ مبارزت تعجیل نمودہ ہمراہ شمس چک آتشِ محاربتِ او را تیغ آبدار نتوانست فرونشاند۔ از ضربِ دستِ او مجروح گشتہ بعسکرِ خویش پیوست و ملا محمد امین مبارزت شاہ ابوالمعالی بدین وجہ فرمود" اولاً شاہ بر سر صف زد" چون ابدال خان برہم زدگیِ مبارزانِ خود دید۔ حملاتِ مردانگی کردہ محاربہ و مقاتلہ با سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان انجامید۔ آخر بزخم تیر شاہ ابوالمعالی مجروح شدہ بمقابلۂ سید حسین خان آمد و سید حسین خان تعجیل نمودہ تیغ بر یکدیگر کشید۔ بمحاربہ و مقاتلہ باہم آمیختند۔ آخر بضربِ شمشیر سید حسین خان بقتل رسید ؎

نہالی بعد سال گردد درخت
ز بیخش بر آرد یکی باد سخت

حبیب خان بعد از قتل پدر از میدان مبارزت بدر رفت و متعاقبِ او سید جلال خان مرکبِ شجاعت تیز راند کہ تا بروی حربی و ضربی نماند و حبیب خان در عینِ فرار تیر بر پہلوی جلال خان زد کہ جوشن او بریدہ سر پیکان بر سر جگر او نشست و بر مرکبِ مبارزت قابضِ ارواح را لبیکِ اجابت فرمود و این طائفہ ساداتِ بیہقی دران محاربہ چنان مبارزت نمودند کہ تمام مبارزان این دیار نزدیک خویش دتبار ہفتاد پشت ایشان تحسین و آفرین می نمودند ؎

مرگ در چشم ہر کہ خوار بود   در شجاعت بزرگوار بود
ہر کہ جان را عزیز می دارد   با جہاندارِیش چہ کار بود

ہنوز یوسف شاہ در حربگاہ نہ رسیدہ بود کہ سید مشارٌ الیہ سید مبارک خان بر گروہِ باشکوہ

ابدا مظفر و منصور گشته بمسرت تمام و خوشحالی لاکلام طبل مراجعت کوفته در خلال راه با یوسف شاه ملحق شده ـ زبانِ تهنیت و مبارکبادی بر دوستانِ یک جهت و اتحادی کشوده انواع شکرباری و اصناف سپاس داری مذکور ساختند ـــــه

هر که را بخت مساعد بود و دولت یار
ابد الدهر مظفر بود اندر همه کار

قاضی موسیٰ کی سازش

لاجرم عنانِ عزیمت بوثاقِ خویش گردانید و یوسف شاه در میدانِ حرب گاه رسیده لاشهٔ خون آلوده ابدال خان دیده هیچ احدی را بتجهیز و تکفین او مرخص نساخت به منزلِ خود مراجعت نمود ـ قاضی موسیٰ که دران زمان زمامِ مسائل شرعیه برائے صائب او مفوض بود خالصاً لوجه الله مقید باجازت و رخصت یوسف شاه نگشته و جرأت و دلیری تمام نموده دران رزمگاه رفته ـ لاشهٔ او از خاک و خون برداشته در گورستان آبا و اجداد او سپرد ـ چون آن روز از صبح تا شام در تگاپوی محاربه و مجادله فرصت وقت مقتضی آن نشد که به سپردن کشتگان پرداخته شود ـ لاجرم فردائے او صباح بگاه سید مشارٌ الیه فرزندی که آن روز که دران معرکه مقتول شده بود در مزارستان آبا و اجداد خویش تدفین و تکفین کرده باز بصحبت یوسف شاه پیوست و یوسف شاه پدر بزرگوار خوش علی شاه را بر داشته بمکانِ آبا و اجداد او رسانیده ـ بتاریخ هشصد و هشتاد و ششم هجری بر سریر سلطنت و مسند حکومت نشست ــــه

چنین است آغاز فرجام جنگ
یکی تاج باید یکے گور تنگ

و مسند وکالت به محمد بٹ سپرد و بعد از چند روز این واقعه سید مشارٌ الیه سید مبارک خان دم از فردتنی و مسکینی زده فرزندانِ خود را دست گرفته بحضور کلان تران این دیار به یوسف شاه پیغام کرد که این هر سه فرزند شرائطِ اخلاص و اعتقاد در ملازمتِ شما بجا خواهند آورد ـ ما بقیهٔ العمر فارغ البال بوده در گوشهٔ عزلت بطاعت و عبادت حق تعالیٰ اشتغال خواهم کرد و این حال بر همگنان بلکه بر عالم و عالمیان روشن و مبرهن است که مدتِ مدید و عهد بعید است که این هوس در سر و عزیمتِ این اندیشه در خاطر بهت من رسوخ داشت اما چون خاطر فیض مآثر مغفرت پناه علی شاه همه وقت مارا عزیز گرامی بود ـ این التماسِ من بر منصهٔ ظهور از خاطر ایشان عزّ صدور نمی یافت ـ باستماع

این سخن یوسف شاہ سر رضا جنبانید و میران سید مبارک خان اظہار بہجت و سرور نمودہ متوجہ منزل شد و بالکلیہ ملاقات یوسف شاہ ترک نکردہ گاہ گاہ در صحبت و مصاحبتِ او آمد و شد می کرد۔

تا مدّتِ دو ماہ و چند روز این حکومت محمد بٹ کہ در زمان جلوس یوسف شاہ قرار یافتہ بود۔ چون ابدال بٹ نیز ذوقِ منصب وزارت در خاطرِ خود راسخ داشتند و او را این پایہ و مرتبہ میسر نشدہ لاجرم تخم کینۂ یوسف شاہ در زمینِ سینہ کاشتہ۔ مقدماتِ شور و شر انگیز با مردم آن دیار مُمہِّد[1] ساختہ بعضی مردم را بعزیب در ریب تفقّ خود ساخت علی الخصوص چون التفات در جوعِ سیّد مشارٌ الیہ سیّد مبارک خان بمصاحبتِ یوسف شاہ کمتر دید این معاملہ را فتنۂ عظیم در ستِ سلطنت او یافتہ۔ اکثر مردم مانند علی خان ولد نور وز چک و لوہر خان ولد شنکر چک و علی ملک ولد فتح چک و شمسی چک ولد یحیی چک را با وجود قرابت خویشی نزدیک با یوسف شاہ داشت۔ سخنانِ باطل و تباہ ترسانیدہ و ہراسانیدہ بدائرۂ اتفاق خود در آوردہ۔ بوقتِ فرصت در نیم شب بر مرکبانِ فتنہ و فساد سوار شدہ دیلہای ہر شہر بریدہ بتاریخ شانزدہم ربیع الثانی سنہ نہصد و ہشتاد و ششم ہجری پناہ بخانہ میران سید مبارک خان آوردند و سر عجز بقدم العالی ہم نہادہ و زبانِ نیاز و زاری کشودہ۔ مذکور کردند کہ اہل کرمِ ارباب احتیاج را محروم نگرداند و دستِ رد بر جبینِ ایشان نزنند و ما امروز از حوادث زمانہ پناہ بدرگاہ صاحب کرم و مروت آوردہ ایم ؎

کہ بہ شمشیر سیاست می نوازی حاکمی
در بہ تشریف غلامی می پذیری بندہ ایم

یوسف شاہ اور سیّد مبارک کی جنگ

از مشاہدۂ این حال سیّد مشارٌ الیہ سید مبارک خان مضطرب گشتہ در بحر حیرت فرو رفتہ بدستور سابق چنانچہ شرح آن در اوراقِ گذشتہ در داستانِ ذکر علی شاہ مذکور شد۔ قصدِ کشتن و بستن و خون ریختنِ آن جماعہ نکرد و فی الحال جہتِ شفاعت آنجماعت سوار شدہ متوجہ ملازمتِ

---

[1] تمہید کرنے والا۔

یوسف شاه شد. در اثنای راه شنید که این جماعت از ترس و هراس مبارزان یوسف شاه پلهای نهر شهر بریده. ابواب فتنه و آشوب بر روی یوسف شاه کشودند. و راه عبور بسبب بریدن پلهای نهر شهر مسدود شد. لاجرم عنان عزیمت معطوف گردانیده در مسجد عیدگاه نشسته جهت شفاعت این جماعت بابا خلیل الله بحضور خود طلبید و پیش یوسف شاه گفته فرستاد که از اخلاق حمیدهٔ ایشان متوقع آنست که بوفق دستور آبا و اجداد خود کرم بدرخواست و شفاعت این جانب از جرائم مهتران و کهتران این دیار در گذشته عفو و عنایت بحال ایشان مبذول می فرمودند. از سر تقصیرات این جماعه اغماض نموده و در سایهٔ حمایت خود در آورده. امن و امان شامل حال ایشان گردانند. هر چند سر حلقهٔ واصلان درگاه بابا خلیل الله بمبالغه و الحاح سخنان مطبوع و مرغوب بجهت تسکین این آشوب گفته. مدبران و مشیران التفات بسخنان ایشان نه نموده. بران اتفاق نمودند که این جماعهٔ ناهموار برگشته روزگار را مجرمانه دار گرفته و دست و پا بسته پیش یوسف شاه حاضر باید ساخت و هر که حمایت و جانب داری ایشان خواهد نمود هر آئینه در معرض تلف و هلاکت خواهد بود. این قسم سخنان به بابا خلیل الله گفته از موجب التماس میران سید مبارک خان او را مایوس کرده واپس گردانیده. متعاقب او شجاعت نشان محمد خان ولد حبی چک که از جملهٔ شجاعان عساکر نصرت مآثر ایشان بوده بمقابله و محاربهٔ سید مشارٌ الیه سید مبارک خان فرستاد. آن عساکر پل نهر شهر که پائین لنگر بابا بلبل واقع است تجدید کرده با حشم و خدم عبور نموده در میدان عیدگاه با سید مشارٌ الیه سید مبارک خان جنگ در پیوستند. چون سید مشارٌ الیه دید که طریقهٔ صلاح و صواب برهم زده را مخالفت و بیوفائی سلوک داشته اند فی الحال سلاح جنگ بر خود آراسته کرده بر مرکب مبارزت سوار شده با جماعهٔ اندک با آن لشکر بسیار ایستاده و خود را در مقام صبر نگاهداشته. باز شفاعت آجماعت بدستور سابق درخواست نمود مبارزان یوسف شاه التفات بسخنان او نه نموده او را با آن جماعهٔ اندک مفت خود دانسته بنیاد تیر و تفنگ و آتش بازی بقوت تمشیت و تقویت یوسف شاه نمودند. سید مشارٌ الیه بغرور شجاعت و مردانگی که در ذات ایشان جبلی و اصلی بود بی محابا با جماعهٔ کثیر جنگی عظیم در پیوست. چنانچه تاریخ نویسان در عبارت

نثر و نظم مذکور داشته اند ؎

نگارندهٔ شرح این داستان　　چنین نقل کرد است از داستان
که میران مبارک شهی نامدار　　بسے صبر می کرد در کار زار
مگر در میان صلح آید پدید　　که شمشیر شان بر نشاید کشید
مرادی که در صلح گردد تمام　　چه باید سوی جنگ کردن بکام
بسے کرد اندیشه درکارِ جنگ　　مبادا که برهم خورد نام و ننگ
سوی آشتی کس نشد رهنمون　　نمودند رایش بشمشیر و خون
چون یوسف شه از صلح او بازگشت　　بناچار با رزم دمساز گشت
ز هر دو طرف لشکر آراستند　　یلان شو بشو مردمی خواستند
عنان یک رکابی برانگیختند　　دو دستی به تیغ اندر آویختند
چنان گرم شد آتش کارزار　　که از نعلِ اسپان بر آمد شرار
بسے گرد برگرد هم تاختند　　بسے زخم چون آتش انداختند
پسر با پدر کین بر آراسته　　محابا شده مهر برخاسته
نمودند بسیار مردانگی　　هم از زیرکی هم ز دیوانگی
بکوشش چنان بے دریغ آمدند　　که بس خلق در زیر تیغ آمدند
ستیزه دو لشکر چو از حد گذشت　　زمانه یکے را ورق در نوشت

جهان بین که با مهربانان خویش
زنا مهربانی چه آورد پیش

چون بواسطهٔ عنایتِ تقارب عساکرِ طرفین مجال اعمال تیر و نیزه نبود لاجرم باخذ چوب و خناجر[1] و ضربِ سیوف و خناجر باهم در آویختند و محمد خان که دران زمان مبارزِ یگانهٔ این دیار بود اگرچه از مرکب شجاعت برزمین مبارزت افتاد اما باز پائے خود استوار ساخته با مخالفانِ خود محاربهٔ مردانه نمود و به قتل رسید ؎

[1] جمع خنجر

مرد باید کہ ز شمشیر نہ گرداند رو
ورنہ از خانہ ہماں بہ کہ بہ میداں نرود

و علی ملک کہ باتفاق ابدال بٹ باعثِ فتنہ وتباہیِ سلطنتِ یوسف شاہ بود۔ بضربِ تیغ
میر محمد ولد حاجی ملک مذکور پرۂ بینی او برید و از اسپ برزمین افتاد ؎

ہرکہ را راہبرش کلاغ بود
آخرش منزلش خراب بود

باشارۂ لوہر چک ولد شنکر چک بالائے آں زخم دیگرش رسانیدند۔ آخر ہمیں الم بعد از
چند روز فوت شد۔ و ابراہیم گنائی کہ نامدار مبارز مفرری درمیانِ مبارزانِ کشمیر بود او بضرب
تیغ سید حسین خان مقتول گردید و اکثر مبارزانِ آں عساکر از دست مبارزت فرزندانِ سید
مشار الیہ زخمہائے گران و جراحت ہائے فراوان برداشتہ از پل نوکدل گذشتہ در میدانِ
زالڈگر با یوسف شاہ ملحق شدند و بعضی مبارزان با لشکر میران سید مبارک خان و مخالفان
یوسف شاہ پیوستند باین سبب فتور و تصورِ عظیم در سلطنت یوسف شاہ راہ یافت ؎

چو لشکر پراگندہ شد در نبرد | دگر شکلش می توان جمع کرد
شگوفہ کہ ریزد ز بادِ بہار | نہ گردد دگر جمع بر شاخسار

و یوسف شاہ از وقوع این معاملہ زبانِ طعن و ملامت بر تدبران و مشیرانِ خود کشودہ می گفت
کہ این ہمہ از کوتہ اندیشی و تصور عقل و نارسائی شما بمارو نمود۔ اگر بار اول شفاعتِ میران سید
مبارک خان و درخواست ایشان بہ روشِ قدیم قبول نمودید۔ ہر آئینہ این قسم ہزیمت و محنت
بحالِ مالاحق و طاری نمی شد ؎

سرِ انگشتِ حسرت بدنداں گرفت
بدندانِ غیرت گریباں گرفت

دراں حال مخالفان یوسف شاہ چوں شکستگی و سراسیمگی او را معائنہ نمودند۔ فرصتِ غنیمت
دانستہ شتابان بہ نزدیک میران سید مبارک خان آمدہ۔ چناں مصلحت نمودند کہ اکنون عنانِ

لہ ناک کا نتھنا

عزیمت بطرف یوسف شاہ معطوف گردانید کہ مبادا ازیں معرکہ بسلامت بدر رفتہ باز قواعد فتنہ و فساد قائم سازد ؎

فرصت غنیمت است در جہد برکشاد — چون وقت فوت شد نتوان اندر رسید
فرصت چو درگذشت میسر نہ شد مراد — تا چند پشت دست بدندان توان گزید

اگرچہ ایں مصلحت در شرائط ثباتِ ملکت بسیار خوب بود۔ امّا از شیوہ غدا ترسی کہ در نہادِ ایشان راسخ بود ازیں سخن امتناع نمودہ در جواب ایشان فرمود ؎

با دوستان نزاع تو نیرزد برائے مال
جنگ از برائے جیفۂ[1] دنیا سگان کنند

از سرکوبی تعاقب درگذرید کہ یادگار اولاد و احفاد علی شاہ است۔ چون ازیں حال یوسف شاہ آگاہی یافت از روئے لاعلاجی برائے اخلاص خویش در مقام رفق و ملائمت درآمدہ۔ ملّا حسن اسود کہ آخوند مغفرت پناہ علی شاہ بود عذر قضیۂ گذشتہ خود گفتہ بملازمت سید مشارٌالیہ فرستاد و آنچہ در باب معذرت تقصیرات خویش گفتہ بود۔ یک بیک ملّا حسن مذکور پیش سید مشارٌالیہ اظہار نمود۔ سید مشارٌالیہ ہمہ را بگوش ہوش اصغاء نمودہ زبان حال بمضمون ایں ابیات مترنم ساخت ؎

اگر حق بگوئی برنجا ندت — اگر دوست خواہی عدو داندت
نصیحت شنو گر ترا دین توئی است — دم مردِ حق گو دم عیسوی است

چون اولاً التماس ما را بدستور سابق کسے قبول نہ کرد۔ ایں فتنۂ عظیم و فتراتِ بزرگ درمیان واقع شد و اگر ایں تہتک[2] و اضطراب جانبین واقع نمی شد۔ ہر آئینہ ہمیں ساعت شاہ مشارٌالیہ را طلب کردہ حجاب واقعات را مرفوع ساختہ باز بر تخت سلطنت می نشانیدم۔ اکنون کہ ایں فتنہ و فساد قوتِ ارتفاع گرفت حالا مصلحت آنست کہ شاہ مشارٌالیہ چند روز نواحی کشمیر در کوہستانی کہ آب و ہوائی او موافق مزاج شریف ایشان باشد باجمیع اسباب و خزائن دو فائن خود آنجا سکونت ورزند۔ انشاءاللہ تعالیٰ بعد از چندگاہ شاہ مذکور را طلب نمودہ

---

[1] حیوان مردہ جس میں بدبو پیدا ہو گئی ہو۔ [2] پردہ دری کرنا۔ رسوائی

بازبرسرِ تختِ ایالتِ این دیار متمکن گردانیده خواهد شد۔

درخلالِ این احوال جهتِ خلل انتظام مهم یوسف شاه حیدر چک که بعد از فتحِ محاربۂ مذکوره از موضع کراج درملازمتِ میرانِ سید مبارک خان رسیده بود سخنان ناهموار بملاحسن درمیان آورد۔ ملّائے مذکور نیز بموجبِ میرانِ اشارۂ سید مبارک خان بأو درمقام خطاب درآمده حرف هائے دل خراشیده گفت که چون درخدمتِ آن عالی تبار همچون شمار صدهزار پیشکار است۔ حرفِ اهانت ایشان برزبان راندن مناسب رتبه وحالتِ شما نیست ؎

سپاهی که عاصی شود ازامیر　　ورا تا توانی بخدمت مگیر
ندانست سالار خود را سپاس　　ترا هم ندارد ز روی قیاس

میرانِ سیّد مبارک خان از صحبت ایشان اغماض نموده باباخلیل الله ومیران سید برخوردار ملا حسین نزد یوسف شاه فرستاده رخصتِ انصراف داد۔ یوسف شاه آنچه اسبابِ بادشاهی داشته تمامی بخانۂ علی خان ولد نوروز چک بدستِ شجاعت شعاری وصلاحیتِ اطواری بخی ملک فرستاده۔ خود بطرف کوهستانِ نائیگان که خاطرخواه او بود متوجه شد۔ درختِ اقامت انداخت۔ مخالفانِ یوسف شاه رااین مصلحت مقبول ومطبوع ینفتاد به پاداشِ این امن وامان بغض وکینۂ میران سید مبارک خان درسینۂ ایشان مانده هرکدام بشوکت تمام باتفاق علی خان وابدال بٹ ازموضع عیدگاه بمنزل ومقامِ خود مراجعت نمود۔ ومیران سید مبارک خان شرائط کرم ومروت دربارۂ ایشان ورزیده نیز بمقام خویش نهضت فرمود۔ القصه چون گردِ التفاتِ مملکتِ این جهان بردامن همّتِ میران سیدّ مبارک خان نه نشسته بود وآئینۂ دل باصفای ایشان زنگ رغبت مرغوباتِ زمان پذیر رفته بنابران مسند ایالت چند روز بے مسند نشین عاطل مانده بود وچون علی خان که سرآمد برادران خود بوده ودید که میرانِ سید مبارک خان ذوقِ التفاتِ حطام[1] این اسباب این جهان ندارد۔ خیالِ مملکت ستانی این دیار بخاطر خویش مصمم نموده باجامعه برادران ومبارزان این دیار وقوت عزو اسباب شاهی که درمنزل او ودیعت از یوسف شاه

---

۱ مالِ قلیل ـ

بود معزور گشته سه روز متصل در خانهٔ خود نشست و در ملازمت میران سید مبارک خان نیامد۔
مدبّران و مشیران و فرزندان میرانِ سید مبارک خان چون بر حقیقت حال علی خان اطلاع یافتند در ملازمت میران سید مشارٌ الیه آمده ماہیت معاملہ او یک بیک نموده چنین ادا نمودند۔

مصرعہ

" سلطنت گر ہمہ یک لحظہ بود مُغتنم است "

و قبائے زیبائیِ سلطنت جز قامت قابلیت شما بر قد قدر دیگری چست و درست نمی آید ؎

بگیر دامنِ خلق و کارسازی کن　　از آنکہ ہیچ میسّر نشد تنہائی

زیرا کہ خلاصۂ طائفۂ شریفۂ سادات و افضل و مقدمِ بزرگانِ خاندان ایشان دریں زمانہ شما اید۔
سید مشارٌ الیہ از مقولہ ایشانِ ابا و اعراض نموده چنین فرمود کہ من میل این کار ندارم بگذارید تا من نزدیکی از یاران ایشان باشم و ہر کرا خواہند تفویض این امر خطیر نمایند ؎

تلک غم دنیائے دنی اے دل دانا
حیف است بخوری کہ بود عاشق زشتی

چون مبالغہ و الحاح مدبّران و مشیران از حد گذشت۔ سید مشارٌ الیہ در جواب ایشان فرمود کہ بغیر از رضائے من حکومتِ این ولایت و تصرف این مملکت باو مُسلّم نخواہد شد۔ این بگفت و فی الحال بطریقِ سیر بطرف عیدگاہ با انبوہ سپاه توجہ سواری فرمود۔ چون این سخن بگوش علی خان رسانیدند دانست کہ بقصدِ حرب و مقابلۂ من بیرون خواہند آمد۔ درحال وکیل خود را بملازمتِ ایشان فرستاد کہ از روئے دانش بہ بہترین کلام و نرم ترین سخنے می گفت کہ لائق منصبِ ریاست بغیر از ذات آن عالی درجات و یگر نیست و ہر کہ این دعوی بے معنی می کند۔ محض باد پیما باشد۔
میران سید مبارک خان سخنان وکیل علی خان اصغا نموده گفتہ فرستاد۔ فرد ؎

کارے مکن کہ نعرهٔ آتش طبیعتم
در بزم عیش حسرت صدا ارغنون شود

یوسف شاہ کی ناعاقبت اندیشی اور سید مبارک کا بادشاہ ہونا

چون تاج ایالت و حکومت این دیار بر فرقِ ہمایون آثار میرانِ سید مبارک خان قرار یافت۔
تمامی اُمرا یان و سرداران آن ممالک بخانقاہِ بابا خلیل الله کہ جال اجلّہ اہلِ صفا و زینتِ اعزه بجا رہا

بوده ومشائخِ کشمیر تمامی او را مسخر بودند و درده ساله که تمامی علومِ دینی ومعارفِ یقینی تحصیل نموده در ورع و بذلِ ہمتا نظیر نه داشت. جمع شده و در ہما کارہائے راستی و درستی ورزیده اسباب سلطنتِ شاہی میران سید مبارک خان را سپرده. شرائطِ تہنیت ومبارک بادیِ سلطنتِ ایں دیار بمعرضِ عرض میران سید مبارک خان رسانیدند؎

آخر مرادِ شاه روا کرد روزگار　　اقبال را بوعده وفا کرد روزگار
ہر شادئے که فتنۂ زمان فوت کرده بود　　آں را بیک لطیفه صفا کرد روزگار

میرانِ سید مبارک شاه باد بدبۂ حشمتِ خسروی از آنجا با اُمرایان و سردارانِ کشمیر بمنزل خود نزول فرمود و آں مردم را بجہتِ تمام بخانہائی خویش رخصتِ انصراف داده. میرانِ سید مبارک شاه بخلوت خانۂ خویش رفته تاج چترِ شاہنشاہی پیشِ خود نہاده مخاطب ساخت وگفت که "اے نفس چوں جاه وحشمت دنیا را اعتبارے نیست. حصول ایں مرتبه موجبِ عُجب و تکبرِ خود نه سازید که ایں در حقیقت از آں تو نیست بلکه از دیگران است"؎

جہان و کارِ جہاں جمله ہیچ در ہیچ ست
ہزار بار من ایں نکته کرده ام تحقیق

ایں بگفت و از خلوتِ خانه بیروں بر آمده در مجلسِ سلطنت و ایالت نشست و آں تاج و چتر که بہ تکلف تمام بگوہرہائے گراں مایه و مکلل و مرصع ساخته بودند به سپاه و اہل الله قسمت نموده میداد. و داغ بر جگرِ دنیا پرستانِ ایں دیار می نہاد؎

بکوش امروز تا گندم به پاشی　　که فردا بر جوی قادر نباشی
تو خود بفرست برگی رفتن از پیش　　که خویشان نباشد جز غمِ خویش

بتاریخ نہصد و ہشتاد و ہشتم ہجری زمامِ مہامِ ایں دیار در قبضۂ اقتدارِ آں سیدِ عالی تبار در آمد. خیالِ زیب و زینت بر خویش مضمحل ساخته ارقام جور و اعتسافِ[1] از صفحات و جناتِ[2] اہل ایں دیار محو گردانیده. ابوابِ عدل و انصاف بر روئے طوائفِ انسان برکشاد. استسقائے دہر را از شربتِ عدالت شفائی عاجل بخشید؎

---

[1] چکتا ہوا [2] ظلم کرنا [3] جمع جانی کی بمعنی گنہگار۔

شاہِ عادل سایۂ لطفِ حق است　　ہرکہ دارد عدل لطفِ مطلق است

خلق را در سایۂ خود جائے دِہ　　وز شرف بر فرقِ گردون پائے نہ

بعد ازین قضیہ امرایان و سرداران ولایتِ کشمیر کہ از حمایتِ دران یوسف شاہ بودند و بغض و کینۂ میران سید مبارک شاہ در سینہ نگاہداشتہ بودند۔ بتاریخ دوم شہر شعبان المعظم سنۂ مذکور باہم اتفاق نمودہ یوسف شاہ را از ان کوہستان بر تخل آوردند و مردم پیاہی و داقیین و سواران و پیادگان کوہی آمدہ۔ بہ یوسف شاہ ملحق شدند۔ ازین طرف نیز بعد از چند روز میرانِ مبارک شاہ با حشم و جاہ تہیۂ اسباب جنگ نمودہ بمقابلۂ ایشان در موضع سُپیت (سند) نزول فرمود و چون اسبابِ حشمتِ این مملکت نزد ہمت میرانِ سید مبارک شاہ برابر برگ کاہی قدر نداشت۔ داؤد میر را بطریق رسالت نزد یوسف شاہ گفتہ فرستاد[1]

شہا نفرو نما از باد ملک و عز و جاہ از تو
کہ دنیا را بقائی نیست خواہ از باد خواہ از تو

و چون بر عمر اعتمادی نیست اگر ملاقات ہم دیگر نمودہ شود ہر آئینہ این معنی متضمن صلاح دارین طرفین است بطریقہ یک جہتی در زیدہ از جمیع خدشات فارغ البال شدہ۔ بصحبت مصاحبت گردانید۔

چون داؤد میر این پیغام بہجت انجام بہ یوسف شاہ رسانید۔ اعتماد تمام بر کلام میرانِ سید مبارک شاہ نمودہ۔ دو فرزندار جمند خود میرزا یعقوب و میرزا ابراہیم برفاقتِ داؤد میر و ملا حسن اسود در ملازمت ایشان روانہ گردانید و خود نیز متعاقب استعداد ملاقاتِ ایشان می نمود۔ درین اثنا، ابدال بٹ ازین معنی آگاہی یافتہ بہ یوسف شاہ و مبارزان و مشیران ایشان گفتہ فرستاد کہ زنہار بسخنانِ سید مبارک شاہ فریب نہ خورید و بملاقاتِ ایشان توجہ نہ نمائید۔ کہ ہر آئینہ ما ہمہ اکنون خود تدارک تقصیراتِ سابقۂ خویش نمودہ۔ آنچہ مدعا و مطلوب خواہد بود دران بجان کوشیدہ بتقدیم خواہیم رسانید۔ با لآخرت ہمہ مردم و امرایان و سرداران ممالک کشمیر را بچاپلوسی گربزی متفق خود ساختہ و در ضمن آن علو مرتبہ و بلندئی پایۂ خود نمود۔ اتفاق و

---

[1] مکاری، حیلہ گیری۔

شقاق میران سید مبارک شاه اندیشیدند ــ

امید دوستی تو ز دشمنان کهن
چنانچه بود که طلب کردن گل از گلخن

و از تقویتِ سخنانِ ابدال بٹ مصلحت یوسف شاه برهم زده ـ مشیران و مدبّرانِ یوسف شاه برادرِ او و میر اعراض نمود بسخنانِ دل خراشیده ـ گفته زبان حال بمضمون این مقال مترنم گردانیدند ــ

کز خان راند انم ازین گفتگو	چه باشد غرض از چه شد صلح جو
بما از ضرورت صفا می کند	نه از مهر یاری وفا می کند
بگفتند باهم به بانگ بلند	تحمل ز چندے ستمگار چند
به بیند اگر صف مارا بخواب	شود زهره شان آب از اضطراب
گدا بیگ غوغایے کرد تیز	بگفتا که ای فتنهٔ خفته خیز
گرفتند دستار جم از سرش	به بستند بر گردن قیصرش
چو بشنید این حرفهای درشت	فرستاده راغم دوتا کرد پشت

تجمل باز گردید ازان سلسله
دہان پر شکایت زبان پر گله

رسول مذکور اشتلمی[1] و درشتی سخنان ایشان بسمع مبارکِ میرانِ سید مبارک شاه رسانید و عزمِ ایشان بمعرضِ عرض نمود که غیر حرب و جنگ ایشان اندیشه دیگر ندارند ـ همان روز میران سید مشارٌ الیه غیرت و جرأت که لازم ارباب معرکهٔ شهامت است بخاطر آورده باکوکبهٔ خسروی سوار شده کوه و ہامون مانند دشت و صحرا ، جنگل و راغ چون گلستان و باغ انگاشته با ایشان محاربه در پیوسته مانند گدا بیگ ترکمان و تمر خان افغان و غیرہا که هر کدام از ایشان سرآمد معرکه مردان بوده بقتل آوردند ــ

بدو نیک را خون همی ریختند
بسے خاک و خون را در آمیختند

---

[1] بمعنی جور و ظلم ـ

شنگی میر حاڈورہ وغیرہ اسیر گرفتہ و دست و پا بستہ پیش خود آوردند و تمام خانہائے بجی رینہ کہ موضع برتقل داشت آتش زدہ سوختند و یوسف شاہ حمات بر حیات اختیار کردہ در عقبۂ[1] کوہ برتل باسعدودے چند ایستاد ؎

زز در سیاہی امیدی نماند
بہ تدبیر عقل اعتمادی نماند

از مشاہدۂ ایں حال در دل میران سید مبارک شاہ رقتِ بے نہایت پیدا شدہ۔ طریق رافت سلوک داشتہ ظلِ عنایت بر مفارقِ ملازمانِ ایشان گسترانیدہ۔ مبارزان و شجاعان کہ در صددِ انتقام یوسف شاہ درآمدہ خواستند کہ بہ او دستبردے نمایند مانع آمدہ با جمیع حشم و خدم خویش بنصرت و فیروزی در تاریخ مذکور داخل شہر کشمیر شدند و علی خان ولد نوروز چک چند روز بہ بہانۂ شکار دراں نواحی توقف نمودہ بیوسف شاہ لحق نگشتہ مراسم عذر خواہی معروض داشتہ۔ بشہر مذکور مراجعت نمود ؎

نوشست عہد محبت بہ دوستان پیوست
دلے چہ سود کہ آں عہد را دوائی نیست

ابدال بٹ کی سازشیں

وسررشتۂ سخنانِ محبت و دوستی کہ با یوسف شاہ از روئے مصلحت تافتہ بود۔ تمامی با بدال بٹ شرح نمود۔ ابدال بٹ را اگرچہ سخنِ محبت مکرّدہ و نامطبوع آمد۔ اما در دل مخفی داشتہ با اظہار نکرد۔ قضارا دریں حال میرانِ سیّد مبارک شاہ را اندک عارضۂ عروض یافتہ۔ ابدال بٹ ایں اندک عارضہ را غنیمت عظیم در سدِ صلاح خود دانستہ در ملازمت سیّد مذکور شتافتہ۔ ایشان را برایں تحریک نمود کہ چوں علی خان بدبخو با سابق در مقام فتنہ انگیزیست و شما بسعادت ضعف بدنی مستولی دارید بانسب و الیق آنست کہ او را چند روز محبوس داشتہ شور تا بنیاد فتنۂ و فساد موسس نہ گردد۔ بعد از صحت و تندرستی او را از حبس خلاص باید فرمود۔ ایں مصلحت با مشیرانِ میرانِ سیّد مذکور فرستادہ خود بخانۂ خویش رفت۔ بہ امیدِ آنکہ شاید ضعفِ بدنِ میران سید مذکور دیدہ۔

---

[1] دشوار گزار راہیں۔

درضمن آن یک معامله رد نماید. چون مومی الیه از مرکب سواری فرود آمده متوجه ملازمت میران سید مذکور شده. داؤد میر بلوکه از مبادزان میران سید مذکور بود۔ دست او را گرفته به حبس خانه نگاهداشت واکثر مبارزان وسرداران لشکر او مانند شمسی دونی و دولت خان مضطرب وسراسیمه شده پناه بخانهٔ میران سید حسین خان آوردند. شمس چک وعلم شیرخان وغیرهما التجا بخانهٔ میران سید شاه ابوالمعالی برده عنان نوکری خویش بقبضهٔ اختیار ایشان سپردند. ابدال بٹ ازانجا که بشیوه فراست وصفت خباثت هردو در نهادِ خود متمکن داشته به لوہر چک وسرداران طائفه چکان اظهار نمود که این معاملهٔ میران سید مذکور باستقلال و استبداد رائے شریف خویش نموده اند و مااصلا درین مصلحت هم مشورت ایشان نبودیم ونزدیک که شمارا نیز مثل مومی الیه از ایشان تعرض وتشویش عائد داره گردد. لهذا مدبران مشیران هراس تمام در رعب لاکلام پیدا نموده. هرکدام بحفظ خویش پرداخت وبه یوسف شاه مکتوبات که بظاهر مشتمل بر انواع خصوصیت واتحاد و در حقیقت همه شقاق ونفاق بود۔ نوشته فرستادند که آنچه مطلوب و مدعاء ملازمان خواهد بود بجان کوشیده به تقدیم رسانیده خواهد شد وچون مقتضائے وقت باشد. حقیقت حال اعلام کنیم. آن زمان بے تحاشا وتامل نهضت وتوجه بایں جانب ازانی خواهند فرمود وبعد ازاں بتاریخ پانزدهم شعبان سنه مذکور ابدال بٹ آوازهٔ دروغ آمدنِ یوسف شاه در شهر در افواه اهالی وموالی وسپاه انداخته یکی از مبارزان آن دیار را ملبوس بلباس شاهانه ومزین بزینت خسروانه گردانیده وپرده سرائے عالی برپا نموده درمیان آن فرود آورد۔

چون صیت آمدنِ یوسف شاه اهالی وسپاه استماع نمودند وضعف بدن میران سید مشارُ الیه معائنه کردند۔ اکثر طوائف باتفاق یکدیگر رفته با بدال بٹ ملحق شدند۔ میران سید مشارُ الیه ازمشاهدهٔ این حال علی الصباح باوجود ضعفِ بدن وحشم وخدم که در ملازمت ایشان مانده بود همراه گرفته بقصدِ جنگ ومحاربهٔ ایشان بمیدان عیدگاه نزول فرموده۔ محمد بٹ که مرد شیرین زبان وچابک سخن بود برسم رسالت نزد ابدال بٹ این مقدمات گفته فرستاد که آبروئے مردان از مبارزان آنست که در معارکهٔ حرب وقتال لوائے مباهات برافراخته۔ هرچه که درباب مبارزت دارند بنمائیند۔ اینک من در میدانِ عیدگاه بر مرکب تیزگام بے آرام سوار شده ایستاده ام۔

لائقِ حال مبارزان و شجاعان آنست کہ بر عہد و قول ایں جانب اعتماد نمودہ۔ از آبِ نہر شہر عبور نمودہ در معرکۂ مبارزت مرکبان خود را در میدان عیدگاہ بجولان درآوردہ مردیِ خود را آشکارا کنید و بہ امرا آں جماعہ قول و عہد نمودہ از گذر آب گذشتن فرصت دہند تا آنزدی آب آمدہ در میدان زالڈگر نبردے کنم کہ لوائے لاف و گزاف کہ در ساحتِ میدان برافراختہ آند بصرصرِ قہر مبارزت درہم شکنم بلکہ عاقبت ہر کرا خدائے تعالیٰ در مبارزت فتح و فیروزی دہد او بر مسند حکومت ایں ولائت بنشیند۔ از استماعِ ایں حکایت تمامی سردارانِ کشمیر در حیرت شدہ رد بہ محاربہ بہ تجربہ بود و بارہا مبارزت سیّد مشارٌالیہ بچشم خود دیدہ و بگوشِ ہوش شنیدہ بود۔ دریں باب مصلحت با مبارزان چناں نمود کہ زنہار در محل خود ساکن باشید و از ایں جا قدم بیرون منہید۔ چرا کہ با ایشان اگر مقابلہ خواہید کرد اغلب آنست کہ از دست مبارک آں طائفۂ شریفہ یکے از گروہ باشکوہِ مبارزان شما سالم بیرون نخواہد رفت مگر آنکہ از میدان محاربہ فرار خواہد نمود ؎

حذر کن ز پیکار کمتر کسے

کہ از قطرہ سیلاب دیدم بسے

مناسب مصلحت آنست کہ بر کثرت لشکر خود اعتماد مکنید و بزورِ شجاعتِ خود فریفتہ مشوید۔ مردی کہ چنیں معاملہ در پیش دارد بی تامّل در مقامِ انتقامِ او رد کردن گویا در گذرگاہِ سیلاب خواب کردن است۔ ایں ہم بغیر از حیلہ و فریب صورت پذیر نیست ؎

چوں بقوت حریف خصم تو نہ | حیلہ و مکر را از دست مدہ
کہ بحیلہ کمان قوت را | میتوانی کہ بگسلانی زہ

در صورت ایں حال ابدال بٹ حیلۂ در ضمیرِ خود اندیشید کہ ارقامِ صدق بر صفحۂ آں مقالات ہویدا نہ بود۔ فی الحال بے اہمال سر حلقۂ درگاہِ باباخلیل اللہ را طلب نمودہ بحضور فائض السرورِ ایشان قاصدے بمصحوبِ مکتوبے بطلب یوسف شاہ روان گردانید۔ بمضمون آنکہ چون امرایان و سردارانِ ممالک کشمیر عہد و پیمان بایمان مستحکم ساختہ ہمگیِ ہمت با نہمت خود را موافقِ مصلحت دوستان کردہ قرار بردن دادند کہ مسند ایالت و حکومتِ ولایت بلا زمان تسلیم نمایند صوب آنست کہ بے تکلف و درنگ تشریف شریفہ بایں حدود ارزانی فرمایند و مقدماتِ چند موافق خواہش و خیالِ علی خان کہ در قیدِ موکلان میران سید مبارک شاہ بود نیز گفتہ فرستاد ؎

گر امروز گفتارِ ما نه شنوی
مبادا که فردا پشیمان شوی

این مقدمات به ابدال بٹ بانجام رسانیده، بابا خلیل الله دیادت مآب میران سید برخوردار درحضورِ حاضر گردانیده اصنافِ افسانه ترتیب داده وانواع حیله را برانگیخته وسمعِ ایشان رسانیده همراه وکیل میران سید مبارک شاه در موضع عیدگاه گفته فرستاده

کارها راست کند عاقل کامل بسخن
که بصد لشکرِ جرار میسّر نه شود

که حادثهٔ امروز را میرانِ سید مبارک شاه حادثه تصور نه کند. لیکن چون علی خان مشیرانِ ایشان بے تامّل در قید و حبس نگاه داشته اند این جماعه جهت آن ترس پلِ نهرِ شهر بریده خودرا در کنفِ اهتمام محفوظ داشته اند. بلکه این جماعه زنهار خواهندهٔ ایشانند وقصدِ محاربهٔ ملازمان نه دارند

این شاخ پایدار پروردهٔ دستِ تست
مشکن بدست خویش که آنهم شکست تست

کاری که احتمال خطر داشت نه شد وهیچ کار اورا امکانِ فتنه بود ورو نه نمود. مرد بدبخت آنست که فتنهٔ خفته را بیدار سازد وهیچ که بصلاحِ تدارک پذیرد بجنگ وخشونت پیش نه برد مصلحت بران قرار یافته که یوسف شاه را طلبید بالازمان درخانقاهِ بابا خلیل الله یکجا نموده شرائطِ عهود ولوازمِ مواثیق درمیان بایمان مؤکد ساخته. یوسف شاه را بر مسندِ حکومت نشانیده شود. ملازمان هرکدام امراو سردار به دستور سابق حصه وبخشش خود متصرف گردد تا فتنه وفساد مرتفع شده صلاح وسداد رو نماید باتفاق ورفاقت علی خان درخانقاهِ بابا خلیل الله تشریف ارزانی دارند که مواثیق مؤکده وعهود مستحکم درمیان مقرر کرده شود. میران سید مشارٌالیه بوَفق مصلحتِ ایشان کار فرموده زنجیر از پائی علی خان وا کرده همراه خود گرفته بواسطه کمالِ ضعف بدنی بکار زار آن جماعه نه پرداخته وخانقاهِ بابا خلیل الله توجه نمودند. مصلحتِ علی خان درباب این قضیه از فرزند خود یوسف خان مصلحت پرسید. فرزند مذکور در جواب این مصلحت گفت که صورت این هم بغیر صحت وتوانائی میران سید مشارٌالیه ممکن نیست. مجرد که درحالت ناتوانی ایشان در جماعهٔ دشمنان رویم اسیر وگرفتار خواهم گردید. صواب وصلاح آنست که چون فرزندانِ

مدبران میران سید مشارٌالیه بواسطهٔ ضعف و ناتوانی ایشان مضطرب و حیران اند. و در میان ما و ایشان قضیهٔ هائله و حجابِ فاصله تا حال واقع نه شده بلکه ایشان ازین تقصیر انفعال تمام دارند. با ایشان به یک اتفاق شده پیش ایشان نه رویم. تا محکوم و مغلوب نه گردیم ؎

رشته تا یکتاست آن را زود زالی بگسلد
چون دو تا شد از گسستن عاجز آید زال زد

علی خان با عناد و استمالتِ ابدال بٹ و ملاحظهٔ طایفهٔ چکان سخنِ صواب اندیشِ فرزند خویش گوش نه کرده و قول صاحب عرض نیکو تامّل نه نموده. مکان کارزار و راه فرار فروگذاشته چهرهٔ نصرت خود را به غبارِ میدان از نظرِ امیدواران پنهان گردانیده. مسافتِ راه عیدگاه طے کرده در خانقاه بابا خلیل اللّه در آمدند. سید مشارٌالیه از مرکبِ سواری فرود آمده از غایتِ ضعفِ بدنی تکیه بر دیوارِ خانقاه کرده نشست. اکثر فرزندان و مبارزان از ازدحام و هجومِ عوام دیده متفرق شده در جایهای محفوظ جا گرفتند و بغیر میرانِ سید شاه ابو المعالی و ابراهیم خان از جملهٔ فرزندان در ملازمت ایشان دیگری نماند. و اکثر اقربا و خویشان مضطرب و حیران شده از موضع پٹن چک به یوسف شاه ملحق شدند. چون این تیر تدبیر ابدال بٹ بهدف مراد رسید ؎

چه فتح خجسته باو دست داد
نه دارد جهان تا جهانست یاد

فی الحال حیدر چک را با جماعهٔ مبارزان در آنجا فرستاد. دید که آن شیر مردانِ معرکه مردی بواسطهٔ ضعفِ عارضی از قوت و شوکت فرو مانده به تسبیح و تهلیلِ قادر جلیل اشتغال دارد و علی خان را رخصتِ انصرافِ منزلِ خویش نمود و میران سید مبارک شاه را شرائطِ تعظیم و لوازمِ تکریم بجا آورده در کشتی سوار نموده بمنزلِ خود آورد و بحکم اِذا جاءَ القضاءُ ... قضائیه گرهٔ تقدیر بسرانگشتِ تدبیر مبارزت نمی توان کشاد و فحوای و لا مُعقّبَ لحکمه و مقتضای قضا را بچاره گری تغیر و تبدیل نمی توان داد ؎

قضا بتلخی و شیرینی بسر رفته است اگر ترش بنشینی قضا چه غم دارد
چو ردّ می نه گردد خدنگِ قضا سپر نیست مر بنده را جز رضا

همان ساعت علی خان را مع فرزند خویش از خانهٔ خود بر آورده بخانهٔ لوهر چک برده بزنجیر زندان

گرفتار ساخت فرزند او یوسف خان بمشاهده این حال زبان مقال بمضمون این ابیات گویا گردانید ـ

گفتم ای دل مرو آنجا که گرفتار شوی
عاقبت رفتی و هم گفت منت پیش آمد

بعد ازین معامله ابدال بٹ از قول و عهد نادرست خویش نادم و پشیمان شده فرزند خود را شتابان به نزد یوسف شاه روانه گردانید که چون معامله آنجا به نهجی قرار یافته است که آمدن ملازمان باعث نقصان و خسران است ـ

روز ازل هرچه قلم در نوشت — باش بران راضی و گردن مپیچ
گر بخلاف آن تو کنی اختیار — جهد خطا باشد و سعیت بهیچ

لوہر شاہ

لاجرم بمجرد رسیدن پیغام عنان مراجعت بهمان مقام مصروف دارند۔ یوسف شاه از استماع این سخنان ساعتی سر فکرت بجیب حیرت فرو کشیده باز بهمان محل قدیم مراجعت نموده۔ چند روز همانجا متوقف گشته جهت امداد و اعانت خود بطلب کومک بادشاهی با برادرزادهای میران سید مبارک شاه رشته موافقت تافته متوجه دار الخلافت آگره در خدمت اکبر بادشاه گردید بتاریخ سنه مذکوره ابدال بٹ با اتفاق سرداران این دیار اسم بی مسمّی شاهی بر لوهر چک ولد شنکر چک اطلاق نموده۔ چون شتر کجاده دار زمام اختیار بدست خود گرفته بهر طرفی که خاطرش خواسته می گردانید و او بغیر از خطبه و سکه چیزی دیگر را مالک نبود و بعضی مردم این دیار که از شوق و ذوق صحبت سلطنت یوسف شاه مانند حبیب خان ولد ابدال خان وغیره از میران سید مبارک شاه متفرق گشته با ابدال بٹ ملحق شده مضطرب الحال و متفرق البال بودند۔ ابدال بٹ برایشان تجرد بحکم نموده۔ گاهی حبس و گاهی تهدید کرده بقتل یکی از آنها نپرداخت بلکه به رفق و ملائمت نگاه می داشت و به همین منوال مدت یک سال بر مردم این دیار حکومت و کامرانی می راند۔

شہنشاہ اکبر کی یوسف شاہ سے ناراضگی

در اثنای آن حال اکثر مردم این دیار از پیاده و سوار فرصت وقت یافته مانند شمس چک و علم شیر خان راه فرار اختیار نموده به یوسف شاه پیوستند۔ بعد از مدت یک سال

پادشاه همایون آثار اکبرشاه عنایت خسروانه به یوسف شاه بمنزل داشتند. و دو عم محترم عطا کرده میرزا یوسف خان و راجه مان سنگه با ایشان جهت تسخیر ممالک کشمیر تعیین فرمود. چون عساکر نصرت مآثر آن هر دو سردار بدار الخلافت لاهور رسیده و یوسف شاه با سپاه خود جهت تفحص احوال سرداران آن دیار و ملاقات فرزندان پیشتر در موضع بهلول پور شتافت. از استماع آن حال ابدال بت و سرداران آن دیار بتواتر قاصدان پنهانی با مکتوبات مشتمله بر نفاق تمام و ملائمت لاکلام به نزد یوسف شاه فرستادند که منصوبه عجب از کتم عدم بر منصه وجود بظهور آمده که از نزول و وقوع آن ایمن نباید بود. چرا که عساکر شاهنشاهی و جنود ظل الهی بعد از فتح این ممالک کار ملازمان ایشان تا بچه نوع و بچه آئین مقرر گردانند ـ

عاقل آنست که در تجربه نفع و ضرر — از حریفان دگر بهره خود بستانند

هر چه دانست کز و نفع رسد بر دارد — وانچه در وے ضررے فهم کند نستانند

رائے من اقتضائی آن می کند که بر قول و عهود این جانب اعتماد نموده الزام تقصیرات سابقه بر بنده خود حمل نه فرموده عساکر شاهنشاهی گذاشته و ملتفت برائے تدبیر این جانب شده. بے ترس و هراس درین دیار در آیند.

کرم نما و فرود آ که خانه خانه تست

یوسف شاه اعتماد بر عهود کاذبه و مواثیق باطله اداد آن جماعه نمود از موضع بهلول پور فرار نموده بکوهستان راجوری در آمد و عیال و اطفال خود را در قلعه پردت ساکن ساخته خود بموضع والی نک، در دامنه کوهستان کشمیر نزول نمود. چون سخن فرار یوسف شاه بسمع همایون اکبرشاه رسید کراهیت تمام بخاطر اقدس خود رسانده اعراض و اعتراض بر یوسف خان و راجه مان سنگه نمودند. چون یوسف شاه در موضع والی نک متمکن شد. ابدال بت بدست خویش بر روئے خود ابواب فتنه بر کشاده جهت محافظت و حراست راه هیره پور یوسف خان ولد حسین شاه جماعه همراه کرده مانند حسین خان ولد ابه شاه وغیره فرستاده آنجماعه فرصت وقت غنیمت شمرده فرار نموده به یوسف شاه در موضع مذکور ملحق شدند و میر حسن چاڑوره و شمس دونی نیز باتفاق جماعه مبارزان از ایشان فرار نموده به یوسف شاه در پیوست و روز بروز پیاده و سوار این دیار فرصت وقت یافته فرار اختیار نموده بلشکر یوسف شاه می پیوستند

ابدال بٹ تهیهٔ اسباب حرب وآلاتِ جنگ کرده التفات بعهود ومواثیقِ خود نه نموده.
قصد محاربهٔ یوسف شاه مصمّم گردانیده راه هائے درآمدنِ عساکر اُو مسدود ساخت ؎

کینه بهر سینه که بنهاد رخت
دل بود ش از پئے آزار سخت

یوسف شاه از فحوائے ادائے حرکات آں چنان فهم نمود که ابدال بٹ باز بچاپلوسی و خُداع خویش میرانِ سید مبارک شاه رامتفق ساخته در فتنه بروئے من خواهد کشود. لهٰذا یوسف شاه قاصدے پنهانی مصحوب مکتوبی در ملازمت میران سید مبارک شاه فرستاد مشتمل برآنکه

"ابدال بٹ جهت تمشیت وتقویت خویش تکلیف موافقت ورفاقت آنصاحب بهمت خواهد نمود. رجا که بدستور سابق منت براینجانب نهاده مشارُالیه را در سایهٔ علمِ حمایت ولوائے تقویتِ خود جا نه دهند که کارهائے خود را بهمین کردگار بدعائے آں بزرگوار حواله نموده ایم و یقین است که هر کارے که مشارُالیه بغیر از تدبیر مبارزت ملازمان خواهد نمود. عاقبت ناتمام وبے رونقِ نظام خواهد بود" ؎

هر آنکس که با دست خود را سپرد
ز دشمن نه بیند دگر دست برد

چون قاصد پیغام خوش انجامِ یوسف شاه بسمع شریف میرانِ سید مبارک شاه رسانید و ایشان بخاطر نیز همین مصلحت موافق تدبیرِ ضمیرِ یوسف شاه تصوّر می فرمودند. بموجب آنکه گفته اند ؎

دل را به دل رهیست دریں گنبدِ سپهر
از سوئے کینه کینه واز سوئے مهر مهر

آں را بگوشِ هوشِ اصغاء فرموده قاصدِ مذکور را جوابِ موافق سوال بایمار قدوم یوسف شاه داده رخصت انصراف فرمود. یوسف شاه از رسیدن جواب شادان وشگفته برمرکب تائید سوار شده از موضع مذکور یلغار کرده از راه چیره هاره را هداران ابدال بٹ را بقوت صولت منهزم و پریشان ساخته در بلدهٔ کشمیر درآمد. و مردم لوهر شاه که در قصبهٔ سوپور جهت محافظت آں موضع تعین نموده بودند بتائید وتقویت عونِ الهٰی نیز شکست داده موضع سوپور ونواحی

آن درقبضۂ تسخیرِ خویش درآوردہ ہمانگاشتہ مصحوب قاصدے بطرف ابدال بٹ گفتہ فرستاد کہ اعتماد برعہود و مواثیق و مکتوبات ایشان نمودہ۔ عساکرِ پادشاہی پس سرگذاشتہ درقصبۂ سوپور نزولِ اجلال فرمودیم۔ اگر عہود و شرائط خود استوار دارید برمرکبِ اخلاص سوار شدہ بملازمت این جانب خود را رسانید تا باتفاق ہم دیگر قدم نہضت درقصر سلطنت نہادہ شود ؎

دستِ وفا در کمرِ عہد کن
تا نہ سوئے عہد شکن جہد کن

ابدال بٹ از استماع این سخنان قاصد را دلاسائے دروغ آمیز کردہ رخصتِ انصراف بطرف یوسف شاہ نمودہ۔ جہت تقویت و تمشیتِ سلطنتِ لوہرشاہ میران سید مبارک شاہ و علی خان را از قیدِ حبس برآوردہ انواع حیلہ ہائے برائے استمالت و دلاسائے ایشان برانگیخت۔ اگرچہ این معاملہ متضمّن نصوبہ ازدیادِ شوکتِ میران سید مبارک شاہ بود اما سخن مصلحتِ ابدال بٹ ہرزہ و ہذیان دانستہ زبان درکامِ خاموشی کشیدہ بعبادت خانہ نمود ؎

سرمایہ سعادت دینی عبادتست
پیرایۂ کرامت عقبیٰ عبادتست

و تا زمان انقراضِ رشتۂ حیات بطاعت و عبادات ربّ السّموات اشتغال می نمود چنانچہ عنقریب سمت تحریر خواہد یافت اِنْشَاءَ اللّٰہُ وَحْدَہُ الْعَزِیْز۔

لوہرشاہ کی بغاوت

علی خان باتفاق لوہرشاہ و ابدال بٹ جہت مقصودِ خود علمِ مخالفتِ یوسف شاہ برافراختہ بدائرۂ مصلحت ایشان درآمدہ ہماامکن[1] درتزدد دفع درفع یوسف شاہ کمرِ جد و جہد برمیان جان بست ؎

من طریق سعی می آرم بجا
لیس للانسان الّا ما سعیٰ
دامنِ مقصود گر آمد بکف
از غم و اندوہ ماندم برطرف

---

[1] جہاں تک ممکن ہو سکے۔

ورنه شد از جهد من کاری بکام
من دران معذور باشم والسلام

و فرزند ارشد یوسف شاه را که میرزا یعقوب باشد نیز فریفته در محاربهٔ پدر خود حریص و راغب ساخت۔ ابدال بٹ چون در مخالفتِ یوسف شاه علی خان و میرزا یعقوب و غیرهم را یکدل و یکرنگ دید۔ از عهود و شروطِ خود پشیمان شده از شهر کوچ نموده بمقابلهٔ یوسف شاه باین طرفِ سوپور ایستاد و چند روز محاربهٔ تیر و تفنگ باهم در پیوستند۔ چون مانع تلافی طرفین آبِ سوپور بود۔ ابدال بٹ به اتفاق علی خان مصلحت نموده دو هزار سوار تجمل و مسلح برهٔ کنهامر همراه حیدر چک بقصد محاربه یوسف شاه فرستاده در همان روز جهتِ عبورِ آبِ سوپور برادر خود علی بٹ تعین نموده در مقام روباه بازی چون دمنه باشیر در آمده مصحوب بابا خلیل الله نصیحت چند گفته نزد یوسف شاه فرستاد۔ بشرح آنکه چون این بنده پروردهٔ نعمت علی شاه و از خاک برداشتهٔ آن درگاه است۔ لازم و واجب است که آنچه فتنه و فساد در صلاح و مصلحت ملازمان بیند مخفی نه داشته در معرض عرض اظهار نماید۔ که سردارانِ و امرایانِ لشکر ملازمان با سرداچان قرارداده اند که دران تقابلِ صفوف مرکب فرار لشکر آن نامدار برانگیخته در حلقهٔ مردانِ کارزارِ لشکر لوهر شاه در آیند و فردا صباحِ پگاه لوهر شاه با حشم و سپاه ازین آب عبور نموده و محاربهٔ ملازمان بیایند۔ و حیدر چک با دو هزار سوار تیرانداز نیزه گذار بموضع بوسنگری رسیده از عقب لشکر ایشان نمجار به خواهد پیوست زنهار هزار زنهار شتاب عنانِ انصراف بجانب موضع پو پخ مصروف دارند والّا نه گرفتار خواهند شد۔

بیت

چنین گفت مردِ سخن آفرین ۔ زاخبار یوسف شهی دوربین
چو تهدیدِ ابدال بٹ شه شنود ۔ زبانِ بیان در جوابش کشود
دران پس سخن در چنین در کشاد ۔ که ای بٹ بن بٹ نیلو نژاد
بیا پائے در راه انصاف نه ۔ که نه بود طریقی زانصاف به
تو از مکرِ خود سید و بادشاه ۔ در انداختی همچو رستم بچاه
تو امدادِ او سر بر افراختی ۔ بمیدانِ مردان فرس تاختی

نیابی تو امروز امدادِ او　　　چگونہ شوی جنگ من رو برو
تو بودی کشاورز آبائے من　　　کشاورز را کے سزد جائے من
بشمشیر ترکش ترا نیست کار　　　کشاورز را با دلیری چہ کار
خداوند ملکم بہ پیوند خویش　　　مشو عاصی اندر خداوند خویش
نژاده منم دیگران زیر دست　　　بہ پورِ علی شاہ کہ آرد شکست
بخون ریز من لشکرِ ساختی　　　شبیخون کنان سوئے من تاختی
بداں تا بہم برزنی جائے من　　　ستانی ز من ملک آبائے من
تو گر ہوشیاری، نہ من بیخودم　　　ہمان ہوشیارم ہمان بخردم[1]
تو درمن چو نرم آستین دیدہٗ　　　کہ فولاد خود را پسندیدہٗ
تو از برگ ساکن کنی باد را　　　ہراسان ازبیدِ پولاد را
در اندازۂ من غلط بودہٗ　　　کہ بازوئے جنگم نہ پیمودہٗ
کسی کو زند برمن ابر دگرہ　　　کفن بہ کہ پوشد بجائے زرہ
سنانم ز پہلو در آرم بناف　　　دروغے نمی گویم اینک مصاف
من اینک عنان باز پیچم ز راہ　　　کہ یا سر دہم یا ستانم کلاہ

ترا آنچہ بایست گفتم تمام
تو دانی دگر بعد ازین والسلام

ابدال بٹ مضمون ایں حکایت شنید۔ اما چوں از کثرتِ لشکرِ خود مغرور دیکے لشکر یوسف شاہ بہ ترازوئے فکر سنجیدہ بود۔ زبانِ درکام خاموشی کشیدہ۔ جوابی نزد ایشان نفرستاد وبا خلیل اللہ را بطرفِ شہر رخصت دادہ استعداد محاربہ و مقابلۂ یوسف شاہ نمود سہ

نزاع آنچناں آتشی بر فروزد
کہ از تاب او آنچہ باشد بسوزد

ویوسف شاہ درہماں شب وقت طلوع صبحِ صادق راہ گذر پائین سوپور مصفا ساختہ بر مرکب

---

[1] بمعنی دانا، ہوشیار، عقل مند

دونده جهنده تازی نژاد سوار شده آں طرف آب گذشته مبارزان لشکر خود را ترتیب داد۔ جماعهٔ پیاده بطرف میمنه و برخے آتش بار بطرف میسره مرتب کرده بجانب مخالفان خود روانه شد۔ از استماع آنحال لوہر شاه ابدال بٹ را ہراولِ لشکر انبوه با شکوهِ خود ساخته روبروئے مخالفانِ خویش نهضت نمود۔ چوں عساکر طرفین صفوف محاربه باہم راست کرده روبروئے ہم دیگر شدند اوّل ابدال بٹ قدم مبارزت به محاربۂ یوسف شاه پیش نهاد۔ یوسف شاه بیک ضرب نیزه اژدر فام کار ابدال بٹ به سرانجام رسانید ؎

گراں شد رکاب و سبک شد عنان
فرس خورد جهیز و دشمن سنان

و تاریخ قتل او بریں وجه یافته اند که ؎

"ناگہاں شیر درید یک دمنه"[1]

بعد ازاں یوسف شاه باتفاق مبارزان عسکر خویش مانند یوسف خان ولد حسین شاه و حسین خان ولد ابیه شاه و شمسی چک ولد دولت چک و میر حسن ولد نجی ملک و علم شیر خان و شمسی دونی و سید سیف خان بیهقی با برادران و عزیزهم که هرکدام از ایشان سردار معرکهٔ مردمی بود بیکبار حملهائے شیر کردار در لشکر بے شمار لوہر شاه درآوردند چوں دے را قوتِ مقاومت نماند چتر شاہی درمیدان مبارزت انداخته فرار نمود ؎

مرد میدان شجاعت را نباید بیم سر — هرکه از سر نه گزرد کے مرد ایں میداں بود

حبیب خان ولد ابدال خان که از قبل یوسف شاه ابدال بٹ در قید حبس محبوس داشته بود۔ درمیدان رزمگاه با زنجیر جانکاه یافتند زنجیر از پائے او وا کرده بقوت شجاعت و زور شهامت لوائے نام و ناموس خود بلند ساخته با فتح و فیروزی متوجه شهر گشت. از استماع ایں قضیه فوج حیدر چک ازدم متفرق و پریشان شد و خود حیدر چک با معدودے چند براه چیره هاره پیاده پا برهنه فرار نمود۔

---

[1] دمنہ۔ نام ایک گیدڑ کا جو بڑا مکار تھا۔ اور قصہ اس کا کلیلہ دمنہ میں مذکور ہے۔ مجازاً ہر مکار اور حیلہ گر کو کہتے ہیں۔ مصرع سے ۹۸۵ھ ہجری کی تاریخ نکلتی ہے۔

یوسف شاہ بار دوم بتاریخ نہصد و ہشتاد و ہشتم ہجری یوسف شاہ بار دوم بر سریر سلطنت و کامگاری و پایۂ پادشاہی و بخت یاری نشست و منصب حکومت و رتبۂ وزارت این دیار بہ قبضۂ اقتدار محمد بٹ سپرد۔ او مرد خردمند، روشن رائے و چابک سخن و شیرین زبان بود و لطائف و مطائبات و بذلہ گوئی بسیار می نمود و در حق رعیت و نقیر بے چارہ بسیار نیکو بود ؎

برائے روشن و فکر صواب بردندی — زروئے آئینۂ روزگار زنگ خلل

بعقل کامل و تدبیر راست کردندی — ہزاران مشکل دوران بہ نیم ساعت حل

چون پنج ہزار سوار کہ از سوپور فرار نمودہ آمدہ در شہر کشمیر مختفی گشتند و بخدمت حضور یوسف شاہ نہ پیوستند۔ بنا بران محمد بٹ بطریق کنایہ در روشن مطائبۂ[1] بہ یوسف شاہ اظہار نمودہ کہ غالباً این پنج ہزار سوار فراری یا از بدستور سابق بہ تمہید یا طرح ضیافت محاربت و تربیت جہانی مبارزت استعداد دارند کہ بنا بران ہیچ کدام از ینہا بالفعل در حضور فائض النور حاضر نہ شدہ است۔ یوسف شاہ گفت کہ من رحمتی ام از خدائے تعالیٰ بر نیکان و مصلحان و خشم و غضب ام بر بدان و مفسدان نیش زہرم با لطف در آمیختہ است و زہر زحشم با شکر رحمت مختلط شدہ ؎

تریاق و زہر ہر دو مرا در خزانہ ہست

آن را بدوستان دہم این را بدشمنان

حکما گفتہ اند کہ مدار عالم بر سیاست است و او را بتحنگی جہان کون و فساد نامزد کردہ اند اگر ضبط سیاست نباشد مہمات جہان بر نسق نماند و اگر قانون تادیب و تعذیب نبود کار ہا رو بہ تباہی نہد ؎

از سیاست نظام گیرد ملک — بے سیاست خلل پذیرد ملک

نسق کارہائے عالم را — از سیاست ناگزیر بود

اگرچہ عروس "لا ملک الّا بالعدل" دلپسند تر است اما او را از پیرایۂ "لا ملک الا بالسیاسۃ" چارہ نیست۔ پس لازم مناسب مصلحت مملکت آنست کہ برین مردم فسادانگیز کسان تعین فرمود

---

[1] کسی کے ساتھ خوش طبعی اور مزاح کرنا۔

شود تا در هر کجا و در هر خانه که محقق شده باشد پیدا نموده - بوقت سیاست در آورند. گماشتگان جا بجا رسیده - لوہر شاه را در منزل قاضی موسی از خانه که در زیر زمین تعبیه[1] نموده بود بر آورده و محمد خان را از خانهٔ میران سید برخوردار یافته - در عرضه گاهِ حضورِ یوسف شاه حاضر کردند. و حبی چک که همیشه لاف و گزافِ شجاعت و مردانگی در میدان رفعت و بلندی می زد - مردم این دیار سخنان گزاف او را درست و راست می پنداشتند - در وقت کار رهیبت آن شجاعت شعار نوعی او را زبون ساخت که راه فرار بطرف ولائت هند و تبت با وجود کمال فرصت و فراغت بر خود مسدود ساخته مرکب جهنده دونده خود گذاشته رو بانبار خانه از زن جمشی باسو آورده در آن پنهان گردید - چون او را از آن مقام حسن بٹ برادر محمد بٹ بیرون بر آورده در حضور یوسف شاه حاضر کرد - چون یوسف شاه برای صواب پرسش و خطاب او متوجه گردید وے از غایت اضطراب بجواب صواب نتوانست پرداخت - لاجرم یوسف شاه زبان مقال بمضمون این ابیات مترنم گردانیده گفت ؎

مرد تمام آنکه نگفت و بکرد — وانکه بگوید بکند نیم مرد

وانکه نگوید و نکند زن بود — نیم زنست آن که بگفت و نکرد

و نیچه گنی که سر حلقهٔ فتنه و فسادِ مردم این دیار بود پناه بخانهٔ یوسف خان ولد حسین شاه آورده بود او را نیز از آن جا بر آورده در حضور یوسف شاه حاضر ساختند - چون یوسف شاه زبان سوال برکشود آن مردِ بے خرد بهمان روشِ قدیم جہلِ جبلیِ خود ظاهر ساخته حرفهائے ناهموار تکبر و افتخار بر زبان راند - یوسف شاه به بزرگیِ خود بموجب وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ عمل نموده - آن زمان به سیاست و عتابِ او نه پرداخت و باقی سپاه و مردم دہاقین که داخل زمرهٔ اہل فرار بودند - همه را ایلچیان از موضع و مقامِ اختفا پیدا ساخته حاضر کردند - چون تمامی آن مردم حاضر شدند - یوسف شاه زبانِ حجت بر ایشان دراز نموده و نخست وجه اثباتِ تقصیرات نمود :-

اوّل - آنکه بموجبِ نزاع و عناد راهِ صلاح و سداد فرو گذاشته - شیوهٔ بے وفائی

---

[1] پوشیده رکھنا -

شعارِ خود از ماجرائی اختیار نموده بہ میران سید مبارک شاہ ملحق شدہ علم فتنہ و
فساد بر پا نمودہ۔ ایشان را با نواع پریشانی مبتلا گردانید۔

دوم۔ آنکہ آں سید بزرگوار در بارۂ شما انواع لطف و احسان مبذول داشت۔
شما را بپاداش آں نفاق و شقاق[1] در کار او ورزیدہ۔ ما را از موضع برتھل
طلبیدہ۔ دست رد بر سینۂ مثل ما حاکمی زدہ و منفعل ساختہ۔ عقد موافقت
بہ لوہر شاہ بستہ و دستِ بیعت بر دستِ او نہادہ۔ وے را بر مسند ایالت
نشانید۔

سوم۔ آنکہ چوں ایں جانب بہ رفاقتِ عساکرِ پادشاہی متوجہ تسخیر ممالک کشمیر
شدیم۔ مکتوبات مشتمل بر انواعِ چاپلوسی نوشتہ فرستادید۔ کہ من بعد از جادۂ
صدق و یگانگی سر ارادت بیروں نہ خواہیم نہاد۔ چوں از آں بر عہود و مواثیق
شما اعتماد نمودہ و عساکر پادشاہی پس پشت انداختہ باین دیار رسیدیم۔ مواثیق
خویش در حیز تغافل و تجاہل انداختہ۔ صفوفِ محاربہ آراستہ کردہ رو برُوئے
ایں جانب شتافتید۔

چہارم۔ آنکہ پدر بزرگوار چوں انواعِ لطف و احسان در بارۂ شما مبذول فرمودہ۔
از خاکِ مذلت برداشتہ۔ بذروۂ اعتبار و آدمیت رسانید۔ و ما نیز تا حال
بہمیں منوال اصناف درحق شما مرعی داشتہ۔ مزید مراتب در استقبال
مصمم نمودہ بودیم۔ و شما آں ہمہ نعمتہا را بہ کفران بدل نمودہ۔ راہِ طغیان و
عصیان پیش گرفتید۔ اکنون کہ از دایرۂ شریعتِ محمدی و ملتِ حنفی پائے
اطاعت و فرمانبرداری بردن نہادہ۔ بہ مقتضاء آیۂ کریمہ اطیعوا اللّٰہ واطیعو
الرسول واولی الامر منکم عمل نہ نمودہ۔ داخلِ زمرۂ بغی و فساد گشتید۔
خون و مال شما حلال و مباح است۔

از استماعِ ایں سخنان جوابہائے پریشاں بہ معرضِ عرضِ ایشان بیاں نمودند۔ لاجرم یوسف شاہ

---

[1] مخالفت کرنا۔

لوہر شاہ و محمد خان و برادرِ او حسنی چک را چشمان بر آوردہ از قوت باصرہ معطل گردانید و بیچہ گنی و فتح خان جند و حسین کوکہ را بوقت سیاست قطع اعضا رسانید و از یوسف لنڈ و علی خان سری گامہ و علی بٹ برادرِ ابدال بٹ مثلِ اسیرانِ اہلِ بغی باخذ مبلغ فدیہ طور حکم فرمود و علی خان و نوروز چک و پسرِ او یوسف خان را گوشۂ رعایت مرعیٰ داشتہ از سرِ قتل آنہا در گذشتہ در قید حبس محبوس داشت و بر مفارق سائر مردمِ سپاہ و دہاقین ظلّ مرحمت و عاطفت گستردہ بدستورِ سابق بجاگیرات سرافراز فرمودہ امان بخشید۔

بعد ازیں معاملہ یوسف شاہ راہِ خانۂ میران سید مشارٌ الیہ سید مبارک شاہ بقدوم حرمت پیمودہ بشرف ملاقات ایشان مشرف شدہ۔ جہت تقویت و تثبیتِ مملکت و سلطنتِ خویش با فرزندان میران سید مشارٌ الیہ عہود و مواثیق مجدد استوار ساختہ۔ مخدرۂ خود را با نبیرۂ ایشان اتصال دادہ بر مسندِ حکومت فارغ البال نشست۔ و با میرانِ سید مشارٌ الیہ سید مبارک شاہ رابطۂ تازہ و علاقۂ محبت بے اندازہ تجدید نمودہ۔ گاہے خود بمنزلِ میرانِ سید مشارٌ الیہ آمدہ۔ انواعِ اتحاد و یگانگی بر منصۂ ظہور جلوہ گری کرد۔ گاہے میرانِ سید مشارٌ الیہ را تکلیفِ منزلِ خود می نمود۔

یوسف شاہ اور فنونِ لطیفہ

یوسف شاہ بحلیۂ حسن بشرہ و صورت و بزیور جمال و سیرت آراستہ و پیراستہ بود۔ و از علمِ موسیقی و اشعارِ ہندی و کشمیری و فارسی بأقصی الغایت واقف و آگاہ بود۔ چنانچہ در زمرۂ اہلِ شوق مخترعاتِ طبعِ لطیفش و اشعارِ ہندی در ہندوستان و اشعارِ کشمیری و اشعارِ فارسی او بر زبان فضلا و شعرا اشتہار تمام دارد و از جملۂ اشعارِ فارسیۂ او یک بیت دریں نسخہ ایراد نمودہ شد ؎

دل پُر دردِ من جاناں بسانِ غنچہ پُر خون است
چہ بے رحمی نہ پرسیدی کہ احوالِ دلت چون است

و اکثر اوقات بشراب کامرانی سرخوش گشتہ بہ نشاط و طرب و لہو و لعب مائل و راغب بودہ نغمۂ چنگ و چغانہ استماع نمودہ میگفت ؎

بعیش کوش کہ تا چشم می زنی برہم | خزاں ہمی رسد و نوبہار می گذرد

امرائے کشمیر کی سازشیں

چوں بعضے اعیانِ ایں دیار مانند شمسی چک و علم شیر خان و سید سیف خان و محمد ملک لنگ فرطِ غفلتِ یوسف شاہ

از امور مملکت معائنہ نمودند۔ خیال فتنہ و فساد از سرِ نو بخاطر خود مصمم کردند یوسف شاہ چون ازین حال آگاشد ہر چہار کس مذکور را در قید و حبس نگاہداشتہ زبان چابک بیان باین بیت متحرک گردانید ؎

من درین اندیشہ کہ چون سایہ کنم برسر او
او دران عزم کہ چنان می کند از بنیادم

بعد از چندگاہ یوسف شاہ سیف خان و محمد ملک لنگ را از حبس خلاص ساخت و شمس چک و علم شیر خان را بہمان و تیرہ در حبس خانہ ماند۔ از مشاہدۂ این قضیہ حبیب خان ترسان و ہراسان شدہ۔ عہد و پیمان گسستہ فرار نمودہ بکوہستانِ ادر بیر (بقول حسن لاہور) در آمد و بنیاد فتنہ و فساد نہاد۔ از دو سہ ماہ دیگر حیدر چک از ہند آمدہ باو ملحق شد و شمس چک ابن غی چک کہ نسبتِ خویشی با حیدر چک داشت بموافقت مصلحت او جہت فتنہ و فساد بقلعۂ بلور سر کراج در آمدہ۔ لشکر یوسف شاہ او را محاصرہ کردہ و ہجوم آوردہ گرفتہ پیش یوسف شاہ آوردند۔ مومیٰ الیہ ہرچند نسبتِ قرابت کہ با فرزندان یوسف شاہ داشتہ وسیلۂ خلاص خود نمودہ۔ انواع نیاز و زاری درمیان آوردہ۔ چون عمدۂ اہلِ فتنہ و فساد او بود تضرع و تخشع او را ہیچ فائدہ نہ دارد ؎

ز پادشاہ وفا جستن آنچنان باشد
کہ میوہ طلبیدن ز شاخِ سرو سہی

بعد ازان یوسف خان ولد علی خان ولد نوروز چک کہ شمہ ذکر ایشان سابقاً مذکور در سطور گشت از خانۂ لوہر قرچی از قید حبس یوسف شاہ فرار نمودہ با لشکر حبیب خان ملحق شد۔ چون جماعۂ امرازادگان این دیار بیک جا جمع شدند۔ مصلحت در دیران کردن قصر مملکت یوسف شاہ نمودہ پیش حاکم تبت کلان جہت مدد و کومک رفتند۔ چون حاکم تبت مذکور مرد عظیم الشان بلدی نام باستقلال تمام و با حشم بے انجام بود۔ چہار پنج ہزار سوار جہت تقویت و کمک ایشان با اسلح اسباب و آلات سپاہ گری مکمل و مسلح نمودہ ہمراہ ایشان تعین نمود۔ چون یوسف شاہ از آمدن کمک و سپاہ حاکم تبت آگاہ گردید۔ مردم زمین دار این دیار با لکہ کارزار مستعد و طیار گردانیدہ بمحاذاتِ ایشان فرستاد۔ چون حبیب خان مستولی گشت۔ بعضی

مردم ایشان لوائے تعصب برمی افراختند۔ وبعضی سنگ تفرقه درمعرکهٔ اتفاق ایشان می انداختند
ازمشاهدهٔ این حال لشکرِ تبت بغیرازجنگ ومقابلهٔ طبل بازگشت زده بمقام خود رفتند وحیدر
چک ازآنجا منهزم شده بطرفِ کشتواڑ فرار نمود وحبیب خان راه اطراف ونواحی برخود مسدود
ساخته درشهر درآمده پنهان شد وخواست که بنیادِ فتنه وفساد قائم سازد ؂

چون در لشکرِ دشمن افتد خلاف
چرا تیغ باید کشید از غلاف

وبعد ازچند روز تفحص وتجسس نموده اورا ازموضع سونوار گرفته نزد یوسف شاه آوردند
ویوسف خان ولد علی خان با برادران ازپرگنهٔ برنگ گرفته نزد یوسف شاه آوردند ویوسف خان
ولد علی خان با برادران ازپرگنهٔ برنگ گرفته پیش یوسف شاه حاضر ساختند۔ یوسف شاه
جهت رفع فتنه وفساد سیاست ایشان فرموده گفت ؂

سیاست آتشی برشد که آن را | زبهر سگالان برفسرو زند
چون ایشان برفروزند آتشِ ظلم | همان بهتر که ایشان را بسوزند

حبیب خان را هردو چشم ازخانهٔ چشم برآوردند ویوسف خان ولد علی خان را با برادران وخویشان
بقطعِ اعضا حکم فرمودند۔ علی خان ولد نوروز چک مرد عابد وخدا پرست ودرکارهای دینی ودنیوی
بیدار وهوشیار بود۔ وپیوسته بعبادت ذوالجلال اشتغال داشت۔ چون بتقدیرِ تقدیر
ربانی چشمانِ اورا بعقوبت مذکور ازقوتِ باصره عاطل گردانیدند۔ درهمان ساعت برخاسته
جهتِ ادائے شکرانهٔ دوگانه نماز بدرگاهِ بے نیاز اقامت نموده۔ این رباعی برزبان مذکور ساخت ؂

درکوئی تو رسم سرافرازی اینست | ...... ترا ....
با این همه درد، هیچ درمان نه کنم | شاید که ترا بنده نوازی اینست

بعد ازین حال که زمامِ حکومت وایالتِ یوسف شاه بدست محمد بٹ بود۔ او بواسطهٔ عداوت
وخصومت شمس دونی پیوسته مکدر خاطر بود۔ وهرچند که یوسف شاه را برانتقام بے هنگام او
ترغیب وتحریک می نمود۔ یوسف شاه بخلقِ جبلی نیکوئی خویش ازسخنان غرض آمیز واعراض نموده
بازاز مشارٌالیه نه پرداخت۔ بااین تقریب محمد میر رنجیده کینه درسینه نگاهداشته با یوسف
خان ولد حسین شاه متفق شده۔ اراده آن نمود که فرصت وقت یافته یوسف شاه را بیک

نوعی ہلاک سازد۔ اما بجہت آنکہ فرزندان میران سید مبارک شاہ درین مصلحت با ایشان همراز نہ شدند۔ ہم ایشان صورت پذیر نہ شد۔ چون یوسف شاہ ازین حال آگاہ شد۔ مشارٌ الیہ ہراسان شدہ با بعضی مبارزان شبا شب فرار نمودہ بکوہستان اوڑی رفت متعاقب آن یوسف شاہ باتفاق فرزندان میران سید مشارٌ الیہ با عساکر نصرت مآثر عنان توجہ بطرف کوہستان مذکور معروف داشتند۔ در اثنا راہ با ایشان محاربہ پیوستند۔ حسن بٹ برادر مشارٌ الیہ محمد بٹ را مجروح و زخمی ساختند۔ نوعی بران گروہ غلبہ نمودند کہ جز عقبۂ کوہ جائے اخفا ایشان نماند۔ عساکر نصرت مآثر یوسف شاہ ایشان را در آنجا محاصرہ نمودہ۔ محمد میر را اسیر کردند و بعضی مبارزان مجروح شدہ۔ از آن مہلکہ برآمدہ بہ حیدر چک پیوستند۔ و بعضی پریشان حال و متفرق البال شدہ رو باطراف و اکناف نہادند و از سبب لحوق آن مبارزان حیدر چک را قوت و حشمت زیادہ شد۔

بعد ازین حال میرزا یعقوب بواسطۂ صغر سن خویش و تاثیر صحبت مفسدان بداندیش از خدمتِ مصاحبتِ فیض آثار پدر بزرگوار خود دلگیر شدہ برفاقت ابدال خان ولد ابدال خان فرار نمودہ۔ بکوہ کشتواڑ درآمد۔ پس از چند روز یوسف شاہ ملا حسن اسود را برسم رسالت نزد فرزند مذکور فرستاد۔ ملا حسن بحسن تدبیر و لطف تقریر دلِ او را نرم ساختہ متوجہ عتبہ بوسیِ پدر خویش گردانیدہ گفت ؎

بشنو نصیحتے ز من اے مردِ کاردان   گر عاقلی ز صحبتِ اہلِ نفور باش
چو باز باش کہ صیدی کنی و لقمہ دہی   طفیل خوارہ مشو چون کلاغ بے پر و بال

و ابدال خان از مخافت و ہیبتِ معاتبۂ یوسف شاہ نزد حیدر چک ماند۔ بعد ازین قضیۂ شمس چک کہ در حین جلوس یوسف شاہ بر سریر ایالت در قید قباحت مقید بود۔ بنوعی از حبس خانہ خلاص شدہ در کوہ کشتواڑ بہ حیدر چک ملحق گردید۔ بنابران مردمِ فتنہ انگیز رخنۂ عظیم در سدِ سلطنتِ یوسف شاہ یافتہ علمِ فتنہ و فساد جابجا برپا نمودند و یوسف شاہ جہتِ محافظت و ممانعتِ آمد شدِ مردم پیشِ حیدر چک شیر علی بٹ و نجی رینہ بموضع کنیل تعین فرمود۔ مشارٌ الیہما شیوۂ غفلت شعارِ خود ساختہ از کمین گاہِ خویش غافل شدہ چند روز ہمانجا نشستند۔ حیدر چک فرطِ غفلت و بے خبریِ ایشان مشاہدہ نمودہ۔ فرصت وقت یافتہ باتفاقِ مبارزان خویش از

موضع کتنواڑ برآمده به تعجیل تمام بر سر ایشان شبخون آوردے۔

دو منزل یکے کرد و آمد دوان
بهی جست برسانِ تیر از کمان

درآں اثنا شیر علی بٹ با مبارزان ایشان داد مبارزت داده از دست شمسی چک بقتل رسید و یحیٰی رینه را حیدر چک زنده گرفته بموضع ڈکسٹم نزول نموده۔ اکثر مخالفان رم کرده۔ یوسف شاه ازیں حال آگاه شده به محاربۂ حیدر چک پیوستید۔ پس یوسف شاه با مبارزان خویش از شهر برآمده مقدمۂ لشکر او در موضع مذکور با حیدر چک و شمسی چک دایبه خاں وغیرهم جنگی عظیم در پیوست۔ اما چوں جماعۂ مخالفان بغارہاے تنگ ملجا و ماوئی نموده ساخته با ایشان محاربه می نمودند۔ بسیارے از مبارزانِ یوسف شاه مجروح و زخمی شده ہزیمت از میدان مبارزت غنیمت شمرده به یوسف شاه که متعاقب می آمد ملحق شدند۔ اما فرزندانِ میرانِ سید مبارک شاه چنانکه میران سید ابوالمعالی و ابراہیم خاں وغیرہما پائے مبارزت در میدان محاربت مستحکم نموده میرزا لیعقوب[۱] انواع استمالت مردانگی داده نگذاشتند کی پے ہزیمت زدہ گان فرار نموده پیش پدر بزرگوار خود روند۔ بلکه ہمانجا علم شجاعت و تہامت برپا نموده۔ قریب با پانزده شانزاده سوار شجاعت شعار بآں لشکرِ بے شمار محاربه و مقاتله می نموده۔ و آں مبارزان فراری خبرہاے پریشان لاطائل در باب میرزا لیعقوب و فرزندانِ سید شاه الیه نزد یوسف شاه نقل نموده بنوعی بے دل و دلگیرش ساختند که مدتے ہمانجا با آں حشم و خدم متوقف ماند۔ آخر میرانِ سید حسین خاں ولد میرانِ سید شاه الیه ایشان را تحریک و تحریضی نموده برآں آورد که قدم مبارزت پیش نهاده قریب میدان محاربه شدند۔ حیدر چک پیش از وصول یوسف شاه دیده از منارها تنگ برآمده با فرزندان میران سید شاه الیه جنگی عظیم پیوست۔ چوں جماعۂ ساداتِ مذکوره مانند کوه باشکوه پا مستحکم نموده از جاے خود نه جنبیدندے۔

برفتن اگر سیل تندی کند
چو کوه آیدش پیش بندی کند

---

[۱] لہ بمعنی نفع اور فائدہ کے ہے۔ لاطائل سے مراد بے فائدہ ہے۔

ناچار بنائیدِ کردگار، حیدر چک بے دلی نموده از اسپ پرنده جهنده پیاده شده در مغارہائے کوہستانی مذکور پنہاں گردیده، گروهِ ساداتِ مذکوره طبل ظفر و فتح زده مبارزان او را تعاقب نموده. بسیارے از ایشان به تیغ بے دریغ بقتل درآوردند. چوں یوسف شاه باعساکرِ نصرت مآثر در آن میدان محاربہ رسیده شہامت و مردانگیِ ساداتِ مذکوره معاینه نمود. انواع آفریں و اضافِ تحسین بر سرمیرانِ سید شاه ابوالمعالی خوانده. اکثر مبارزان آں معرکہ را به تجویزِ میرانِ سید مشارٌ الیه با نعاماتِ شائستہ و خلعت ہائی فاخره سرافراز و ممتاز گردانیده. عنانِ توجہ بصوب سریرِ سلطنت کشمیر مصروف داشتند. بعد از چندگاه شمس چک و ابه خان وغیرہا از صحبت حیدر چک پریشان ضمیر شده. عہود و مواثیق به یوسف شاه تجدید و تازه نموده پیوستند ؎

زخوش گفتن و دل زبد تافتن
زبیگانه خویشی توان یافتن

حیدر چک و یوسف ٹنڈ و علی خاں سوری گامه وغیرہم از کوہستان کشتواڑ برآمده متوجه بدارالخلافت لاہور شده. بملازمت راجهٔ راجہا راجه مانسنگھ ملحق گشتند. یوسف شاه بواسطہ تخلف و تقاعد ملازمت راجه مان سنگھ که از وجود آمده بود. چنانچه سابقاً مذکور گشت از ملازمان راجه مذکور متغیر المزاج بود و اکنوں که معاندان تیز رفته باو ملحق شدند. بیم و ہراس بیشتر از پیشتر نموده خواجه قاسم ولد خواجه حیدر ابن خواجه حاجی بانڈے[1]. ایں سرخود ساخته گفت که از اصحاب مکر و معاندت ایمن نشستن کارِ اربابِ عقل و کیاست نیست. ع
دشمن نتواں حقیر و بیچاره شمرد

پس در بابِ مہم حیدر چک کمرِ خدمت و اہتمام بر میانِ جان بسته نوعی سعی بلیغ نمود که از خدمت راجه مان سنگھ محروم و مہجور شود و خواجه قاسم از برائے رونق و مصلحت کارِ خود این معنی از یوسف شاه پسندیده. تحت و ہدایا و تحفه از ملازمت ایشان برائے راجهٔ مذکور و ارکانِ دولت او گرفته متوجه دارالخلافت لاہور گشته باتفاق خواجه محمد غنی کابلی بملازمت راجه مذکور مشرف گشت۔

---

[1] خواجہ حاجی بانڈے وہی شخص تھے جنہوں نے کشمیر پر مرزا حیدر کاشغری سے حملہ کرایا تھا۔ (اکبر حیدری)

ومقدمات غیبت و اصناف تشنیعت و مذمت حیدر چک در وقت فرصت بسمع راجہ مذکور و ارکان دولت او میرسانند۔ امّا بموجب آنکہ ؎

ز صاحب غرض تا سخن نشنوی
کہ گر کار بندی پشیمان شوی

خواجہ مومی الیہ را صاحب غرض دانستہ سخن او را اصغا نمی فرمود بلکہ ہرچہ مومی الیہ در باب حیدر چک می گفت ۔ در حقیقت باعث تقویت و تائید معاملہ او می شد۔ چوں خواجہ مذکور را یقین شد کہ سخنان من حکم نقش بر آب و آب در غربال دارد بحکم ضرورت از ملازمت راجہ مذکور رخصت گرفتہ بملازمت یوسف شاہ رسیدہ۔ از سخنان واہی و موافق صلاحِ دولت اعراض نمودہ سخنان خوش آمد و چاپلوسی بعرض ایشان می رسانیدہ۔ آں کلمات تقویتِ سلطنتِ خود دانست او را بخطاب مرزائی در تبۂ اعتبار ممتاز و سرفراز کردہ زمام امر حکومتِ ایں دیار بادسپرد و خوش آمد ہر کرا گفتم خوش آمد۔

شہزادہ یعقوب کی دور اندیشی

میرزا یعقوب ولد یوسف شاہ کہ بحلیہ عقل و کیاست و فرط تدبیر و فراست آراستہ بود۔ دید کہ آں مرد از دائرۂ مصلحتِ امورِ سلطنت پا بیروں نہادہ۔ خوش آمد شعارِ خود ساختہ۔ سخنانِ دور از صواب بعرضِ یوسف شاہ می رساند و آنچہ موافقِ صلاح دولت بود آں را بر زبان نمی آورد لاجرم باو در مقام خطاب در آمدہ پارۂ سرزنش بخواجہ مذکور نمود۔ بایں تقریب مشارٌ الیہ از ایشان متغیر المزاج شد و نقار و غبار خاطرِ طرفین بہم رسید۔ در اثنار ایں حال راجہ مذکور تیمور بیگ کہ یکے از معتمدانِ دربار او بود بطریق رسالت و ایلچی گری بہ نزد یوسف شاہ فرستاد۔ آنچہ مقتضیِ رسالت از امید و بیم بود بیک بیک با یاد اشارہ ادا نمود۔ مرزا قاسم آمدن تیمور بیگ وسیلہ بر آوردن میرزا یعقوب را سبب خلاصی خویش دانستہ۔ چناں خاطر نشان یوسف شاہ نمود کہ فرستادن میرزا یعقوب بدرگاہِ عالم پناہ برفاقتِ تیمور بیگ بغایت مرغوب و نہایت مطلوب ست ۔ یوسف شاہ بسخن غرض آمیز او عمل نمودہ ۔ بے فکر و رویت میرزا یعقوب را ہمراہ ایلچیِ مذکور روانۂ دار الخلافتِ لاہور گردانید۔ چوں مرزا مشارٌ الیہ در ملازمت راجہ رسید لوازم تکریم و تعظیم بجا آوردہ او را بخدمت بادشاہ مشرف ساخت۔ چندگاہ در قربِ

خدمت اقدس قیام داشتہ۔

ناگاہ بمقتضائے تقدیر آلہیہ درآن اثنا خبر فوتِ میرزا حاکم کہ حاکم کابل بود رسید حضرت بادشاہ جہان پناہ جہت تسخیر ممالک کابلستان پائے عزیمت در رکاب ظفر انتساب آوردہ و در ہر منزل و مقام کہ نزول اجلال می نمود میرزا یعقوب را مقدمۂ اہتمام طلب یوسف شاہ می فرمود میرزا یعقوب ہرچند واقعاتِ ہر منزل بوسائلِ رسائل بخدمت پدرِ بزرگوار خویش عرضہ می نمود۔ بواسطۂ خباثت و شرانگیزی خواجۂ مذکور موافق تدبیرِ دانستہ التفاتی بہ مکتوبات فرزند خود نمی نمود۔ چون میرزا یعقوب از آمدن یوسف شاہ مایوس شد و طلب بادشاہی بیار احساس نمود از خوف و ہراس تعرض بادشاہ ملاحظہ تمام نمودہ از موضع بہلول پور بدین موجب رخصت بکمال عجالت روانہ گردیدہ۔ در عرصۂ سہ شبانروز خود را بشرف ملازمت پدر بزرگوار خویش رسانید۔ باز عرق عداوت خواجہ قاسم دربارۂ میرزا یعقوب در حرکت آمد ؎

توانم آنکہ نیازارم اندرون کسے | حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست
بمیر تا برہے اے حسود کین رنجیست | کہ از مشقت آں جز بمرگ نتوان رست

مغلوں کا حملہ

چون قبل از وصول میرزا یعقوب نزد یوسف شاہ حکیم علی و صالح عاقل برسم رسالتِ بندگانِ خلافت پناہی بطلبِ یوسف شاہ فرستادہ بودند دوران اثنا میرزا یعقوب فرار نمودہ پیش پدر بزرگوار خویش رسید۔ بنا بر علی ہذہ جواب نامہ مشتمل بر مقدمات عذر و معذرت کہ بر رفاقتِ ایشان در پایۂ سریر خلاف اسکتاب نمودہ فرستادہ بود بعرض قبول مقبول نہ افتاد و تجنب و تخلف یوسف شاہ کہ از و سرزدہ بود اکنون از میرزا یعقوب نیز ہمان حرکت شنیعہ بوجود آمدہ۔ این معنی موجب ازدیاد قہر و غضب پادشاہی شد۔ لاجرم راجہ بھگوان داس یا بہت و دو امرا مثل شاہ رخ مرزا و شاہ قلی خان وغیرہم جہت تسخیر ممالک کشمیر تعین فرمود۔ چون عساکر پادشاہی از آب پنبہ و رنگ عبور نمودند محمد بٹ کہ ذکر قضیہ او سابقاً سمت تحریر یافتہ او را از قید حبس خلاص یافتہ جہت محافظت شہر و فرزندان خود گذاشتہ علم شیرخان کہ در وقت جلوس بر سریر سلطنت در قید و زنجیر نگاہداشتہ بود از حبس برآوردہ ہمراہ خود گردانید ؎

یار بدست آر کہ بس بیکس است | ہر کہ مراد را بجہان یار نیست
این ہمہ نعمت کہ درین عالم است | ہیچ بہ از یار وفا دار نیست

مغلوں کی شکست اور عہد نامہ بعد ازاں باتفاق سرداران ونامداران از شہر آمدہ بقابلۂ لشکر بادشاہی راہ ہای تنگ پیش گرفتہ بموضع کوارہ مست نزول نمود۔ فردای صباح پگاہ بعضی مبارزان لشکر یوسف شاہ باگروہ عساکر بادشاہ جہاں پناہ جنگی پیوستہ۔ بسیار مردم از سپاہ بادشاہی مقتول ساختہ سرہائے ایشان بریدہ پیش یوسف شاہ آوردند۔ بعد ازاں یوسف شاہ با میرزا قاسم کہ زمام اختیار ممالک ایشان بہ قبضۂ اقتدار او بود بموجب فرمودۂ وشاورہم فی الامر مشورت در دفع و رفع عساکر مذکور نمود۔ موعی الیہ صلاح عاقبت کار خود ملاحظہ نمودہ خفیۃً چناں مصلحت بہ یوسف شاہ نمود کہ چون مقاومت عساکر بادشاہی ممتنع است اولی آنست کہ بموجب الصُّلح خیر در صلح کشودہ راجہ بھگوانداس را وسیلہ و مربی خود ساختہ بخدمت بادشاہ جہاں پناہ متوجہ شویم کہ ہر آئینہ بموجب فرمودہ الدّنیا بالوسائل لا بالفضائل مہمات ما بدین وسیلہ برونق نظام خواہند انجامید۔ متعاقب این مصلحت باجازت یوسف شاہ میرزا قاسم در ملازمت راجہ بھگوانداس رفتہ۔ تمہید مقدمات اخلاص واعتقاد خود نمودہ۔ چناں اظہار کرد کہ اگر یوسف شاہ را بملازمت شما آوردہ ملحق سازیم درحق ما چگونہ شفقت و عنایت خواہید ورزید۔ ایشان جہت سرانجامی ہم خویش عہود ومواثیق بوفق خاطرخواہ میرزا قاسم پرداختہ۔ انواع استمالت مردانگی دادہ۔ عہدنامہ نوشتہ بدست او بملازمت یوسف شاہ فرستادند۔ مرزا قاسم شتابان آمدہ عہدنامۂ مذکور پیش یوسف شاہ گذرانیدہ مقدمات دیگر مشتمل بر چاپلوسی و فریب ترتیب دادہ یوسف شاہ را بران آورد کہ بے تانی و تامل و بے مصلحت فرزندان و تحمل رفتہ براجہ مذکور ملحق شود ؎

مکن در امور سپاہی شتاب | ز راہ تانی عنان بر متاب
کہ صد خون بیکدم توان ریختن | ولے کشتہ نتوان بر انگیختن
تو شاہی چو شاہین مشو تیز پر | باہستگی کوش چوں شیر نر

یوسف شاہ کی ناعاقبت اندیشی۔ یوسف شاہ براہ نمائی آں گمراہ بہ بہانۂ دیدنِ

ہراول سپاہِ خویش پائے عزیمت دررکاب آوردہ باہراول ومقدمۂ لشکر خویش ملحق شدہ۔ برفاقت چار پنج سوارِ حشمت وایالت خود گذاشتہ عنان عزیمت بہ ارادۂ راجۂ مذکور معروف داشت۔ ہر چند مدبران ومشیران وفرزندان از رفتن او را مانع آمدند اصلاً فائدہ نکردہ ؎

رو بپیچ از مشورت زیرا کہ اربابِ خرد
مشورت را پیشوائے اہلِ دولت گفتہ اند

چوں یوسف شاہ بے مصلحت و مدبر ومشیر وبے تأمل وتدبیر مرتکب ایں امر خطیر گردید۔ امرایان وسرداران ممالک کشمیر مانند شمس چک وشمس دونی وعلم شیرخان علی الخصوص فرزندانِ میر سید مبارک شاہ صلاح خلائق آں دیار درآں دیدند۔ کہ میرزا یعقوب را برمسندِ ایالت و حکومت بجائے پدرِ بزرگوار متمکن ساختہ بمحافظتِ ممالکِ مذکور پرداختہ شود۔ لاجرم فرداۓ آں باتفاقِ شمس چک وعلم شیرخان وشمس دونی میرزا یعقوب را بجائے یوسف شاہ برتخت گاہ نشاندہ وخان خانان ولد حسین شاہ وحسین خان ولد ابراہیم شاہ کہ داعیہ حکومت ایں دیار در دماغ داشتند محروم ومذموم ماندند۔ بلکہ امرایانِ کشمیر درصددِ چشم کندن آنہا شدہ بودند لیکن بمصلحت وکوشش میران شاہ ابو المعالی خلاصی یافتند وباتفاق ایشان باعساکر پادشاہی بمحاربہ ومقاتلہ پیوستند وباطالب اصفہانی بابعضی مبارزان جہت محافظت راہِ کھاورہ متوجہ شدہ۔ ہماں جا چندگاہ بار اقامت انداختہ۔ نشست ودرمیان موضع مذکور ولشکرِ پادشاہی آبِ پنبہ درنگ حائل وحاجب بود وبنابران بعضی مدبران شیرین کار واستادانِ فراست شعار چناں مصلحت بلشکر پادشاہی نمودند کہ برین آب پُل مستحکم بستہ عبور نمودہ بآں طرف بائد شد تا ممالک مذکورہ بوجہ سہولت وآسانی بدست تصرفِ عساکر پادشاہی درآید۔ استا لولو مذکور نجار کہ یکے از نامداران وچابلوسیانِ آں دیار بود۔ ایں مصلحت نمودہ جسرے مستحکم وخاطر خواہ برآں آب بست۔ اکثر مردمِ مغل از متعلقان شاہ رخ میرزا بدخشی یگان یگان از آں جسر عبور نمودہ بآں طرفِ آب می شدند۔ واکثر مردمِ زمیندار از ان گروہ شجاعت آثار بغایت متوہم شدہ۔ پائے محاربہ ومقاتلہ بس کشیدہ ایستادند۔ امّا یک مردے از مردانِ زمیندار پائے مبادرت درمیدانِ مبارزت پیش نہادہ بایک نفر مغل از عساکر پادشاہی بجنگے پیوستہ۔ بیک زخمِ تیر از مرکبِ حیات پیادہ ساختہ لباسِ سلب از بدن او سلب نمود۔

آں مردم مغل ہم میانِ زر درکمر داشت و لباس رعنا در بر۔ چون زمینداران آنحال را معائنہ نمودند برائے اخذ حطام دنیوی ہرکدام راغب و مائل گردیدہ دریں مردم پادشاہی کہ یگان یگان ازان جسر عبور نمودند درآمدہ۔ اکثر مردم را غارت نمودہ بقتل آوردند و پل مذکور راشکستہ راہ آمد و شد مردم برطرف ساختہ۔ راہ ہائے اطراف و جوانب بالکل نوعی مسدود ساختند کہ ارد وئے عساکرِ پادشاہی غلہ و سائر مصالح چندان گرانبہا شد کہ مزیدی بر ان متصور نیست ؎

گرسنہ شکم بر نمد بست چشم کہ ہمسایہ گوشت بود است پشم

بہمیں منوال شدت و محنت گذرانده با ایشان محاربہ می نمودند۔

اکبر کی عہد شکنی اور راجہ بھگوانداس کا اقدام خودکشی

دوران اثنا بتائیدِ آسمانی برف و باراں بموافقت بلائے غلہ گرانی شدہ۔ نوعی عساکر پادشاہی را زیر و زبون ساخت۔ کہ لاعلاج علی اکبر شاہ را برسم رسالت در ملازمت میرزا یعقوب شاہ فرستادند کہ من بعد جنگ و محاربت نکنند و بہمان سیرت و شانِ خود بودہ سکہ و خطبہ بنام والقابِ بادشاہ جہاں پناہ مقرر سازند۔ و ہرگاہ میرزا یعقوب را بادشاہ جہاں پناہ طلب فرمایند۔ یوسف شاہ او را در خدمت حضور حاضر خواہد گردانید۔ اگرچہ میرزا قاسم از ضمانیتِ میرزا یعقوب شاہ را مانع بود۔ اما از روئے عطوفت پدری ضمانیت فرزند پذیرفتہ خود قبول نمودہ۔ حسب الامر براجہ بھگوانداس نامۂ ضمانیت نوشتہ دادہ از موضع بولیاس برفاقت ایشان متوجہ دار الخلافت لاہور شد۔ راجہ بھگوانداس با عساکر بادشاہی طبل شادی کوفتہ یوسف شاہ را ہمراہ خود گرفتہ بشرفِ خدمت بادشاہ خلافت پناہ مشرف گردانید۔ اگرچہ یوسف شاہ کمال اخلاص و نہایت اعتقاد ورزیدہ روئے توجہ بخدمت حضرت خلافت پناہ آورد۔ اما از آنجا کہ طالع مددگاری نہ نمود۔ اخلاصِ او و قولِ راجہ بھگوانداس یکسو نہادہ یوسف شاہ را مدت دو سال و شش ماہ در حبس گاہ نگاہداشت۔ لاجرم چوں راجہ بھگوانداس در سخن و قولِ خود خلل دید غیرت اصلی کہ در نہاد آں طائفہ جبلی است او را براں آورد کہ دشنۂ تیز خون ریز از کمر خویش برآوردہ حوالۂ شکم خود نمودہ امعا و احشائے خویش بیرون انداخت۔ چوں قاصدِ ممات بمنزل حیات او نہ رسیدہ بود باز خلعت تندرستی پوشیدہ بر مسند عافیت متمکن شد۔

نواں باب

یعقوب شاہ

یعقوب شاہ

بعد ازیں قضیۂ یعقوب شاہ بتاریخ نہصد و نود و چہار[1] ہجری بر مسند ریاست و حکومت ممالک کشمیر جلوس نمود و تاریخ جلوس او "ظلّ اللہ" یافتہ اند و مسند وزارت به علی ڈار قرار یافت و علی ڈار مردی خوش دماغ بود۔ امّا چون کیفیات بسیار میخورد در معاملات خلایق میانِ راست و دروغ و صلاح و فساد تمیز نتوانست کرد۔ تا بحدّیکه پرگنۂ که در صباح به بعضی سپاه می داد۔ بنماز دیگر ہمان پرگنه بدیگرے تفویض می کرد۔ چوں ہر دو جاگیر دار مناقشہ نموده مرافعه پرگنۂ مذکوره اظہار نمودند۔ سخنان خود فراموش نموده جواب ایشان چناں می داد که پرگنۂ مذکور داخلِ پرگنه جات خالصه است۔ به جاگیر کسے مقرر و مفوّض نه شده است۔ بایں سبب درمیان خلائق جدال و عناد و فتنه و فساد روز بروز می افزود۔

سازشیں اور بغاوتیں

درآں حال یعقوب شاہ میران سید حسین خان و شمس دونی را جہت محافظتِ شہر کشمیر تعین فرمود۔ خود با حشم و سپاہ جہت کدخدائی فرزند

---

[1] ۹۹۴ھ

خوانده خویش متوجه موضع ہاله وا له شده بود ۔ چون نسبت مذکوره درست ساخته عنان مراجعت مصروف فرموده بموضع اچھول رسید علی ڈار شیوهٔ بغی شعار خود کرده با شمس چک و علم شیر خاں و میر حسن چاڈوره اتفاق نموده درصدد[1] آں شدند که بر یعقوب شاه دستبردے نمایند ۔ اما بسبب قوت و شوکت سپاه کاری نتوانستند کرد ۔ ناچار از آں جا یلغار نموده بطرف میرانِ سید حسین خاں و شمس دونی عنانِ توجه مصروف داشتند که بهر نوع خواه بصلاح و خواه بجنگ ایشان را در دایرهٔ مصلحتِ خود درآورند یعقوب شاه ازیں واقعه آگاه شد ۔ محمد میر که در حین جلوس در قید حبس محبوس داشته بود اورا از حبس برآورده باتفاق او عنانِ عزیمت بطرف شهر کشمیر مصروف داشته پیش از وصول مخالفان در شهر درآمدند ۔ بعد از لمحه علی ڈار با مخالفان پلهائے نهرِ شهر بریده در موضع ذالڈگر فرود آمد و یعقوب شاه بمیدان عیدگاه نزول نمود ۔ چوں یعقوب شاه علی ڈار را بسیار دوست می داشت علی ڈار اعتماد برکمالِ دوستی او نموده ۔ در عیدگاه در ملازمت شتافته سخنانِ چند موافق ارادهٔ طبیعت خود بعرضِ یعقوب شاه رسانید ۔ امّا چوں مدبّران و مشیران یعقوب شاه را دلپذیر نه افتاد ناچار از ملازمتِ ایشان خاسر[2] و خائب[3] شده با اتفاقِ رفیقان جهتِ تقویتِ خویش متوجه سوپور شده ۔ علم شیر خاں را ایں طرف سوپور در موضع مله پوره گذاشته خود با جماعتِ مبارزان در سوپور نزول نمود ۔ بعد ازاں یعقوب شاه با سرداران سپاه داعیهٔ جنگ آں جماعهٔ بخاطر خود مصمّم نموده بمقابلهٔ لشکر مخالفان بایں طرفِ شهر سوپور نزول فرموده ۔ بعد از هفت شبانروز از آبِ مله پوره عبور نموده به علم شیر خاں جنگی عظیم و حربی بزرگ پیوستند ۔ چنانکه نزدیک شده بود که علم شیر خاں از زخم مبارزت مبارزاں درمیان مقتول شود ۔ امّا باعانت و دستیاریِ رفیقانِ او را از آن رزمگاه بسلامت برآورده در کشتی سوار نموده بطرف سوپور نزد شمس چک رسانیدند ؎

مکن تکیه بر گنج و تیغ و سپاه — ز فرزانگان رائے تدبیر خواه
شود رائے نیکو ترا دستگیر — بجائے که ضائع شود تیغ و تیر

بعد ازاں امرایان و مبارزانِ عساکرِ یعقوب شاه از موضع سوپور فتح کرده پائے مبارزت و مردانگی در بازار سوپور نهاده با مبارزانِ شمس چک دوکانِ محاربه گرم کرده نوعی بر لشکر او غلبه آوردند

۱؎ بازر کھنا ۲؎ زیاں کار ۳؎ ناامید

کہ بے اختیار فرار نمودہ۔ رو بے عبور بجسر سوپور آوردند۔ چوں پہنائے جسر مذکور نہایت تنگ بود واز دحام فراریان برد۔ بسیار شد ناچار بعضی مردم از صدمۂ ہمہ گیر در آب افتادہ غرق گشتند و برخی بساحل سلامت پیوستند و شمس چک باتفاقِ مبارزانِ خویش فرزانگی نمودہ عنان عزیمت بجانب شہر معروف داشت و یعقوب شاہ فرزند میرانِ سید شاہ الیہ شاہ ابوالمعالی را متعاقب آنہا فرستادہ خود باتفاق یوسف خاں وابیہ خاں و سید حسین خاں از موضع سوپور الغار نمودہ پیش از رسیدن شمس چک بشہر رسید۔ شمس چک و علم شیر خاں وغیرہما استماع ایں حال نمودہ در شہر در آمدن مصلحت نہ دیدند و چند مردم بتعاقبِ علم شیر خاں شتاب زدگی نمودہ با جماعۂ خود از شمس چک جدا شدہ بکوہستان کھاسہ در آمد و میر حسین چاڈورہ بموضع شمہ بال رفت و علی ڈار از ایشان جدا شدہ پناہ بزمین دار برقل آوردہ۔ ناچار شمس چک بآستانۂ میر شمس الدین عراقی در آمدہ پنہاں گردید و یاران و مبارزان از مصاحبت ایشان متفرق شدند؎

ایں دغل دوستاں کہ می بینی	مگسانند گرد شیرینی
تا طعام تو ہست می کوشند	ہمچو زنبور بر تو می جوشند
باز وقتے کہ دہ خراب شود	کیسہ چوں کلۂ رباب شود

ترک یاری کنند دیداری
دوستی خود بنود پنداری

چوں ایں خبر بسمع یعقوب شاہ رسید سوار شدہ شمس چک را از آستانۂ مذکور بر آوردہ حوالۂ ابیہ خاں ولد ابدال خاں نمود۔ اگرچہ شمس چک صاحبِ تدبیر صائب و ذہن ثاقب بود۔ امّا چوں قضائے ربّانی و تقدیرِ رحمانی نازل شد۔ نوعی پردۂ بے فراستی بر دیدۂ بصیرت او فرو کشید کہ عقل از ادراک و حواس از دریافت فرو ماند و اسپ مبارزت گذاشتہ بمنزل مجاوران تحصین و پناہ برد؎

قضا دست پنج انگشت دارد	چو خواہد کز کسے کامے بر آرد
دو بر چشمش نہد دیگر دو بر گوش	یکے بر لب نہد گوید کہ خاموش

قاضی موسیٰ کی سازشیں بعد از تسکین ایں فتنہ زمامِ منصب وزارت بدست تدبیر محمد بٹ سپردند۔ بعضی مردم ساعی و نمام تہمتِ ایں فتنہ انگیزی تمام شمس چک در بابِ مخالفت یعقوب شاہ بر قاضی موسیٰ بستند و قبل ازیں نیز در زمانِ آمدنِ

راجه بهگوانداس با عساکر بادشاهی یعقوب شاه از خواجگان کشمیر پارهٔ اسباب و آلات تیغ و تیز طلب فرموده بود. قاضی مذکور حمایت نموده نه گذاشت که آن اسباب و آلات نزد ایشان فرستند فی الواقع قاضی ازاں بابت مرد خوش سلوک و نافذ الحکم بود. که سقف مسجد جامع کشمیر که در درست ساختن آن مرد صاحب تدبیر و بزرگان ممالک کشمیر بتقاعد و تقصیر خویش معترف بودند آن را با شفاق مردم شهر کشمیر در مدت یک سال تعمیر نموده درست ساخت. و تهمت های دیگر در باب مذهب و ملت که ممکن الصدور از وے نبود در حق او گفته سعی بلیغ در خون او نموده او را به قتل رسانیدند. الحق اگر طائفهٔ تمام با وجود قدرت تمام شفاعت و مرحمت شعار خویش ساخته مثل فرزندان میران سید مبارک شاه ازیں مهلکه ناگاه خلاص می ساختند. هر آئینه نقش نکوئی و کرم ایشان بر صفحهٔ زمان تا قیام قیامت باقی می ماند

نکوئی کن و اکنون می دهد دست | بدی بگذار گرچه قدرتت هست
زنیکوئی نکوئی آیدت پیش | اگر بدمی کنی بد آیدت بیش

قتل موسیٰ زوال حکومت

از وقوع ایں قضیه درمیان بزرگان و اعیان و اهالی ممالک کشمیر حادثه واقعهٔ حادث و هائل شد که مهابت آن حادثه موجب نقصان بنیان قصر مملکت یعقوب شاه گشت و در اثنا ایں حال از رائے رکیک ملا احسن اسود وغیرهم محمد بٹ که بکمال فراست آراسته بود از مسند وکالت و وزارت معزول گردانیده در قید حبس نگاهداشت. ایں قضیه نیز باعث زیادتی فتنه و فساد شد و خلعت وزارت و مهام بر قامت بے اندام نازک بٹ پوشانید. چوں نازک بٹ از حلیهٔ عقل ساده و از زیور فراست دور افتاده بود. تدارک و تلافی فتنه و فساد که در کشتن قاضی موسیٰ وقوع یافته نتوانست نمود و از خبرداری سپاه و رعایائے حال تباه واقف و آگاه نتوانست شد. لاجرم سپاهِ آں دیار از ولی نعمت هائے کبار خویش منحرف المزاج شده ناچار راه بیوفائی و جدائی پیمودند

زر بده مرد سپاهی را تا سر بنهد | و گرش زر نه دهی سر بنهد در عالم

شیخ یعقوب صرفی کی قیادت میں کشمیر پر اکبر کا حملہ

چوں حقیقت حال برین منوال معاینه اهل آن دیار گردید. ناچار اشراف و اعیان آں روزگار حقیقت حال به پایهٔ سریر خلافت معروض داشتند. حضرت خلافت پناه جماعهٔ مبارزانِ صاحب شکوه بالشکر

پرانبوه بخلعت ہائی شاہنشاہی و انعامات بادشاہی سرافراز و ممتاز ساختہ بہ تسخیر ممالک کشمیر ہمراہ قاسم خاں میر بحر روانہ گردید و جامع صورت و اسلوب شیخ یعقوب و حیدر چک را نیز ہمراہ قاسم خاں میر بحر مرخص و مامور فرمود تا در ہر موضع و منزل رہبر ایشان بودہ۔ بہر کدام طائفہ اسمالت و مردانگی می دادہ باشند تا ہیچ احدی ہراس و رعب بخاطر خود راہ نہ داد۔ جلاوطنی اختیار نورزد۔ یعقوب شاہ ازیں حال آگاہ شد۔ برادر نانک بٹ را در شہر تعیین فرمودہ خود از شہر برآمد۔ دریں اثنا سید یوسف خاں بیہقی از سوپور برآمدہ۔ از برادر نازک بٹ خلعت و اسپ و اسباب گرفتہ با علم شیر خاں بہ موضع پکھامہ ملحق شدہ۔ برفاقت ادعنان عزیمت جہت فتنت و فساد بطرف شہر مصروف داشت و یعقوب شاہ بہ موضع ہیرہ پور رسیدہ۔ پیش از وصول لشکر بادشاہی یوسف خان ولد حسین شاہ و ایبہ خان ولد ابدال خان و ابراہیم خان ولد میران سید مبارک شاہ و غیرہم را جہت محافظت راہ کپل و بتول (حسن کوٹ بل) تعیین نمود۔

امرائے کشمیر کی ملک و قوم سے غداری

بعضے مبارزان از نفاق یعقوب شاہ و عدم اتفاق ہمدیگر باہم اتفاق نمودہ۔ فتح علی کہ بخطاب نورنگ خاں ممتاز بود در قید کردہ متوجہ بطرف عساکر بادشاہی شدند از آں جملہ بہرام نیائک۔ اسمٰعیل نیائک و شنکی چاذورہ مسدود و دی رفتہ بہ لشکر بادشاہی پیوستند جراسے کہ جہت محافظت راہ پیر پنجال فرستادہ بودند بہ لشکر بادشاہی پیوستند و مردم فراری مذکور مذبذب حال و پریشان مآل شدہ لا الیٰ ہؤلاء ولا الیٰ ہؤلاء گردیدہ درمیان ماندند و یوسف خاں ولد حسین شاہ و ایبہ خاں ولد ابدال خاں و ابراہیم خاں ولد میران سید مشار الیہ عنان مراجعت باز تافتہ بہ یعقوب شاہ ملحق شدند۔ چوں تفرق و انتشار یعقوب شاہ بحد و بسیار شد و اجتماع مردم متفرق و پریشان از حیطۂ امکان متجاوز نمود لاجرم میران سید شاہ ابو المعالی چہرہ دلکشائی فتح و فیروزی یعقوب شاہ در آئینہ تدبیر بایں صورت پذیر دید کہ شمس چک و محمد بٹ کہ در قید حبس محبوس بودند۔ چنانکہ سابقاً ذکر آں مسطور شد از قید زنجیر خلاص نمودہ عہود و مواثیق از سر نو تازہ ساختہ در سلک عساکر یعقوب شاہ انتظام باید داد تا قوت و حشمت ایشان متزاید گردد۔ اگرچہ ایں مصلحت یعقوب شاہ را بسیار مستحسن و دل پذیر واقع شدہ بود و بعضی نو دولتان ایشان نیز از روئے نفاق بزبان ظاہر دریں باب سمعنا واطعنا گفتہ ایشان را از حبس برآوردند۔ امّا چوں ایں مصلحت موافق ما فی الضمیر ایشان

بنود لاجرم یعقوب شاہ زاہد درسے نمودہ برآں آوردند کہ بے تامّل وتانّی وقتِ صبح عنان مراجعت بطرف چتر معروف داشتند ؎

گر بصورت ملکی دربہ لطافت حوری　　　چوں بمعنی نرسی از ہمہ دلہا دوری

شیخ صرفی کی گرفتاری

بضرورت سرداران ومبارزانِ عساکر فرصت وقت یافتہ باطراف واکناف آں دیار متفرق شدہ رفتند چوں پریشانی وتفرقِ سپاہ یعقوب شاہ بسمع عساکر خلافت ونصرت پناہ رسید مجمع سیرت وسلوک شیخ یعقوب ومیرحسی وشنگی چاڈورہ کشمیری باجمعی مردم ہمراہ ساختہ بطرف آں دیار مرسل گردانیدند تا انواع استمالت ودلاسائے سکنۂ آں دیار نمودہ دردسے حکومت وکلای بادشاہی برمردم اطراف واکناف نافذ وجاری سازند۔ چوں جماعۂ مذکور بموضع ہستی ورنج رسیدند مردم ایں دیار ہجوم بسیار برایشان آوردہ اکثر از ایشان بقتل آوردند ومیرحسی را مجروح ساختند وشیخ یعقوب را بسبب فضیلت او وشنگی چاڈورہ را بسبب خویشی وآشنائی حسین چک باوجود تعدّی وآزارِ ایشان تعرّض نہ رسانیدہ۔ دستگیر نمودہ امان دادند ؎

چو در مقابلۂ جرم لطف بیند کس　　　شود خجل زدہ وایں خجالت او را بس

متعاقب ایں قضیہ شمس چک باتفاق سید حسین خاں بیہقی وحسین خاں ولد ابیہ شاہ وعلم شیرخاں ومحمد بٹ وسائر مردم متفرقہ را جمع نمودہ بالائے کوہ کنزبل نزدل نمودہ بہ مقابلہ ومحاربہ عساکر بادشاہی پرداختند ؎

از سرگذشتہ پائے بمیدان نہ ببین　　　گوئے مراد در خم چوگانِ روزگار

خواہی کہ بخت کام نیاید بکام دل　　　بائد شدن بمعرکہ با خصم رو برو

دوران حال محمد چک ولد ہمی چک کہ یکے از مبارزانِ نامدارِ ممالک کشمیر بود پائے مبادرت وسبقت درمیدان محاربت پیش نہادہ بایکی از مبارزان عساکر پادشاہی دست مردانگی درکمر ہمدیگر کردہ درآں میدان چوں گوئے غلطاں از پہلو بہ پہلو یکدیگر رامی گردانیدند تا آنکہ مردم گکھر بہ تخصیص جلال خاں اسپ خود را بجولان درآوردہ۔ محمد چک مذکور را بعرصۂ عدم رسانیدہ۔ از مشاہدۂ ایں حال عرق مردانگی دربدن فرزانگی ظفر خاں نائک درحرکت آمدہ حملاتِ مردانہ وصولات شجاعانہ از قبل محمد چک نمودہ آخر بضرب تیر وتفنگ قنبر علی غلام میرزا حاکم درآں وقت نام او داخل طومار

توپخانۂ پادشاہی شدہ بود۔ ودیعتِ حیات بقابضِ اِرواح سپرد۔ باقی امرایان وسرداران عساکر ممالک کشمیر تقاعُد تمام وجبین لاکلام درزیدہ روئے ہزیمت باطرات وجوانب آوردہ متفرق شدہ رفتند۔

فتح کشمیر

ولشکر پادشاہی بافتح وفیروزی بعیش وشادی برکوہ ہستی در نغ نزدل نمودونواب قاسم خاں بتاریخ نہصد ونود وچہارم ہجری بافتح وفیروزی عساکر پادشاہی درشہر کشمیر درآمد وحیدر چک رابگمان فتنہ انگیزی ومظنۂ اشوروزی درقید حبس نگاہداشت۔ اہالی دیگنہ ومبارزانِ دیارِ کشمیر مشاہدۂ آنحال نمودہ ازحرکات شنیعہ وافعالِ ذمیمہ کہ درشانِ حکامِ سابق از ازایشان بظہور می رسید پشیمان ونادم شدہ درزاویہ رعب وترسِ معتکف گشتند۔ چوں کیفیت گرفتن حیدر چک بسمع یعقوب شاہ رسید۔ علی الفور باتفاق مبارزان ازموضع کشتواڑ دراہتزاز وحرکت آمدہ درموضع چیروئی نشست ومردم مبارزانِ متفرقہ ایں دیار راجمع نمودہ بجنگ جماعۂ مغل تحریص نمود۔ چوں ایں خبر وحشت اثر بسمع قاسم خاں رسید مبارک خاں گکھر راباجمعی ازمبارزانِ نامدار برسرایشان تعین نمود۔ چوں جماعۂ مبارزان اہتزاز نمودہ درقرب ایشان نزدل نمودند۔ مصلحتِ مدبران ومشیرانِ سپاہ یعقوب شاہ برین تدبیر قرار یافت کہ پیش از وصول ایشان برسرقاسم خان درشہر کشمیر شبخون بریم تاچہرۂ ولکشائے فتح درآئینۂ ایں تدبیر بینیم۔ پس مقتضائی ایں رائے عمل نمودہ برسرلشکر قاسم خاں درشب شبخون آوردند۔

برفتند نیمی گذشتہ زشب | نہ بانگ تبیرہ[1] نہ توّتے طلب
سپاہ اندر آمد بگرد سپاہ | یکے بانگ برخواست دررزمگاہ
سراسیمہ شدفتنہ ازدار وگیر | برآمد یکے ابر بارانش تیر

یعقوب شاہ کی جدوجہد آزادی اور جذبۂ حب الوطنی

درضمن ایں محاربہ مخالفان ہلاکت یعقوب شاہ باعتقاد خود مصمم نمودہ بموضع تعینات خود درنیامدند بنابرآنکہ حکومت دریاست ومنصب سلطنت او بخاطر ہرکدام ایشان بسیار ناخوش بود۔ لاجرم یعقوب شاہ بدین اندیشہ آگاہ شدہ جزم نمود کہ دوستی

---

[1] خوشی سے جھومنا، ہلانا۔ ڈھول، نقارہ، کرنائے، سرنائے۔ بڑی تر ہی جس میں سے آواز مہیب نکلتی ہے۔

اہل این زمانہ چندان اعتبار ندارد و محبتِ ابناء روزگار ناپایدار۔ ناچار زبانِ گفتار درکام خاموشی کشیدہ از موضع ذالذگر بطرف چیرادوڑ عنانِ عزیمت مصروف گردانیدہ

چو بینی کہ یاران بناشند یار　　　　　هزیمت زمیدان غنیمت شمار

و میران سید شاہ ابوالمعالی کہ سردفتر مبارزانِ سادات بیہقی بود بے محابا بموضع تعین درآمدہ صولات مردانگن و حملات صف شکن نمودہ ذر دروازۂ سرائے یوسف شاہ راکہ قاسم خان با لشکر فراوان در آن رخت اقامت انداختہ بود آتش درکشیدہ و بعض مبارزانِ فرقہ مانند میر حسین چاڈورہ وغیرہ اعتماد بر مبارزت و دلاوری و تکیہ بر شجاعت و تہوری او کردہ باتفاق ہمدیگر صولاتِ مردانہ و حملات مبارزانہ نمودہ مخالفان را مجال راہِ محاربہ بخولیش نداوند۔ دریں اثنا قاسم خان حیدر چک راکہ در قید نگاہداشتہ بود تعجیل نمودہ بقتل رسانیدند

قلم بہ نیک و بد خلق در ازل زنست　　　　　بگفت وگوئی خلایق دگر نخواہد شد

چون تاریکی شب از شعلۂ آتش چون روز درفرونزشد در ہر کوچہ و بازار مردم عوام ہجوم عام نمودہ مبارزان عساکر پادشاہی را بزخم چوب و کلوخ و سنگ بیدرنگ مجروح ساختند و خزینۂ پادشاہی کہ بوقوف میر عبدالرزاق معموری درآنجا بود۔ مبارزانِ کشمیری باتفاق میران سید مشارٌالیہ بقصد تاراج و غارت او از دحام لاکلام آوردہ محاربہ سخت و جنگی درشت با میر مذکور در پیوستند۔ دریں اثنا اگرچہ قاسم خان فرط نہضت و افراط شجاعت مبارزان این دیار دیدہ از ان منزل و مقام برآمدہ نزدیک ساحل سلامت دریا استادہ باعانت و امداد میر عبدالرزاق معموری نہ پرداخت تا او از آنجا کہ شجاعتِ طائفۂ شریفۂ ہاشمیہ روشن و ہویداست سر سردارانِ ساداتِ میر مشارٌالیہ پائے دلاوری در معرکۂ مبادرت فشردہ با مبارزان این دیار جنگی عظیم پیوست۔ اکثر مردم طرفین از زخمہای ہمدیگر مجروح و خستہ گردیدند۔ ناگاہ دریں حال مردم این دیار اطلاع یافتند کہ پائندہ قزاق کہ یکے از مبارزانِ عساکرِ پادشاہی جمعی را از مبارزان ترتیب دادہ جہتِ کمک مردم خزانہ دار عنانِ مبارزت بحرکت آوردہ است۔ چون خبر آمدن او مبارزان کشمیر استماع نمودند دست از محاربۂ میر مذکور واپس کشیدہ از ان کوچہ بیرون آمدہ بمقابلہ او رفتند و از آنجا کہ پائندہ قزاق مرد مبارز نامدار و در حرب تجربہ شعار بود پائے محاربہ در میدان مقابلہ او افشردن کاری عظیم بود

بہر جا کہ نیزہ برافراختی　　　　　جہانی ز مردم تہی ساختی

بشمشیر خون یلان ریختی — بهر سو که مرکب بر انگیختی

ناچار گروه مبارزان این دیار مراکب مبارزت در میدان محاربت و جولان نیاوردند۔ علی میر بلوا از ان میان سبقت نموده و پائے مباورت پیش نهاده زخم شمشیر بر وانداخت۔ آن مرد مردانه زخم او را در هوا ردگردانیده بنوک نیزه اش از صدر زین بر زمین انداخت۔ عوام الناس مشاهدهٔ مردانگی و چابکدستی او نموده فریاد بر آوردند که هیچ کس متوجهٔ مصارفِ او نشود که پنجهٔ صولتِ او بر رستم دستان چیره و سام نریمان در مبارزت او خیره است و میران سید شاه ابو المعالی شیوهٔ مردی و مردانگی او معائنه نموده ذرهٔ نه اندیشیدند۔ غیرت ورزیده حمله بردے آغاز کرد۔ مبارزان و نظارگانِ این دیار دیدگان بر مبارزتِ آن دو مبارز دوخته ایستادند۔ یا ئنده قزاق پائے سبقت در میدانِ مبارزت پیش نهاده حمله آورده زخمِ نیزهٔ جان شکار حوالهٔ میران سید مشارٌ الیه نمود۔ میران سید مشارٌ الیه بتائید عونِ الهٰی زخم نیزهٔ او درسپار او رد کرده بیک زخم تیغ آبدار مغز از دماغ بر آورده او را بر خاک نگونسار گردانید۔ باقی مبارزان او آن تهور و دلاوری دیده از محاربه پهلوتهی ساخته بعسکر خویش مراجعت نمودند۔ لاجرم مردم پادشاهی مانند ملخ و مور از خانها بیرون تاخته بر لشکر این دیار ریخته قریب هفتاد و هشتاد سوار میران سید شاه ابو المعالی را دائره کرده احاطه نموده قصد گرفتن او کردند۔ میران سید مشارٌ الیه تکاورِ خود را در جولان در آورده و داد مردانگی داده در خانهٔ کمان در آمده هر کدام دشمن را بالضرب تیر از پهلوئے خویش دور می گردانید؎

شاهِ کماندار کمانی بدست — گرز هم او چرخ شده در شکست
هرکه از آن چاشنیٔ می چشید — رخصت بصحرائے عدم می کشید

آخر چون تیغِ جو هر دار از آن کارزار سرخ رو بر آمد؎

آفرین باد بر چنان پدری — که چنین پور نسل او می ماند

اگر در آن شب مانندِ آن سردارِ سادات بیهقی مبارزانِ این دیار در محاربت و کارزار دست مخالفان می کشودند۔ هر آئینه بنصرت الهٰی در فتح و فیروزی بر روئے ایشان می کشاد و لیکن بموجب فرموده که؎

کلیدِ گنج اقالیم در خزانهٔ اوست — کسے بقوت بازوئے خویش نه کشاد است

چون تقدیرِ ربانی بفتح و فیروزی ایشان متعلق نه شده بود توفیقِ موافقتِ اسباب

نصرت بایشان دران آوان دست نه داد۔ بعدازین معامله نواب قاسم خانؒ مبارک خان گکھر را برسر شمس چک وسید حسین خان بیهقی وشمس دونی درقصبۂ سوپور تعین فرمود۔ چون آن لشکر از شهر برآمده بموضع دان واری نزول نمودند۔ شمس چک باتفاق سید حسین خان بیهقی وشمس دونی وغیرهما در موضع مذکور برسرایشان شبخون آوردند۔ درمیان هردو لشکر محاربه ومقاتله واقع شد چون تائیدعون الٰهی مساعدت وموافقت ایشان ننمود منهزم شده به قصبۂ سوپور مراجعت نمودند بواسطه موسم سردی از موضع سوپور کوچ نموده بکوه کرنا درآمدند ویعقوب شاه باجماعۂ برادران درکوه کشتواڑ رفت ومیران سید شاه ابوالمعالی بموضع لده وکوهستان نایکان رجوع آورد۔ باقی مردم این دیار بسبب سردی سرما بیشمار درخانهائے مردم زمیندار ملجا ومقام گرفته بخدمت مردم پادشاهی نه پیوستند ویوسف خان ولد حسین شاه وحسین خان ولد ابراهیم شاه عهد وپیمان مؤکد باییمان از نواب قاسم خان گرفته به لشکر پادشاهی ملحق شدند۔ بعدازلحوقؒ[1] ایشان نواب قاسم خان آنچه درفصول سابقه جماعه مذکوره از جاگیرات خویش متصرف شده بودند یک بیک ازایشان باز یافت نموده گرفتند۔ لاجرم مردم این دیار پریشان حال ومتفرق البال شده۔ فرصت وقت سرمایۂ غنیمت دانسته ازعساکر پادشاهی فرار نموده جابجا رفتند۔

مجاہدین کشمیر کی جلاوطنی

بعداز انقضائے سرما نواب قاسم خان صلاح دولت درآن دید که میران سید مبارک شاه که اسباب جهانداری را پشت پازده از دنیا ومافیها بالکل اعراض نموده درزاویه تجرید وتفرید نشسته روی بعبادت معبود آورده وباباخلیل الله وبابا مهدی که درتوکل وتجرید یگانه بودند وحسین شاه ولد ابراهیم شاه ویوسف خان که بخطاب خان خانانی ممتاز بود همراه خنجر بیگ به پایۂ سریر خلافت مصیر فرستد۔ تا بنیاد فتنه وفساد این دیار بیکبار مستاصل گردد۔ چون جماعه مذکوره همراه خنجر بیگ رفته بخدمت پادشاه عالم پناه مشرف گشتند وموسم سرما نیز منقضی شد۔ هرکدام ازایشان ازمقام وماوائے خویش نهضت نموده به محاذات لشکر پادشاهی نزول نمود۔

مغلوں کی شکست

چنانچه یعقوب شاه باتفاق برادرخود میرزا ابراهیم وابراهیم خان ولد ابدال خان وزمین داربرنگ جهت از موضع کشتواڑ برآمده درموضع

---

[1] ایک دوسرے سے ملنا

ڈگون (پرگنۂ ولر) نزول نمود و میران سید شاہ ابوالمعالی باتفاق برادر خود میران سید ابراہیم خاں و نجی رینہ زمین دار بر قتل مع فرزندان و بہرام نیائک و احمد نیائک زمیداران ناگام و بیعت زیئی زمیندار گیر و دغیر ہم از موضع لدہ خروج کردہ بکوہستان و بموضع غازی ناری بیروت گرفتند و شمس چک باتفاق شمس دونی و زمینداران کراج از کوہ کرناہ بیرون شدہ بکوہ کراج فرود آمدند۔ چوں ایں خبر وحشت اثر بسمع نواب قاسم خاں رسید جلال خاں گکھر را بہ محاربۂ مقابلہ میران سید مشارٌ الیہ و مبارک خاں گکھر را بہ محاربہ شمس چک تعیین نمودہ۔ خود از شہر برآمدہ در موضع گیسو صفوف محاربہ آراستہ کردہ بہ یعقوب شاہ جنگی عظیم پیوست۔ چنانکہ میرزادہ علی خاں با لبسیاء مبارزان عساکر بادشاہی بقتل رسید۔ چوں ایں قسم معاملۂ ہائلہ وقوع یافت نواب قاسم خاں تقاعد و تہاون ورزیدہ مراجعت نمودہ در شہر درآمدہ جلال خان و مبارک خاں گکھر را جہت تقویت و تائید از مواضع تعینات پیش خود طلبید و یعقوب شاہ از موضع ڈگون احتراز نمودہ درکوہ سلیمان درآمدہ۔ ایبہ خاں ولد ابدال خاں را بہ مصاحبت میران سید مشارٌ الیہ روانہ گردانید تا میران سید مشارٌ الیہ نیز پیش ایشان تشریف فرمائید۔ چوں میران سید مشارٌ الیہ مصحوب ایبہ خاں بہ ملازمت یعقوب شاہ تشریف فرمودند حشمت و شوکت یعقوب شاہ مزید قوت و زیادت ابہت پذیر رفت و شمس چک و شمس دونی کہ از دائرۂ مصلحتِ یعقوب شاہ پائے ارادت بیرون نہادہ بودند ایشان نیز از سبب آمدن میران سید مشارٌ الیہ بآنطرف توجہ نمودہ در موضع ہانجک آں روئے آب آمدہ نزول نمودند۔ نواب قاسم خاں چوں کثرت ازدحام مردم ایں دیار معائنہ نمود جہت محافظت قلعہ شرائط اہتمام بجا آوردہ ہر روز با مردم ایں دیار محاربہ می نمود مدت دو ماہ و پانزدہ روز علی الاتصال بہمین منوال علم محاربہ میان ہر دو گروہ برپا بود۔ نواب مذکور چوں آثار جبین بے حد تقاعد بے عدد عساکر بادشاہی مشاہدہ نمود ناچار عرضۂ داشت مشتمل بر عسرت و تنگی ایشان بر پایۂ سریر خلافت مصیر مرسول گردانید۔ از استماع ایں حال حضرت خلافت پناہ از ارکان دولت تدبیر دفع ایں فتنت استفسار فرمود ہمہ متفق اللفظ والمعنی چنیں معروض داشتند کہ بغیر توجہ میران سید مشارٌ الیہ سید مبارک شاہ فتنت و فساد مردم ایں دیار ارتفاع پذیر نیست۔

لہ بمعنی منزل ۲ہ کسی کام سے باز رکھنا ۳ہ خوار و ذلیل کرنا۔

سیّد مبارک بیہقی کی اکبر اعظم کی پیش کش کا ٹھکرانا اور بنگال میں اکبر کا قید کرنا

بناءً علیٰ ہذا حضرت خلافت پناہ میران سیّد مشارٌ الیہ را بانواع التفات بادشاہانہ ممتاز فرمودہ مامور گردانید کہ برفاقت میرزا یوسف خاں وغیرہ دران دیار رسیدہ برفع و دفع این فتنہ قیام نمائید۔ ہر چند بادشاہ پناہ درین باب تکلیف و مبالغہ بسیار فرمود میران سید مشارٌ الیہ مقدمات عذر درمیان تمہید نمودہ قبول این امر نمود لاجرم حضرت خلافت پناہ متغیر المزاج گردیدہ۔ میران سید مشارٌ الیہ را نزد شہباز خاں کنبوہ بصوب بنگال فرستاد۔ بعد از مدت یکسال چون شہباز خاں بعزم عتبہ بوسی درگاہ خلافت پناہ مراجعت نمودہ بموضع فیروزآباد رسید ہاتف غیبی ندائے ارجعی بگوش ہوش میران سید مشارٌ الیہ رسانید و بجواب اجابت لبیک تلقین نمود و تاریخ رحلت ایشان برین نہج یافتہ اندے

ہزار حیف کہ سید مبارک دین دار	چو آفتاب فرو رفت از سر کہسار
برحمت و کرمش از سر فانی برد	بسوی جنت باقی مہیمن غفار[1]
ز فرقتش دل احباب و دوستان خون شد	کہ بود پشت و پناہ ہمہ صغار و کبار
چو سال رحلت او عاقلے ز من پرسید	خرد بدانش گفتا "شہید رفت" ناچار[2]

و از نسل ایشان سہ فرزند گرامی باقی ماند۔ میران سید حسین خاں و میران شاہ ابوالمعالی و میران سید ابراہیم خاں کہ ذکر ایشان در اوراق گذشتہ و بیشتر نیز بسمت تحریر خواہد پیوست انشاء اللہ وحدہ العزیز

مرزا قاسم خاں کی برطرفی اور مرزا یوسف خاں کی تقرری

القصہ چون میران سیّد مبارک شاہ از قبول این امر امتناع نمود۔ بدمعاشی و بدسلوکی نواب قاسم خاں با سرداران کشمیر بہ پایہ سریر خلافت مصیر معلوم گردید۔ حضرت خلافت پناہ میرزا یوسف خان را بعنایات پادشاہانہ ممتاز فرمودہ برفاقت بابا خلیل اللہ و محمد بٹ در ممالک کشمیر تعین فرمود۔ چون محمد بٹ صاحب سیرت خوش صورت و سلوک بود مردم آن دیار از صغار و کبار قدوم مسرت لزوم او را مغتنم دانستہ۔ لوہر چک ولد بہرام چک اسمٰعیل

---

[1] خدا کے ناموں میں سے ایک نام [2] ۹۹۹ھ ہجری

نیالنگ دراثنای راه بوساطتِ آں مرد سرِ براه آمده به میرزا یوسف خاں ملحق شدند وعساکرِ بادشاہی بے مزاحمت جنگ وجدل بفراغبالی در شهر کشمیر نزدلِ اجلال نمود۔ از استماع ایں حال یعقوب شاه باتفاقِ میران سید شاه ابو المعالی وایبه خاں ولد ابدال خاں وغیرہما نهضت در کوہستان کشتواڑ نزول نمودند و شمس چک برفاقتِ شمس دونی وغیره در موضع پرونچ (رفتند)

مرزا یوسف خاں کی رشوتیں اور اوچھے ہتھکنڈے

چوں بتاریخ نهصد ونود وپنجم ہجری میرزا یوسف خاں بر مسند حکومت ایں دیار متمکن گردید ناچار نواب قاسم خاں برخے مبارزان کشمیری را مانند علم شیر خاں وغیره همراه گرفته متوجه درگاه خلافت پناه شد۔ محمد بٹ خوش تدبیر تمام سپاه وسرداران ممالک کشمیر را الوداع استمالت داده واصناف مروّت وملائمت کرده درخور ہر کدام جائے وجاگیر مقرر ساخته درحیطۂ تسخیر وفرمان برداری خود درآورده بر محاربه ومقاتله یعقوب شاه ومیران سید مشارٌ الیه نوعی حریص وراغب گردانید که مزیدی برآں متصور نیست۔ دراثنای ایں حال که سلطان انجم بافلاک سراپردۀ نورِ اجلال برقصر بیت الشرف حمل زده ممالک هفت اقلیم را بخلعت ہائے سرخ وزرد زیبائی بهار مزین گردانیده بود۔ شمس چک وشمسی دونی از منازل خود برآمده در ممالک کشمیر بنیاد فتنت وفساد طرح نمودند۔ ازیں حال میرزا یوسف خاں واقف شده۔ محمد بٹ را با برخی از مبارزان کشمیر همراه سید بهاء الدین ساخته به محاربۂ ایشان فرستاد۔ سید مشارٌ الیه باجماعۂ مبارزانِ مذکور احتراز نموده در پرگنۂ بیروه به موضع پنضو نزدل نمود۔ شمس چک وشمس دونی فرصت وقت یافته مردانگی ورزیده بر سرِ ایشان شبخون آورده اکثر مردم کشمیری را درہم برہم ساخته۔ چون برخیام با انتظام سیّد بهاء الدین رسید یحیی از برادران سیّد مشارٌ پاپیاده از خیمۂ برآمده شمشیرے بر اسپ او حواله نموده۔ دوال عنان او را برید۔ عنانِ اختیار از قبضۂ اقتدارِ سوار برآمد۔ اسپ بجذبۂ آخور[1] خویش از آں معرکۂ مهلکه او را بدر برده بسرحد پرونچ رسانید و باقی مبارزانِ کشمیر باہم درآں معرکه قتال عظیم نموده۔ مبارزان شمس چک بموضع پرونچ مراجعت نمودند ومحمد بٹ باعساکر بادشاہی بخدمت میرزا یوسف خاں چوں نفاق وتردد وعدم اتفاق مردم کشمیر محمد بٹ را

---

[1] واڑ ملفوظ سے مراد گھوڑوں کے چرنے کی جگہ

میرزا یوسف خاں بے نظیر یافت انواع الطاف مصلحت آمیز دربارهٔ او مبذول داشته هر کدام از مبارزان کشمیر را به تجویز مؤمی الیه بانعامات شائسته ممتاز فرموده بجنگ یعقوب شاه راغب و مائل گردانید چوں انهزام شمس چک وغیره محمد بٹ بر تدبیر خویش مرتب دیده سر سر و راز باد غرور پُر کرده انواع لاف وگزاف در باره یعقوب شاه و مبارزان ایشان گفتن آغاز نهاد. یعقوب شاه و میران سید شاه ابوالمعالی سخنان نخوت آمیز او شنیده غیرت ورزیده از موضع کشتواڑ بر آمده با جمعی در پرگنهٔ دچهن پاره بموضع پنج یاری نزول نمودند. چوں خبر آمدن ایشان میرزا یوسف خاں شنیده باتفاق محمد بٹ و حاجی میرک که یکی از امرایانِ نامدارِ عساکرِ ایشان بود با لشکر انبوه پرشکوه و عُدّه[1] اسپ و خلعت و زر بے نهایت داده بطرف ایشان روانه گردانید. چوں محمد بٹ باتفاق حاجی میرک به نزدیکِ آں لشکر رسید حقوق آشنائی یکسو نهاده بعضی مردم خوب برسم رسالت بطریق عذر و فریب مصحوب پیغامهائے استمالت پیش ایشان فرستاد تا شاید که ایشان بحبلِ استمالت و دلاسا متمسک گردیده. نوعے از غفلت و تهاون بخویش راه دهند که فرصت وقت یافته ایشان را بهر نوعی که میسّر شود در قید خود در آوریم ؎

هر که بیگانه شد ز مهر و وفا	در دلش بوئے آشنائی نیست
سینه را که تیره گشت ز عذر	اندرو نور آشنائی نیست
بیوفائی مکن که مردم را	هیچ عیبے چو بیوفائی نیست

بعضی از مبارزان بسخنانِ دلفریب او در ورطهٔ تردد فرو مانده ارادهٔ رفتن در ملازمت ایشان بخاطر اندیشیدند. اما میران سید شاه ابوالمعالی سخنان دلفریب او مکر و ریب انگاشته مصحوبِ قاصد سخنانِ دلپذیر و شیرین سخنان گفته رخصت انصراف[2] نموده باهم مصلحت و تدبیر دفع ایں امر خطیر نمودند. تمام مدبّران و مبارزان عنانِ اختیار بقبضهٔ اقتدار میرانِ سید مشارٌ الیه سپرده زبانِ مقال بمضمون ایں مصرع مترنم گردانید که. ع

صلاح ما همه آنست کاں تراست صلاح

میرانِ سید مشارٌ الیه به تدبیرِ صائب چناں فرمود که اگر امشب بهمیں نسق در اینجا توقف خواهم نمود ناچار فردا بکام دشمنان اسیر خواهم شد. پس انسب آنست که توکل بر الطافِ لطیف کارساز

---

[1] سامان، [2] پھر آنا، واپس آنا

نموده بر ایشان دستبردے نمائیم۔ اگر بمدعا مقرون آمد فهو المراد و الّا نقش مردانگی ما بر صفحۂ جهان خواهد ماند ؎

همین نقش بر خوان پس از عهد خویش   که دیدی تو از عهدِ شاهان پیش

لاجرم یعقوب شاه و سائر سرداران به مصلحت ایشان پیروی نموده۔ قریب با پانصد سوار و پیاده کمر مردانگی بر میان دلاوری بسته۔ روئے توجه بعساکر بادشاهی آوردند۔ چون نزدیک اُردوئے ایشان رسیدند ساعتی جهت تفحص خبر ایشان همانجا توقف نموده۔ وقتِ دیگر که سه چهار گری (گھڑی) روز باقی مانده بود۔ در اُردوئے محمد بٹ که هراولِ لشکر بادشاهی بود در آمده دادِ شجاعت داده دران میدان آنچنان جولان نمودند که محمد بٹ با مبارزان خود مضطرب شده فرار نموده به لشکر بادشاهی ملحق شد و میران سید ابراهیم خان زخمی شده در آن میدان از اسپ مبارزت فرود افتاد۔ ازین جهت مبارزان و سرداران ساعتی عنانِ مبارزت از تردّد باز کشیده بطرف ایشان متوجه گردیدند که ناگهان دران دار و گیر ابر مطیر آنچنان باریدن گرفت که فلک باین همه دیدهٔ دوران حیران و خیره ماند۔ لهذا دست از محاربه باز کشیده۔ مبارزان بمقام ماوائے خویش مراجعت نمودند و محمد بٹ بر لشکر و سپاهِ خود اعراض و اعتراضِ گوناگون نموده تا دو روز در مقامِ خویش مقیم ماند و یعقوب شاه برائے رکیک بعضے ناتجربه کار عمل نموده ازان موضع کوچ کرده بطرف پرگنهٔ ادلر جهت جمع نمودن سپاه متوجه گشت دران اثنا جمعی از مبارزان ایشان از ترس و رعب عساکر بادشاهی از ایشان جدا شده به محمد بٹ ملحق گردیدند و جماعهٔ مبارزان باقی از آب لنگ گذشته در سرحد ادلر به موضع نارستان بر کلۂ کوتاهی که بغایت مرتفع و بلند بود سکونت اختیار نمود و محمد بٹ با سپاه افزون از نهایت نهضت نموده پائین آن کوهِ نارستان نزول کرده علی الصباح رایت جنگ و جدال برافراخت۔ چون لشکر بادشاهی از شمار فزون بود و ایشان بسیار اندک لاجرم طاقتِ محاربت و قوتِ مقاومت نیاورده یعقوب شاه و میرزا ابراهیم و ایبه خان ازان مهلکه جان ستان بزور تیر اندازی خود را اخلاص ساخته به کوه کشتواڑ رفتند و میران سید شاه ابوالمعالی با معدودے چند بموضع تعینات خویش پلۓ مبارزت در میدان محاربت فشرده۔ همچنانکه با مخالفان محاربه و مقاتله می کرد۔ عساکر بادشاهی قلت مبارزان میران سید مشارٌ الیه دیده از اطراف و جوانب عقب هائے کوه جوق جوق و گروه گروه در آمده راه بر آمد مسدود ساخته تا بموضع چرار تعاقب نموده۔ در موضع مذکور از دحام عام و هجوم لاکلام

آوردہ میران سیّد مشارٌالیہ را محاصرہ نمودہ در قید خود در آوردہ و نزد میرزا یوسف خاں رسانیدند۔ اگرچہ میران سیّد مشارٌالیہ آں روز دقیقہ از دقائق شجاعت و مردانگی نامرعی نہ گذاشت۔ امّا چوں تقدیر موافق تدبیر نہ شد از دست آں جماعۂ راہِ خلاصی نیافت ؎

با قضا کار زار نتواں کرد گلہ از روزگار نتواں کرد

کردگار آں کند کہ خود خواہد حکم بر کردگار نتواں کرد

چوں میران سیّد مشارٌالیہ در مردم ایں دیار بحلیۂ شجاعت و شہامت آراستہ و بزیور دیانت پیراستہ بود۔ لاجرم میرزا یوسف خاں قدومِ مسرّت لزومِ او از جملہ امورِ معظّمات دانستہ تعظیم و تکریم او بجا آوردہ خلعتِ فاخرۂ بادشاہی کہ دراں روز پوشیدہ بود برقامت با استقامت او پوشانیدہ۔ حرفے از مقولۂ معاملات گذشتہ برروئے ایشان مذکور نہ ساختہ منزلے جہت نزول شریف ایشان متعین فرمود۔ چوں شمس چک و شمس دونی از یں معاملہ اصلاح یافتند قصۂ صلح خود نزد سیّد بہاؤالدین مرافعہ و آشکارا کردند۔ سیّد بہاالدین بحسن تدبیر ایشان را بعہود و مواثیق استمالت و دلاسا نمودہ در صحبت میرزا یوسف خاں بعرضِ بیان چناں رسانید کہ دشمن توانا را بکمندِ حیلہ و لطف تواں بست و خصم غالب را بدانۂ احسان در دام تواں انگند ؎

اگر دانۂ لطف باشد کسے بدام آورد مرغِ زیرک بسے

پس صلاح دولت آنست کہ شمس چک و شمس دونی را استمالت تمام بوفق مرام نمودہ شود تا مطمئن القلب گردیدہ بملازمت شریفہ آمدہ حاضر شوند۔ میرزا یوسف خاں ایں سخنان را بگوش و ہوش اصغا نمودہ بقبولِ تلقّی[1] نمود۔ بعدہٗ سیّد بہاؤالدین عہود تازہ و شروطِ بے اندازہ از میرزا یوسف خاں گرفتہ ایشان را در حضورِ او حاضر گردانید۔ میرزا یوسف خان آن جماعۂ را اسپ و خرچی وافر دادہ از ملکِ مدو دونی بر آوردہ ہمراہِ سیّد بہاءالدین بخدمت پادشاہ فرستاد ؎

ہر کہ را در راہِ غربت پائے در گل ماند او مگر در خواب بیند آں دیارِ خویش را

کشمیریوں پر اکبر کے بے پناہ مظالم

پس حضرت پادشاہ شرائط غریب پروری و لوازم مرحمت گستری در بارۂ ایشان مبذول

---

[1] ملاقات کرنا۔

فرموده هر کدام را درخور حالت به منصب معزز و ممتاز گردانید ـ بعد از اں بسبب بعضے مفتنانِ سخن چنین ایبه خاں ولد ابدال خاں که جلیس و انیسِ صحبتِ یعقوب شاه بود بموجب فرمان طلب شهزادهٔ شاه سلیم از ایشان جدائی و افتراق برگزیده از راه کشمیر بملاقات میرزا یوسف خاں سید حسین خاں بیهقی و علی ڈار و لوهر چک ولد دولت چاک و شمسی چاک ولد لوهر چک و اسماعیل دونی و غیرهم را برفاقت بعضی سپاه بطریق نظربندی بپایهٔ سریر جهاں مصیر فرستاد۔ حضرت خلافت پناه هر کدام ایشان را نیز درخور حالت و امدادِ بخت به منصب ممتاز فرمود بعضی را به منصبِ بزرگ و بعضی را به عهدهٔ احدی گری ـ بعد از ان بهرام نیائک رامع فرزندان بزهر هلاهل جان ستان از دار فنا بدار البقا رسانیده ـ سیف خاں بیهقی و علی خاں و چهن پاره و ابراهیم ایبه شیطان برادر حیدر چاک را چشمان از حدقه برآورده انور باصره معطل گردانید و لوهر چک قرچی را نیز به عذر و بهانه بموقف سیاست آورده بقتل رسانید ـ چوں محبت فضائے دلکشای و دوستی هوائے روح افزائے ممالک کشمیر در دل میرزا یوسف خاں باقصیٰ بغائت غالب بود لاجرم هر روز برخی از اعیانِ آں دیار بهر حیله و بهانهٔ هموار در معرض سیاست درآورده هلاک و معدوم می گردانید۔

اکبر اور سیر کشمیر

چوں ضبط و ربطِ مهام ممالک کشمیر بوفقِ مرام انتظام پذیر رفت و حقیقت حال بخدمت حضرت خلافت پناه کما ینبغی واضح و هویدا گردید ـ لاجرم عنانِ عنایت بتماشائے ممالکِ کشمیر مصروف فرموده به نزول و اجلال ممالک مذکور را ممتاز و معزز فرمود ـ یعقوب شاه که بموضع کشتوار بفراغت خاطر و نهایتِ ذوق و طرب با فرزندانِ خویش بے مزاحمت بداندیش اوقات بسر می برد ـ چوں جذبه خدمت بادشاهی اقبال شاهنشاهی کمند گردن شوق او گردید ناچار بوساطت میرزا یوسف خاں عهود و شروط گرفته آمده بخدمت حضرت خلافت پناه مشرف گشت ـ در اثنائے ایں حال چوں بادشاه خلافت پناه عزیمت کابل معطوب گردانید میرزا یوسف خاں بموجب حکم بادشاهی برادرخود شاه باقر بجائی خویش گذاشته خود باعساکر پادشاهی متوجه کابلستان گردید ـ او ستاد لوکه بشیوهٔ حیله گری و گریزی شهرِ آفاق بود بوفق ایماد و ارادهٔ میرزا یوسف خاں شاه باقر را برآں آورد که میران سید شاه ابو المعالی و علم شیر خان و لوهر چاک و غیرهم را تا زمانِ آمدن یوسف خان در قید حبس مقید و محبوس باید کرد ـ تا علم

فتنت و فساد درین دیار بلند و بر پا نه گردد؎

زغماز عالم بر آید بهم | خلل راه یابد بخیل و حشم
زغماز گردد جهان سرنگون | که ناپاک جان است و تیره درون

ناچار مومیٰ الیه بموجبِ راه نمائی آں گراه عمل نموده۔ مشارٌ الیهم را در قید خود در آورده محبوس ساخته۔ عرضداشتے بخدمت پادشاه خلائق پناه بایں مضمون نوشته فرستاد که میران سید شاه ابوالمعالی و علم شیر خان و لوہر چک و بهادر خان وغیره هم در ممالک کشمیر باعث فتنه و فسادند۔ اگر حضرتِ خلافت پناه عجالت الوقت میرزا یوسف خان را در این ولائت تعین فرمانید۔ هر آئینه تدارکِ ایں فتنه میسّر است و الّا ممالک کشمیر از قبضهٔ تسخیر بدر خواهد رفت۔ علی الفور حضرت خلافت پناه میرزا یوسف خان را رخصتِ انصراف فرمود۔ میرزا یوسف خان نیز صلاحِ مقتضائی وقت خود دیده بر جناحِ تعجیل راکب گردیده در کشمیر تشریف آورده میرانِ سید شاه ابوالمعالی را بضمانیت محمد بٹ از قید بر آورده بملازمتِ راجه مان سنگه فرستاد و علم شیر خان و لوہر چک و بهادر خان وغیرهم را بخدمت بادشاه عالم پناه روانه گردانید۔ چون اکثر سردارانِ کشمیر متفرق و منتشر ساخته بلائے جلا[1] مبتلا گردانیدند۔ فتنت و آشوب آں ممالک بیکبار فرو نشست۔ لاجرم محمد بٹ را آں قرب و وقار و اعتماد و اعتبار در پیش نه ماند۔ علی الخصوص اوستا لولو که سرحلقه مردم نجارانِ دیار و سخن تراش چاپلوس[2] روزگار بود بسببِ خباثتِ جبلّی و خباثت طبیعی همیشه در عیب جوئی و غرض گوئی محمد بٹ بجان کوشیده مزاج مرزا یوسف خان برا و بغائت متغیر ساخت؎

مده راه صاحب غرض پیش خویش | ز صاحب غرض می شود سینه ریش
که او جمله نیرنگ مکر و فن است | برون دوست دارد درون دشمن است

و بهمین فنِ چاپلوسی و غمازی در خدمتِ حضرت خلافت پناه اشتهار پذیر رفته بود۔ بادشاه جهان پناه او را در خدمت حضور طلب فرموده واقعات کشمیر از نقیر تا قطمیر[3] ازو استفسار می فرمود۔ او در جواب سخنانِ شاهانِ ماضی و حال و استقبال در رشتهٔ اتصال در کشیده۔ یک بیک بوجه احسن خاطر نشان می ساخت۔ بایں تقریب روز بروز مرتبه و منزلت او در خدمتِ خلافت پناه می افزود تا رفته بخطاب نادر العصری ممتاز و سرفراز گردیده و از انجا که میرزا یوسف خان و محمد بٹ به نیکو نهادی

[1] جلا وطن [2] نالائق [3] یعنی اندک و بسیار

خویش آن ناجنس بداندیش را هم از خویش ساخته و از جملهٔ احباب خود دانسته حجاب دوئی از میان مرتفع گردانیده بودند. ناچار در وقت کار بحضور بادشاه خلافت پناه آنچه معاملات سبب ترقی منزلت خود تصور نموده نقلیات و تصرفات واقعی و غیر واقعی میرزا یوسف خان بخدمت اقدس خاطر نشان ساخته. نوعی مزاج بادشاه خلافت پناه برو متغیر ساخت که مزیدی بر آن متصور نیست والله در من قال.

مکن تا توانی بنا جنس یل[1] چو مستی که افعی نهد در بغل

عاقل کامل را لازم و واجب است که به مقتضای مضمون این مقال عمل نماید تا از دشمن دوست صورت افعی سیرت پیوسته محفوظ و مصئون ماند و در خلال این احوال بقضای مبرم ربانی و تقدیر سبحانی خلاصه خاندان مصطفیٰ و نقاوهٔ دودمان مرتضیٰ شاه میرزا و لد سر حلقه سالکان درین دیار مشهور و معروف است و تاریخ وفات او برین وجه یافتند . . . "روز جمعه اول وقت نماز" که در مصاحبت میرزا یوسف خان قرب تمام و اعتبار لا کلام داشته همیشه در یار فردوشی و محبت وزی محمد بٹ دقیقهٔ نامرعی نمی گذاشت از سرائے فانی بجنت جاودانی شتافت و تاریخ رحلت او برین وجه یافته اند ع

"شاه میرزا مقبول درگاه الٰه[2]"

و بابا خلیل الله که ضامن محمد بٹ مذکور بود او نیز از این زندان خانهٔ بے غم جاودانه خرامید و تاریخ وفات او "خلیل الرحمٰن[3]" یافته اند. لاجرم محمد بٹ رُو در غایت تنزل نهاد. اُو دستاویزی که سر حلقهٔ اهل غماز بود. رحلت بابا خلیل الله رخنهٔ عظیم در سدّ دولت محمد بٹ چنان خفیه بمعرض خلافت پناه رسانید. که بابا خلیل الله که عنان توسن فتنت و فساد محمد بٹ را قائد و رائض بود اکنون چون از دار فنا بعالم بقا کشید ناچار محمد بٹ انواع فتنت و فساد بر پا خواهد نمود. پس صلاح دولت آنست که در خدمت حضور طلب نموده شود تا فساد و فتنه مجال وقوع در آن ممالک نه آید.

لهٰذا حضرت خلافت پناه محمد بٹ را بپایهٔ سریر خلافت مصیر طلب فرمودند. چون محمد بٹ در خدمت اقدس پادشاه مشرف شد بعد از چندگاه باتفاق و مصلحت میرزا یوسف حسین خان ولد

---

[1] کذا [2] ۱۰۱۵ هجری [3] ۹۹۹ هجری.

ابیه شاه و لوہر چک برادر شمسی چک و حسین دیو وغیرہم را تحریک و تحریص نموده بطرف ممالک کشمیر فرستاد که در آنجا رسیده انواع فتنت و فساد و اصناف شوره انگیزی و عناد در میان اہل آن دیار تمهید نمایند تا پادشاه جهان پناه باین واسطه میرزا یوسف خان و محمد بٹ را بهمان دستور سابق جهت نگهبانی این ولایت تعین فرمائد بنابران آن جماعه ساده عقل به مصلحت ایشان عمل نموده روی عزیمت بطرف ممالک مذکوره آورده در خانهٔ زمین دار بر عقل علی رینه نزدل نمودند ـ علی رینه از دائره مروت و ناموس قدم بیرون نهاده چشم فتوت و حیا پوشیده حقوق خویشی و حق نمک را به عقوق[1] بدل نموده آن جماعه را گرفته بدست گماشتگان میرزا یوسف خان درین حدود آمده ایم ـ اصلا بسخن ایشان التفات نه کرده بلکه آن سخن را موجب بدنامی میرزا یوسف خان دانسته ـ بے تحاشی و توقف به تیغ بے دریغ سر از بدن ایشان جدا ساختند ؎

چو از کمان قضا و قدر جهد تیرے | یقین که باز نه گردد بهیچ تدبیرے

علی رینه خود نیز متعاقب این حال بسبب کردار ناهموار خویش در اثنائے راه بلده لاهور به بلیه بدمبتلا گردیده ودیعت حیات بقابض ارواح سپرد ـ در جائے که هیچ کس به تجهیز و تکفین او نپرداخت

حق و نان و نمک تبه کردن | بشکند شخص را سر و گردن
با ولی نعمت از بر دن آید | گر سپهر است سرنگون آید

چوں این تدبیر محمد بٹ که بزعم خود پخته خیال نموده بود خام بر آمد ـ باز از سر نو رشتهٔ تحریک فتنت و فساد جنبانیده ـ یوسف خاں کشمیری را به آن ممالک فرستادند که رخنه در میان آن دیار شور و غوغائی اندازد تا باین وسیله بادشاه خلافت پناه ایشان را در ممالک مذکور تعین فرمایند ـ این مشورت در میان خود مقرر کرده یوسف خاں را از دار الخلافت لاهور به آن ممالک روانه گردانیدند. اقبال پادشاهی او را گرفتار ساخته موی کشان باز بخدمت اقدس آوردند ـ این سخن اگرچه بسمع اقدس بادشاه کما حقه رسید اما پادشاه خلائق پناه از سر جریمه او در گذشته به پاداش آن نه پرداخت یعقوب شاه را نیز برین تهمت (بهمین تهمت گرفتار ساخته بودند) آوردند ـ چوں بادشاه خلافت پناه عهود و مواثیق فرموده در خدمت اقدس نگاهداشته بود او را برفاقت حسن بیگ ترکمان بخدمت

---

[1] نافرمانی

راجہ مان سنگھ در پیش پدر خود یوسف شاہ روانہ گردانید۔ در اثناء راہ میرزا ابراہیم برادر یعقوب شاہ بسبب تحریک بعضی اجلاف بے مصلحت و اتفاق برادر خود چشم مروت بخاک بے مروتی انباشتہ۔ فرصت وقت یافتہ شمشیر علم نمودہ بفرق حسن بیگ ترکمان حوالہ نمود۔ چون آنمرد نیک اندیش و خوش نفس بود بعون حفظ الٰہی سر موئی او را آزاری نرسید۔ مردم حسن بیگ آں حال معائنہ نمودہ ہجوم آوردہ میرزا ابراہیم را مقتول ساختند ؎

مرغ وحشی کہ می رمید از قید　　　با ہمہ زیرکی بدام افتاد

بہار میں یوسف شاہ کی وفات بحالت کس مپرسی

ازیں قضیہ یعقوب شاہ بسیار متالم گشتہ۔ سر حسرت بزانوئی غم نہادہ۔ انگشت ندامت بدندان گزیدن گرفت۔ حسن بیگ آں حال را مشاہدہ کردہ رفت و راحت نمودہ۔ یعقوب شاہ را بسلامت بے تعرض و مزاحمت بہ جون پور رسانیدہ۔ از یوسف شاہ خط ضمانت گرفتہ او را از قید و حبس خلاص کردہ بملازمت راجہ مان سنگھ در رہطاس فرستاد و در اثنا و ایں حال یوسف شاہ از آنجا کہ صفۂ جود حاتم جاہ بمرتبہ داشت کہ ہرچہ از جنس و نقد و خلعت، زر و زیور در نظر کیمیا اثر او در می آمد بے تحاشا و توقف می بخشید۔ مردمی کہ از خصلت خلیقہ و صفت جبلیہ او واقف نبودند ایں قسم سخاوت و کرم او را حمل بر اختلال دماغ اومی کردند۔ بعد از فتح اڑیسہ بتاریخ ہشتم شہر ذی الحجہ روز سہ شنبہ وقت چاشت بیمار شد و بتاریخ چہاردہم شہر مذکور سنہ الف در شب چہار شنبہ کہ سہ گری از شب گذشتہ بود جان بحق تسلیم نمود ؎

دہان مردہ بزیر زمیں ہمی گوید　　　اگرچہ نیست بصورت زبان گفتارش
کہ زینہار بدنیا و مال غرہ مشو　　　چو خواہدت بضرورت گذاشت بگذارش

و نعش آں مغفرت پناہ یوسف شاہ میران سید شاہ ابو المعالی باآئین شاہان ذی شوکت و تربیت بزرگان خداوند حشمت از موضع جگرناتھ کہ خانہ عزٰی ولات است برداشتہ مسافت دو ماہ قطع نمودہ ہر روز بخیر و خیرات و اعطاء ماکولات و مشروبات بحفاظ و مساکین پرداختہ بتاریخ بیست و سیوم شہر ربیع الاول روز دوشنبہ وقت نماز پیشین در صوبہ بہار بہ پرگنہ بسنگ (بسوک) بخاک سپردہ۔ گرد مزار متبرک ایشان باغی وسیع ترتیب دادہ و چاہ عمیق کندہ بخشت پختہ بستند و تاریخ وفات او بدیں وجہ یافتہ اند کہ "یوسف شاہ مرد فریاد"

یعقوب شاہ کی ہلاکت اور مغل اعظم کا سنگین جرم

چوں یوسف شاہ ازیں عالم فانی بسرائے جاودانی شتافت راجہ مان سنگھ اصناف مہربانی و عنایت در بارۂ فرزندِ گرامی او یعقوب شاہ مبذول داشتہ۔ ہماں منصب و جاگیر پدر بزرگوار او بہ پسر نامدارش تفویض فرمود۔ بریں نسق مدت یکسال و کسرے گذشت کہ پادشاہ خلائق پناہ راجہ مان سنگھ را بخدمت حضور موفور السرور طلب فرمود۔ راجۂ مذکور عزم دربار کہ مرجع و مصیر اہل روزگار است مصمم نمود۔ دو نفر یزید سیر کہ داغ خدمت گاری یوسف شاہ بر ریلے سیاہ خویش داشتند باہم اتفاق نمودہ بعرض راجہ معروض داشتند کہ یعقوب شاہ دریں حدود باختیار خود گذاشتن از قسم مرغ از دام وا کردن و شہباز از دست رہا کردن است۔ اولاً او را محبوس باید فرمود تا طیران پرواز نہ نمودہ بآشیانہ و مسکن مالوف خود نرسیدہ شکار مرغان شکستانِ آں دیار نہ کند

سفلہ نہ خواہد دگرے را بکام   خس نہ گذارد کسے را بجام
سفلہ سیہ رو بود و بدنہاد   خاک سیہ بر سر ہر سفلہ باد

لاجرم راجہ متوہم شدہ بطریق نظر بندی یعقوب شاہ را در قلعہ رہطاس وگذاشتہ خود متوجہ درگاہ خلائق پناہ شد۔ بعد از چندگاہ بموجب رخصت حضرت خلافت پناہ عنان انصراف بطرف قلعہ رہطاس چوں معروف داشت ہماں دو نفر بدسیر ولعنت اثر مصلحت و تدبیر ہلاکت او بہ قاسم خان کہ بفرزندی یوسف شاہ در افواہ اشتہار پذیرفتہ بود و مدت یکسال بشومی زشتی افعال خویش در حبس بادشاہی محبوس بود و راجہ مان سنگھ در آں حین شفیع او شدہ او را از ان حبس برآوردہ و در حقیقت نسل مرد قصاب بودہ درمیان آوردند۔ قاسم خان بواسطۂ بدنہادی و خباثت جبلی خود متعقل ایں معنی نہ شدہ منتہز[1] فرصتِ وقت بود۔ بالآخر چوں راجہ در قلعۂ رہطاس رسید ایں ہر دو نفر یزید سیر ہمراہ عساکر در آں حدود آمدند یعقوب شاہ جہت تماشا و سیر جاگیر خویش شہر بھیرا از خدمت راجہ التماس رخصت نمودہ مرخص شد و در خانۂ قاسم خانِ مذکور جہت وداع تشریف شریف ارزانی فرمود۔ آں مرد قصاب کیش ہلاکت آں نیک اندیش مانندِ خون بز دمیش حلال و آسان دانستہ فرصت وقت غنیمت شمردہ۔ چند بیڑۂ پان کہ بمصلحت آں بدکیشاں در یکے

---

[1] ۔ فرصت پانے والا، موقع غنیمت جاننا

از بهنازهر هلاهل آلود بدست نامبارک خود لطور میزبانی وخدمت یکجهتی وخصوصیت درست کرده به یعقوب شاه از محبت آن مرد جانکاه وداع نموده بجایگاه خویش تشریف فرمود۔ ثرائت اثر سم در بدن مبارک خود معاینه ومشاهده نموذ بعد از چند روز که بشهر بهیرا رسید۔ رنگ روئے ایشان که رشک خورشید تابان بود چنان به کبودی وسبزی متبدل گشت که چشم فلک بایں همه کبودی خویش در آن حیران وخیره ماند وبتاریخ هشتم ماه محرم سنه هزار ودو وداع ایں عالم فانی نموده

دردا که نخل گلشن شادی بریده شد — واحسرتا که شاخ طرب بار در نماند
ای دل فغان برآر که آرام جاں رفت — وے دیده خون ببار که نور بصر نماند

یعقوب شاہ کے بیٹوں کا المناک قتل

از استماع ایں قضیهٔ هائله راجه جهت خبرداری واستمالتِ فرزندان تمهید بساط تعزیت ایشان بگمان برادری ودلسوزیِ قاسم خاں را بآن حدود تعین فرمود۔ آن ناخداترس باتفاق عین رسن راز گلوئے آن بیگناه چند از سر نو تافته متوجه آن حدود گردیده در آنجا رسید مهما امکن فرزندان ایشان را بانواع خشونت واصنافِ عقوبت معذب دانسته آنچه اسباب واملاک زر وزیور که در سرکار منکوحه او مانده بود گرفته بتصرف خود در آورد وهیچ کس بغور رسیِ آں جماعهٔ مظلومه بدر بار راجه نه پرداخت ورحلت آں پدر بزرگوار وپسر نامدار درمیان مردم ایں دیار باعثِ مصیبتِ عظیم وحادثهٔ بزرگ گردید۔ بعد از ان میران سید شاه ابو المعالی که نسبت خویشی با ایشان داشته در رابطهٔ محبت نیز نعش او را بر داشته در جوار مزار پدر بزرگوارش در پرگنه بنگ (ببوک) بپرد۔ غفران ملک منان شامل حال او باد۔

بعد ازاں در عرصهٔ سه چار سال آن مرد ناهموار بقهر قهار وغضب ملک جبار گرفتار گردیده دو دنبل[1] نبست آثار از بغل ومقعدگاهِ او سر زد واز شدتِ آزار آنها از رفتار مدت یک سال عاطل ماند۔ چون به مرهم آں جراحت درماں می پرداخت در واقع مرد از غیب پیدا می شد از دست خودش او را آں جراحت ها را بنوعی می خراشید وتر وتازه می گردانید که اثر مرهم بالکل از آنها مضمحل می شد وایں صفدر از روئے تاسف وحسرت خود با صغار وکبار اظهار

---

[1] پھوڑا

می نمود۔ آخر بہمیں مرض قابض ارواح قبضش فرمود اکنون در صوبہ بنگالہ در موضع ماندہ مدفون است

هر که بدی کرد و به بدیار شد   او به بدی خویش گرفتار شد

نقلست کہ یعقوب شاہ را شش ماہ پیش ازیں واقعہ بسبب غلبۂ مکیفات افیون خون از شکم نوعی جاری شدہ بود کہ اطبای ہند در علاج آں مرض دست نہ کردند و نزدیک بستر مرض او نہ رفتند۔ دریں طور حالت یعقوب شاہ اندیشہ ناک نہ گشت و غم و غصہ نہ خورد و می گفت کہ اکنون وقت رحلت من نیست بلکہ رحلت روز جمعہ ماہ محرم (کذا) خواہد بود کہ روز قتل امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ است۔ درآں وقت کسے از دوستان صادق و محبان موافق بر ما گریہ نہ آغازد و نوحہ و نالہ نکند۔ بلکہ چوں دوست بدوست پیوندد۔ شادی و مبارک بادی نمائد کہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ بعد از انقضائے آں مدت ساعتے چوں علامات و آثار رحلت بر حال خود معائنہ نمود۔ یعقوب شاہ چشم رفاقت پوشیدہ و از دوستان و عزیزان نوحہ و نالہ چوں علم نو دولتان بلند شد در اثنای ایں حال چشم ہشیاری باز کردہ زبانی کہ از گویائی و صرف دنیا باز ماندہ بود جہت تہدید در میان دندان گرفتہ در منع گریہ و زاری آواز ہا بر آوردہ باز چشم از نظارگی دنیا فرو بست۔ میران سید شاہ ابو المعالی فی الحال دستے بر روئے و دستے بر زنخدان او نہادہ زبان از تہ دندان او اخلاص ساختہ قطرۂ چند شربت بخیال حیات او در کام او چکانیدہ دید کہ مرغ روحش از قفس قالب پرواز نمودہ۔ آشیان اصلی شاخسار سدرۃ المنتہی مسکن و نشیمن خود ساخت ؎

زتیغ اجل اندریں خاکداں   اگر خضر گردی نیابی امان

القصہ محمد بٹ خوش تدبیر محبت یوسف شاہ باقصی بغائت دلپذیر داشتہ و از ربودہ بابا یعنی ادستالولو و فراق کشمیر بے نہایت متاذی[1] بود۔ متعاقب ایں حال رخت حیات بدار البقا کشیدہ بہ ایشان پیوست ؎

دریں کہنہ کاشانۂ بے ثبات   نہ شد جاوداں ہیچ کس را حیات

داعیان و اشراف ممالک کشمیر را برہم زدگی کلی رو نمود۔ ادستالولوی مذکور در خدمت حضرت

---

[1] تکلیف پانے والا

خلافت پناه چناں بعرض رسانید که حاصلات ممالکِ مذکوره بسیار است - اگر عاملے جهت تفحص و تجسس متعین شود هر آئینه حقیقتِ حال اضافه حاصلات ممالک مذکوره کما ینبغی بخدمت اقدس واضح و روشن گردد - لهذا حضرت خلافت پناه حسن بیگ شیخ عمری و قاضی علی که یکی از اعمالِ نامدار عمله پادشاهی بود متعین فرمود - ایشان بموجب فرمان در انجا رسیده - اصناف عملداری برائے دولت خواهی خود طرح نموده - انواع تشویش و تعرض بحال رعایا رسانیدند - ناچار مردم آں دیار با میرزا یادگار برادر میرزا یوسف خاں متفق شده با حسن بیگ شیخ عمری جنگ عظیم پیوسته نوعی منهزم و مغلوبش گردانیدند که از یاران و معاونانِ خویش بیکبار جدا گردیده و سر و پا برهنه پا پیاده راهہائے تنگ و تاریک قطع نموده خود را نزد راجه راجپل رسانید و قاضی علی در نواحی قلعه کاملنه بقتل آورده - میرزا یادگار را بر مسند ایالت و حکومت آں دیار متمکن گردانیدند - چوں ایں نوع حرکت شنیعه بسمع بندگان خلافت پناه رسید - حضرت خلافت پناه با عساکر نصرت مآثر متوجه آں ممالک گردید - و میرزا یادگار از استماع ایں حال از کشمیر بر آمده راه کنزبل محکم نموده بموضع هیره پور نزول نمود - ناگاه به اراده الهی و اقبال پادشاهی ابراهیم خاں کاکر و سارد بیگ ترکمان که از جمله ملازمان میرزا یوسف خاں در اردوئے میرزا یادگار بودند شبا شب هنگام فرصت جهت مجرائے خدمت خود یافته برخاسته میرزا یادگار بقتل آوردند سه

بیت -

چنیں است رسم سرائے غرور ... گهے ماتم است اندران گه سرور
غم و شادمانی است هر دو بهم ... گهے شادمانی بود گاه غم
عروسی است ایں چرخ ماتم زده ... یکے شاد ازو دیگرے غمزده
فلک همچو لولوے بازی گر است ... که بر ساعتش بازئ دیگر است
گهے مهر آید از و گاه کین ... نه آتش بود پایدار و نه ایں
قرارے نه گیرد جهاں بر کسے ... که دوران چو ما یاد دارد بسے
به نزدش چو نادان و دانا یکیست ... اگر صد هزار اند دگر اند کیست

نه ابله بماند نه اهلِ خرد
بد و نیک چون بنگری بگذرد

مظلوم کشمیریوں کا قتلِ عام

و بواسطۂ ایں فترات اکثر مردم مبارز مانند میر محمد و بہادر ملک ولد عیدی رینہ و غیر ہما متفرق و منتشر گشتند و سپاہ آں ممالک کمی و قلت پذیر فتند و بعد ازاں تمام سپاہیان ایں دیار تن در زبونی جہت طلب رزق و روزگار در خدمت جاگیر داران ایں دیار رجوع آوردند۔ محب علی کہ یکے از خدمت گاران میرزا یوسف خان جہت فوجداری پرگنۂ دچھن پارہ و کھاور پارہ متعین بود۔ جماعۂ از سپاہیان ایں دیار بخدمت او رجوع آوردند۔ او درمیان عہد و پیمان معتبر بایمان نمودہ در چشمۂ مچھ بون بہ بہانۂ چہرہ نویسی ہمہ را جمع گردانیدہ بقتل رسانیدہ از خون مسلمانان جو یہائے خون چوں آب چشمہ مچھ بون جاری ساختہ خود را از برائے حطام دنیائے دوں بہ عذاب جاوید اخروی مغلوب و سرنگوں گردانید۔

نقلست بعد ازیں قضیہ نواب قاسم خاں ہمگی برہنمونی مصلحت و تدبیر بعضے مردم ایں دیار لوہر چک را با جمیع برادران و فرزندان خویش کہ از خدمت پادشاہ خلافت پناہ فرار نمودہ بکوہ دراو آمدہ بودند از موضع مذکور انواع عہود غیر مکرر و اصناف مواثیق مجدد درمیان مستحکم نمودہ او را از گناہ و تقصیرات خود غافل ساختہ در حضور خود حاضر گردانیدہ از عہد و پیمان خود اعراض و اغماض ورزیدہ ہمہ را در قصبۂ سوپور بقتل رسانید ؎

بر تراچون دو کار آید پیش — کہ ندانی کدام باید کرد
آنکہ در وے مظنۂ خطر است — آنست بر خود حرام باید کرد
آنکہ بے خوف و خطر باشد — بہانت قیام باید کرد

و بعد ازیں واقعہ بعض مردم حسین چک ولد شمس چک کو پوارہ باتفاق مردم سرحد کراج باجمیل بیگ را بقتل آوردہ از رہ باز بہاء ملا جمیل بیگ بخواب خرگوش فریفتہ شدہ باز باستمالت و دلاسا و مشار الیہ در ملازمت درآمدہ فارغ البال نشستند و قضیہ محب علی کہ تجربہ و معائنہ ایشان شدہ بود آں را نیز در عقدۂ نسیان انداختہ ہیچ خطرہ و اندیشہ را مجال خطور در دلہائے خویش راہ ندادند ناچار ملا جمیل بیگ فرصت وقت بکام دل دوستان یافتہ در موضع رنگی پورہ تمام دشمنان را بخاک تیرہ سپردند و برابر ساختند۔ حسنی چک پیش ازیں واقعہ در شکارگاہ بقضاء ناگاہ پائے او لغزیدہ نوعی افتاد کہ تا قیام قیامت برنخواست۔

بعد ازیں قضیه در صوبهٔ دکن شمس چک ولد دولت چک که قصهٔ او در اوراق گذشته تحریر یافت وفات یافت و قبرش در برهان پور است و پسران او حسین چک و ظفر خان از فوت عزیزان پریشان حال خویش مضطرب و حیران شده آب و هوائے بهشت آسای کشمیر یاد کرده از هندوستان فرار نموده در عقب هائے کوهستان کراج و مراج در آمده خفیه در مواشی و زراعتهای رعایای آن دیار دست اندازی نموده اوقات می گذرانیدند۔ چون حضرت جنت آشیانی بسرائے جاودانی خرامید بادشاهی بجلوس جهانگیر پادشاه مزین شد۔ ایبه خان ولد حسین خان ابن ایبه شاه و حسین چک و ظفر خان وغیرهما باتفاق حاکم تبت که جهت کمک خود آورده بودند در پرگنهٔ لار مقابلهٔ عساکر بادشاهی نزول نموده مدت دو ماه و چند ایام نشستند۔ چون حاکم تبت نفاق جانبین از مردم کشمیر مشاهده کرد متغیر المزاج شده و هم قدرے ترس و رعب بخاطرش راه یافت و طبل بازگشت بطرف تبت زد و این جماعت در موضع شیرکوٹ خیال ایالت بخاطر مصمم نموده و غرور بے انداز ورزیده۔ انواع فتنت و فساد در آن ممالک بنیاد نهاده شبها بخانهائے رعایا و برایا و اهل سکنهٔ آن دیار در آمده۔ اسباب و مواشی و امتعهٔ اخوت ایشان بتاراج و غارت برده بر شراب و کباب صرف می نمودند۔ لهذا در آن دیار چندان قحط و گرانی رو نمود که مزیدی بر آن متصور نیست و آن گروه غفلت شیوه از مردم پادشاهی که در آن نواحی بودند بالکل غافل و ناپرداشده هر چه مقتضائے نهاد بر فساد ایشان بود بوجود می آوردند۔ ناگاه مردم پادشاهی منتهز وقت بوده در شبے که سلطان منام بر قوائے آن گروه بے انتظام غالب آمده بود از موضع سوپور برآمده بر سر ایشان تاخت آورده در موضع شیرکوٹ سرهائے بعضی مردم ایشان را به حسام انتقام بریده در زورقے[1] انداخته در شهر کشمیر فرستاده۔ جهت عبرت متمردان از ان کلهٔ منارها ساختند۔ متعاقب این حال علی خان ابن حسین خان ایبه شاه و حسین چک را بموجب آنکه دو شمشیر در یک غلاف نمی گنجند باعث وعید شد که از سرحد کراج انتقال نموده بجاے دیگرے سکونت ورزد۔ حسین چک از روئے نفاق و مصلحت در مقام مدارا در آمده متقبل این معنی شد۔ بعد از ساعتے علی خان مذکوره اعتماد غرور در شجاعت خود با جماعت مردم که با و همراه آمده بودند بقتل آورده۔ او را دستگیر کرده بحضور مردم پادشاهی روانه گردانیدند۔

---

[1] کشتی

ناگاه دراثنای راه ازیں حال مردم ایماغان آگاه گشته بموضع دان واری اورا بقتل رسانیدند۔
بعد ازاں ظفرخاں جمعی از پیادگان و برخی از سواران ترتیب داده شبخون برگرده ایماغان که درپرگنه اڈون بموضع ڈورو آورده بایکدیگر مقاتله ومحاربه پیوستند و ازطرف ظفرخاں بسیاری مردم کشمیر تلف وتباه گشتند وظفرخان خود ازان موضع بزخم شمشیر مجروح گشته راه هزیمت پیش گرفته بجنگل پرگنه بیروه درآمد۔

متعاقب ایں حال محمد قلی خاں که حاکم کشمیر خوش تدبیر ودل پذیر مردم آں دیار بود بتقدیر لاریب برحمت الٰہی پیوست وبجائے او بموجب حکم نافذ خلافت پناه جهانگیر بادشاه میرزا علی اکبر شاهی بحکومت آں دیار متعین گردید آں مرد دراول از مذهب وملت با مردم آں دیار بساط چاپلوسی ومکر وحیل گسترده بوساطت قاضی صالح عهود تازه ومواثیق بے اندازه بایمان غلاظ مؤکد ساخته بطرف ظفرخاں وغیره گفته فرستادند که محمد قلی وحکام سابقهٔ دیگر بسبب اختلاف مذاهب باایں بدمعاشی وبدسلوکی می نمودند ومن چوں ازجمله سنیان متعصبم وشما نیز ازآں سواد عظیم اید معاذالله که من درحق شما سر موئی بدسگالی وبداندیشی بوقوع آید۔ واین مدعا را بانواع قسم وسوگند چهار یار بزرگوار وسائر صحابهٔ کبار مؤکد ساخته آنجماعه را بفریب وریو در دائره حضور خود درآورده باتفاق ملا جمیل بیگ محبوس داشته بے دریغ شمشیر سیاست در شهر کشمیر علم نموده هرکه از سپاه وزمیندار وصنعت گر وجولاه وغیره درمی یافتند ازصباح تا دوپهر روز بقتل می آوردند۔ بعد از دو روز ظفرخاں را باهفده نفر امرازاده از حبس برآورده بدست حاتم خان زمین دار سپرده بعالم عدم روانه گردانیدند واو در حین سپردن ودیعت حیات بزبان حال ومقال مضمون این ابیات تکرار می نمود که ؎

افسوس که چرخ مستمندم بگرفت — شهباز بدم بیک کمندم بگرفت
صد خانه خراب کرده بودم بستم — تا آه کدام دردمندم بگرفت

وحبیب خاں ابن حسین خاں را از حسین نائک بمعرض هلاکت آورده۔ یوسف چک را بدست یعقوب شاه سپرده بانواع عقوبت تباه ساخت وعلی خاں ولد یوسف خان وعلی خاں ولد نوروز چک را بدست پسر حاتم خان بقتل آورد۔ الغرض بهمین منوال آں هفده نونهال از گلبن آمال باغستان ایں جهان غدار بار ونهال برنه خورده بودند بسموم وصرصر عقوبات جانکاه از بیخ وبن مستاصل گردانیده

رسوا و خوار زار در کوچه و بازار بموضع رنیوار (رینه داری) بر تابیده و هیچ کس را به تجهیز و تعین آن جماعه مرخص نه گردانید و الآمر مردم محله جهت دفع عفونت و فتن وطن از آنجا بر داشته در دشتگاه کوزه گران که در قرب آن مکان واقع بود در میان خاک و خاکستر لاشهائے آنها را متواری ساختند لاجرم فلک کج رفتار بر حال زار آنجماعه رقت بسیار نموده ـ چندان قطرات باران از چشمان بارید و جوش و خروشِ رعد از جان بر کشید که در وہم زلزلہ نفخ صور قیامت متصور شد ؎

چندان گریستیم که ہر کس بر و گذشت　　　　در اشک من بدید رواں گفت ایں چہ جو است

دیگرے

زیرکان گفتند کاندر مرگ نوعی راحت است　　　　از بیانِ این سخن بر خلقِ منت می نہند
گفته اند آنکس که میر داز دو بیرون حال نیست　　　　یا بدی باشد که خلق از جورِ او کمتر دہند
یا کم آزاری نکو خلقی که اہل روزگار　　　　مہرِ او در زند او را در دل خود جا دہند

گر نکو کار است ازیں زندانِ محنت وا رہند
در بد اندیش است خلق از محنت او وا رہند

شیر افگن سے ایبہ خاں اور ملک حیدر چاڈورہ کی جنگ

وایبہ خان ولد ابدال خاں یکے از مبارزانِ آن دیار بود ـ در جلوس حضرت جہانگیر بادشاہ بموجب فرمان عالیشان بر جاگیر بردوان روانہ گردید ـ و دران بیشہ مردے شیر بیشہ شیر افگن نام سابقاً بعلت جاگیر داری آں موضع مقامِ آرام داشته است ـ قطب الدین خاں که صاحب صوبہ بنگالہ بود ـ در کار و بار آں مرد شجاعت شعار در زیدہ بخدمت حضرتِ خلافت پناہ معروض داشت که تمامی مردم صوبہ بنگالہ منقاد و مطیع حاکم پادشاہ جہاں پناہ مطاع گردیدند الا شیر افگن ـ بہر چہ حکم واجب الاذعان در بارۂ او صادر شود بعمل آورد معاً حکم اقدس چنان نافذ گردید که به تیغ بیدریغ سر از تنِ او جدا نموده بدر بار معلیٰ فرستند و ناچار قطب الدّین خاں با جمعیت لشکر قریب دو ہزار سوار متوجہ بطرف آں مرد کار زار گردید آں مرد مردانہ با وجود تہمت و مظنۂ ہلاکت خویش از قلعۂ خود قریب با ہفتاد ہشتاد سوار بر سم استقبال شتافته بخدمت ایشان ملحق گردیدہ از حرکات و اوضاع عساکرِ ایشان نادانست که ایشان اندیشۂ جز و قتلِ او دیگری ندارند و در خلالِ ایں احوال فیل بان قطب الدین خاں فیل مست را بطرف او کجک زدہ در تحریک در آوردہ ـ اسپ

ادرا از جائے خود رم کنانیده بیجا گردانیده. ناچار شیر افگن روئے توجه بقطب الدین آورده جهاں معلوم مذکور کرد که اے سردار خوانین ایں چه قسم معاملۀ سلوک و معاش است. چون خان مذکور از پاسخ او تغافل ورزیده سکوت اختیار نمود. یاران بزبان ترکی به او عتاب و سرزنش آغاز کرده گفتند که اگر سردار گرده مردے و زهره جوان مردے داری دیگر بکدام وقت بکار خواهد آورد. لاجرم آں مرد مردانه تهور و دلاوری ورزیده پائے شجاعت پیش نهاده حمله بر قطب الدین خاں نمود. بے تحاشا به تیغ بیدریغ بزخم اوّل بازوئے او را از کتف جدا ساخته بزخم دویم شکم او را از ناف گاه دریده رُود های او را بیرون ساخته انداخته بعرصه گاهِ عدم رسانید و حیدر ملک چادُوره مجادله و مخاصمه کناں مقابلۀ او در آمده او را نیز زخمی و مجروح ساخته خواست که خود را ازاں معرکه بسلامت بدر کشید. ایبه خاں ولد ابدال خاں چوں آں حال معاینه نمود مردانگی نموده اسپ در جولان در آورده بر سر آں مرد مردانه رسید. هر دو مبارز باهم نزدیک شدند امّا بسبب نزدیک فیل و اسپان هر دو مبارز پائے بر جائے خویش استوار نتوانستند نمود. ناچار آں هر دو شجاع پیاده شده به محاربه پیوستند. ایبه خاں ولد ابدال خاں پائے سبقت در میدان مبارزت نهاده شمشیرے بر روئے او حواله نموده. کاسۀ سر او را تا نیمه بر آمد. آں مرد ا[؟]نه که بقوت رمقِ حیات که در بدنش باقی مانده بود. حملۀ مردانه بر ایبه خاں آورده بیک زخم شمشیرِ آبدار [؟] طور در شکم او حواله نموده. کار عمرش بسر انجام رسانید. و خود نیز در همان نفس جاں بحق تسلیم نمود. و مدفن ایبه خاں در آستانۀ بهرام سقا در موضع بردوان واقع است.

یوسف خاں

و بعد از پنج و شش ماهِ دیگر یوسف خاں ولد حسین شاه بصوبۀ بنگاله در نواحی سلیم آباد بر فیل ماده سوار شده شکار نخچیر گوزن می نمود. ناگاه بتقدیر الهی ازان شکارگاه نرگاو میش صحرائی بر آمده در پی فیل ماده حمله شیرانه آورده. مادّه فیل رو بفرار نهاده. سوار خویش را دران جنگل زار از پشتِ خود انداخت. ناچار آں سوار شکار آن نرگاو میش گشته. مرغ حیاتش از آشیانِ بدن پرواز نمود. القصّه چوں کشتیٔ حیات امرایان ایں دیار از گرداب دریائے هلاکت [؟] بدستیاریِ بادبان سعی و کوشش بشر طلیکه امداد بخت ساحل نرسید آفتاب بقائے ایشان در مغرب فنا غروب نمود

چو بر بنده ایزد بلائے گماشت
عنایت هم از حق توان چشم داشت
دگر رو نهد نعمتش بے قیاس
روا نیست غیر از خدا را سپاس

گہے نعمت دگر بلا می دہد
خدا می ستاند خدا می دہد

وبعضی معاملاتِ سرداران آں دیار مانند حسین خاں، علی شاہ وحسین خاں، یوسف شاہ وغیرہ۔ بسبب آں اطناب بر بیاض ایں مختصر تحریر نیاوردہ۔

علی اکبر شاہی کی برطرفی

القصہ چوں ایں قسم معاملۂ ہا ئکہ از مرزا علی اکبر شاہی دریں دیار از مصلحت او بظہور رسیدہ بود از زبانِ گروہ دادخوردہ بسمع بار یافتگانِ جہانگیر خلافت پناہ رسید وعتاب واعراض فرمودہ۔ میرزا علی اکبر شاہی را از حکومت آں دیار معزول گردانیدہ ایالت آں دیار بہ نواب قلیج خاں ارزانی فرمودند۔ زمام مہماتِ خواص وعوام ممالک ایں دیار بروجہی کہ لائق بود بہ حیدر ملک چاڈورہ سپردند تا مردم ایں دیار از فرطِ عدل وکثرت احسان پادشاہی از ظلم ظالمان وارہیدہ اوقات خود را بفراغت ورفاہیت گذرانند وموصی الیہ در تعمیر وآبادانی ممالک مذکورہ مساعی جمیلہ بجا آوردہ۔ نوعی اہتمام نماید کہ اقسام اغذیہ واطعمۂ ماکولات ومشروبات وارزانی غلہ وحبوبات بوفق خاطر خواہ فقیر وبے چارہ بودہ باشد۔ حیدر ملک چاڈورہ کہ بہ خطاب چغتائی ممتاز وسرفراز شدہ بود از روئے خیر اندیشی خلائق ودولت خواہی بادشاہ خلافت پناہ مہم سازیِ عامہ رعایا وملوک عظیم الشان[1] وسلاطین رفیع المکان ایں دیار بموجب فرمان عالی شان متعہد[2] گردیدے

حارس[3] عدل وے از بس کہ سیاست فرمود　　فتنہ بگریز بصد مرحلہ از مشعلۂ دود

ضبط شان نوع کہ شاہان اقالیم دگر
وزگدائی نتواند زدنی سیلی جور

ودریں اثنا چوں فلک ستیزۂ انجام طومارِ عمر راجہ مان سنگھ بدستِ اختتام پیچیدہ بتاریخ ہفتم ماہ جمید آخر ۱۰۲۳ھ بعالم آخرت رسانید وتاریخ وفات او بدیں وجہ یافتہ اند

آہ ازیں چرخ کج روئے سرکش　　کہ زکشتن نہ گشت سیر اصلا
راجۂ جملہ راجہائے جہاں　　مان سنگھ آنکہ رفت از دنیا

---

[1] علی خاں [2] ذمہ دار [3] نگہبان، پاسبان

سالِ تاریخِ فوتِ راجہ خرد
شد با عسرات جائے او گفتم [1]

شاہ ابوالمعالی اور جہانگیر بادشاہ

و میران سید شاہ ابوالمعالی کہ مدت بست و چہار سال کامل حسب الحکم جہاں مطاع خلافت پناہ اکبر بادشاہ در خدمت و ملازمت راجہ مذکور بود و دریں مدت بسبب شجاعت جبلی و شہامت ذاتی کہ لازمہ طائفہ شریفۂ ہاشمی است بادشمنان بادشاہی انواع محاربہ و اصناف مقاتلہ درصوبہ ہائے بنگالہ و اڑیسہ و دکن نمودہ۔ درہر معرکہ کہ بتائید الٰہی مظفر و منصور بود۔ اوقات فرخندہ ساعات بناز و نعمت و عیش و عشرت باعتبار تمام و اقتدار لاکلام گذرانیدہ آمدہ باتفاق حیدر ملک بشرف خدمت خلافت پناہ جہانگیر بادشاہ مشرف گردید۔ و ازآنجا کہ حضرت جہانگیر بادشاہ حسن اہلیت و شجاعت و خوبی لیاقت و شہامت بچشم ادراک و بصیرت درمرات ضمیر ذات میران سید مشارالیہ محسوس و معائنہ نمود۔ لاجرم میران سید مشارٌ الیہ را بالتفات شاہانہ و عنایت خسروانہ ممتاز و مخصوص ساختہ بہ منصب ارجمند سرفراز گردانیدہ و با برادران سید ابراہیم خاں جاگیراز سرکار سندہ ارزانی داشتہ بآں طرف مرخص فرمود و چون میران سید مشارٌ الیہ باطائفہ فضلائے سرکار ٹھٹہ بواسطۂ کمال اہلیت و فضیلت خویش نوعی سلوک و معاش فرمود کہ ایشان میران سید مشارٌ الیہ را چوں جان عزیز بلکہ از جان عزیز تر تصور نمودہ تشریف ایشان محض فیض الٰہی و رحمت ایزدی دانستند و تاریخ قدوم عشرت لزوم ایشان درسرکار ٹھٹہ بدیں وجہ یافتہ اندے "ابر رحمت آمد ناگہاں"
۱۰۲۳ ہجری

خاتمہ:-

بحمد اللہ کہ گشت ایں نامہ مختوم	بہ لطفِ ایزدی دانائے قیوم
دراحوالِ شہانِ ملکِ کشمیر	کہ بودند از حشم ہریک جہانگیر
بہ ترتیبی کہ بایست بی کم و بیش	نہ بر دفق خیال بیہدہ کیش
بہارستان شاہی کردہ شد نام	بود در باغِ عالم تازہ چوں نام

---

[1] مادۂ تاریخ صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔

چناں دارم توقع از سخندان — که باشد در سخندانی چو سحبان
که گر یابد غلط اندر عبارت — و یا در اصل معنی یا اشارت
بقدر وسع در اصلاح کوشد — و با عیبم بذیل عفو پوشد
چون تاریخ تمام این خوب اتمام — که بادا تا قیامت نیک فرجام

به پرسیدم ز عقل راست تدبیر
بگفتا نامهٔ شاهان کشمیر
سنه ۱۰۲۳

تمت تمام شد

جناب آغا صاحب غفران پناہ کی خواہش تھی کہ "بہارستان شاہی" کی رسم اجرا اسی مہینے میں جناب شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کے ہاتھوں کرائی جائے۔ لیکن کسے معلوم تھا کہ ان دونوں ممتاز ترین ہستیوں کا چراغ زندگی ایک ہی ہفتے میں یکے بعد دیگرے موت کے بے رحم ہاتھوں سے ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے گا۔ شاعر نے خوب کہا ہے ؎

ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے　　یہی دنیا کا کارخانہ ہے
موت سے کس کو رستگاری ہے　　آج وہ کل ہماری باری ہے۔
زندگی بے ثبات ہے اس میں　　موت عین حیات ہے اس میں

شیخ صاحب کا انتقال ۸ ستمبر بروز چہارشنبہ شام کو ہوا۔ افسوس صد ہزار افسوس! ایسے دیدہ ور مذہبی پیشوا اور قومی رہنما اب کہاں پیدا ہو سکتے ہیں۔ میرؔ نے ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا ہے ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

غرضیکہ ان دونوں ہر دلعزیز رہنماؤں کے گزر جانے سے عالم شریعت اور نظام سیاست میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے اس کا پُر کرنا بے حد محال ہے۔ سال ۱۴۰۲ھ ہجری (۱۹۸۲ء) تاریخ کشمیر میں "قومی ماتم" کے طور پر ہمیشہ کے لیے یادگار رہے گا ؎

بہ ضبط گریہ مشغولم اگر بینی درونم را
ز دل تا پردۂ چشمم دو شاخ ارغواں بینی

اکبر حیدری
۱۸ ستمبر ۱۹۸۲ء

رہبرِ انقلاب حضرت آیت اللہ خمینی صاحب قبلہ، آیت اللہ مطہری اور صدر جمہوریہ ایران کی طرف سے آیت اللہ سید محمد جعفریان نے مجلس سوم میں نمائندگی کی تھی۔ انھوں نے آیت اللہ خمینی اور آغا صاحب مرحوم کی دینی خدمات پر روشنی ڈالی اور آغا صاحب کو ایک برگزیدہ روحانی پیشوا قرار دیا۔ فاتحہ خوانی کی تقریبات صبح ۹ بجے سے شام ۶ بجے تک مسلسل جاری رہیں۔ اس دن ڈسٹرکٹ بڈگام میں چھٹی کا اعلان کیا گیا تھا۔

۶ ستمبر وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی ریاستی گورنر جناب بی۔ کے۔ نہرو کے ہمراہ بڈگام گئیں اور آغا صاحب کے لواحقین کو تعزیت پیش کی۔ وزیر اعظم نے آغا صاحب کی عدالت میں ایک بڑے مجمع کے سامنے مرحوم کے تئیں شاندار الفاظ میں عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں:

"آغا صاحب اعلیٰ پایہ کے روحانی رہنما تھے۔ میرے دل میں اُن کی بڑی قدر و منزلت تھی۔"

جناب شیرِ کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب کو آغا صاحب فردوس آرام گاہ سے والہانہ عشق تھا۔ وہ ان کی روحانی قدروں کے زبردست قائل تھے اور انھیں اپنا مرشد سمجھتے تھے۔ موصوف سالہا سال سے اُن کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کر کے روحانی فیض حاصل کرتے تھے۔ اپریل ۱۹۸۰ء کے آخری ہفتے میں جناب شیخ صاحب عراقی حکومت کی دعوت پر مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لیے عراق گئے۔ جب انھیں جناب آغا صاحب کی علالت کے بارے میں اطلاع ملی تو فوراً مئی کے دوسرے ہفتے میں کشمیر واپس آئے۔ اور یہاں پہنچتے ہی مورخہ ۱۵ مئی کو جناب آغا صاحب کی خیریت دریافت کرنے کے لیے بڈگام تشریف لے گئے۔ اُنھوں نے مرحوم و مغفور سے سفرِ عراق کی روداد بیان کی اور فرمایا کہ اُنھیں شہدائے کربلا کے مقدس مقامات خاص کر جناب امام حسین علیہ السلام، جناب ابوالفضل حضرت عباس علیہ السلام اور نجف اشرف میں روضۂ حضرت علی علیہ السلام کی زیارت سے کس قدر سکونِ قلب اور روحانی فیض حاصل ہوا۔ شیخ صاحب نے مزید یہ بھی فرمایا کہ اُنھوں نے حکومت عراق کے وزیر اوقاف کے تعاون سے کربلائے معلیٰ میں مرقد امام حسین علیہ السلام سے خاکِ شفا حاصل کی۔ اس کے علاوہ شیخ صاحب تسبیح، سجدہ گاہ اور بڑے سائز کا عمدہ اور خوبصورت قرآن حکیم کا مطبوعہ نسخہ بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ قرآن شریف کا یہ نسخہ حکومت عراق نے شیخ صاحب کو بطورِ تحفہ دیا تھا۔ شیخ صاحب کے دل میں آغا صاحب کی جو محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اُنھوں نے یہ تینوں تبرکات، آغا صاحب کو اُن کے شریعت کدے پر جا کر بہ نفسِ نفیس پیش کیے۔ تصویر میں آغا صاحب کے ہاتھ میں مذکورہ قرآن کریم اور شیخ صاحب کے ہاتھ میں رومال میں خاکِ شفا دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ تصویر آغا صاحب کے حجرۂ خاص میں ۱۵ مئی ۱۹۸۰ء کو اُتاری گئی تھی۔

جناب شیخ صاحب نے آغا صاحب مرحوم سے یہ بھی بیان فرمایا کہ کربلائے معلیٰ میں روضۂ مطہرہ کی خاکِ شفا ملنا بہت ہی دشوار ہے۔ بہرحال میں اسے حاصل کر کے سرخرو ہوا ہوں۔ شیخ صاحب نے مزید یہ بھی فرمایا کہ انھوں نے عراقی وزیر اوقاف مسٹر فیصل نوری سے کہا تھا کہ کشمیر میں میرے روحانی پیشوا اور محبوب مرشد آغا سید یوسف شریعت آباد بڈگام میں رہتے ہیں۔ یہ خاکِ شفا انھی کے لیے ہے۔ تصویر میں دورانِ گفتگو دونوں بزرگ ترین رہنماؤں کے ہونٹوں پر روحانی تبسم کی کیفیت دیکھی جا سکتی ہے جو اُن کے باہمی خلوص و اعتماد اور روابط کا آئینہ دار ہے۔

آخری دنوں میں جب آغا صاحب بسترِ علالت پر تھے تو شیخ صاحب کو بڑی تشویش لاحق ہوئی۔ وہ روز اُن کے بارے میں دریافت کرتے رہے۔ موصوف نے دلی سے اپنے معالج ڈاکٹر خلیل اللہ اور دوسرے ڈاکٹروں کو اپنے فرزند ڈاکٹر فاروق عبداللہ کی رہبری میں آغا صاحب کے علاج کے لیے بھیجا تھا۔

آغاصاحب مرحوم علی المقامہ کی مجلس سوم (رسم فاتحہ خوانی) ۳؍ ستمبر بروز جمعہ امام باڑہ بڈگام میں انجام دی گئی۔ مجلس عزا کے بعد علمائے دین اور مختلف پارٹیوں کے تمام سیاسی رہنماؤں نے بلاتفریق مذہب وملت آغاصاحب کے تئیں حسن وعقیدت کا اظہار کیا۔ شاعروں اور ادیبوں نے بھی مرحوم قبلہ وکعبہ کی سیرت وکردار پر اپنے بیش بہا خیالات کا مظاہرہ کیا۔ اس موقعہ پر وزیراعلیٰ شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کا وہ تعزیت نامہ بھی پڑھ کر سنایا گیا جو انھوں نے آغا سید محمد فضل اللہ کے نام بھیجا تھا۔ شیخ صاحب نے یہ بیان بستر علالت سے جاری کیا تھا۔ چونکہ یہ موصوف کا آخری پیغام اور آخری تحریر ان کے دستخط خاص سے تھی اس لیے ذیل میں لفظاً لفظاً درج کی جاتی ہے۔

چیف منسٹر   نشان حکومت

جموں اینڈ کشمیر (انگریزی)

CMS/Gen-15/82 (3)

محترم آغا سید فضل اللہ صاحب

السلام علیکم

" آپ کے والد بزرگوار کی وفات کی خبر سن کر مجھے انتہائی دکھ پہنچا ہے۔ تحریک آزادی کے دنوں سے لے کر آج تک وہ میرے قریبی رفیق تھے اور ان کی وفات سے میں نے ایک عزیز اور قابلِ اعتماد دوست کھو دیا ہے اس طرح خود میرے لیے یہ ایک ایسا ذاتی نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

مرحوم آغاصاحب کو اپنے حسن واخلاق، مجاہدانہ اندازِ فکر اور متوازن خیالات کی وجہ سے عوامی زندگی کے سبھی حلقوں میں عزت واحترام کا مقام حاصل تھا۔ ذاتی طور پر مجھے جب کبھی ان سے بات کرنے کا موقعہ ملا انھوں نے کھلے دل اور ذہن کے ساتھ ہر معاملہ پر سنجیدگی اور تدبر سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ وہ نہ صرف یہ کہ دوسروں کو نظم وضبط اور اعتدال وتوازن کا درس دیتے تھے بلکہ خود اپنے کردار وعمل سے بھی عمر بھر ان قدروں کی آبیاری کرتے رہے۔ اس بات نے ریاستی عوام اور بالخصوص اہل کشمیر کے لیے ان کی شخصیت کو انتہائی محبوب ومحترم بنا دیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آج ہر خاص وعام ان کے غم میں سوگوار ہے۔

اپنی علالت کی وجہ سے اس موقعہ پر خود آپ کے پاس آکر تعزیت کرنا میرے لیے ممکن نہیں۔ لیکن پھر بھی دکھ کے ان لمحات میں میں آپ کے اور دیگر خاندان وجملہ احباب کے ساتھ برابر کا شریک ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت عطا کرے۔ آمین۔

محترم آغا سید محمد فضل اللہ صاحب

شریعت آباد

بڈگام

مخلص

شیخ محمد عبداللہ

31-8-82

اس کے بعد امام باڑے میں نماز ظہرین باجماعت پڑھی گئی۔ اس میں اور لوگوں کے علاوہ ڈاکٹر فاروق عبداللہ نے بھی شمولیت کی۔ بعد نماز ڈاکٹر صاحب نے آغاصاحب کی خدمت میں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ انھوں نے لاکھوں کی تعداد میں اعلان کیا کہ ڈسٹرکٹ بڈگام کا نام آغاصاحب کی یاد میں "یوسف آباد" رکھا جائے گا۔ اور یہاں جو جدید طرز کا اسپتال تعمیر کیا جائے گا وہ بھی ان ہی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔

رہ رہ کے ہوا صبح کی بھرتی تھی دمِ سرد　　خوبانِ چمن تھے صفتِ کاہ رُبا زرد
لالے میں تراوٹ نہ تبسم گل تر میں　　(انیس)
کانٹا غم سرور کا کھٹکتا تھا جگر میں

جلوسِ تابوت کے ہمراہ لاکھوں کی تعداد میں سوگوار سینہ کوبی اور مرثیہ خوانی کرتے تھے۔ عورتیں منہ پیٹتی اور بال نوچتی تھیں۔ ان کے رخسار خون آلود تھے۔ ہر طرف واحسیناؑ واغریبا واآقا اور واظلمتا کی پکار بلند تھی۔ تابوت ۱۲ بجے دن تک شہرۂ آفاق امام باڑہ بڈگام میں رکھا گیا۔ جہاں آغا صاحب ہر جمعہ کو بعد نماز مجلس پڑھتے تھے۔ یہاں کئی ذاکرین نے مجالس پڑھیں۔ امام باڑہ ایک المناک اور دل خراش منظر پیش کر رہا تھا۔ لوگوں کے سمندر کے مقابلے میں یہ عزا خانہ اپنی وسعتوں کے اعتبار سے کوزے میں سما گیا تھا۔ آخر کار ازدحام خلائق کو دیکھ کر نمازِ جنازہ کریوہ بڈگام کے بہت بڑے میدان میں پڑھائی گئی۔ یہ میدان جو لاکھوں روپیہ کی مالیت کا ہے آغا صاحب مرحوم کی ذاتی ملک تھا۔ جسے انھوں نے اپنی زندگی میں باب العلم کے مصارف کے لیے وقف کیا تھا۔ ریاست کے گورنر جناب بی۔ کے۔ نہرو نے تابوت پر پھول برسائے۔ جنازہ گاہ بڈگام کی آبادی سے کوئی ایک ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ گورنر صاحب نے جنازے پر بھی گل پاشی کی۔ قریب سہ پہر آغا صاحب اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے۔ تُف اس دنیائے دنی پر جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ میر انیسؔ نے اس کی بے ثباتی پر خوب کہا ہے ؎

دنیا بھی عجب گھر ہے کہ راحت نہیں جس میں　　وہ گل ہے یہ گل بوئے محبت نہیں جس میں
وہ دوست ہے یہ دوست مرّوت نہیں جس میں　　وہ شہد ہے یہ شہد، حلاوت نہیں جس میں
بے درد و الم شامِ غریباں نہیں گزری
دنیا میں کسی کی کبھی یکساں نہیں گزری

گودی ہے کبھی ماں کی، کبھی قبر کا آغوش　　گل پیرہن اکثر نظر آتے ہیں کفن پوش
سرگرم سخن ہے کبھی انساں کبھی خاموش　　گہ تخت ہے اور گاہ جنازہ بسرِ دوش
اک طور پہ دیکھا نہ جواں کو نہ مسن کو
شب کو تو چھپر کھٹ میں ہیں تابوت میں دن کو

شادی ہو کہ اندوہ ہو، آرام ہو یا جور　　دنیا میں گزر جاتی ہے انساں کی بہر طور
ماتم کی کبھی فصل ہے، عشرت کا کبھی دَور　　ہے شادی و ماتم کا مرقع جو کرو غور
کس باغ پہ آسیب خزاں آ نہیں جاتا
گل کون سا کھلتا ہے جو مرجھا نہیں جاتا

آغا صاحب کی وفات کے سلسلے میں سرکاری طور پر ایک دن کا سوگ منایا گیا۔ اس دن تعطیل کا اعلان کیا گیا اور قومی پرچم سرکاری عمارتوں پہ سرنگوں رہا۔ بڈگام ڈسٹرکٹ میں تین دن تک تمام کاروباری ادارے اور سرکاری دفاتر بند رہے۔ انجمن شرعی نے چالیس دن تک سوگ منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے مورخہ ۱۳ اگست کو دلّی سے سرکاری طور پر آغا سید محمد فضل اللہ فرزند ارجمند آغا صاحب مرحوم کے نام تحریری پیغام ارسال فرمایا۔ کشمیر یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب ڈاکٹر وحید الدین ملک نے بھی اُن کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ
وفاتِ حسرت آیات[1]

صبح کو طائرانِ خوش الحان پڑھتے ہیں کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا لکھا جائے اور کیا کہا جائے۔ دنیا آنکھوں میں سنسان نظر آرہی ہے۔ قلم لکھنے سے عاجز اور زبان ادا کرنے سے قاصر ہے ؎

کہہ دوں تو دل سے خون کا چشمہ اُبل پڑے اور چپ رہوں تو منہ سے کلیجہ نکل پڑے

آخر کار جی کڑا کر کے یہ خبرِ وحشت اثر انتہائی حزن و ملال اور رنج و غم کے ساتھ "بہارستان شاہی" میں درج کی جاتی ہے کہ حجۃ الاسلام، شریعتمدار، آقائے نامدار، جناب آغا سید یوسف الموسوی الصفوی النجفی صدر انجمن شرعی شیعیان جموں و کشمیر و بانیِ مدرسۂ باب العلم نے چند دنوں کی مختصر علالت کے بعد شبِ دوشنبہ (ایک بج کر اڑتالیس منٹ) مورخہ ۱۰ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ ہجری مطابق ۳۰ اگست ۱۹۸۲ء کو اسّی برس کی عمر میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

آغا صاحب کی وفات کی خبر آنِ واحد میں جنگل کی آگ کی طرح کشمیر کے طول و عرض میں پھیل گئی اور وادی بھر سے لوگوں کا موجیں مارتا ہوا سمندر سرزمین بڈگام میں اُمڈ آیا۔ رات تھی پریشان، چاند تارے بے نور، فضا مغموم، اشجار و احجار سکتے میں، سڑکیں غم سے پامال، گلی کوچے سنسان، بازار اور دکان نوحہ خوان، چرند و پرند حیران، پیر و جوان ماتم کنان، یتیم، مسکین، فقیر، غربا، رانڈیں اور بے سہارے لوگ مرثیہ خوان کہ اب ہم جائیں کہاں۔ ایک آغا تھے۔ سو وہ بھی نہ رہے۔ ہر آنکھ اشک بار اور ہر چہرہ اُداس، ذرّہ ذرّہ خاک اُڑا رہا تھا۔ پورا کشمیر درد و کرب کی تاثیر میں ڈوبا ہوا تھا۔ صبح صادق سیاہ پوشی کے عالم میں اپنا گریبان چاک کر کے نمودار ہوئی۔ آفتاب تھرتھراتا ہوا طلوع ہوا۔ اس کا چہرہ بھی خون آلود تھا۔ یہ دن گویا قیامت سے کم نہ تھا۔ اگرچہ ماہِ عزا نہ تھا لیکن روزِ عاشور کی سی کیفیت نمایاں تھی۔ مومنین کے قلب و جگر مضطرب اور اُن کی آنکھوں میں دنیا تیرہ و تار تھی۔

جب صبح نو بجے آغا صاحب مرحوم کا تابوت شریعت کدے سے برآمد ہوا تو لوگوں نے اپنے گریبان چاک کیے۔ سر پہ خاک اُڑائی۔ ان کے گریہ اور فلک شگاف نعروں سے زمین بڈگام متزلزل ہوئی۔ چناروں کے پتے کفِ افسوس مل رہے تھے۔ باغ ویران، پھول اداس، شاخ بار آور پُرخم اور ندی نالے سر پیٹتے تھے۔ پورا ماحول عزاخانہ بن گیا تھا ؎

پھولوں نے گریبانوں کو پھاڑا تھا جو غم سے گلشن میں اداسی تھی جو اعدا کے ستم سے
سب ڈالیاں جھک جھک گئی تھیں بارِ الم سے نرگس تھی یہ حسرت نگراں دیدۂ نم سے

ہر مرتبہ سرگرمِ فغاں ہوتی تھی بلبل
غنچوں کے جگر پھٹتے تھے یوں روتی تھی بلبل

نہریں ہمہ تن اشک تھیں گلشن ہمہ تن درد پھولوں کے سروں پہ جو اُڑاتی تھی صبا گرد

[1] کتاب چھپ چکی تھی اور اس کی جلد بننے جا رہی تھی کہ حجۃ الاسلام آقائے سید یوسف الموسوی کا انتقال ہو گیا۔ اس لیے یہ صفحے ان کی وفات کے بعد شامل کیے گئے ہیں (اکبر حیدری)